سیرتُ النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر لکھی جانے والی معرکۃُ الآراء تصنیف

کتاب المغازی اُردو

جلد اول

مؤلف
امام محمد بن عمر الواقدی رحمۃ اللہ علیہ ۲۰۷ھ

مترجم
مولانا افتخار احمد دامت برکاتہم

سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر لکھی جانے والی معرکۃ الآراء تصنیف

کتاب المغازی
اردو

مؤلف

امام محمد بن عمر الواقدی رحمۃ اللہ علیہ ۲۰۷ھ

مترجم

مولانا افتخار احمد دامت برکاتہم

جلد اول

MAKTABA-E-REHMANIA

مکتبہ رحمانیہ (رجسٹرڈ)

اقراء سنٹر غزنی سٹریٹ، اردو بازار لاہور
فون: 042-37224228-37355743

بسم اللہ الرحمن الرحیم

MAKTABA-E-REHMANIA

مکتبہ رحمانیہ (رجسٹرڈ)

نام کتاب

کتاب المغازی اُردو (جلد اول)

مترجم

مولانا افتخار احمد دامت برکاتہم

ناشر

مکتبہ رحمانیہ (رجسٹرڈ)

مطبع

خضر جاوید پرنٹرز لاہور

اِقرأ سنٹر۔ غزنی سٹریٹ۔ اُردو بازار۔ لاہور
فون: 042-37224228-37355743

ضروری وضاحت

ایک مسلمان جان بوجھ کر قرآن مجید، احادیث رسول ﷺ اور دیگر دینی کتابوں میں غلطی کرنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ بھول کر ہونے والی غلطیوں کی تصحیح و اصلاح کے لیے بھی ہمارے ادارہ میں مستقل شعبہ قائم ہے اور کسی بھی کتاب کی طباعت کے دوران اغلاط کی تصحیح پر سب سے زیادہ توجہ اور عرق ریزی کی جاتی ہے۔ تاہم چونکہ یہ سب کام انسانوں کے ہاتھوں ہوتا ہے اس لیے پھر بھی غلطی کے رہ جانے کا امکان ہے۔ لہٰذا قارئین کرام سے گزارش ہے کہ اگر ایسی کوئی غلطی نظر آئے تو ادارہ کو مطلع فرما دیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی اصلاح ہو سکے۔ نیکی کے اس کام میں آپ کا تعاون صدقہ جاریہ ہوگا۔ (ادارہ)

تنبیہ

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بے حد مہربان، نہایت رحم والا ہے۔

"کلام ناشر"

سیرت النبی ﷺ وہ سرسبز گلستان ہے کہ جس کے شجر ہائے سایہ دار اور گلہائے رنگارنگ پر ہر دم بہار رہتی ہے۔ جتنا اس موضوع پر لکھا گیا، یقیناً کسی شخصیت اور موضوع پر نہیں لکھا گیا۔ حضرت محمد ﷺ کی حیات طیبہ پر لکھنے والوں نے آپ ﷺ کی زندگی کے ہر ہر پہلو پر بے شمار کتب لکھی ہیں۔ آپ ﷺ کی زندگی کے دو ادوار ہیں ایک مکی دور اور دوسرا مدنی دور۔ مدنی دور کا ایک اہم باب غزوات اور سرایا ہیں۔ ان غزوات میں آپ ﷺ کی جنگی حکمت عملی، آپ کے اصول ہائے جنگ اور ان جنگوں کی تفصیلات پر محدثین اور مؤرخین نے اتنا مواد جمع کر دیا ہے جس کی نظیر نہیں ملتی۔ اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ صحیح بخاری کی کتاب المغازی تقریباً پانچ سو احادیث مبارکہ پر مشتمل ہے۔

سیرت النبی ﷺ پر ابتداً جو کتب تحریر کی گئیں، وہ زیادہ تر مغازی کے نام سے مشہور ہوئیں۔ جیسا کہ مغازی رسول اللہ مؤلف حضرت عروہ بن زبیر جو کہ مغازی عروہ رحمۃ اللہ علیہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے نام سے بھی مشہور ہے۔ اسی سلسلۃ الذھب کی ایک کڑی ابوعبداللہ محمد بن عمر الواقدی کی کتاب المغازی ہے۔ واقدی رحمۃ اللہ علیہ ۱۳۰ھ میں مدینہ طیبہ میں پیدا ہوئے۔ دوسری صدی ہجری میں پیدا ہونے والے واقدی کی کتاب "المغازی" چاردانگ عالم مشہور ہوئی۔ اس کتاب کے کتنی ہی زبانوں میں تراجم ہو چکے ہیں۔ جیسا کہ نام سے ظاہر ہے یہ کتاب نبی کریم ﷺ کے غزوات وسرایا کے تذکرے پر مشتمل ہے لیکن امام واقدی اس کتاب میں غزوات اور سرایا کے علاوہ نبی کریم ﷺ کے مختلف اسفار کی تفصیل بھی لے کر آئے ہیں۔ جیسا کہ آپ ﷺ کے حدیبیہ کا اور فتح مکہ والے سفر کا تذکرہ ہے۔ امام واقدی ایک بہت مشہور قصہ گو تھے اور ان کا انداز فلسفیانہ تھا۔ لہٰذا ان کا اس کتاب کا انداز ایسا متاثر کن ہے کہ قاری کو محسوس ہوتا ہے کہ واقدی اس سفر میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھے۔ اس کتاب کی افادیت کا اس سے بڑا کیا ثبوت ہے کہ مابعد کے تمام ارباب سیر نے مغازی میں آپ کے حوالہ جات تحریر کیے ہیں۔ شاید ہی سیرت کی کوئی کتاب ایسی ہو جس میں امام واقدی کی کتاب المغازی سے استفادہ نہ کیا گیا ہو۔ ان کی اسی کتاب کی وجہ سے انہیں "امام المغازی" کا رتبہ دیا جاتا ہے۔ لیکن محدثین کے نزدیک ان کے بارے میں متضاد رائے پائی جاتی ہیں اور یہ آراء اس حقیقت کے باوجود قابل التفات ہیں۔ اس میں کوئی شک ہی نہیں ہے کہ سیرت نگاری اور مغازی میں بلاشبہ واقدی امام تھے اور معدودے چند اہل علم کے، تمام

علماء ہی مغازی میں ان کی جلالت علمی کے قائل ہیں تاہم وہیں دوسری طرف یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ فن حدیث میں جمہور محدثین کے ہاں وہ ضعیف راوی ہیں اور ان کی بیان کردہ روایات سے محدثین حجت نہیں لیتے۔ امام العلل شیخ یحییٰ بن معین فرماتے ہیں "لیس بثقة" وہ ثقہ نہیں ہیں۔ امام بخاری آپ کو متروک یعنی ترک کر دینے کے زمرے میں لاتے ہیں۔ دیگر کبار محدثین جیسا کہ امام دارقطنی، امام علی بن المدینی اور اسحاق بن راہویہ کی آراء بھی ان سے کچھ خاص مختلف نہیں ہیں۔ تاہم سیر و مغازی کے باب میں علامہ واقدی کی امامت مسلمہ ہے۔ محمد بن سلام الجمحی لکھتے ہیں: "وہ اپنے زمانے کے بے مثال عالم تھے۔" مجاہد بن موسیٰ فرماتے ہیں: "میں نے جتنے لوگوں میں بھی علم دیکھا ان میں واقدی سب سے بڑے عالم تھے۔" امام ذہبی مجاہد بن موسیٰ کی بات کی تائید کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ مجاہد بن موسیٰ نے سچ کہا۔ بلاشبہ اخبار، سیر، مغازی، تاریخی واقعات وایام میں واقدی کا حافظہ بے مثل تھا۔ اس آخری کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ روایت حدیث میں امام واقدی کا جو بھی مقام ہو مگر زیر نظر کتاب "المغازی" ان کے تبحر علمی کا شاہکار ہے۔

خواہش تو بہت دیر سے تھی کہ ہم اس اہم کتاب کا اردو ترجمہ شائع کریں مگر مترجم موصوف جناب افتخار احمد صاحب (مصنف عبدالرزاق) کے ترجمہ میں مصروف تھے۔ اس ترجمہ سے فراغت کے بعد اس اہم کتاب کے ترجمہ کی طرف ان کی توجہ مبذول کروائی۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائیں۔ آخر میں قارئین سے التماس ہے کہ دوران مطالعہ ہمیں اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں اور اللہ کے حضور دعا ہے کہ سیرت رسول کریم ﷺ کے اس اہم پہلو پر مشتمل اس نادر علمی ذخیرے کی اردو زبان میں اشاعت ہمارے لیے توشہ آخرت ہو اور عوام الناس کے لیے نافع ہو۔ "مکتبہ رحمانیہ" حدیث رسول پاک ﷺ کی اشاعت محض دینی خدمت کے جذبے سے کر رہا ہے اور مطمع نظر شفاعت رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہے۔ اللہ رب العزت کے حضور یہ عاجزانہ دعا ہے کہ روز محشر ہمیں بھی ان خوش نصیب افراد کی صفوں میں جگہ عطا فرماویں کہ جو شفاعت نبوی ﷺ کے مستحق قرار پائیں گے۔ آمین یارب العالمین

والسلام مع الاکرام

خادم العلم والعلماء

الحاج مقبول الرحمٰن غفرلہ

فہرست

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بے حد مہربان، نہایت رحم والا ہے۔

حدیث دِل

یہ ایک اٹل حقیقت ہے کہ اس کائنات میں تخلیق کی گئی کوئی چیز بے مقصد و بے کار نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انسانوں اور جنات کو اپنی طاعت و بندگی کے لیے پیدا فرمایا اور پوری کائنات کو اس کی خدمت میں لگا دیا۔ خطا و نسیان کے اس پتلے کو یونہی شتر بے مہار کی طرح بے کار نہیں چھوڑ دیا، بلکہ اس کی قدم بہ قدم راہنمائی کے لیے اپنے برگزیدہ و چنیدہ بندوں کو منصب نبوت و رسالت عطا فرما کر دنیا میں مبعوث فرمایا۔

جن سعادت مند اور پاکباز ہستیوں نے نے اپنے پیغمبر وقت کی فرمانبرداری کی وہ دنیا میں بھی سرخرو ہوئے اور آخرت میں بھی ابدی اور لازوال نعمتوں اور آسائشوں سے لطف اندوز ہوں گے۔ اور جن بخت ماروں اور بدباطن سرکشوں نے وقت کے نبی کی دعوت کو ٹھکرا دیا اور پیغامِ حق سے روگردانی اختیار کر لی تو دنیا بھی ان کے لیے ذلت کدہ بنی اور آخرت میں بھی دائمی اور نا قابل برداشت دردعذابِ الٰہی ان کا منتظر ہے۔

معزز قارئین! دنیا کی حرص و ہوس، اقتدار کا نشہ، لہو ولعب کی سرمستی اور وحیٔ الٰہی سے دوری و بیزاری انسان میں سرکشی اور بغاوت کو جنم دیتی ہے۔ ظلم و جبر، بے رحمی و ناانصافی، نفس پرستی اور آوارگی اس کی طبیعت کا حصہ بن جاتی ہے۔

جب انسان اس درجہ گراوٹ کا شکار ہوتا ہے تو اس جہان کے خالق و مالک کی طرف سے اس پر عذابِ ادنیٰ کا کوڑا برستا ہے۔ جو کبھی تو ارضی و آفاقی مصائب و آلام کی صورت ظاہر ہوتا ہے۔ زلزلے برپا ہوتے ہیں۔ آندھیاں، طوفان اور بے موسمی بارشیں آتی ہیں اور کبھی اقوامِ عالم کو آپس میں لڑا کر تہ تیغ کر دیا جاتا ہے۔

تاریخ کے جھروکے میں جھانکیے۔ قوموں کے عروج و زوال کی داستانیں پڑھیے۔ فاتحین کی سوانحات اور شکست خوردہ اقوام کے حالات و واقعات کا بغور جائزہ لیجیے۔ خود آپ کا ضمیر فیصلہ کر دے گا کہ وہ کون سی ہستیاں تھیں جنہیں دنیا میں حیات طیبہ حاصل ہوئی اور تاریخ میں بھی ان کا نام سنہری نقوش میں روزِ روشن کی طرح واضح ہے اور وہ کون ناہنجار تھے جن کے مقدر میں نہ صرف ذلت و رسوائی طے ہوئی، بلکہ تاریخ نے انہیں ہمیشہ کے لیے عبرت کا نشان بنا ڈالا۔

اجڑے دیاروں، ویران محلوں، شکستہ عمارتوں اور بوسیدہ قبرستانوں کا مشاہدہ کیجیے! اہرامِ مصر دیکھیے، فرعون کی عبرت نما لاش

کا نظارہ کیجیے! موہنجوڈارو کے کھنڈرات، لاہور کا شاہی قلعہ، ٹیکسلا کے آثارِ قدیمہ، خیبر کے شکستہ قلعے آخر کس حقیقت کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ غرض کتنے ہی عبرت کدے ایسے ہیں جو چیخ چیخ کر اپنی بے ثباتی کا کھلا اعتراف کر رہے ہیں۔

جہاں میں ہیں عبرت کے ہر سو نمونے
مگر تجھ کو اندھا کیا رنگ و بو نے

احد کا میدان، بدر کا کنواں، حنین کی وادی، فتح مکہ کا روح پرور منظر، غارِ حرا، غارِ ثور، مدینہ منورہ جیسا پر رونق اور بابرکت شہر، مسجد حرام، طوافِ کعبہ، پورے عالم کی فضاؤں میں گونجتی اذانیں آج بھی بتلا رہی ہیں کہ آخرت تو ہے ہی نیکوکاروں کے لیے، یہ دنیا بھی اس ذاتِ باری تعالیٰ کے پیاروں کی ہے اور نافرمانوں کے لیے نہ یہاں سکون ہے نہ وہاں راحت۔

عدل و انصاف صرف حشر پر موقوف نہیں
زندگی خود بھی گناہوں کی سزا دیتی ہے

ایسا ہی کچھ ان بدبختوں کے ساتھ ہوا جنہوں نے جان لینے کے باوجود محض ضد و عناد اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے پیغمبر اسلام ﷺ کی دعوت کو نہ صرف یہ کہ قبول نہیں کیا بلکہ مخالفت پر اتر آئے۔ طرح طرح کی اذیتیں دیں، ملک بدر کیا۔ پھر بھی چین نہ لینے دیا اور جان کے دشمن ہو لیے۔ اب پروردگارِ عالم نے شرک و بت پرستی اور ضلالت و گمراہی کے اس پلید خمیر سے اپنی دھرتی کو پاک کرنے کا ارادہ فرما لیا اور اہل حق کو اس ظلم و جبر کا انتقام لینے اور کفر کی جڑ کا قلع قمع کرنے کے لیے جہاد کی اجازت دے دی۔

قرآن و حدیث میں وہ کمال درجے کی کوشش جو حق اور سچائی کی راہ میں اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے کی جائے ''جہاد'' کہلاتی ہے۔ خواہ وہ راہِ حق میں مصائب و تکالیف جھیلنے کی صورت میں ہو جیسے مکی دور میں اسی سہنے اور برداشت کرنے کو ''جہادِ کبیر'' سے تعبیر کیا گیا۔

سورہ فرقان مکیہ میں ہے:

فَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَ جَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِيْرًا ﴿٥٢﴾ (فرقان: ۵۲)

''آپ کافروں کی خوشی کا کام نہ کیجیے اور قرآن سے ان کا زور و شور سے مقابلہ کیجیے۔''

اسی طرح منافقین سے جہاد کا حکم ہوا۔ فرمایا:

جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَ الْمُنٰفِقِيْنَ وَ اغْلُظْ عَلَيْهِمْ ۭ (توبہ: ۷۳)

''کفار سے (بالسنان) اور منافقین سے (باللسان) جہاد کیجیے اور ان پر سختی کیجیے۔''

یہ بھی تبلیغ حق اور اتمامِ حجت کا جہاد تھا۔ جس کا تعلق زبان سے تھا۔

☆ ترمذی اور ابوداؤد کی روایت ہے: "افضل الجهاد كلمة حلق عند سلطان جائر" (ترجمہ) سب سے بہتر

جہاد ظالم بادشاہ کے سامنے کلمہ حق کہنا ہے۔'' یہ بھی جہاد باللسان ہے۔

☆ بخاری اور ابن ماجہ کی روایت ہے: امی عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا: "أعلی النساء جهادٌ؛ قال: نعم لا قتال فيه الحج والعمرة" کیا عورتوں کے لیے بھی جہاد ہے؟ فرمایا: ہاں، مگر اس میں لڑائی نہیں اور وہ حج وعمرہ ہے۔ اس حدیث میں سعی اور ترکِ وطن کی مشقت کو جہاد سے تعبیر کیا گیا ہے۔

☆ اگر امت کے لیے دفاع اور جنگ کا وقت آ گیا ہے یا امام نے مفسدین ارض کی جماعت پر حملہ کر دیا ہے تو اب سعی و کوشش کی تمام صورتیں شریعت کے نزدیک جہاد ہیں۔ ایسی صورت میں مسلمانوں کا ایک متفقہ امیر ہونا، طاقت کا توازن ہونا اور سرپرست کی اجازت شرط ہے اور یہ بھی ضروری ہے کہ ان کفار تک پہلے سے دعوتِ اسلام پہنچ چکی ہو۔

وگرنہ میدانِ جنگ میں اولاً انہیں اسلام قبول کرنے کا کہا جائے۔ ثانیاً جزیہ (ٹیکس) ادا کرنے اور ماتحت ہو کر رہنے کی پیش کش کی جائے۔ اس پر بھی تیار نہ ہوں تو پھر جنگ کا اعلان کر دیا جائے۔

خلاصہ یہ ہے کہ عرفِ عام میں جہاد کا اطلاق قتال فی سبیل اللہ پر ہی ہوتا ہے۔ مگر شریعت میں اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے دین کی راہ میں کی جانے والی ہر کوشش جہاد کہلاتی ہے۔ دشمن کی فوج سے تو خاص وقت میں مقابلہ ہو سکتا ہے، لیکن ایک مومن اپنی ساری زندگی کی ہر صبح و شام جہادِ حق میں بسر کرتا ہے۔ وہ اس مقدس عمل کے لیے کسی خاص سرائے نفیر اور اعلانِ وقت کا منتظر نہیں رہتا۔ ہر صبح جو اس پر پھوٹتی ہے جہاد فی سبیل اللہ کی صبح ہوتی ہے اور ہر شام کی تاریکی جو اس پر پھیلتی ہے اسی راہ کی شام ہوتی ہے۔

قارئین محترم! امام المغازی علامہ واقدی رحمہ اللہ کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ موصوف کی مایہ ناز کتاب المغازی کا ترجمہ پیش خدمت ہے۔ یہ درحقیقت امیر عزیمت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ کا وہ درخشاں پہلو ہے جس میں امت مسلمہ کے مرض کا حقیقی علاج اور دکھوں کا مداوا ہے۔ مطالعہ کیجیے اور حرزِ جاں بنا لیجیے۔ کتاب کی تصنیف، تخریج، ترجمہ اور ترویج و اشاعت کے تمام خدام کے لیے دعا گو ہے۔ فقط

ابوالحسن افتخار احمد

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بے حد مہربان، نہایت رحم والا ہے۔

پیش لفظ

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ کا تعارف

ابوعبداللہ بن عمر واقدی رحمۃ اللہ علیہ بغداد میں ۱۱ ذوالحجہ ۲۰۷ھ سوموار کی رات کو فوت ہوئے اور سوموار کے دن خیزران کے قبرستان میں دفن ہوئے۔ اس وقت آپ کی عمر ۷۸ سال تھی۔

جائے پیدائش

آپ رحمۃ اللہ علیہ مدینہ میں ۱۳۰ھ کو پیدا ہوئے۔ بعض حضرات کا کہنا ہے کہ آپ کی پیدائش ۱۲۹ھ میں ہوئی۔ یہ مروان بن محمد کی خلافت کا آخری دور تھا۔

وفات

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی تاریخ وفات میں اختلاف ہے۔ بعض حضرات نے کہا: ۲۰۶ھ۔ جبکہ بعض نے کہا: ذوالحجہ ۲۰۷ھ۔ راجح یہ ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ بغداد میں ۱۱ ذوالحجہ ۲۰۷ھ سوموار کی رات کو فوت ہوئے اور سوموار کے دن خیزران کے مقبرے میں دفن ہوئے۔ اس وقت آپ کی عمر ۷۸ سال تھی۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کا علمی مقام ومرتبہ

آپ رحمۃ اللہ علیہ نوعمری ہی کے زمانے سے غزوات اور سیرت نبویہ کے متعلق معلومات جمع کرنے کی کوششیں کرتے رہے۔ انہوں نے واقعات، احادیث اور مختلف روایات سے متعلقہ تفاصیل جمع کرنے کا پورا اہتمام کیا۔

ابن عساکر، خطیب بغدادی اور ابن سید الناس رحمہم اللہ نے واقدی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: مجھے شہداء کے بیٹوں، پوتوں اور غلاموں میں سے جو شخص بھی ملا، میں نے اس سے پوچھا: کیا آپ نے اپنے گھر والوں میں سے کسی کو ان کی جائے شہادت اور مقامِ شہادت کے بارے میں بتلاتے سنا ہے؟ جب وہ مجھے بتاتا تو میں اس جگہ جاتا اور اس کا مشاہدہ کرتا۔ میں مریسیع کی طرف بھی گیا اور اسے دیکھا۔ اسی طرح جس بھی میدانِ جنگ کے بارے میں مجھے پتہ چلتا تو میں وہاں جاتا اور اس کا مشاہدہ کرتا۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ غزوات میں امام کہلاتے ہیں، سب سے اہم کارنامہ جس کی وجہ سے سوانح نگاروں اور غزوات نویسوں کے درمیان علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ کو خصوصی مقام حاصل ہے، وہ ان کا تاریخ کے فنی طریقہ کار کو مرتب کرنا ہے۔ اس معاملے میں علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ کی عظمت کا گواہ وہ واقعہ بھی ہے جو ہارون الرشید اور یحییٰ بن خالد برامکی سے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ جب یہ دونوں حضرات اپنے سفرِ حج میں مدینہ کی زیارت کو آئے تو انہیں ایسے شخص کی تلاش ہوئی جو انہیں شہداء کی قبروں اور جائے شہادت سے متعلق بتلائے۔ لوگوں نے انہیں علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ سے ملوایا، جو زیارات میں ان کے شریک رہے۔ انہوں نے کوئی جگہ اور مقام ایسا نہیں چھوڑا جو انہیں نہ دکھایا ہو۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ سے متعلق فرماتے ہیں کہ وہ ایک سردار تھے۔ عراق اور بغداد کے قاضی تھے۔ علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ آخری عمر میں اپنی وفات سے چار سال پہلے مہدی کے لشکر میں قضاء کے عہدے پر فائز رہے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے اساتذہ کرام

معمر بن راشد ازدی، نجیح بن عبدالرحمن سندی اور ابو معشر مدنی رحمہم اللہ۔

تلامذہ

محمد بن سعد جو ابن سعد کے نام سے مشہور ہیں اور طبقات کبریٰ کے مصنف ہیں۔

تصانیف

ابن ندیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی وفات کے وقت کتابوں کے چھ جز دان چھوڑے۔ جن میں سے ایک کو اٹھانے کے لیے دو آدمیوں کی ضرورت پڑتی۔ ان میں سے چند یہ ہیں: کتاب التاریخ والمغازی والمبعث، کتاب الردۃ والدار، کتاب اخبار مکہ، کتاب الطبقات، کتاب فتوح الشام، کتاب فتوح العراق وغیرھا۔

کتاب اور تحقیق کا مخصوص طریقہ

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب المغازی ہجرت کے پہلے اور دوسرے سال کے عرصہ میں سیرت نبویہ کے تدریجی مراحل کی آخری صورت کو بیان کرتی ہے۔ وہ اپنی کتاب میں واقعات کی مختلف تفاصیل کو تبدیلی کے بغیر منطقی طریقے سے بیان فرماتے ہیں۔ مثلاً آپ مغازی کی ابتدا میں ان لوگوں کے حالات تفصیل سے بیان کرتے ہیں، جن سے وہ واقعات منقول ہوں۔ پھر ایک ایک غزوے کو تاریخ کے ساتھ مکمل باریک بینی سے بیان فرماتے ہیں۔ اکثر آپ رحمۃ اللہ علیہ غزوے کی جگہ کی جغرافیائی تفصیلات بھی بیان فرماتے ہیں۔ پھر ان غزوات کو بیان کرتے ہیں جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بذاتِ خود شریک ہوئے۔ اسی طرح ان لوگوں کے نام بھی ذکر کرتے ہیں، جنہیں آپ دورانِ جنگ مدینہ میں اپنا نائب مقرر فرماتے تھے۔ آخر میں قتال میں مسلمانوں

کے شعار کو بیان فرماتے ہیں۔ ہر غزوے کی ہر بات کو اچھے انداز میں منفرد اسلوب سے بیان فرماتے ہیں۔ بہت سی جگہوں میں علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ واقعہ کا خلاصہ جامع سند کے ساتھ ذکر فرماتے ہیں۔

جب کسی غزوے میں قرآن کی بہت سی آیات نازل ہوئی ہوں تو علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ انہیں الگ الگ تفسیر کے ساتھ بیان کرتے ہیں اور انہیں غزوے کی احادیث کے آخر میں رکھتے ہیں۔ اسی طرح کتاب المغازی کی اہم ترین خصوصیت جو اسے دوسروں سے ممتاز کردیتی ہے، تاریخ کو جامعیت کے ساتھ بیان کرنا ہے۔ ان کے بیان کردہ واقعات اس وجہ سے بھی گراں قدر ہوتے ہیں کہ وہ انہیں مکمل وضاحت کے ساتھ بیان فرماتے ہیں۔ واقعات کی ترتیب منفرد انداز میں جدید فنی طریقے سے کرتے ہیں۔ پھر انہیں ترتیب دینے کے بعد اپنی آراء و افکار کو بیان کرنے کے لیے نہیں ٹھہرتے۔

تحقیق کا طریقہ کار

۱۔ میں نے مطبوعہ نسخے کی مراجعت دارالکتب میں موجود مخطوط نسخوں سے کی ہے۔

۲۔ میں نے بیان کی گئی احادیث کی تخریج کردی ہے خواہ وہ سیرت کی کتب، سنن سے یا صحاح سے لی گئی ہوں۔

۳۔ بعض اہم واقعات پر تعلیق کی ہے اور انہیں صحیح طریقے سے بیان کیا ہے۔

۴۔ کتاب کے شروع میں ایک طویل مقدمہ لکھا ہے جس میں کتاب اور اس کے مصنف کے متعلق معلومات درج ہیں۔

اللہ سے دعا ہے کہ اس عمل کو محض اپنی رضامندی کے لیے قبول فرمائے۔ اسی کے لطف و کرم سے امید ہے کہ اسے ہر جگہ اور ہر زمانے کے مسلمانوں کے لیے نافع بنائے۔

اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے بھلائی اور درستگی کی توفیق ہے۔

تحقیق نگار: محمد عبدالقادر عطا

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بے حد مہربان، نہایت رحم والا ہے۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ اپنی سند سے بیان فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ۱۲ ربیع الاول پیر کے دن مدینہ منورہ تشریف لائے۔ ایک قول ۲ ربیع الاول کا بھی ہے۔ مگر پہلا قول راجح ہے۔

چنانچہ سب سے پہلا جھنڈا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے سات ماہ بعد رمضان المبارک میں حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے لیے باندھا۔ آپ قافلۂ قریش کا ارادہ کر کے نکلے تھے۔

پھر ہجرت کے آٹھویں ماہ شوال المکرم میں مقامِ رابغ کی طرف حضرت عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ کو تیار کر کے بھیجا۔ یہ جگہ جحفہ سے دس میل کے فاصلے پر ہے جہاں آج کل قدید ہے۔ یہ واقعہ نوویں ماہ شوال المکرم میں پیش آیا۔

پھر ایک جماعت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی ماتحتی میں مقامِ خرار کی طرف بھیجی۔ یہ واقعہ نو ماہ بعد ذوالقعدہ میں پیش آیا۔

اس کے گیارہ ماہ بعد صفر المظفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ کیا۔ آپ مقامِ ابواء تک پہنچے، پھر لوٹ آئے اور اس دوران کوئی ناگوار صورت پیش نہیں آئی اور آپ پندرہ راتیں ٹھہرے رہے۔

پھر تیرہ ماہ بعد ربیع الاول میں غزوہ بواط پیش آیا۔ آپ قریش کے قافلے کا ارادہ کر کے نکلے۔ اس قافلے میں امیہ بن خلف بھی تھا اور قریش کے سو آدمی تھے اور پچیس سو اونٹ تھے۔ پھر آپ لوٹ آئے اور کوئی ناگوار واقعہ پیش نہیں آیا۔ بواط جحفہ کے قریب ایک جگہ کا نام ہے۔

پھر اس کے بعد تیرہویں ماہ ربیع الاول میں آپ نے غزوہ کیا۔ آپ کرز بن جابر فہری کی تلاش میں نکلے۔ حتیٰ کہ بدر کے مقام پر پہنچ گئے۔ پھر لوٹ آئے۔

پھر سولہ ماہ بعد جمادی الاخری میں آپ نے غزوہ کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قافلۂ قریش کا ارادہ کر کے نکلے تھے، جب وہ شام کی طرف جانے لگا۔ یہ غزوہ ذوالعشیرہ کہلاتا ہے، پھر آپ واپس آ گئے۔

پھر سترہ ماہ بعد رجب میں آپ نے حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کو نخلہ کی طرف بھیجا۔

اس کے انیس ماہ بعد ۱۷ رمضان المبارک کی صبح جمعہ کے دن آپ نے غزوہ بدر کیا، جس میں باقاعدہ جنگ ہوئی۔

اس کے بعد سریۂ عصماء بنت مروان پیش آیا۔ اسے عمیر بن عدی بن خرشہ نے قتل کر دیا۔

حضرت عبداللہ بن حارث بن فضل رضی اللہ عنہ اپنے والد سے نقل فرماتے ہیں کہ انہوں نے اسے انیس ماہ بعد اس وقت قتل کیا

جب ماہ رمضان پورا ہونے میں پانچ راتیں باقی رہ گئی تھیں۔

پھر سریہ سالم بن عمیر رضی اللہ عنہ بھیجا گیا۔ انہوں نے ابوعفک کو شوال میں قتل کیا جب بیس ماہ گزر چکے تھے۔

اس کے بعد ۱۵ شوال کو غزوۂ قینقاع پیش آیا۔

پھر ۲۲ ماہ بعد ذوالحجہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ سویق کیا۔ اس کے بعد ۲۳ ویں ماہ محرم الحرام میں مقامِ کدر میں غزوہ بنو سلیم پیش آیا۔

پھر ۲۵ ماہ بعد ربیع الاول میں کعب بن اشرف کے قتل کے لیے ایک جماعت بھیجی گئی۔

اس کے بعد ربیع الاول میں ہی نجد کی طرف غزوہ غطفان پیش آیا۔ یہ ذوامر بھی کہلاتا ہے۔ پھر سفیان بن خالد بن نبیح ہذلی کی طرف حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ کو ایک جماعت دے کر بھیجا گیا۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں مدینہ سے ۵ محرم الحرام پیر کے دن نکلا۔ یہ واقعہ ۲۵ ماہ بعد پیش آیا۔ میں اٹھارہ راتیں ٹھہرا رہا اور ہفتے کے دن واپس آیا۔ ابھی محرم کے سات دن باقی تھے۔

پھر ۲۷ ماہ بعد جمادی الاولیٰ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بحران کے مقام پر غزوہ کیا۔

پھر سریہ قردہ پیش آیا۔ اس کے امیر حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ تھے۔ یہ واقعہ ۲۸ ماہ بعد پیش آیا۔ اس میں ابوسفیان بن حرب رضی اللہ عنہ تھے۔ پھر ۳۲ ماہ بعد شوال میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے احد کی جنگ لڑی۔ اس کے بعد شوال میں ہی غزوہ حمراء الاسد پیش آیا۔

پھر ایک سریہ مقامِ اسد میں بنو اسد کی طرف بھیجا گیا۔ اس کے امیر حضرت ابوسلمہ بن عبدالاسد رضی اللہ عنہ تھے۔ یہ واقعہ ۳۵ ویں ماہ محرم الحرام میں پیش آیا۔

پھر ۳۶ ماہ بعد صفر المظفر میں چاہِ معونہ کی طرف ایک سریہ بھیجا گیا۔ اس کے امیر حضرت منذر بن عمرو رضی اللہ عنہ تھے۔ پھر صفر میں ہی مقامِ رجیع پر جنگ ہوئی۔ اس کے امیر حضرت مرثد رضی اللہ عنہ تھے۔

اس کے بعد ۳۷ ویں ماہ ربیع الاول میں غزوۂ بنونضیر ہوا۔ پھر ۴۵ ماہ بعد ذوالقعدہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے مقام پر جنگ لڑی جس کا وعدہ کیا گیا تھا۔

پھر ۴۶ ماہ بعد ذوالحجہ میں ابن ابی حقیق کی طرف ابن عتیک رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک جماعت بھیجی گئی۔ جب سلام بن ابی حقیق مارا گیا تو یہودی گھبرا کر سلام بن مشکم کی طرف خیبر میں گئے۔ اس نے سردار بننے سے انکار کر دیا۔ پھر اسیر بن زارم ان کے ساتھ جنگ میں کھڑا ہوا۔

پھر ۴۷ ماہ بعد محرم میں آپ نے ذات الرقاع میں جنگ لڑی۔ پھر ۴۹ ماہ بعد ربیع الاول میں غزوۂ دومۃ الجندل پیش آیا۔

پھر پانچویں سال شعبان میں غزوہ مریسیع پیش آیا۔ ذوالقعدہ میں غزوہ خندق ہوا۔ پھر چند روز ذوالقعدہ اور کچھ دن ذوالحجہ میں

غزوۂ بنو قریظہ پیش آیا۔

اس کے بعد چھٹے سال محرم میں سفیان بن خالد بن نبیح کی طرف ایک جماعت ابن انیس رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھیجی گئی۔ اس کے بعد محرم میں ہی حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کی امارت میں ایک سریہ مقام قرطاء کی طرف بھیجا گیا۔

پھر ربیع الاول ۶ ہجری میں جنگل کی طرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو لحیان سے جنگ لڑی۔ اسی طرح ربیع الثانی میں بھی جنگ ہوئی۔ پھر ربیع الثانی میں ایک جماعت حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کی ماتحتی میں ذوالقصہ کی طرف بھیجی گئی۔ پھر ذوالقصہ ہی کی طرف حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کی ماتحتی میں بھیجی گئی۔

اس کے بعد ربیع الثانی میں ہی مقامِ جموم کی طرف بنو سلیم سے جنگ کے لیے ایک سریہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھیجا گیا۔

یہ دونوں ایک ہی مہینے میں ہوئے۔ جموم بطنِ نخلہ اور نقرہ کے درمیان ایک جگہ کا نام ہے۔

پھر چھٹے سال جمادی الاولیٰ میں عیص کی طرف حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک جماعت بھیجی گئی۔

پھر جمادی الاخریٰ میں طرف کی جانب حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک جماعت بھیجی گئی۔ طرف مدینہ سے ۳۶ میل کے فاصلے پر ہے۔

پھر جمادی الاخریٰ ۶ ہجری میں حسمٰی کی طرف حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی ماتحتی میں ایک جماعت بھیجی گئی۔ حسمٰی وادیٔ قریٰ کے پیچھے ایک جگہ کا نام ہے۔

پھر چھٹے سال رجب میں وادیٔ قریٰ کی طرف حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک سریہ بھیجا۔

اس کے بعد شعبان میں دومۃ الجندل کی طرف ایک سریہ بھیجا۔ اس کے امیر حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ تھے۔

پھر شعبان ۶ ہجری میں فدک کی طرف حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جنگ لڑی۔ اس کے بعد رمضان میں وادیٔ قریٰ کی ایک جانب حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے ام قرفہ کے ساتھ جنگ لڑی۔ پھر شوال ۶ ہجری میں حضرت ابن رواحہ رضی اللہ عنہ نے اسیر بن زارم کے ساتھ جنگ لڑی۔

اس کے بعد شوال میں ہی عرینیوں کی طرف حضرت کرز بن جابر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک جماعت بھیجی گئی۔

پھر ذوالقعدہ ۶ ہجری میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرہ کے لیے حدیبیہ تک سفر کیا۔ پھر سات ہجری جمادی الاولیٰ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کی جنگ لڑی۔

پھر ساتویں سال جمادی الاخریٰ میں خیبر سے وادیٔ قریٰ کی طرف آئے اور وہاں قتال ہوا۔

اس کے بعد شعبان میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی معیت میں ایک جماعت تربت کی طرف بھیجی گئی۔ تربت اور مکہ کے درمیان چھ میل کا فاصلہ ہے۔ پھر ساتویں سال نجد کی طرف حضرت ابوبکر بن ابی قحافہ رضی اللہ عنہ کی ماتحتی میں ایک جماعت بھیجی۔

پھر ساتویں سال شعبان میں حضرت بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ کی ماتحتی میں ایک سریہ فدک کی طرف بھیجا۔

اس کے بعد رمضان ۷ ہجری میں ایک سریہ حضرت غالب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی معیت میں میفعہ کی طرف بھیجا۔ میفعہ نجد کی جانب ہے۔

پھر شوال ۷ ہجری میں ایک سریہ حضرت بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ کی معیت میں جناب کی طرف بھیجا۔ پھر ذوالقعدہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرۂ قضا کیا۔ پھر ذوالحجہ میں ابن ابوعوجاء سلمی کا غزوہ پیش آیا۔

اس کے بعد صفر ۸ ہجری میں کدید کی طرف غالب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کا غزوہ ہوا۔ کدید قدید کے پیچھے ہے۔

پھر ربیع الاول ۸ ہجری میں بنو عامر بن ملوح کی طرف حضرت شجاع بن وہب رضی اللہ عنہ کی ماتحتی میں ایک سریہ بھیجا۔

اس کے بعد ربیع الاول میں ذات اطلاح کی طرف حضرت کعب بن عمیر غفاری رضی اللہ عنہ کا غزوہ ہوا۔ اطلاح بلقاء سے شام کا ایک کنارہ ہے اور ایک رات کے فاصلے پر ہے۔

پھر آٹھویں سال مؤتہ کی طرف حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے جنگ لڑی۔ اس کے بعد جمادی الاخری ۸ ہجری میں ذات السلاسل کی طرف ایک جماعت گئی۔ اس کے امیر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ تھے۔ پھر رجب میں غزوہ خبط ہوا۔ جس کے امیر حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ تھے۔

پھر شعبان ۸ ہجری میں خضرہ کی طرف ایک جماعت بھیجی گئی۔ جس کے امیر حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ تھے۔ خضرہ ابن عامر کے باغ کے پاس بیس میل کے فاصلے پر نجد کا ایک کنارہ ہے۔

پھر رمضان ۸ ہجری میں حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کی جماعت اضم کی طرف بھیجی گئی۔

پھر ۱۳ رمضان المبارک ۸ ہجری میں غزوہ فتح مکہ پیش آیا۔ ۲۵ رمضان المبارک کو عزیٰ بت گرا دیا گیا۔ اسے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے گرایا۔ یہ بھی رمضان میں ہی ہوا۔ پھر مناۃ گرایا گیا۔ اسے حضرت سعد بن زید اشہلی رضی اللہ عنہ نے گرایا۔ یہ سب واقعات رمضان ۸ ہجری میں ہوئے۔ پھر شوال ۸ ہجری میں بنو جزیمہ سے لڑائی ہوئی۔ اس کے امیر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ تھے۔

پھر شوال ۸ ہجری میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حنین کی جنگ لڑی۔ اس کے بعد شوال میں ہی غزوۂ طائف ہوا۔

لوگوں نے ۸ ہجری میں حج کیا۔ کہا جاتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ کو حج پر امیر بنایا۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ لوگوں نے امیر کے بغیر انفرادی طور پر حج کیا۔

پھر محرم ۹ ہجری کو بنوتمیم کی طرف حضرت عیینہ بن حصن رضی اللہ عنہ کی ماتحتی میں ایک جماعت بھیجی گئی۔

اس کے بعد صفر ۹ ہجری میں خثعم کی طرف حضرت قطبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کی سرپرستی میں ایک جماعت بھیجی گئی۔

پھر ربیع الاول میں بنوکلاب کی طرف ایک سریہ بھیجا گیا۔ جس کے امیر حضرت ضحاک بن سفیان رضی اللہ عنہ تھے۔

پھر ربیع الثانی ۹ ہجری کو ایک جماعت حضرت علقمہ بن مجزز رضی اللہ عنہ کی سرپرستی میں حبشہ کی طرف بھیجی گئی۔

اس کے بعد ربیع الثانی میں ہی ایک جماعت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی معیت میں فلس کی طرف بھیجی گئی۔

پھر رجب ۹ ہجری میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک کے لیے تشریف لے گئے۔

اس کے بعد رجب میں ہی اُکیدر کی طرف ایک جماعت بھیجی گئی۔ جس کے امیر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ تھے۔

پھر عمرو بن جمعہ دوسی کا بت ذوالکفین گرایا گیا۔ ۹ ہجری میں لوگوں نے حج کیا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بھی ۹ ہجری میں حج کیا۔

پھر ربیع الاول ۱۰ ہجری میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے بنوعبدمدان سے جنگ لڑی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جماعت یمن کی طرف بھیجی گئی۔

کہا جاتا ہے کہ آپ دو مرتبہ گئے۔ ایک مرتبہ رمضان ۱۰ ہجری میں بھی گئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ۱۰ ہجری میں لوگوں کے ساتھ حج فرمایا اور مکہ سے لوٹ آئے۔ پھر ۱۰ سے کچھ اوپر راتیں گزری تھیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہوگئے۔ آپ نے اپنی مرض الوفات میں ہی حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کی ماتحتی میں شام کی طرف لشکر کی تیاری فرمادی۔ ابھی وہ لشکر روانہ نہ ہوا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال مبارک ہوگیا۔

آپ کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسے روانہ فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ۱۲ ربیع الاول ۱۱ ہجری کو پیر کے دن ہوئی۔ وہ جنگیں جن میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بذاتِ خود شرکت فرمائی، ان کی تعداد ۲۷ ہے۔ ان میں سے ۹ میں لڑائی ہوئی۔ غزوۂ بدر، احد، مریسیع، خندق، قریظہ، خیبر، فتح مکہ، حنین اور غزوۂ طائف۔

سرایا کی کل تعداد ۴۷ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین عمرے فرمائے۔ کہا جاتا ہے کہ آپ نے بنونضیر میں بھی قتال کیا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اسے آپ کے لیے خصوصی غنیمت قرار دیا۔

آپ نے خیبر سے لوٹنے کے بعد وادئ قریٰ میں بھی جنگ لڑی۔ آپ کے بعض صحابہ رضی اللہ عنہم شہید ہوئے۔ آپ نے جنگل میں بھی قتال کیا۔ وہاں محرز بن نضلہ رضی اللہ عنہ شہید ہوئے اور آپ نے دشمن کے چھ آدمیوں کو قتل کیا۔

بیان فرماتے ہیں: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ ودان میں مدینہ پر حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو اپنا نائب مقرر فرمایا۔ اسی طرح غزوۂ بواط میں حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو، کرز بن جابر فہری کے تعاقب میں حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو، غزوۂ ذوالعشیرہ میں حضرت ابوسلمہ بن عبدالاسد مخزومی کو، غزوۂ بدر (لڑائی والے) میں حضرت ابولبابہ بن عبدالمنذر عمری رضی اللہ عنہ کو اور غزوۂ سویق میں بھی انہی کو، غزوۂ ذی امر میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو، غزوۂ بحران میں ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو اور غزوہ احد میں بھی انہی کو اپنا نائب مقرر فرمایا۔

باقی غزوات میں نائبین کی فہرست درج ذیل ملاحظہ فرمائیں:

غزوہ	نائب	غزوہ	نائب
حمراء الاسد	عبداللہ بن ام مکتومؓ	غابہ	ابن ام مکتومؓ
بنونضیر	//	حدیبیہ	//
بدر (موعد)	عبداللہ بن رواحہؓ	خیبر	سباع بن عرفطہ غفاریؓ
ذات الرقاع	عثمان بن عفانؓ	عمرۃ القضا	ابورہم غفاریؓ
دومۃ الجندل	سباع بن عرفطہؓ	فتح مکہ	ابن ام مکتومؓ
مریسیع	زید بن حارثہؓ	حنین	//
خندق	ابن ام مکتومؓ	طائف	//
بنوقریظہ	//	تبوک	محمد بن مسلمہ اشھلیؓ
بنولحیان	//	حجِ رسول	ابن ام مکتومؓ

رسول اکرم ﷺ کا جنگوں میں شعار

غزوہ	شعار (علامت)	غزوہ	شعار (علامت)
بدر	یامنصور اَمِت	غابہ	کوئی خاص نہیں
مہاجرین	بنوعبدالرحمن	حنین	یامنصور اَمِت
خزرج	بنوعبداللہ	فتح مکہ (مہاجر)	بنوعبدالرحمن
اوس	بنوعبیداللہ	خزرج	بنوعبداللہ
احد	امت امت	اوس	بنوعبیداللہ
بنونضیر	//	خیبر (مہاجر)	بنوعبدالرحمن
مریسیع	//	اوس	بنوعبیداللہ
خندق	حمٓ لاینصرون	خزرج	بنوعبداللہ
بنوقریظہ	کوئی خاص نہیں	طائف	کوئی خاص نہیں

سریہ حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ

سریہ حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ ماہِ رمضان میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہجرت فرمانے کے چھ ماہ بعد ہوا۔

مؤرخین کا کہنا ہے: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ تشریف لانے کے بعد سب سے پہلا جھنڈا حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے لیے باندھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں تیس سواروں کے ساتھ بھیجا۔ اس کے دو حصے تھے۔ ایک حصہ مہاجرین پر مشتمل تھا، جن کی تعداد پندرہ تھی اور دوسرے حصے میں پندرہ انصار تھے۔ مہاجرین میں درج ذیل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شامل تھے: حضرت ابوعبیدہ بن جراح، ابوحذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ، ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ کے غلام سالم، عامر بن ربیعہ، عمرو بن سراقہ، زید بن حارثہ، کناز بن حصین، ان کے بیٹے مرثد بن کناز اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام حضرت انسہ رضی اللہ عنہم اور انصار میں درج ذیل حضرات شامل تھے۔

حضرت ابی بن کعب، عمارہ بن حزم، عبادہ بن صامت، عبید بن اوس، اوس بن خولی، ابو دجانہ، منذر بن عمرو، رافع بن مالک، عبداللہ بن عمرو بن حرام اور قطبہ بن عامر بن حدیدہ رضی اللہ عنہم۔

دیگر حضرات کے نام مؤرخین نے ذکر نہیں کیے۔

یہ جماعت قافلۂ قریش کو پکڑنے ساحل سمندر پہنچ گئی۔ وہ قافلہ شام سے آ رہا تھا اور مکہ کی طرف جا رہا تھا۔ اس میں مکہ کے تین سو سواروں کے ساتھ ابوجہل بھی تھا۔ وہ دونوں لشکر آمنے سامنے ہو گئے حتیٰ کہ جنگ کے لیے صفیں بنالیں۔ ان کے درمیان مجدی بن عمرو چلا، جو دونوں جماعتوں کا حلیف تھا۔ وہ دونوں کے درمیان پیغام رسانی کرتا رہا، حتیٰ کہ وہ لوگ واپس چلے گئے اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بھی اپنے ساتھیوں کو لے کر مدینہ لوٹ آئے۔ ابوجہل بھی قافلے میں اپنے ساتھیوں کو لیے مکہ روانہ ہو گیا۔ ان کے درمیان لڑائی نہیں ہوئی۔

جب حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو آپ کو مجدی کے جنگ بندی کروانے کی اطلاع دی۔ وہ اس کی طرف سے اپنے لیے انصاف سمجھ رہے تھے۔ مجدی کا وفد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں خلعتِ فاخرہ سے نوازا اور ان سے اچھی طرح پیش آئے اور مجدی بن عمرو کا ذکر کیا اور فرمایا: میرے علم کے مطابق وہ امن پسند اور برکت والا یا فرمایا: بھلائی والا نقیب ہے۔

حضرت ابن مسیب اور عبدالرحمن بن سعید بن یربوع فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار میں سے کسی کو بھی لڑائی میں نہیں بھیجا۔ یہاں تک کہ آپ خود بدر میں شریک ہوئے۔ آپ کا گمان تھا کہ وہ مضبوط گھر میں ہی آپ کی مدد کریں گے۔

سریہ عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ (رابغ)

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آٹھ ماہ بعد شوال میں حضرت عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ کے لیے جھنڈا تیار کیا اور انہیں مقام رابغ کی طرف بھیجا۔ رابغ جحفہ سے قدید جاتے ہوئے دس میل کے فاصلے پر ہے۔

حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ ساٹھ سواروں میں نکلے۔ وہ وادی رابغ کے دامن میں احیاء نامی پانی پر ابوسفیان بن حرب کے مقابل ہوئے۔ ابوسفیان اس دن دو سو کے قافلے میں تھے۔

سب سے پہلا شخص جس نے اسلام میں تیر چلایا حضرت سعد بن ابووقاص رضی اللہ عنہ ہیں۔ انہوں نے اپنے ترکش کو کھولا اور اپنے ساتھیوں سے آگے بڑھ گئے۔ ان کے ساتھیوں نے ڈھال کے ذریعے ان کو بچایا۔ کہتے ہیں: انہوںؓ نے اپنی ترکش کے تمام تیر چلا ڈالے۔ ہر تیر نے دشمن کو قتل کیا یا زخمی۔

کہا جاتا ہے: ترکش میں بیس تیر تھے۔ ان میں سے ہر تیر جہاں پڑا کسی نہ کسی انسان یا جانور کو زخمی کیا اور ان دنوں صرف یہی تیر تھے۔ نہ انہوں نے تلواریں سونتیں اور نہ جنگ کے لیے صف آراء ہوئے۔ بس یہی دور سے تیر اندازی ہوئی۔ پھر یہ لوگ اپنے حامیوں کی طرف اور وہ لوگ اپنے حامیوں کی طرف لوٹ گئے۔

حضرت ابن ابوسبرہ رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے حضرت مہاجر بن مسمار رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے تھے: وہ ساٹھ افراد تھے اور سب کے سب قریشی تھے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ سے کہا: اگر ہم ان کا پیچھا کرتے تو انہیں قیدی بنا لیتے، وہ مرعوب ہو کر بھاگے ہیں۔ لیکن انہوں نے میری یہ بات نہیں مانی اور ہم مدینہ کی طرف لوٹ آئے۔

سریہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ (خرار)

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے لیے جھنڈا باندھا اور انہیں خرار کی طرف بھیجا۔ خرار جحفہ سے جاتے ہوئے خم کے قریب ایک جگہ کا نام تھا۔ یہ واقعہ ہجرت نبوی سے 9 ماہ بعد ذوالقعدہ میں پیش آیا۔

حضرت عامر بن سعد رحمہ اللہ اپنے والد سے نقل فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے سعد! نکلو اور خرار پہنچ جاؤ۔ قریش کا قافلہ عنقریب وہاں سے گزرے گا۔ چنانچہ میں بیس یا اکیس آدمیوں کو لے کر پاپیادہ روانہ ہوا۔ ہم دن کو چھپ جاتے اور رات میں سفر کرتے۔ حتیٰ کہ جب ہم نے پانچویں صبح کی تو معلوم ہوا کہ قافلہ کل گزشتہ گزر چکا ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے عہد لیا تھا کہ میں خرار سے آگے نہ بڑھوں۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو مجھے امید تھی کہ میں انہیں پکڑ لیتا۔

کہا جاتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی انصاری کو جنگ کے لیے نہیں بھیجا حتیٰ کہ ان کے ساتھ مل کر خود بدر میں جہاد کیا۔ یہ اس لیے کہ انہوں نے آپ سے شرط لگائی تھی کہ وہ اپنے گھر میں آپ کی حفاظت کریں گے۔

غزوۂ ابواء

پھر رسول اللہ ﷺ نے گیارہ ماہ بعد صفر کے مہینے میں جہاد کے لیے سفر فرمایا، آپ مقام ابواء تک پہنچ گئے۔ آپ قافلۂ قریش کی تلاش میں تھے۔ آپ کو کوئی ناگوار صورت پیش نہیں آئی۔ اس غزوہ میں آپ نے کنانہ کے قبیلے بنوضمرہ سے اس بات پر صلح کرلی تھی کہ وہ نہ خود آپ ﷺ پر حملہ کریں گے اور نہ آپ کے خلاف کسی کی مدد کریں گے۔ پھر ان کے درمیان ایک معاہدہ لکھ لیا گیا۔ پھر آپ لوٹ آئے۔ آپ پندرہ راتیں غائب رہے۔

غزوہ بواط

پھر آپ ﷺ نے تیرا ماہ بعد ربیع الاول میں بواط کے مقام پر جہاد کیا۔ یہ ذی خشب نامی وادی کے اطراف میں صبہ نامی بستی کا پہاڑی علاقہ ہے اور بواط اور مدینہ کے درمیان تین برد کا فاصلہ ہے۔ آپ قافلۂ قریش کی تلاش میں تھے۔ اس میں امیہ بن خلف سمیت قریش کے سو آدمی تھے اور پچیس سو اونٹ تھے۔ پھر آپ واپس آگئے اور جنگ کا سامنا نہیں ہوا۔

غزوہ بدر اولیٰ

پھر آپ ﷺ نے تقریباً تیرہ ماہ بعد کرز بن جابر فہری کی تلاش میں ماہ ربیع الاول میں جہاد کے لیے سفر کیا۔ اس نے مدینہ کے مویشیوں پر غارت گری کی تھی۔ وہ کوہِ جماء اور اس کے اطراف میں چرا کرتے تھے۔ آپ بدر تک پہنچ گئے مگر وہ آپ کو نہیں ملا۔

غزوہ ذوالعشیرہ

پھر آپ نے سولہ ماہ بعد جمادی الاخری میں جہاد کے لیے سفر فرمایا۔ آپ قافلہ قریش کی تلاش میں تھے۔ جب وہ شام کی طرف روانہ ہوا تو آپ نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو تیار کیا اور ڈیڑھ سو کے قافلے میں نکلے۔ ایک قول کے مطابق دو سو افراد تھے۔ آپ ﷺ کو اطلاع ملی تھی کہ قافلہ مکہ سے شام کے لیے روانہ ہو چکا ہے۔ قریش نے اپنے اموال جمع کیے اور وہ سب اس قافلے میں تھے۔ آپ بنودینار کی نگرانی میں چلے، جن کے گھر پانیوں کے پاس تھے۔ اس غزوے کا نام ذوالعشیرہ ہے۔

سریۂ نخلہ

پھر ایک سریہ نخلہ کی طرف ہوا۔ جس کے امیر حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ تھے اور نخلہ ایک وادی کا نام ہے، جہاں ابن عامر کا باغ تھا۔ یہ غزوہ سترہ ماہ بعد رجب میں ہوا۔

مؤرخین کا کہنا ہے: حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب عشاء کی نماز ہوئی تو جناب رسول اکرم ﷺ نے مجھے بلایا اور فرمایا: صبح پوری طرح اسلحے سے تیار ہو کر آنا۔ میں تمہیں ایک جانب بھیجوں گا۔ چنانچہ میں صبح پوری طرح تیار ہو کر آیا اور مجھ پر میری تلوار، کمان، ترکش اور ڈھال تھی۔

نبی کریم ﷺ نے لوگوں کو فجر کی نماز پڑھائی۔ پھر آپ لوٹے تو آپ نے مجھے پایا کہ میں آپ سے پہلے دروازے کے پاس کھڑا تھا اور میرے ساتھ قریش کے چند جوان بھی تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو بلایا۔ وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ ﷺ نے انہیں امیر بنایا اور ایک مکتوب دیا۔ پھر آپ نے مجھے بلایا اور مجھے خولانی چمڑے کا ایک صحیفہ دیا اور فرمایا: میں نے تجھے ان لوگوں پر امیر بنایا ہے۔ جاؤ، حتیٰ کہ جب تم دو راتیں چل لو تب میرا خط کھولنا۔ پھر اس میں جو حکم دیا گیا ہو اسے پورا کرنا۔ میں نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! کس جانب جائیں! فرمایا: مجد کی جانب جاؤ، تم کنویں سے آگے بڑھ جاؤ گے۔ کہتے ہیں: وہ چلتے رہے، حتیٰ کہ جب ابن ضمیرہ کے کنویں پر پہنچے تو خط کھولا اور اسے پڑھا۔ اس میں لکھا تھا: ''چلتے رہو حتیٰ کہ تم اللہ کے نام اور اس کی برکتوں کے ساتھ وادیٔ نخلہ کے دامن میں پہنچو۔ مگر اپنے ساتھیوں میں سے کسی کو اپنے ساتھ چلنے پر مجبور نہ کرنا اور میرا حکم ان لوگوں میں نافذ کرنا جو تمہارے پیچھے آئیں۔ پھر جب تم وادی نخلہ کے دامن میں پہنچ جاؤ تو وہاں چھپ کر قافلہ قریش پر گھات لگانا۔'' جب انہوں نے ان کے سامنے خط پڑھا تو فرمایا: میں تم میں سے کسی کو اس پر مجبور نہیں کرتا۔ جو حاضر رہنا چاہے تو وہ رسول اللہ ﷺ کے حکم کی بجا آوری کرے اور جو واپس جانا چاہے تو وہ ابھی لوٹ جائے۔ ان سب نے یک زبان ہو کر کہا: ہم نے سن لیا اور ہم اللہ، اس کے رسول اور آپ کی فرمانبرداری کرنے والے ہیں۔ آپ اللہ کی برکت سے چلیے جہاں چاہتے ہیں۔

وہ چلتے رہے، حتیٰ کہ وادیٔ نخلہ میں پہنچ گئے۔ انہوں نے وہاں قافلۂ قریش کو پایا۔ اس میں عمرو بن حضرمی، حکم بن کیسان مخزومی، عثمان بن عبداللہ بن مغیرہ مخزومی اور نوفل بن عبداللہ مخزومی تھے۔

جب قافلے والوں نے انہیں دیکھا تو ان سے گھبرا گئے اور ان کے معاملے کو اجنبی گردانا۔ چنانچہ حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ نے اپنا سر اسی وقت مونڈ دیا، پھر سامنے ہوئے تاکہ قوم مطمئن ہو جائے۔

حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے اپنے ہاتھ سے حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ کا سر مونڈا۔ حضرت واقد بن عبداللہ اور عکاشہ رضی اللہ عنہما کی رائے یہی تھی کہ ان پر حملہ کر دیا جائے۔ پھر وہ انہیں کہنے لگے: عمرہ کرنے والے ہیں اور ہم محترم مہینے میں ہیں۔ حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ سامنے آئے۔ مشرکین ایک دوسرے سے کہنے لگے: کوئی حرج نہیں، یہ لوگ عمرہ کرنے والے ہیں۔ وہ اپنے دل میں مطمئن ہو گئے۔ انہوں نے اپنی سواریوں کو باندھ دیا اور انہیں کچھ دیر آرام کے لیے چھوڑ دیا اور کھانا تیار کرنے لگے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان کے بارے میں مشورہ کیا۔ یہ ماہِ رجب کا آخری دن تھا۔ ایک قول کے مطابق شعبان کا پہلا دن تھا۔ وہ کہنے لگے: اگر تم اس دن ان سے پیچھے رہو تو وہ حرم میں داخل ہو جائیں گے، پھر تم رک جانا اور اگر تم ان پر حملہ کرو گے تو یہ محترم مہینے میں جنگ ہوگی۔ ایک کہنے لگا: ہمیں معلوم نہیں کہ یہ دن محترم مہینے سے ہے یا نہیں اور دوسرا کہنے لگا: ہمیں معلوم ہے کہ یہ دن محترم مہینے سے ہی ہے اور ہم نہیں سمجھتے کہ تمہارے لیے ایسا کرنا حلال ہو۔ یہ ایک لالچ کی وجہ سے ہے جو تمہارے

دلوں میں پیدا ہو چکا ہے۔ بالآخر وہ لوگ غالب آ گئے جو سامانِ دنیا کے طلب گار تھے۔ انہوں نے قوم پر حملہ کر دیا اور ان سے جنگ لڑی۔

واقد بن عبداللہ رضی اللہ عنہ لوگوں سے آگے ہو کر نکلے، انہوں نے اپنی کمان نکالی اور اپنے تیر کا نشانہ درست کر کے عمرو بن حضرمی کو دے مارا۔ ان کا نشانہ خطا نہیں ہوتا تھا۔ وہ سیدھا اسے لگا اور اسے قتل کر دیا۔ لوگوں نے ان پر ٹوٹ کر حملہ کیا۔ عثمان بن عبداللہ بن مغیرہ اور حکم بن کیسان کو قید کر لیا۔ نوفل بن عبداللہ بن مغیرہ ان کے ہاتھ نہ آیا۔ وہ لوگ اونٹوں کو ہانک کر لے آئے۔

حضرت مقداد بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے حکم بن کیسان کو قید کیا۔ ہمارے امیر کا ارادہ اسے قتل کرنے کا تھا۔ میں نے کہا: اسے چھوڑ دیں۔ ہم اسے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کریں گے۔ چنانچہ ہم نے اسے رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ آپ ﷺ اسے اسلام کی دعوت دینے لگے۔ آپ کافی دیر گفتگو کرتے رہے۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ اس سے بات کر رہے ہیں؟ اللہ کی قسم! یہ کبھی بھی ایمان نہیں لائے گا۔ مجھے چھوڑیے، میں اس کی گردن اتار دوں اور یہ اپنے انجام کو پہنچ جائے۔ نبی کریم ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف توجہ ہی نہیں فرمائی۔ حتیٰ کہ حضرت حکم رضی اللہ عنہ مسلمان ہو گئے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرا خیال نہیں تھا کہ وہ مسلمان ہوں گے۔ مجھے اگلی پچھلی باتیں یاد آنے لگیں اور میں سوچنے لگا: میں نبی کریم ﷺ پر ایسے معاملے کا رد کیسے کر رہا تھا جس کے بارے میں وہ مجھ سے زیادہ جانتے ہیں۔ پھر میں نے سوچا: میرا اس سے ارادہ اللہ اور اس کے رسول سے خیر خواہی کا تھا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: پھر وہ مسلمان ہوئے اور قسم بخدا! ان کا اسلام بہت عمدہ ہوا۔ انہوں نے راہِ خدا میں جہاد کیا اور غزوۂ بئر معونہ میں شہید ہوئے۔ اللہ کے رسول ﷺ ان سے راضی تھے اور وہ جنت میں داخل ہوئے۔

حضرت زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حضرت حکم رضی اللہ عنہ نے پوچھا: اسلام کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تم اکیلے اللہ کی عبادت کرو جس کا کوئی شریک نہیں اور اس بات کی گواہی دو کہ حضرت محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔ اس نے کہا: میں اسلام قبول کرتا ہوں۔ نبی کریم ﷺ اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: اگر میں ابھی تمہاری بات مان لیتا اور اسے قتل کر دیتا تو یہ جہنم میں داخل ہو جاتے۔

مؤرخین کا کہنا ہے: وہ حضرات اونٹوں کو ہانک کر لے آئے تھے۔ ان اونٹوں میں شراب، چمڑا اور کشمش تھی، جو وہ طائف سے لائے تھے۔ انہوں نے اسے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ قریش کہنے لگے: محمد (ﷺ) نے محترم مہینے کو حلال قرار دیا اور اس میں خون بہایا اور مال لوٹا، حالانکہ وہ اس کی حرمت و تعظیم کیا کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا: کون انہیں جواب دے گا کہ تم نے یہ سب شعبان کی رات میں کیا ہے۔ ادھر سے لوگ اونٹ لے آئے۔ جب وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہنچے تو آپ نے قافلے کو روک دیا اور اس میں سے کچھ بھی نہیں لیا۔ آپ نے قیدیوں کو روک لیا اور اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا:

میں نے تمہیں محترم مہینے میں قتال کا حکم نہیں دیا تھا۔

حضرت سلیمان بن سحیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے انہیں قتال کا حکم ہی نہیں دیا تھا، نہ محترم مہینے میں اور نہ اس کے علاوہ میں۔ آپ نے انہیں حکم دیا تھا کہ وہ قریش کی خبروں سے آگاہ کرتے رہیں۔

مؤرخین حضرات فرماتے ہیں: لوگوں کو اس پر بے حد افسوس ہوا۔ انہیں گمان ہونے لگا کہ وہ ہلاک ہو گئے اور یہ بات انہیں زیادہ بڑی لگی جنہوں نے پیش قدمی کی تھی۔ لوگوں نے انہیں عار دلائی اور ملامت کی۔ مدینہ ہنڈیا کی طرح جوش مار رہا تھا۔ یہودی کہنے لگے: عمرو بن حضرمی کو واقد بن عبداللہ تمیمی نے قتل کر دیا۔ عمرو کی وجہ سے لڑائی آگے بڑھی۔ حضرمی کی وجہ سے لڑائی میں پیش قدمی ہوئی اور واقد کی وجہ سے جنگ بھڑک اٹھی۔ ابن واقد کہنے لگے: انہوں نے اس سے شگون لیا ہے۔ خدا کرے یہ یہود پر الٹا پڑ جائے۔

قریش نے نبی کریم ﷺ کی طرف اپنے ساتھیوں کا فدیہ بھیجا۔ آپ نے فرمایا: ہم ان کا فدیہ قبول نہیں کریں گے، حتیٰ کہ ہمارے ساتھی آجائیں، یعنی سعد بن ابی وقاص اور عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہما۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کے ساتھ نکلے۔ ہم نے بحران میں پڑاؤ ڈالا۔ بحران معدنِ بنی سلیم کی ایک جانب ہے۔ ہم نے ابوعرن کو بھیجا۔ ہم کل بارہ آدمی تھے۔ دو آدمی یکے بعد دیگرے ایک اونٹ پر سوار ہوتے۔ میں عتبہ بن غزوان کا دوست تھا۔ ان کا اونٹ تھا۔ پھر ہمارا اونٹ گم ہو گیا۔ ہم دو دن اسے ڈھونڈتے رہے۔ ہمارے ساتھی چلے گئے۔ ہم ان کی تلاش میں نکلے۔ لیکن وہ ہمیں نہیں ملے۔ پھر وہ ہم سے چند دن پہلے مدینہ آگئے اور ہم نخلہ میں شریک نہیں ہوئے۔ پھر ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ وہ حضرات سمجھ رہے تھے کہ ہم پکڑے گئے۔ ہمیں اپنے سفر میں سخت دشواریاں پہنچی تھیں۔ ہم ملیحہ سے نکلے تھے اور ملیحہ اور مدینہ کے درمیان چھ برد کا فاصلہ تھا اور مدینہ اور معدن بنی سلیم کے درمیان ایک رات کا فاصلہ تھا۔

فرماتے ہیں: ہم ملیحہ سے مصیبت زدہ نکلے تھے اور ہمارے ساتھ کوئی راہ نما بھی نہیں تھا، حتیٰ کہ ہم مدینہ آگئے۔

کسی نے پوچھا: اے ابو اسحاق! اس کے اور مدینہ کے درمیان کتنا فاصلہ تھا؟ فرمایا: تین دن۔ جب ہمیں بھوک نے ستایا تو ہم نے گھاس کھایا اور اوپر سے پانی پی لیا۔ پھر جب ہم مدینہ پہنچے تو ہم نے قریش کے چند لوگوں کو پایا جو اپنے ساتھیوں کے چھڑانے کے سلسلے میں آئے ہوئے تھے۔

رسول اللہ ﷺ نے انہیں چھوڑنے سے انکار کر دیا تھا اور فرمایا: مجھے اپنے ساتھیوں کا خوف ہے۔ پھر جب ہم آگئے تو رسول اللہ ﷺ نے فدیہ لے کر انہیں چھوڑ دیا۔

مؤرخین بیان فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے انہیں کہہ دیا تھا کہ اگر تم نے میرے ساتھیوں کو قتل کر دیا تو میں تمہارے ساتھیوں کو قتل کر دوں گا۔ ان دونوں میں سے ہر ایک کا فدیہ چالیس اوقیہ چاندی تھا اور اوقیہ چالیس درہم کے برابر تھا۔

حضرت محمد بن عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جاہلیت میں ایک چراگاہ تھی۔ جب حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ نخلہ سے لوٹے تو مالِ غنیمت کے پانچ حصے کیے اور تمام اموالِ غنیمت اپنے ساتھیوں کے درمیان تقسیم کر دیے۔ یہ پہلا خمس (پانچواں حصہ) تھا جو اسلام میں نکالا گیا۔ اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی:

وَاعْلَمُوٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ

''اور جان لو کہ جو بھی غنیمت تمہیں حاصل ہو تو اس کا پانچواں حصہ اللہ کے لیے ہے۔''

حضرت ابو بردہ بن نیار رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اہل نخلہ کی غنیمتوں کو روک لیا اور بدر کی طرف چلے گئے، پھر جب بدر سے واپس آئے تو بدر والوں کی غنیمتوں کے ساتھ انہیں بھی تقسیم کر دیا اور ہر ایک کو ان کا پورا حق دیا۔

بیان فرماتے ہیں: قرآن مجید نازل ہوا: یَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ ''وہ لوگ آپ سے محترم مہینے کے بارے میں سوال کرتے ہیں۔'' اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں انہیں بیان کر دیا کہ محترم مہینے میں قتال کا حکم ویسے ہی ہے جیسے تھا۔ باقی بعض مومنین نے جو اسے حلال سمجھا ہے، اس سے زیادہ سخت بات یہ ہے کہ انہیں اللہ کے راستے سے روکا گیا، حتیٰ کہ کافر لوگ انہیں تکالیف پہنچاتے ہیں اور انہیں رسول اللہ ﷺ کی طرف ہجرت کرنے سے روکتے ہیں اور اللہ کا انکار کرتے ہیں اور مسلمانوں کو حج اور عمرہ میں مسجد حرام سے روکتے ہیں اور انہیں دین کے بارے میں فتنے میں ڈالتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَالْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ ''اور فتنہ قتل سے زیادہ سخت ہے۔'' اس سے مراد اساف اور نائلہ ہیں۔

حضرت عروہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے عمرو بن حضرمی کی دیت ادا کی اور محترم مہینے کی حرمت کو اسی طرح برقرار رکھا جیسے اللہ تعالیٰ نے حکم نازل فرمایا تھا۔ (براءۃ)۔

حضرت کریب رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا: کیا رسول اللہ ﷺ نے ابن حضرمی کا خون بہا ادا کیا تھا؟ انہوں نے فرمایا: نہیں۔

ابن واقد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ہمارے ہاں متفق علیہ بات یہ ہے کہ آپ نے دیت ادا نہیں کی۔ اس سریے کا نام حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کے نام پر رکھا گیا جو مومنین کے امیر تھے۔ یہ بات مجھے ابو معشر رحمہ اللہ نے بیان کی۔

سریہ عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کے شرکاء کے نام

کل آٹھ افراد تھے: عبداللہ بن جحش، ابو حذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ، عامر بن ربیعہ، واقد بن عبداللہ تمیمی، عکاشہ بن محصن، خالد بن ابو بکیر، سعد بن ابی وقاص اور عتبہ بن غزوان (یہ دونوں واقعہ میں شریک نہیں ہوئے) ایک قول کے مطابق بارہ اور بعض نے کہا: تیرہ افراد تھے۔ لیکن ہمارے ہاں آٹھ والا قول راجح ہے۔

غزوۂ بدر

فرماتے ہیں: جب رسول اللہ ﷺ کو قافلے کے شام سے لوٹنے کا علم ہوا تو آپ نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو قافلے کے لیے تیار کیا۔ آپ ﷺ نے حضرت طلحہ بن عبید اللہ اور سعید بن زید رضی اللہ عنہما کو لشکر کے مدینہ سے روانہ ہونے سے دس راتیں قبل قافلے کی جاسوسی کے لیے بھیجا۔ وہ دونوں حوراء کی جانب نخبار کے علاقے میں کشد جہنی کے ہاں ٹھہرے۔ نخبار ذوالمروہ کے پیچھے برلبِ ساحل ایک جگہ کا نام ہے۔ اس نے انہیں پناہ دی اور اپنے پاس ٹھہرایا۔ وہ دونوں ایک خیمے میں اس کے پاس ٹھہرے رہے۔ یہاں تک کہ قافلہ گزرا۔ حضرت طلحہ اور سعید رضی اللہ عنہما نے بلند جگہ پر کھڑے ہو کر لوگوں کی طرف دیکھا اور قافلے کے ساز و سامان کا بھی بغور جائزہ لیا۔ قافلے والے کہہ رہے تھے: اے کشد! کیا تم نے محمد (ﷺ) کے کسی جاسوس کو دیکھا ہے؟ وہ کہنے لگے: میں اللہ کی پناہ میں آتا ہوں۔ محمد (ﷺ) کے جاسوس بھلا نخبار میں کہاں ہو سکتے ہیں؟ جب قافلہ سرِ شام گزر گیا تو انہوں نے رات وہیں گزاری، پھر صبح سویرے وہاں سے نکل پڑے۔ حضرت کشد رضی اللہ عنہ بھی بطورِ محافظ ان کے ساتھ نکلے اور انہیں ذوالمروہ لے آئے۔ قافلے نے ساحلِ سمندر کی راہ لی اور جلدی سے دن رات سفر کرتے ہوئے نکل گئے، انہیں پکڑے جانے کا ڈر تھا۔

حضرت طلحہ بن عبید اللہ اور سعید رضی اللہ عنہما مدینہ اس دن پہنچے جب رسول اللہ ﷺ ان سے جنگ کے لیے بدر تشریف لے گئے تھے۔ وہ دونوں نبی کریم ﷺ کے پیچھے روانہ ہو لیے۔ وہ تربان جا کر آپ سے ملے۔

تربان، ملل اور سیالہ کے درمیان محجہ کے قریب ایک جگہ ہے۔ یہاں ابن اذینہ شاعر کا ٹھکانہ تھا۔ حضرت کشد رضی اللہ عنہ اس کے بعد تشریف لائے۔ حضرت سعید اور طلحہ رضی اللہ عنہما نے نبی کریم ﷺ کو بتلایا کہ اس نے انہیں پناہ دی تھی۔ نبی کریم ﷺ ان کے ساتھ عزت و احترام سے پیش آئے اور فرمایا: سنو، میں ینبع کا علاقہ تمہارے نام کرتا ہوں۔ اس نے کہا: میں تو بوڑھا ہو چکا ہوں، میری زندگی ختم ہونے والی ہے۔ آپ اسے میرے بھتیجے کے نام کر دیجیے۔ چنانچہ آپ نے اس کے نام کر دیا۔ مؤرخین بیان فرماتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے مسلمانوں کو دعوت دی اور فرمایا: یہ قریش کا قافلہ ہے۔ اس میں ان کے اموال ہیں۔ شاید اللہ پاک تمہیں بطورِ غنیمت کے وہ مال عطا فرما دیں۔ لوگوں نے یہ سن کر ایک دوسرے سے جلدی کی۔ حتیٰ کہ بعض لوگوں نے نکلنے میں اپنے باپ سے قرعہ اندازی کی۔ انہی میں سے حضرت سعد بن خیثمہ رضی اللہ عنہما اور ان کے والد ہیں، جنہوں نے بدر کی طرف نکلنے میں قرعہ اندازی کی۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اپنے والد سے کہا: اگر تو جنت کے علاوہ کا معاملہ ہے تو میں اس میں آپ کو ترجیح دیتا ہوں۔ اس لیے کہ مجھے تو بس شہادت کی خواہش ہے۔ حضرت خیثمہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم مجھے ترجیح دو اور خود اپنی بیویوں کے پاس ٹھہرے رہو۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے انکار کر دیا۔ حضرت خیثمہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم میں سے کسی ایک کا ٹھہرنا ضروری ہے۔ چنانچہ قرعہ اندازی ہوئی تو قرعہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے نام نکلا۔ وہ بدر میں شہید ہو گئے۔

بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ ﷺ پر بہت دیر کر دی۔ وہ نکلنے کو پسند نہیں کر رہے تھے۔ اس بارے میں بہت زیادہ

گفتگو اور اختلاف ہوا۔ پیچھے رہنے والوں پر کوئی ملامت نہیں ہے، اس لیے کہ وہ قتال کے لیے نہیں نکلے تھے؟ وہ تو قافلے کے لیے نکلے تھے۔

اور پیچھے رہنے والے بھی نیت کے اچھے اور صاحب بصیرت لوگ تھے۔ اگر انہیں گمان ہوتا کہ جنگ ہو جائے گی تو وہ کبھی بھی پیچھے نہ رہتے۔ انہی پیچھے رہنے والوں میں حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ تھے۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لائے تو حضرت اسید رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے آپ کو خوش کیا اور آپ کے دشمن پر آپ کو غالب کیا، اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے! میں اپنی جان کو آپ کی جان سے زیادہ عزیز سمجھتے ہوئے آپ سے پیچھے نہیں رہا اور نہ ہی میرا گمان تھا کہ آپ کی دشمن سے جنگ ہوگی۔ میرا خیال تھا کہ وہ صرف قافلہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا: تم نے سچ کہا۔ یہ پہلا غزوہ تھا جس میں اللہ تعالیٰ نے اسلام کو عزت دی اور مشرکوں کو رسوا کیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھیوں کو لے کر نکلے۔ یہاں تک کہ بنو دینار کی گھاٹی تک پہنچے۔ پھر آپ نے بقع میں پڑاؤ ڈالا۔ یہ سقیا والے گھر تھے۔ بقع مدینہ میں بنو دینار کی گھاٹی کا نام تھا اور سقیا مدینہ کے گھروں کے ساتھ متصل تھے۔

۱۲ رمضان المبارک اتوار کو آپ نے وہاں لشکر کی تقسیم فرمائی اور جنگ آزمائی کی۔ حضرت عبداللہ بن عمر، اسامہ بن زید، رافع بن خدیج، براء بن عازب، اسید بن حضیر، زید بن ارقم اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہم نے خود کو پیش کیا مگر آپ نے انہیں واپس بھیج دیا اور اجازت نہیں دی۔

حضرت عامر بن سعد رضی اللہ عنہما اپنے والد سے نقل فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے بھائی عمیر بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو دیکھا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری جانچ کر رہے تھے تو وہ چھپ گئے تھے۔ میں نے پوچھا: اے بھائی! آپ کو کیا ہوا؟ انہوں نے کہا: مجھے ڈر ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مجھے دیکھ لیں گے اور مجھے چھوٹا سمجھ کر واپس بھیج دیں گے۔ جبکہ میں نکلنے کو پسند کرتا ہوں۔ شاید اللہ تعالیٰ مجھے شہادت سے نواز دیں۔ فرماتے ہیں: پھر انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر پیش کیا گیا۔ آپ نے انہیں چھوٹا قرار دیا اور فرمایا: لوٹ جاؤ۔ حضرت عمیر رضی اللہ عنہ رونے لگے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اجازت دے دی۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ فرماتے تھے: میں ان کے چھوٹا ہونے کی وجہ سے ان کی تلوار کی نیام باندھا کرتا تھا۔ وہ بدر میں شہید ہو گئے۔ ان کی عمر صرف سولہ برس تھی۔

حضرت عیاش بن عبدالرحمن اشجعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دن اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو حکم دیا کہ ان کے کنویں سے پیو اور خود بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے کنویں سے پانی نوش فرمایا۔

حضرت عمرو بن ابی عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پہلے شخص تھے جنہوں نے اس دن ان کے کنوئیں سے پانی پیا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ سقیا کے گھروں سے اس کے بعد آپ کے لیے میٹھا پانی لایا جاتا رہا۔

حضرت عبداللہ بن ابو قتادہ رضی اللہ عنہما اپنے والد سے نقل فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سقیا کے گھروں کے پاس نماز

پڑھی اور اس دن اہلِ مدینہ کے لیے یوں دعا مانگی: ''اے اللہ! بے شک ابراہیم علیہ السلام تیرے بندے اور تیرے خلیل اور نبی تھے۔ انہوں نے مکہ والوں کے لیے آپ سے دعا مانگی تھی اور میں محمد تیرا بندہ اور نبی ہوں۔ میں آپ سے مدینہ والوں کے لیے دعا مانگتا ہوں۔ ان کے صاع میں، مد میں اور پھلوں میں برکت عطا فرما۔ اے اللہ! ہمیں مدینہ کی محبت عطا فرما اور یہاں جو وباء ہے اسے خم میں لے جا۔ اے اللہ! میں نے اس کی دونوں پہاڑیوں کی درمیانی جگہ کو حرام قرار دیا جیسا کہ تیرے خلیل ابراہیم علیہ السلام نے مکہ اور خم کو حرام قرار دیا جو جحفہ سے دو میل کے فاصلے پر ہے۔

مؤرخین کا کہنا ہے: سقیا کے گھروں سے حضرت عدی بن ابو زغباء اور بسبس بن عمرو رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ فرماتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمرو بن حرام رضی اللہ عنہ بھی اس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! مجھے آپ کے اس جگہ قیام نے خوش کر دیا اور آپ نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو بھی یہاں ٹھہرایا اور مجھے امید ہے کہ یہ ہم بنوسلمہ کا ٹھکانہ ہوگا، اس حیثیت سے جو ہمارے اور حسیکہ والوں کے درمیان ہے۔ یعنی حسیکہ ذباب، ذباب مدینہ کی جانب ایک پہاڑ کا نام ہے، جو حسیکہ یہود میں تھا۔ وہاں ان کے بہت سے گھر تھے۔ ہم نے وہاں اپنے اصحاب کو پیش کیا اور ہم نے صرف اسے اجازت دی جو اسلحہ چلانے کی طاقت رکھتا تھا اور ہم نے ہر اس چھوٹے کو واپس کر دیا جو اسلحہ اٹھانے سے عاجز تھا۔ پھر ہم حسیکہ کے یہود کی طرف گئے اور وہ ان دنوں یہود کے ہاں معزز لوگ تھے۔ ہم نے جیسے چاہا ان سے قتال کیا۔ چنانچہ تمام یہودی آج تک ہمارے تابع ہو گئے اور اے اللہ کے رسول! میں امید کرتا ہوں کہ ہم اور قریش آپس میں جنگ کریں گے تو اللہ ان سے آپ کی آنکھوں کو ٹھنڈا کر دیں گے۔

حضرت خلاد بن عمرو بن جموح رضی اللہ عنہما فرماتے تھے: جب دن کا وقت ہوتا تو وہ خربیٰ میں اپنے گھر والوں کی طرف لوٹ آتے۔ انہیں ان کے والد حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرا خیال تھا کہ تم نکل چکے ہو۔ انہوں نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بقع میں لوگوں کی جانچ کر رہے ہیں۔

حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اچھی فال ہے۔ اللہ کی قسم! مجھے امید ہے کہ تم مالِ غنیمت حاصل کرو گے اور تم قریش کے مشرکوں پر غالب آؤ گے۔ بے شک جس دن ہم حسیکہ کی طرف چلے ہمارا یہی ٹھکانہ ہوگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا نام بدل دیا اور سقیا رکھ دیا۔

فرماتے ہیں: میرے دل میں ارادہ تھا کہ میں اسے خریدوں گا، مگر حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے اسے دو جوان اونٹوں کے بدلے میں خرید لیا یا سات اوقیہ چاندی کے عوض خریدا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بتلایا گیا کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اسے خریدا ہے تو آپ نے فرمایا: اس کی بیع میں نفع ہو۔

مؤرخین بیان فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتوار کی رات سقیا کے گھروں سے نکلے اور رمضان کی بارہ تاریخ تھی۔ آپ کے ساتھ تین سو پانچ مسلمان نکلے۔ آٹھ پیچھے رہ گئے تھے۔ آپ نے ان کے لیے ان کے حصے نکالے اور اجر میں انہیں شریک

کیا۔ کل ستر اونٹ تھے اور دو دو، تین تین اور چار چار افراد ایک اونٹ پر یکے بعد دیگرے سوار ہوتے۔ حضرت حمزہ بن عبدالمطلب، زید بن حارثہ، ابو کبشہ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام انسہ رضی اللہ عنہم ایک اونٹ پر تھے۔ حضرت عبیدہ بن حارث، حارث کے دونوں بیٹے طفیل اور حصین اور مسطح بن اثاثہ رضی اللہ عنہم حضرت عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ کے پانی اٹھانے والے اونٹ پر تھے، جسے انہوں نے ابن ابی داؤد مازنی رضی اللہ عنہ سے خریدا تھا۔ حضرت معاذ، عوف اور معوذ (عفراء کے بیٹے) اور ان کے غلام ابو حمراء رضی اللہ عنہم ایک اونٹ پر تھے۔ حضرت ابی بن کعب، عمارہ بن حزم اور حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہم ایک اونٹ پر تھے۔ حضرت خراش بن صمہ، قطبہ بن عامر بن حدیدہ اور عبداللہ بن عمرو بن حرام رضی اللہ عنہم ایک اونٹ پر تھے۔

حضرت عتبہ بن غزوان اور طلیب بن عمیر رضی اللہ عنہم حضرت عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ کے اونٹ پر تھے، جس کا نام عبیس تھا۔ حضرت مصعب بن عمیر، سویبط بن حرملہ اور مسعود بن ربیع رضی اللہ عنہم حضرت مصعب رضی اللہ عنہ کے اونٹ پر تھے۔ حضرت عبداللہ بن کعب، ابوداؤد مازنی اور سلیط بن قیس رضی اللہ عنہم، حضرت عبداللہ بن اور سائب بن عثمان رضی اللہ عنہم ایک اونٹ پر تھے اور یکے بعد دیگرے سوار ہوتے۔ حضرت ابوبکر، عمر اور عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہم ایک اونٹ پر تھے۔ حضرت سعد بن معاذ، ان کے بھائی، ان کے بھتیجے حضرت حارث بن اوس اور حارث بن انس رضی اللہ عنہم حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے پانی اٹھانے والے اونٹ پر تھے۔ جس کا نام ذیال تھا۔ حضرت سعد بن زید، سلمہ بن سلامہ، عباد بن بشر، رافع بن یزید اور حارث بن خزمہ رضی اللہ عنہم حضرت سعد بن زید رضی اللہ عنہ کے پانی اٹھانے والے اونٹ پر تھے۔ ان کے پاس زادِ راہ صرف ایک صاع کھجوریں تھیں۔

حضرت معاذ بن رفاعہ رضی اللہ عنہما اپنے والد سے نقل فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بدر کی طرف نکلا۔ تینوں میں سے ہر ایک یکے بعد دیگرے اونٹ پر سوار ہوتا۔ چنانچہ میں، میرے بھائی خلاد بن رافع رضی اللہ عنہ اپنے جوان اونٹ پر تھے اور ہمارے ساتھ حضرت عبید بن زید بن عامر رضی اللہ عنہ تھے۔ ہم یکے بعد دیگرے سوار ہوتے۔

ہم چلتے رہے، حتیٰ کہ جب ہم مقام روحاء میں پہنچے تو ہمارا جوان اونٹ تھک کر کھڑا ہو گیا اور سینے کے بل بیٹھ گیا اور چلنے سے عاجز ہو گیا۔ میرے بھائی نے دعا کی: اے اللہ! میں آپ کی نذر مانتا ہوں۔ اگر آپ ہمیں مدینہ واپس پہنچا دیں تو میں اسے ذبح کر دوں گا۔

فرماتے ہیں: پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس سے گزرے اور اسی حالت میں تھے۔ ہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ہمارا جوان اونٹ تھک کر بیٹھ گیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی منگوایا۔ پھر آپ نے ایک برتن میں کلی کی اور وضو فرمایا۔ پھر فرمایا: اس کا منہ کھولو۔ ہم نے منہ کھولا تو آپ نے اس کے منہ میں پانی ڈالا، پھر اس کے سر پر ڈالا، پھر گردن پر، کندھوں پر، کوہان پر اور پشت اور دم پر پانی بہایا۔ پھر فرمایا: اب سوار ہو جاؤ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم چلے گئے۔ پھر ہم زیریں منصرف میں آپ سے جا ملے اور ہمارا اونٹ ہمیں لے کر بھاگ رہا تھا۔ حتیٰ کہ جب ہم بدر سے لوٹ کر عید گاہ پر پہنچے تو وہ پھر تھک کر بیٹھ گیا۔ چنانچہ میرے بھائی نے اسے نحر کر دیا اور اس کا گوشت تقسیم کر کے صدقہ کر دیا۔

حضرت سعید بن سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہما اپنے والد سے نقل فرماتے ہیں کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ بدر میں بیس اونٹوں پر سوار ہوئے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بدر کی طرف نکلے۔ ہمارے ساتھ ستر اونٹ تھے۔ لوگ دو دو، تین تین، چار چار یکے بعد دیگرے ایک اونٹ پر سوار ہوتے۔ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سب سے زیادہ مالدار تھا۔ میں سب سے زیادہ پیدل چلنے والا اور سب سے بڑا تیر انداز تھا۔ میں ایک قدم بھی نہ جاتے ہوئے سوار ہوا اور نہ واپسی پر۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سقیا کے گھروں سے الگ ہوئے تو آپ نے یہ دعا فرمائی: ''اے اللہ! یہ لوگ ننگے پاؤں ہیں سو انہیں سوار کردے اور ننگے بدن ہیں سو انہیں لباس پہنا دے اور بھوکے ہیں، انہیں سیر کردے اور تنگ دست ہیں، سو اپنے فضل سے انہیں مالدار کردے۔''

فرماتے ہیں: ان میں سے کوئی ایسا نہیں رہا جس کے پاس واپسی پر سوار ہونے کے لیے بہترین اونٹ نہ ہو۔ بعض لوگوں کے پاس دو دو اونٹ بھی تھے۔ جو ننگے بدن تھے انہوں نے لباس پہن لیا اور ان (کافروں) کے توشے میں سے انہیں بہت سا کھانا ملا۔ انہیں قیدیوں کے فدیے ملے اور ہر تنگ دست مال دار ہوگیا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیدل چلنے والوں پر حضرت قیس بن ابو صعصعہ رضی اللہ عنہ کو نگران مقرر کیا۔ ابو صعصعہ کا نام عمرو بن زید بن عوف بن مبذول تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب سقیا کے گھروں سے الگ ہوئے تو قیس رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ مسلمانوں کی گنتی کریں۔ انہوں نے ابو عنبہ کے کنویں کے پاس انہیں روکا اور انہیں شمار کرکے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سقیا کے گھروں سے نکلے اور عقیق کے دامن میں چلے۔ پھر آپ مکتمن کے راستے پر ہولیے، حتیٰ کہ آپ ابن ازہر کی وادی تک پہنچے۔ وہاں ایک درخت کے نیچے آپ نے پڑاؤ ڈالا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ چٹانوں کی طرف اٹھے اور ان کے نیچے نماز کی جگہ بنا دی۔ وہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی۔ سوموار کی صبح آپ وہیں تھے۔ آپ نے صبح وادی ملل اور تربان میں کی، جو حفیرہ اور ملل کے درمیان ہے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب ہم تربان میں تھے تو مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے سعد! ہرن کی طرف دیکھو۔ فرماتے ہیں: میرے تیر اس کے اوپر سے گزرتے رہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے اور اپنی ٹھوڑی مبارک میرے کندھے اور کانوں کے درمیان رکھ دی۔ پھر فرمایا: اب تیر پھینکو، اے اللہ! اس کا تیر نشانے پر لگے۔ فرماتے ہیں: پھر میرا تیر اسے ذبح کرنے سے نہیں چوکا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا دیے۔ میں اسے ڈھونڈتا ہوا نکلا۔ میں نے اسے پایا اور اس میں زندگی کی کچھ رمق باقی تھی۔ پھر میں نے اسے ذبح کردیا اور اسے اٹھالیا۔ پھر جب ہم قریب اترے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان تقسیم کرنے کا حکم دے دیا۔

محدثین رحمہم اللہ فرماتے ہیں: ان کے پاس صرف دو گھوڑے تھے۔ ایک گھوڑا حضرت مرثد بن ابی مرثد غنوی رضی اللہ عنہ کا تھا اور دوسرا حضرت مقداد بن عمرو بہرانی رضی اللہ عنہ کا تھا جو بنو زہرہ کے حلیف تھے۔ بعض نے کہا: ایک گھوڑا حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کا بھی تھا۔

بہر حال گھوڑے صرف دو تھے اور یہ بات بھی طے شدہ ہے کہ مقداد رضی اللہ عنہ کے پاس گھوڑا تھا۔

حضرت مقداد بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: بدر کے دن میرے پاس گھوڑا تھا، جس کا نام سبحہ تھا۔

حضرت سعد بن مالک غنوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے آباء سے نقل کیا ہے کہ حضرت مرثد بن ابی مرثد غنوی رضی اللہ عنہ اس دن اپنے گھوڑے پر شریک جہاد ہوئے جس کا نام سیل تھا۔

محدثین رحمہم اللہ بیان فرماتے ہیں: قریش اپنے قافلے میں شام کو چلے گئے اور قافلہ ایک ہزار اونٹوں پر مشتمل تھا۔ اس میں بہت سا مال تھا اور مکہ میں کوئی قریشی مرد یا عورت ایسا نہیں تھا کہ اس کے پاس ایک مثقال یا اس سے زائد مال ہو اور وہ اس نے قافلے میں نہ بھیجا ہو۔ حتیٰ کہ اگر کوئی عورت تھوڑی سی چیز بھیجتی تو کہا جاتا: اس میں پچاس ہزار دینار ہیں اور بعض نے کہا: یہ کم ہے۔ یہ بھی کہا گیا کہ اس میں سب سے زیادہ مال آل سعید بن عاص (ابو صیحہ) کا تھا۔

یا مال ان کا تھا یا مال قوم کے پاس نصف پر بطورِ تجارت کے تھا۔ اس لیے زیادہ تر قافلہ انہی کا تھا۔ بعض نے کہا: اس میں بنو مخزوم کے دو سو اونٹ اور چار یا پانچ ہزار مثقال سونا تھا۔ کہا جاتا ہے: اس قافلے میں حارث بن عامر بن نوفل کے ایک ہزار مثقال تھے اور امیہ بن خلف کے دو ہزار مثقال۔

حضرت ہشام بن عمارہ بن ابو حویرث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اس قافلے میں بنو عبد مناف کے دس ہزار مثقال تھے اور ان کی جائے تجارت شام کے علاقے میں غزہ کی طرف تھی۔ قریش کے خصوصی اموال بھی اسی قافلے میں تھے۔

حضرت مخرمہ بن نوفل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب ہم شام پہنچ گئے تو ہمیں ایک جذامی آدمی ملا۔ اس نے ہمیں بتلایا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آغازِ سفر سے ہی ہمارے قافلے کی تلاش میں ہیں اور اس نے انہیں ایک جگہ اقامت پذیر چھوڑا ہے اور وہ ہمارے لوٹنے کے منتظر ہیں۔ انہوں نے راستے والوں کو ہمارے خلاف اپنا حلیف بنالیا ہے اور انہیں وعدے دلائے ہیں۔ حضرت مخرمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم خوفزدہ ہو کر نکلے۔ ہمیں گھات کا خوف تھا۔ جب ہم شام سے الگ ہوئے تو ہم نے ضمضم بن عمرو کو خبر گیری کے لیے بھیجا۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب ہم زرقاء میں تھے۔ زرقاء شام میں دو منزلوں کے فاصلے پر کھیتوں سے دور شام کی ایک جانب بستی تھی۔ ہم مکہ کی طرف چل پڑے تھے۔ ہم چند جزامی آدمیوں سے ملے۔ اس نے کہا: محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہارے آغازِ سفر سے ہی اپنے ساتھیوں کو لے کر تمہارے پیچھے ہیں۔ ہم نے کہا: ہمیں کوئی علم نہیں ہے۔ اس نے کہا: کیوں نہیں۔ وہ ایک ماہ ٹھہرے، پھر یثرب لوٹ گئے۔ جس دن سے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہارے پیچھے ہیں تم چھپے ہوئے ہو اور اب تو زیادہ لائق ہے کہ وہ تمہارے پیچھے ہوں گے۔ وہ تو تمہارے دن گن رہے ہیں۔ تم اپنے قافلے کے بارے میں احتیاط رکھو۔ تم اپنی آراء

کو مضبوط کرلو۔ اللہ کی قسم! میں نے جس تعداد، مجموعے اور حلقے کو دیکھا سب نے اتفاق رائے سے ضمضم کو بھیجا۔ وہ قافلے میں تھا۔ قریش اس کے پاس سے گزرے۔ وہ ساحل پر اپنے اونٹوں کے ساتھ تھا۔ انہوں نے بیس مثقال کے بدلے میں اسے اجرت پر لیا۔

ابوسفیان نے اسے حکم دیا کہ جا کر قریش کو بتلا دو کہ محمد (ﷺ) تمہارے قافلے کے پیچھے ہیں اور یہ بھی حکم دیا کہ وہ جب داخل ہو تو اپنے اونٹ کی ناک زخمی کر دے اور اپنے کجاوے کو الٹ دے اور اپنا قمیص آگے اور پیچھے سے پھاڑ دے اور بلند آواز سے مدد، مدد! پکارتا ہوا جائے۔ کہا جاتا ہے: انہوں نے اسے تبوک سے بھیجا۔ قافلے میں قریش کے تیس مرد تھے۔ ان میں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اور مخرمہ بن نوفل بھی تھے۔

عاتکہ بنت عبدالمطلب کا خواب

محدثین بیان فرماتے ہیں: عاتکہ بنت عبدالمطلب نے ضمضم بن عمرو کے آنے سے پہلے ایک خواب دیکھا جس سے وہ گھبرا گئیں اور ان کا سینہ تنگ ہو گیا۔ انہوں نے اپنے بھائی عباس رضی اللہ عنہ کو پیغام بھیج کر بلوایا اور کہا: بھائی! میں نے اللہ کی قسم! گزشتہ رات خواب دیکھا ہے، جس نے مجھے گھبراہٹ میں ڈال دیا ہے اور مجھے خوف ہے کہ آپ کی قوم پر کوئی شر اور مصیبت آنے والی ہے۔ آپ اس بات کو پردے میں رکھیے گا۔ میں نے صرف آپ کو بتلائی ہے۔

اس نے کہا: میں نے ایک سوار کو دیکھا جو اپنے اونٹ پر سامنے آیا اور وادئ بطحاء پر کھڑا ہوا۔ پھر اس نے بلند آواز سے پکارا: اے آلِ غدر! تین میں اپنے پچھاڑے ہوؤں کی طرف بھاگو۔ اس نے تین مرتبہ یہ آواز لگائی۔ پھر میں نے لوگوں کو اس کی طرف جمع ہوتے دیکھا۔ پھر وہ مسجد میں داخل ہوا اور لوگ اس کے پیچھے جا رہے تھے، پھر اچانک اس کا اونٹ کعبہ کی چھت پر دکھائی دیا۔ اس نے وہاں بھی اسی طرح تین مرتبہ آواز لگائی۔ پھر اس کا اونٹ جبل ابی قبیس کی چوٹی پر نظر آیا اور وہاں بھی اسی طرح تین مرتبہ آواز لگائی۔ پھر اس نے جبل ابی قبیس سے ایک چٹان پکڑی اور اسے چھوڑ دیا۔ وہ لڑھکتی لڑھکتی پہاڑ کے نیچے تک آ گئی۔ اس نے سب کچل ڈالا۔ جس سے مکہ کا نہ کوئی گھر باقی رہا اور نہ کوئی چھت جس میں اس چٹان کا ٹکڑا نہ گرا ہو۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے بھی یہ سب دیکھا اور میں نے اپنے گھر میں اس چٹان کا ایک ٹکڑا بھی دیکھا تھا جو جبل ابی قبیس سے لڑھکی تھی۔ یہ عبرت تھی مگر اللہ تعالیٰ نے چاہا نہیں تھا کہ ہم اس دن اسلام قبول کریں۔ بلکہ اس نے ہمارے اسلام کو مؤخر کر دیا جب تک چاہا۔

محدثین بیان فرماتے ہیں: اس چٹان کا ٹکڑا بنو ہاشم اور بنو زہرہ کے کسی گھرانے میں نہیں گرا۔

ان کے بھائی نے کہا: یہ محض ایک خواب ہے۔ پھر وہ فکر مند ہو کر نکلے اور ولید بن عتبہ بن ربیعہ سے ملے۔ وہ ان کا دوست تھا۔ انہوں نے وہ خواب ان سے ذکر کر دیا اور ان سے چھپانے کے لیے کہا۔ مگر بات لوگوں میں پھیل گئی۔ کہتے ہیں: میں اگلی صبح

بیت اللہ کا طواف کر رہا تھا اور ابو جہل قریش کی ایک جماعت میں بیٹھا عاتکہ کے خواب کا تذکرہ کر رہا تھا۔ ابو جہل کہنے لگا: عاتکہ نے یہ خواب نہیں دیکھا۔

میں نے کہا: وہ کیسے؟ کہنے لگا: اے بنو عبدالمطلب! کیا تم اس پر خوش نہیں ہوئے کہ تمہارے مرد نبوت کا دعویٰ کریں، حتیٰ کہ تمہاری عورتیں بھی دعوائے نبوت کرنے لگیں؟ عاتکہ کا خیال ہے کہ اس نے خواب میں ایسے ایسے دیکھا ہے۔ جو اس نے دیکھا ہے ہم تین دن انتظار کرتے ہیں۔ اگر جو اس نے کہا سچ ہوا تو وہ ہو کر رہے گا اور اگر تین دن گزر گئے اور کچھ نہ ہوا تو ہم یقین کر لیں گے کہ عرب میں سب سے جھوٹا گھرانہ تمہارا ہے۔

پھر کہا: اے زرد دبر والے! تو ہماری بنسبت جھوٹ اور ملامت کے زیادہ لائق ہے۔ ابو جہل کہنے لگا: ہم اور تم بزرگی میں آگے بڑھ گئے اور تم نے کہا: پانی پلانے والے ہم میں سے ہوں گے۔ ہم نے کہا: ہمیں کوئی پروا نہیں۔ تم حاجیوں کو پانی پلاتے رہو۔ پھر تم نے کہا: بیت اللہ کی چوکیداری ہم کریں گے۔ ہم نے کہا: ہمیں پروا نہیں، تم بیت اللہ کی چوکیداری کرو۔ پھر تم نے کہا: مہمان نواز بھی ہم ہوں گے۔ ہم نے کہا: ہمیں پروا نہیں۔ تم کھانا پکاتے رہو اور لوگوں کو کھلاتے رہو۔ پھر تم نے کہا: غرباء کی خبر گیری ہم کریں گے۔ ہم نے کہا: ٹھیک ہے وہ مال تم اپنے پاس جمع رکھو گے جس سے تم کمزور کی مدد کرو گے۔ پھر جب لوگوں کو کھانا ہم نے بھی کھلایا اور تم نے بھی اور قافلوں کا رش ہوا اور ہم اور تم بزرگی میں آگے بڑھ گئے اور ہم دوڑ کے گھوڑوں کی طرح (برابر) ہو گئے۔ پھر تم نے کہا: ہم میں سے ایک نبی ہے اور اب تمہارا گمان ہے کہ ہماری ایک عورت بھی نبیہ بن گئی ہے۔ سو ایسا نہیں ہے۔ لات اور عزیٰ کی قسم! یہ کبھی نہیں ہوگا۔ پھر کہا: اللہ کی قسم! مجھ سے تو بس یہی امید رکھو کہ عاتکہ نے جو دیکھا ہے میں تو اس کا کھلم کھلا انکار کرتا ہوں۔

پھر جب شام ہوئی تو عبدالمطلب کی اولاد میں سے جو عورت بھی آئی وہ کہنے لگیں: تم اس خبیث، فاسق پر خوش ہو جو تمہارے مردوں میں آ گیا ہے۔ پھر اس نے تمہاری عورتوں کو بھی نہیں چھوڑا اور تم سنتے رہے۔ تمہارے اندر اس وقت غیرت نہیں رہی؟ انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! میں نے جو بھی کیا اسے اس کی کوئی پروا نہیں تھی۔ اللہ کی قسم! میں کل آئندہ اسے دیکھوں گا۔ اگر اس نے دوبارہ یہ بکواس کی تو میں اس کو تمہاری طرف سے کافی ہو جاؤں گا۔ پھر جب اس دن کی صبح ہوئی جس میں عاتکہ نے وہ خواب دیکھا تھا تو ابو جہل کہنے لگا: یہ آج کا دن ہے، پھر کل ہوگا۔ یہ دو دن ہیں۔ جب تیسرا دن ہوا تو ابو جہل نے کہا: یہ تین دن ہو گئے۔ اب کوئی باقی نہیں رہا۔

کہتے ہیں: تیسرے دن کی صبح میں سخت رنجیدہ خاطر تھا۔ مجھے یوں لگ رہا تھا کہ مجھ سے وہ معاملہ فوت ہو گیا ہے جسے حاصل کرنے کی مجھے آرزو تھی اور مجھے رہ رہ کر وہ باتیں یاد آ رہی تھیں جو عورتوں نے مجھے کہی تھیں۔ اللہ کے لیے میں اس کی جانب چل پڑا۔ وہ ہلکے پھلکے، روشن چہرے والے، تیز زبان اور تیز نظر آدمی تھے۔ اچانک وہ غصے کی حالت میں باب بنو سہم کی جانب نکلا۔ میں نے کہا: اس پر اللہ کی لعنت ہو! اسے کیا ہو گیا؟ کیا یہ اس بات سے ڈر گیا ہے کہ میں اسے گالی نکالوں گا؟ پھر معلوم ہوا کہ اس نے ضمضم

بن عمرو کی آواز سن لی تھی۔ وہ کہہ رہا تھا: اے قریش کی جماعت! اے آل لؤی بن غالب! محمد اپنے ساتھیوں کو لے کر تمہارے قافلے کے پیچھے ہے۔ مدد کرو، مدد کرو۔ اللہ کی قسم! میں نہیں سمجھتا کہ تم اسے پالو گے۔ ضمضم وادی کے دامن میں یہ فریاد کر رہا تھا۔ اس نے اپنے اونٹ کے کانوں کو زخمی کیا ہوا تھا اور اپنا قمیص آگے اور پیچھے سے پھاڑ دیا تھا اور اپنے کجاوے کو الٹ دیا تھا۔

وہ کہہ رہا تھا: میں نے مکہ داخل ہونے سے پہلے خود کو خواب میں دیکھا اور میں اپنی سواری پر تھا۔ میں نے دیکھا کہ وادئ مکہ اوپر سے نیچے تک خون سے بہہ رہی ہے۔ میں گھبراہٹ کی حالت میں خوفزدہ ہو کر بیدار ہوا۔ میں نے اسے قریش کے حق میں برا سمجھا اور میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ یہ ان کے لیے کوئی مصیبت ہے۔ کہا جاتا ہے: اس دن جس نے آواز لگائی وہ ابلیس تھا۔ جو سراقہ بن جعشم کی شکل بدل کر آیا تھا اور ضمضم سے پہلے آگیا تھا۔ اس نے انہیں ان کے قافلے کی طرف بھگا دیا۔ پھر اس کے بعد ضمضم آیا۔

حضرت عمیر بن وہب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے ضمضم کے معاملے سے زیادہ عجیب کبھی نہیں دیکھا۔ اس کی زبان پر شیطان ہی چیختا تھا۔ اس لیے کہ اس نے ہمیں ہمارے امور میں سے کسی چیز پر قدرت نہیں ہونے دی حتیٰ کہ ہم تنگی اور ذلت کے لیے نکل کھڑے ہوئے۔

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: وہ جو ہمارے پاس آیا تھا اور اس نے ہمیں ہمارے قافلے کی طرف بھگا دیا تھا۔ وہ انسان نہیں شیطان لگتا تھا۔ پوچھا گیا: اے ابو خالد! وہ کیسے؟ فرمایا: اس کا معاملہ عجیب تھا۔ ہمیں ہمارے کسی کام کا خیال تک نہیں رہا۔

جنگ کے لیے کفار کی تیاری

محدثین بیان فرماتے ہیں: لوگوں نے تیاری شروع کر دی اور ایک دوسرے سے غافل ہو گئے۔ لوگ دو طرح کے ہو گئے۔ بعض خود جا رہے تھے اور جو نہیں جا رہے تھے وہ اپنی جگہ کسی دوسرے کو بھیج رہے تھے۔ قریش عاتکہ کے خواب کی وجہ سے ڈر گئے تھے اور بنو ہاشم خوش تھے۔ ان میں سے کسی نے کہا: ہرگز نہیں، تمہارا گمان تھا کہ ہم نے جھوٹ بولا اور عاتکہ نے جھوٹ بولا۔ قریش تین دن تیاری کرتے رہے اور ایک قول کے مطابق دو دن۔ انہوں نے اپنا سارا اسلحہ نکالا اور مزید اسلحہ بھی خریدا۔ ان کے طاقتور نے کمزور کی مدد کی۔

سہیل بن عمرو قریش کے مردوں میں کھڑے ہوئے اور کہا: اے قریش کے لوگو! یہ محمد اور اس کے ساتھ (معاذ اللہ) بے دین لوگ تمہارے جوانوں میں سے ہیں اور یثرب والے ہیں۔ وہ تمہارے قافلے اور قریش کی تجارت کے پیچھے پڑے ہیں۔

لطیمہ کا معنیٰ تجارت ہے۔

حضرت ابو زناد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: لطیمہ سے مراد وہ تمام سامان ہے جو اونٹوں نے تجارت کے لیے اٹھایا ہو اور دیگر نے

فرمایا: لطیمہ سے مراد خاص طور پر عطر ہے۔ جو اونٹ مراد لے تو یہ اونٹ ہے اور جو قوت مراد لے تو یہ قوت ہے۔

زمعہ بن اسود اٹھا اور کہنے لگا: لات اور عزیٰ کی قسم! تم پر اس سے بڑا کوئی امر نازل نہیں ہوا۔ محمد اور یثرب والوں نے طمع کی ہے کہ تمہارے قافلے کو لوٹ لیں، جس میں تمہارا ساز و سامان ہے۔ سو تم سب کے سب لڑائی کے لیے نکلو اور تم میں سے کوئی پیچھے نہ رہے۔ جس کے پاس طاقت نہ ہو تو یہ طاقت ہے۔ اللہ کی قسم! اگر محمد (ﷺ) نے اس پر حملہ کر دیا تو وہ تمہاری رعایت نہیں کریں گے بلکہ وہ تم پر بھی حملہ کر دیں گے۔

طعیمہ بن عدی کہنے لگا: اے قریش کے لوگو! اللہ کی قسم! اس سے بڑا کوئی معاملہ تم پر نازل نہیں ہوا۔ تمہارے قافلے کو اور قریش کے اموال تجارت کو مباح سمجھ لیا گیا ہے۔ اس میں تمہارے اموال اور ساز و سامان ہے۔ اللہ کی قسم! بنو عبد مناف میں سے کسی مرد یا عورت کو میں نہیں جانتا جس کے پاس ایک نش یا اس سے زائد چاندی ہو اور وہ اس قافلے میں نہ ہو۔ جس کے پاس طاقت نہ ہو تو ہمارے پاس طاقت ہے۔ ہم اسے سوار کریں گے اور اسے تقویت دیں گے۔

پھر اس نے بیس اونٹ سواری کے لیے دیے اور انہیں طاقت بھی دی اور ان کے پیچھے ان کے گھر والوں کے ساتھ بھی معاونت کی۔

حنظلہ بن ابوسفیان اور عمرو بن سفیان اٹھے اور لوگوں کو نکلنے پر ابھارا۔ انہوں نے سواری اور قوت کی دعوت نہیں دی۔ انہیں کہا گیا: کیا تم اس چیز کی دعوت نہیں دو گے جس کی طرف تمہاری قوم نے دعوت دی، یعنی سواری وغیرہ؟ انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! ہمارے پاس مال نہیں ہے۔ جو بھی ہے وہ ابوسفیان کا مال ہے۔

نوفل بن معاویہ دیلی قریش کے طاقتور لوگوں کے پاس گیا اور نکلنے والوں کو خرچہ اور سواری دینے میں ان سے بات کی۔ اس نے عبداللہ بن ابوربیعہ سے بات کی تو اس نے کہا: یہ پانچ سو دینار ہیں، انہیں جہاں چاہو خرچ کر ڈالو۔ پھر اس نے حویطب بن عبدالعزی سے بات کی اور اس سے بھی دو سو یا تین سو دینار لے لیے اور اس مال کے ذریعے اسلحے اور اونٹوں کی طاقت پہنچائی۔

محدثین بیان فرماتے ہیں: قریش میں سے کوئی بھی پیچھے نہیں رہا اور جو نہ جا سکا اس نے اپنی جگہ کسی کو بھیج دیا۔ پھر قریش ابولہب کے پاس آئے اور کہا: آپ قریش کے سردار ہیں۔ اگر آپ لشکر سے پیچھے رہیں گے تو آپ کی قوم میں سے آپ کو غیر معتبر سمجھا جائے گا۔ سو آپ خود نکلیے یا کسی کو بھیجیے۔ اس نے جواب دیا: لات اور عزیٰ کی قسم! نہ میں خود نکلوں گا اور نہ کسی کو بھیجوں گا۔ پھر اس کے پاس ابوجہل آیا اور کہنے لگا: ابوعتبہ! اٹھو، ہم غصہ ہو کر صرف تیرے اور تیرے آباء و اجداد کے دین کے لیے نکلے ہیں۔ ابوجہل کو خوف تھا کہ ابولہب مسلمان نہ ہو جائے۔ ابولہب خاموش رہا اور نہ خود نکلا اور نہ کسی کو بھیجا۔ اسے نکلنے سے صرف عاتکہ کا خواب روک رہا تھا، جس سے وہ ڈر گیا تھا۔ وہ کہتا تھا: عاتکہ کا خواب ضرور سچا ہوگا۔ کہا جاتا ہے کہ اس نے اپنی جگہ عاص بن ہشام بن مغیرہ کو بھیجا۔ اس کا اس پر قرضہ تھا۔ اس نے کہا: تم نکلو اور میرا قرضہ تمہیں معاف ہے۔ وہ اس وجہ سے نکل کھڑا ہوا۔

محدثین بیان فرماتے ہیں: عتبہ اور شیبہ نے اپنی زر ہیں نکالیں۔ وہ دونوں اپنی زر ہیں اور آلات جنگ درست کر رہے

تھے۔ اس نے کہا: تمہارا کیا ارادہ ہے؟ انہوں نے کہا: کیا تم نے اس شخص کو نہیں دیکھا جس کی طرف طائف میں ہمارے باغ میں ہم نے تمہیں انگور دے کر بھیجا تھا؟ اس نے کہا: ہاں، دیکھا ہے۔ انہوں نے کہا: ہم اس سے لڑنے کے لیے جا رہے ہیں۔ وہ رونے لگا اور کہنے لگا: تم نہ نکلنا۔ اللہ کی قسم! وہ نبی ہے۔ انہوں نے انکار کر دیا اور نکل کھڑے ہوئے۔ وہ بھی ان کے ساتھ نکلا اور بدر کے دن ان کے ساتھ قتل ہو گیا۔

محدثین بیان فرماتے ہیں: قریش نے ھبل بت کے پاس تیروں کے ساتھ قرعہ اندازی کی۔ امیہ بن خلف، عتبہ اور شیبہ نے ھبل کے پاس نکلنے کا حکم دینے والے اور منع کرنے والے تیر کے درمیان قرعہ اندازی کی۔ چنانچہ نکلنے سے روکنے والا تیر نکلا۔ ان سب کا ٹھہرنے پر اتفاق ہو گیا۔ پھر ابو جہل نے انہیں ڈانٹا اور کہنے لگا: نہ میں نے قرعہ اندازی کی اور نہ ہم اپنے قافلے سے پیچھے رہیں گے۔ جب زمعہ بن اسود نے نکلنے کا ارادہ کیا اور وہ ذی طوی میں تھا۔ اس نے اپنا تیر نکالا اور قرعہ اندازی کی تو نکلنے سے روکنے والا تیر نکلا۔ وہ غصہ ہو گیا۔ اس نے آج کے دن کی طرح ان سے زیادہ جھوٹا نہیں دیکھا۔ اس کے پاس سے سہیل بن عمرو گزرا۔ وہ اسی حالت میں تھا۔ اس نے پوچھا: اے ابو حکیمہ! کیا وجہ ہے میں آپ کو غصے کی حالت میں دیکھ رہا ہوں۔ زمعہ نے اسے قصہ بتلایا۔ اس نے کہا: اے آدمی! اسے اپنے سے دور کر۔ یہ تیر کیسے جھوٹے ہیں۔ مجھے عمیر بن وہب نے بھی اسی طرح بتلایا جیسے تم نے بتلایا۔ اس کے ساتھ بھی ایسے ہی پیش آیا۔ پھر وہ اسی بات پر چلے گئے۔

حضرت موسیٰ بن ضمرہ بن سعید رحمہ اللہ اپنے والد سے نقل فرماتے ہیں کہ ابو سفیان بن حرب نے ضمضم سے کہا تھا: جب تم قریش کے پاس جاؤ تو انہیں کہنا: تم تیروں کے ساتھ قرعہ اندازی مت کرنا۔

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں کسی جانب نہیں گیا جو بدر کی طرف جانے سے زیادہ مجھے ناپسند ہو اور نہ میرا کبھی کسی جانب اتنا ارادہ ہوا جتنا نکلنے سے پہلے میرا اس طرف ارادہ ہوا۔

پھر فرماتے: ضمضم آیا اور اس نے چیخ چیخ کر نکلنے کا اعلان کیا۔ پھر میں نے تیروں کے ساتھ قرعہ اندازی کی۔ ہر مرتبہ ناپسندیدہ تیر نکلا۔ پھر میں اسی طرح نکل کھڑا ہوا، حتیٰ کہ ہم مرظہران پہنچے۔ ابن حنظلیہ نے اونٹ ذبح کیے۔ ایک اونٹ میں کچھ زندگی باقی رہ گئی۔ لشکر کا کوئی خیمہ ایسا نہ تھا جس پر اس کا خون نہ لگا ہو۔ یہ بھی ایک دلیل تھی۔ میں نے لوٹنے کا ارادہ کر لیا تھا، پھر مجھے ابن حنظلیہ اور اس کی بدبختی یاد آئی۔ اس نے مجھے واپس کر دیا، حتیٰ کہ میں اپنا منہ لیے چلتا رہا۔ حکیم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے خود کو دیکھا جب ہم ثنیہ بیضاء پہنچے۔ ثنیہ بیضاء وہ ہے جو مدینہ کی جانب جاتے ہوئے فخ کی طرف اترتے ہوئے ہے۔ وہاں عداس بیٹھا تھا۔ لوگ گزر رہے تھے۔ جب ربیعہ کے بیٹے وہاں سے گزرے تو وہ کود کر ان کی طرف آیا اور ان کے رکاب میں ہی ان کی ٹانگیں پکڑ لیں۔ وہ کہہ رہا تھا: میرے ماں باپ آپ پر قربان! اللہ کی قسم! وہ اللہ کا رسول ہے اور تم اپنے پچھاڑے ہوؤں کی طرف جا رہے ہو۔ اس کی آنکھوں سے آنسو اس کے رخساروں پر بہہ رہے تھے۔ میں نے بھی لوٹنے کا ارادہ کر لیا، پھر میں چلا گیا۔

عاص بن منبہ بن حجاج اس کے پاس سے گزرا۔ جب عتبہ اور شیبہ چلے گئے تو وہ اس کے پاس کھڑا ہوا اور پوچھا: تم کس وجہ سے رو رہے ہو؟ اس نے کہا: مجھے میرے سرداروں نے رلایا ہے جو وادی والوں کے بھی سردار ہیں۔ وہ اپنے پچھاڑے ہوؤں کی طرف جا رہے ہیں اور اللہ کے رسول سے جنگ کریں گے۔ عاص نے کہا: کیا محمد اللہ کے رسول ہیں؟ عداس نے ایک جھرجھری لی اور اس کی جلد کانپ اٹھی۔ پھر وہ رونے لگا اور کہنے لگا: ہاں، اللہ کی قسم! وہ تمام لوگوں کی طرف اللہ کے رسول ہیں۔

چنانچہ عاص بن منبہ بھی مسلمان ہو گیا۔ پھر بھی وہ شک کے ساتھ چلتا رہا اور شک کی حالت میں ہی مشرکین کے ساتھ مارا گیا۔ بعض نے کہا: عداس واپس آ گیا اور بدر میں شریک نہیں ہوا اور دوسرا قول یہ ہے کہ وہ بدر میں شریک ہوا اور اسی دن قتل ہو گیا۔ لیکن ہمارے ہاں پہلا قول ثابت ہے۔

محدثین بیان فرماتے ہیں: حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ بدر سے پہلے عمرہ کے ارادے سے نکلے تھے۔ انہوں نے امیہ بن خلف کے پاس پڑاؤ ڈالا۔ اس کے پاس ابوجہل آیا اور کہنے لگا: تم اسے مہمان ٹھہرا رہے ہو۔ حالانکہ اس نے محمد کو ٹھکانہ دیا اور ہمارے ساتھ اعلانِ جنگ کیا؟ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جو چاہے کہہ لے، تمہارے قافلے کا راستہ تو ہمارے سامنے ہے۔ امیہ بن خلف نے کہا: خاموش رہو۔ ابوالحکم کو یہ بات نہ کہو۔ وہ اس وادی کا سردار ہے۔ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا: اے امیہ! تم یہ بات کہہ رہے ہو، حالاں کہ اللہ کی قسم! میں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ یقیناً میں امیہ بن خلف کو قتل کروں گا۔ امیہ نے کہا: کیا تم نے واقعی انہیں یہ کہتے ہوئے سنا ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں۔ کہتے ہیں: امیہ کے دل میں ڈر بیٹھ گیا۔ پھر جب لشکرِ کفار ابوامیہ کے پاس آیا تاکہ وہ ان کے ساتھ بدر کی طرف نکلے تو عقبہ بن ابو معیط اور ابوجہل اس کے پاس آئے۔ عقبہ کے پاس انگیٹھی تھی جس میں دھواں نکل رہا تھا اور ابوجہل کے پاس سرمچو اور سرمہ دانی تھی۔ عقبہ نے انگیٹھی اس کے نیچے رکھ دی اور کہنے لگا: دھونی لے لو۔ تم تو عورت ہو اور ابوجہل نے کہا: سرمہ لے لو تم واقعی عورت ہو۔ امیہ کہنے لگا: میرے لیے وادی میں سب سے افضل اونٹ خریدو۔ انہوں نے تین سو درہم کے بدلے میں بنوقشیر کے اونٹوں میں سے اس کے لیے اونٹ خریدا، جو بدر کے دن مسلمانوں کو غنیمت کے طور پر حاصل ہوا اور حضرت خبیب بن یساف رضی اللہ عنہ کے حصے میں آیا۔

محدثین بیان فرماتے ہیں: اس دن جو بھی قافلے کی طرف نکلا سب سے زیادہ ناخوش حارث بن عامر تھا۔ اس نے کہا: کاش! قریش بیٹھے رہنے کا ارادہ کر لیتے اور قافلے میں میرا جتنا بھی مال تھا سب ضائع ہو جاتا اور بنوعبد مناف کا مال بھی ضائع ہو جاتا۔ اسے کہا گیا: آپ تو سرداروں میں سے ہیں، آپ انہیں نکلنے سے کیوں نہیں روکتے؟ انہوں نے کہا: میں قریش کو دیکھ رہا ہوں، وہ نکلنے کا ارادہ کر چکے ہیں اور نہ میں کسی کو کمزور دیکھ رہا ہوں، مگر جو کسی مجبوری کی وجہ سے رہے اور میں ان کی مخالفت کو پسند نہیں کرتا اور نہ مجھے یہ پسند ہے کہ قریش کو معلوم ہو جو میں اب کہہ رہا ہوں۔ اس کے باوجود کہ ابن حنظلیہ اپنی قوم کے بارے میں بدبخت آدمی ہے، میری معلومات کے مطابق وہ اپنی قوم کو یثرب والوں سے بچا رہا تھا۔ اس نے اپنے مال میں سے کچھ مال اپنی اولاد کے درمیان تقسیم کر دیا۔ اس کے دل میں یہ خیال تھا کہ وہ مکہ واپس نہیں لوٹے گا اور اس کے پاس ضمضم بن عمرو آیا تھا۔

حارث کا اس پر کوئی احسان تھا۔ اس نے کہا: اے ابو عامر! میں نے ایک برا خواب دیکھا ہے۔ میں گویا اپنی سواری پر بیدار ہوں اور میں نے دیکھا کہ تمہاری وادی اوپر سے نیچے تک خون سے بہہ رہی ہے۔

حارث نے کہا: جو بھی کسی جانب نکلا اس کے لیے اس سے زیادہ ناپسندیدہ رخ کوئی نہیں تھا۔ ضمضم اسے کہنے لگے: اللہ کی قسم! میری رائے یہ ہے کہ آپ بیٹھے رہیں۔ حارث نے کہا: اگر میں نکلنے سے پہلے تجھ سے یہ خواب سنتا تو میں ایک قدم بھی نہ چلتا۔ قریش کو اس بات کی خبر نہ ہونے دینا۔ یہ ہر اس شخص کو متہم کر دیں گے جو لشکر کو جانے سے روکنے والا ہو۔ ضمضم نے حارث کو یہ بات وادی یاجج میں بیان کی۔

محدثین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: قریش میں سے اہل رائے نکلنے کو ناپسند کر رہے تھے اور بعض بعض کی طرف چل کر بھی گئے۔ ان میں دیر کرنے والے حارث بن عامر، امیہ بن خلف، ربیعہ کے دونوں بیٹے عتبہ اور شیبہ، حکیم بن حزام، ابو بختری، علی بن امیہ بن خلف اور عاص بن منبہ تھے۔ حتیٰ کہ ابو جہل نے ان پر بزدلی کا الزام لگایا اور عقبہ بن ابی معیط اور نضر بن حارث بن کلدہ نے نکلنے میں اس کی مدد کی۔ انہوں نے کہا: یہ عورتوں کا کام ہے۔ چنانچہ ان سب کا نکلنے پر اتفاق ہو گیا۔ قریش نے کہا: تم اپنے دشمنوں میں سے کسی کو اپنے پیچھے نہ چھوڑنا۔

محدثین بیان فرماتے ہیں: ایک دلیل یہ بھی ہے کہ حارث بن عامر اور عتبہ و شیبہ نکلنے پر راضی نہیں تھے کہ نہ تو ان میں سے کسی نے سواری کے لیے جانور پیش کیا اور نہ لوگوں میں سے کسی کو سوار کیا۔ اگر کوئی شخص جوان کا حلیف یا دوست ہوتا اور اس کے پاس طاقت نہ ہوتی اور وہ ان سے سواری کا مطالبہ کرتا تو وہ کہتے: اگر تیرے پاس مال ہے اور تو جانا چاہتا ہے تو چلا جا ورنہ ٹھہرا رہ۔ حتیٰ کہ قریش کو یہ بات معلوم ہو گئی۔

پھر جب قریش نے چلنے پر اتفاق کر لیا تو انہوں نے اپنی اور بنو بکر کی دشمنی کا ذکر کیا اور انہیں پیچھے رہنے والوں پر خوف ہوا۔ ان میں سب سے زیادہ خوف عتبہ بن ربیعہ کو تھا۔ وہ کہنے لگا: اے قومِ قریش! تم اگر اپنے ارادے پر کامیاب ہو بھی گئے تب بھی ہم پیچھے رہنے والوں کے بارے میں بے خوف نہیں۔ پیچھے صرف عورتیں اور بچے ہیں اور وہ جن کے پاس کھانا تک نہیں۔ اپنی آراء میں مزید غور و فکر کر لو۔ پھر ابلیس سراقہ بن جعشم مدلجی کی صورت میں ان کے سامنے آیا اور کہنے لگا: اے قومِ قریش! تم میری قوم میں میرے شرف اور مرتبے کو جانتے ہو۔ میں تمہیں پناہ دوں گا اگر کنانہ کسی ناگوار معاملے کے ساتھ تم پر آئے۔ تب عتبہ کے دل کو سکون ہوا۔ ابو جہل کہنے لگا: اب تمہارا کیا ارادہ ہے؟ یہ کنانہ کا سردار ہے اور وہ ہمیں پیچھے رہنے والوں کے بارے میں پناہ دے رہا ہے۔ عتبہ نے کہا: اب کوئی پریشانی نہیں، میں جاؤں گا۔ عطاء بن زید لیثی رحمۃ اللہ علیہ کے بیان کے مطابق بنو کنانہ اور قریش کے درمیان ہوا یہ تھا کہ بنو معیص بن عامر بن لوی کے ایک فرد حفص بن اخیف کا بیٹا اپنی کوئی گمشدہ سواری ڈھونڈنے کے لیے نکلا۔ وہ لڑکا تھا اور اس کے سر میں پیشانی کی جانب بڑھے ہوئے بال تھے۔ اس نے ایک جوڑا زیب تن کیا ہوا تھا اور وہ صاف ستھرا لڑکا تھا۔ وہ عامر بن یزید بن عامر بن ملوح بن یعمر کے پاس سے گزرا۔ وہ ضجنان میں تھا۔ اس نے پوچھا: اے لڑکے! تو

کون ہے؟ اس نے کہا: حفص بن اخیف کا بیٹا۔ وہ کہنے لگا: اے بنو بکر! کیا تمہارے لیے قریش میں خون ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں۔ اس نے کہا: کوئی آدمی اپنے آدمی کے بدلے میں اسے قتل کر دے تو معاملہ برابر ہو جائے گا۔ چنانچہ بنو بکر کا ایک آدمی اس کے پیچھے گیا اور اسے خون کے بدلے میں قتل کر دیا جو اس کا قریش میں تھا۔ قریش نے اس بارے میں بات کی تو عامر بن یزید کہنے لگا: ہمارے لیے تمہارے اندر خون ہیں، پھر تم کیا چاہو گے؟ اگر تم چاہو تو ہم اپنے پچھلے خونوں کا بدلہ تم سے لے لیتے ہیں اور تمہارے خونوں کا بدلہ تمہیں دے دیتے ہیں اور اگر تم چاہو تو یہ ایک خون آدمی کا آدمی کے بدلے میں ہو گیا اور اگر تم چاہو تو ہمارے پچھلے معاملات میں ہم سے الگ ہو جاؤ اور ہم تمہارے پچھلے معاملات میں تم سے الگ ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ یہ لڑکا قریش کو آسان لگا اور انہوں نے کہہ دیا: اس نے ٹھیک کہا، آدمی آدمی کے بدلے میں ہو گیا اور انہوں نے اپنے خون کا مطالبہ چھوڑ دیا۔

ایک مرتبہ اس کا بھائی مکرز بن حفص مرظہران پر تھا۔ اچانک اس نے بنو بکر کے سردار عامر بن یزید کو اپنے اونٹ پر بیٹھا دیکھا۔ جب اس نے اسے دیکھا تو کہا: میں اصل کے بعد اب کسی نشان کو کیا ڈھونڈوں گا۔ اس نے اپنا اونٹ بٹھایا اور یہ اپنی ننگی تلوار لیے بیٹھا تھا۔ اس نے تلوار اسے دے ماری اور اسے قتل کر دیا۔ پھر وہ رات کے وقت مکہ آیا اور عامر بن یزید کی تلوار کو جسے اس نے قتل کیا تھا کعبہ کے پردوں میں لٹکا دیا۔ جب صبح ہوئی تو قریش نے عامر بن یزید کی تلوار دیکھی۔ وہ جان گئے کہ مکرز بن حفص نے اسے قتل کیا ہے اور مکرز سے اس بارے میں کوئی بات بھی سنی گئی تھی۔ بنو بکر نے اپنے سردار کے قتل پر خوب جزع فزع کی اور بدلے میں قریش کے دو یا تین آدمیوں کے قتل کا مطالبہ کیا جو سب کے سب سردار ہوں۔

پھر لشکرِ کفار آیا اور وہ اسی حالت پر تھے۔ انہوں نے ان سے اپنی پیچھے رہنے والی آل اولاد کے بارے میں خوف کا اظہار کیا۔ جب سراقہ نے وہی بات دہرائی جو بزبانِ شیطان بول رہا تھا تو قوم بہادر ہوگئی اور قریش جلدی سے نکلے۔ وہ لوگ آلاتِ غناء اور دف وغیرہ بھی لے کر نکلے جو عمرو بن ہاشم بن عبدالمطلب کی لونڈی سارہ، اسود بن مطلب کی لونڈی عزہ اور امیہ بن خلف کی لونڈی کے پاس تھے۔ وہ ہر پانی کی جگہ میں گاتی تھیں اور وہ اونٹ ذبح کرتے۔ وہ جنگ آزمودہ لوگوں کا ایک لشکر لے کر نکلے۔ جن کی تعداد ساڑھے نو سو تھی۔ وہ لوگ سو گھوڑوں کو لیے اتراتے ہوئے اور لوگوں کو دکھاتے ہوئے نکلے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب مقدس میں فرمایا: ”اور تم ان لوگوں کی طرح مت ہو جانا جو اپنے شہروں سے اتراتے ہوئے اور لوگوں کو دکھاتے ہوئے نکلے۔“ آخر آیت تک۔

ابوجہل کہہ رہا تھا: کیا محمد (ﷺ) کا خیال ہے کہ وہ اور اس کے ساتھی ہم سے اسی طرح مال حاصل کر لیں گے جس طرح نخلہ میں کیا۔ عنقریب انہیں معلوم ہو جائے گا کہ ہم اپنے قافلے کی حفاظت کرتے ہیں یا نہیں۔ گھوڑے ان میں سے طاقت ور لوگوں کے تھے۔ بنو مخزوم میں ان میں سے تیس گھوڑے تھے۔ اونٹ سات سو کی تعداد میں تھے اور گھوڑوں والے سب کے سب زرہ پوش تھے۔ وہ کل سو تھے اور پیدل چلنے والوں میں ان کے علاوہ نورہ بند لوگ تھے۔

محدثین بیان فرماتے ہیں: ابوسفیان قافلے کو لے کر چل پڑا۔ جب وہ مدینہ سے قریب ہوئے تو انہیں شدید خوف لاحق

ہوا۔ ضمضم اور لشکر نے آنے میں بہت دیر کر دی تھی۔ پھر جب وہ رات ہوئی جس کی صبح انہوں نے بدر کے پانی پر پہنچنا تھا تو انہوں نے قافلے کا رخ بدر کے پانی کی طرف کر دیا۔

انہوں نے اپنی آخری رات بدر کے پیچھے گزاری۔ اگر ان کا پیچھا نہ ہو رہا ہوتا تو وہ اگلی صبح بدر تک پہنچ جاتے۔ مگر قافلے نے انہیں نہیں ٹھہرایا، بلکہ انہوں نے اسے رسیوں سے باندھ دیا تاکہ ان میں سے بعض کو دو رسیوں سے موڑا جا سکے اور اونٹ رک رک کر آواز نکالیں اور وہ بدر کے پانی پر پہنچ جائیں۔ انہیں پانی کی ضرورت نہیں تھی، وہ گزشتہ دن پانی سے سیراب ہو لیے تھے۔ قافلے والے کہہ رہے تھے: جب سے ہم نکلے ہیں ایسا معاملہ نہیں ہوا۔ ان کا کہنا تھا کہ اس رات ہم پر اندھیرا چھا گیا۔ ہمیں کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ حضرت بسبس بن عمرو اور عدی بن ابوزغباء رضی اللہ عنہما بدر میں مجدی کے ہاں جاسوسی کے لیے ٹھہرے ہوئے تھے۔ جب وہ بدر کے پانی پر پہنچے تو انہوں نے اپنی سواریاں پانی کے قریب بٹھائیں۔ پھر اپنے برتن لیے اور پانی بھرنے لگے۔ انہوں نے جہینہ کی دو لونڈیوں کو کہتے ہوئے سنا۔ ان میں سے ایک کا نام برزہ تھا۔ وہ ایک درہم کے سلسلے میں دوسری کو پکڑے ہوئے تھی جو اس نے اسے دینا تھا۔ اس کے ساتھ والی کہہ رہی تھی: قافلہ کل یا پرسوں روحاء میں پڑاؤ ڈالے گا۔ مجدی بن عمرو اس کی بات سن رہا تھا۔ وہ کہنے لگا: اس نے سچ کہا ہے۔ جب بسبس اور عدی رضی اللہ عنہما نے یہ بات سنی تو وہ واپس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ وہ آپ سے عرقِ ظبیہ میں ملے اور آپ کو تمام معلومات بہم پہنچائیں۔ کثیر بن عبداللہ بن عمرو بن عوف مزنی نے مجھے اپنے والد کے واسطہ سے دادا سے نقل کیا ہے اور وہ بکائین میں سے ایک تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کے نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام ستر ہزار بنی اسرائیل کو لے کر روحاء نامی گھاٹی سے گزرے تھے اور انہوں نے اس مسجد میں نماز پڑھی تھی جو عرقِ ظبیہ میں ہے اور وہ روحاء سے مدینہ کی جانب بائیں طرف جاتے ہوئے دو میل کے فاصلے پر ہے۔

ابوسفیان اس رات کی صبح بدر میں پہنچا۔ جبکہ وہ قافلے کو روانہ کر چکا تھا اور وہ گھات سے ڈرا ہوا تھا۔ اس نے کہا: اے مجدی! کیا تم نے کسی جاسوس کو دیکھا ہے؟ تم جانتے ہو، اللہ کی قسم! مکہ میں کوئی قریشی مرد یا عورت ایسی نہیں ہے جس کے پاس ایک نش چاندی ہو (اور نش نصف اوقیہ کے برابر ہوتا ہے۔ جو وزن میں بیس درہم بنتے ہیں) اور وہ اس نے ہمارے ساتھ نہ بھیجا ہو۔ اور اگر تم ہمارے دشمن کی حالت ہم پر مخفی رکھو گے تو قریش کا کوئی آدمی بھی تم سے صلح نہیں رکھے گا جتنا سمندر روئی کو تر کرے۔ مجدی نے کہا: اللہ کی قسم! میں نے کسی اجنبی کو نہیں دیکھا اور نہ ہی تمہارے اور یثرب والوں کے درمیان کوئی دشمن ہے اور اگر تمہارے اور ان کے درمیان کوئی دشمن ہوتا تو وہ ہم پر مخفی نہیں رہتا اور نہ میں ایسا ہوں کہ اسے تجھ پر مخفی رکھوں۔ مگر میں نے دو سواروں کو دیکھا تھا جو اس جگہ تک آئے تھے، پھر اس نے عدی اور بسبس رضی اللہ عنہما کے اونٹ بٹھانے کی جگہ کی طرف اشارہ کیا۔ انہوں نے یہاں اپنے اونٹ بٹھائے، پھر اپنے مشکیزوں میں پانی بھرا، پھر لوٹ گئے۔ چنانچہ ابوسفیان اس جگہ آیا اور اس نے ان کے اونٹوں کی مینگنیاں اٹھا کر انہیں توڑا اس میں گٹھلی نکلی۔ اس نے کہا: یہ اللہ کی قسم! یثرب کا چارہ ہے۔ یہ محمد کے جاسوس تھے اور میرا خیال ہے وہ لوگ قریب ہی ہوں گے۔ چنانچہ اس نے قافلے کا رخ پھیر دیا اور انہیں برلب ساحل لے کر نکل پڑا۔ اس نے بدر کو

بائیں طرف چھوڑ دیا اور تیزی سے نکل کھڑا ہوا۔

مشرکین کا ڈر اور ابوجہل کی بدبختی

قریش مکہ سے چلتے ہوئے ہر پانی والی جگہ پر ٹھہرتے اور جو بھی ان کے پاس آتا اسے کھانا کھلاتے اور اونٹ ذبح کر دیتے۔ ابھی وہ اسی طرح چل رہے تھے کہ اچانک پیچھے سے عتبہ وشیبہ باتیں کر رہے تھے۔

ان میں سے ایک نے اپنے ساتھی سے کہا: کیا تم عاتکہ بنت عبدالمطلب کے خواب کی طرف نہیں دیکھتے، مجھے تو اس سے ڈر لگ رہا ہے۔ دوسرے نے کہا: بیان کرو۔ اس نے بیان کیا۔ اوپر سے ابوجہل آ گیا اور کہنے لگا: تم کیا باتیں کر رہے ہو؟ انہوں نے کہا: ہم عاتکہ کے خواب کا تذکرہ کر رہے ہیں۔ اس نے کہا: اے بنو عبدالمطلب! تم پر تعجب ہے، تم اس پر راضی نہیں ہوئے کہ تمہارے مرد ہم پر نبی بنیں اور اب تم ہم پر اپنی عورتوں کو نبی بنانے لگے ہو۔ اللہ کی قسم! اگر ہم مکہ لوٹے تو ان کے ساتھ ایسے ایسے کریں گے اور ضرور کریں گے۔ عتبہ کہنے لگا: ان میں ہمارے محارم اور قریبی رشتہ دار ہیں۔ پھر ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا: کیا تم چاہتے ہو کہ لوٹ جاؤ۔ ابوجہل کہنے لگا: کیا تم اتنا سفر کرنے کے بعد بھی لوٹ جاؤ گے، پھر تو تم اپنی قوم کو رسوا کر دو گے اور تم اپنی آنکھوں سے اپنی بربادی دیکھ کر ان سے تعلق توڑ بیٹھو گے۔ کیا تمہارا گمان ہے کہ محمد اور اس کے ساتھی تم دو سے لڑیں گے؟ ہرگز نہیں، اللہ کی قسم! سن لو، میرے ساتھ میری قوم کے میرے اپنے گھرانے کے ایک سو اسی افراد ہیں۔ جب میں ٹھہروں گا تو وہ بھی ٹھہریں گے اور جب میں سفر کروں گا تو وہ بھی چلیں گے۔ اگر تم چاہتے ہو تو لوٹ جاؤ۔ ان دونوں نے کہا: اللہ کی قسم! تو خود بھی برباد ہوا اور تو نے اپنی قوم کو بھی ہلاکت میں ڈال دیا۔ پھر عتبہ نے اپنے بھائی شیبہ سے کہا: یہ ابوجہل بدبخت آدمی ہے۔ اسے محمد سے وہ قرابت نہیں جو ہمیں ہے، حالانکہ اس کی اولاد محمد کے ساتھ ہے۔ سو تم ہمیں لے کر واپس چلو اور اس کی بات چھوڑ دو۔ شیبہ کہنے لگا: اے ابوولید! تم اللہ کی قسم! ہم پر گالی بنو گے، اگر ہم چلنے اور اتنا سفر کرنے کے بعد لوٹ جائیں۔ پھر وہ عشاء کے وقت جحفہ تک پہنچے۔ اس دوران جہیم بن صلت بن مخرمہ بن مطلب بن عبد مناف سو گیا۔ پھر اس نے کہا: میں ابھی نیند اور بیداری کے درمیان تھا کہ میں نے دیکھا: ایک شخص ایک گھوڑے پر سوار ہے اور اس کے ساتھ اونٹ بھی ہے، وہ میرے سامنے کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا: عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، زمعہ بن اسود، امیہ بن خلف، ابوالبختری، ابوحکم اور نوفل بن خویلد قتل ہو گئے۔ اس نے قریش کے چند اور سرداروں کا بھی نام لیا اور یہ بھی کہا کہ سہیل بن عمرو قید ہو گئے اور حارث بن ہشام اپنے بھائی کو چھوڑ کر بھاگ گیا۔

کہتے ہیں: ان میں سے کسی نے کہا: اللہ کی قسم! میرا تو یہی خیال ہے کہ تم اپنے پچھاڑے ہوؤں کی طرف نکل رہے ہو۔ پھر میں نے اسے دیکھا اس نے اپنے اونٹ کی گردن پر مارا اور اسے لشکر میں چھوڑ دیا۔ لشکر کا کوئی خیمہ ایسا نہیں بچا جسے اس کا خون نہ لگا ہو۔ اس نے یہ خواب ابوجہل سے ذکر کیا اور یہ خواب بھی لشکر میں پھیل گیا۔ ابوجہل نے کہا: یہ بنو مطلب کا ایک اور نبی آ گیا۔ کل معلوم ہو جائے گا، کون مرنے والا ہے ہم یا محمد اور اس کے ساتھی۔ قریش نے جہیم سے کہا: شیطان تمہاری نیند میں تم سے کھیل رہا

ہوگا۔ تم کل اس کے خلاف دیکھو گے۔ محمد کے بڑے بڑے ساتھی قتل ہوں گے اور قیدی بنیں گے۔

کہتے ہیں: عتبہ اپنے بھائی کو لے کر تنہائی میں آیا اور اسے کہا: کیا تم واپس جانا چاہتے ہو؟ یہ خواب بھی عاتکہ کے خواب کی طرح ہے اور ایسے ہی عداس نے کہا تھا۔ اللہ کی قسم! عداس نے ہم سے جھوٹ نہیں بولا تھا اور میری جان کی قسم! اگر محمد (نعوذ باللہ) جھوٹے ہوئے تو عرب میں ابھی بہت سے ہیں جو ان سے ہماری کفایت کریں گے اور اگر وہ سچے ہوئے تو ہم عرب میں سب سے زیادہ سعادت مند کہلائیں گے، ہم اس کے قریبی رشتہ دار ہیں۔ شیبہ نے کہا: ٹھیک ہے اگر تمہاری بات درست ہو تو کیا اب ہم لشکر کے درمیان سے لوٹ جائیں؟ اچانک ابوجہل آگیا۔ وہ دونوں اسی حالت پر تھے۔ اس نے پوچھا: تمہارا کیا ارادہ ہے؟

انہوں نے جواب دیا: لوٹنا چاہتے ہیں۔ کیا تم عاتکہ اور جہیم بن صلت کے خواب کو نہیں دیکھتے اور جو ہمیں عداس نے کہا تھا۔ اس نے کہا: اللہ کی قسم! تم دونوں اپنی قوم کو رسوا کر رہے ہو اور ان میں پھوٹ ڈال رہے ہو۔ انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! تو خود بھی ہلاک ہوا اور تو نے اپنی قوم کو بھی برباد کر دیا۔

جب ابوسفیان قافلہ لے کر نکل گیا اور اس نے یقین کر لیا کہ اب وہ بچ نکلے ہیں تو اس نے قریش کی طرف قیس بن امرء القیس کو بھیجا۔ وہ قافلے والوں کے ساتھ مکہ سے نکلا تھا۔ ابوسفیان نے اسے بھیجا اور قریش کو لوٹنے کا کہا اور کہا: تمہارا قافلہ نجات پا چکا ہے۔ سو تم خود کو یثرب والوں کے ہاتھوں ہلاکت میں مت ڈالو۔ اب اس کی کوئی ضرورت نہیں رہی۔ تم صرف اپنے قافلے اور اموال کے لیے نکلے تھے، جسے اللہ نے بچا لیا اور کہا: اگر وہ انکار کریں تو وہ ایک خصلت کا انکار نہیں کر رہے وہ خادماؤں کو لوٹائیں گے۔ اس لیے کہ جنگ جب کھا لیتی ہے تو عبرت بن جاتی ہے۔ اس نے قریش سے جھگڑا کیا اور انہوں نے انکار کر دیا اور کہنے لگے: خادماؤں کو تو ہم لوٹا دیں گے اور انہوں نے انہیں جحفہ سے لوٹا دیا۔ وہ قاصد ابوسفیان سے ہدہ میں جا کر ملا۔ ہدہ عسفان گھاٹی سے سات میل اور مکہ سے انتالیس میل کے فاصلے پر ہے۔ اس نے ابوسفیان کو قریش کے چلتے رہنے کی خبر دی۔ اس نے کہا: ہونہ ہو یہ عمرو بن ہشام کا کام ہے۔ وہ نہیں لوٹنا چاہتا۔ اس لیے کہ اس نے لوگوں کو زبردستی نکالا اور بغاوت کی اور بغاوت نقصان اور بدبختی لاتی ہے۔ اگر اس لشکر پر محمد اور اس کے ساتھیوں نے حملہ کر دیا تو ہم اسے مکہ میں داخل ہونے سے نہیں روک سکیں گے۔

خادماؤں سے مراد عمرو بن ہشام کی لونڈی سارہ، امیہ بن خلف کی لونڈی اور ایک لونڈی جس کا نام عزہ تھا اور وہ اسود بن مطلب کی تھی۔

ابوجہل کہنے لگا: نہیں، اللہ کی قسم! ہم نہیں لوٹیں گے حتیٰ کہ ہم بدر تک پہنچ جائیں۔ بدر میں زمانہ جاہلیت میں میلہ لگا کرتا تھا۔ عرب وہاں اکٹھے ہوتے تھے۔ ان کا وہاں ایک بازار لگا کرتا تھا۔ اہل عرب جب ہمارے کوچ کرنے کا سنیں گے۔ پھر ہم وہاں تین دن ٹھہریں گے، ہم اونٹ ذبح کریں گے اور کھانا کھلائیں گے اور شراب پئیں گے اور باندیاں ہم سے کھیل کود کریں گی تو عرب میں ہمارا رعب دعب قائم رہے گا۔

فرات بن حیان عجلی کو قریش نے بھیجا تھا۔ جب وہ مکہ سے روانہ ہو لیے تو انہوں نے اسے ابوسفیان کی طرف بھیجا تھا تا کہ لشکر کے مکہ روانہ ہونے کی اسے خبر دے اور یہ کہ وہ پوری تیاری کے ساتھ آرہے ہیں۔ پھر اس نے ابوسفیان کی مخالفت کی، کیوں کہ ابوسفیان سمندر کے راستے سے ہولیا تھا اور فرات سے مجح میں ملا تھا۔ پھر وہ جحفہ میں مشرکین سے جا ملا۔ اس نے جحفہ میں ابوجہل کی بات سنی، وہ کہہ رہا تھا: ہم نہیں لوٹیں گے۔ اس نے کہا: انہیں تمہاری کوئی پروا نہیں اور جو اپنی بربادی دیکھ کر اتنی قریب سے لوٹے گا تو وہ کمزور ہوگا۔ چنانچہ وہ قریش کے ساتھ چلا گیا اور اس نے ابوسفیان کو چھوڑ دیا۔ پھر وہ بدر کے دن بہت زیادہ زخمی ہوا اور الٹے پاؤں بھاگا۔ وہ کہہ رہا تھا: میں نے آج کے دن کی طرح منحوس دن نہیں دیکھا۔ یہ ابن حنظلیہ کے لیے انتہائی نامبارک ہے۔

حضرت ام بکر بنتِ مسور اپنے والد سے نقل فرماتی ہیں کہ اخنس بن شریق جس کا نام ابی تھا اور وہ بنوزہرہ کا حلیف تھا۔ اس نے کہا: اے بنوزہرہ! اللہ نے تمہارے قافلے کو نجات دی اور تمہارے اموال بچا لیے اور تمہارے ساتھی مخرمہ بن نوفل کو چھڑوا لیا اور تم تو صرف قافلے اور مال کی حفاظت کے لیے نکلے تھے۔

اور محمد بھی تمہی میں سے ہے۔ تمہارا بھانجا ہے۔ اگر وہ واقعی نبی ہے تو تم سے بڑا سعادت مند کوئی نہیں اور اگر وہ (معاذ اللہ) جھوٹا ہے تو تمہارے علاوہ کوئی اور اسے قتل کر دے یہ اس سے بہتر ہے کہ تم اپنے بھانجے کو قتل کرو۔ سو لوٹ جاؤ اور اس بزدلی کو میری طرف منسوب کر دو۔ بغیر کسی نفع کے تمہارے نکلنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور اس شخص (ابوجہل) کی باتوں کی طرف کان بھی مت دھرو۔ یہ تو اپنی قوم کو تباہ کرنے والا ہے اور فساد پھیلانے والا جلد باز ہے۔ انہوں نے اس کی بات مان لی، کیوں کہ وہ سردار ہے اور وہ اس کے احسان مند ہیں۔ انہوں نے کہا: اگر ہم لوٹنا بھی چاہیں تو لوٹنے کے لیے کیا کریں۔ اخنس نے کہا: ہم لوگوں کے ساتھ نکلیں گے۔ جب شام ہوگی تو میں اپنے اونٹ سے گر جاؤں گا۔ پھر تم کہہ دینا: اخنس کو سانپ نے کاٹ لیا۔ پھر جب وہ کہیں: چلو تو تم کہنا: ہم اپنے ساتھی کو نہیں چھوڑیں گے جب تک ہمیں معلوم نہیں ہو جاتا کہ وہ زندہ ہے یا مر گیا۔ پھر ہم اسے دفن کر کے آئیں گے۔ پھر جب وہ چلے جائیں تو ہم بھی لوٹ جائیں گے۔ سو بنوزہرہ میں سے کوئی بھی اس میں شریک نہیں ہوا۔ یہ سو یا اس سے کچھ کم تھے۔ یہی قول راجح ہے۔ بعض نے کہا: وہ تین سو تھے۔

حضرت عدی بن ابوزغباء رضی اللہ عنہ جب بدر سے مدینہ لوٹے اور قافلے منتشر ہونے لگے تو عدی رضی اللہ عنہ کہہ رہے تھے:

اے بسبس! ان کے لیے ان کے سینوں کو قائم رکھو۔ بلاشبہ قوم کی سواریاں نہیں روکی گئیں۔ انہیں راہ پر ڈالنے والا بڑا عقل مند ہے۔ اللہ کی مدد آ گئی اور اخنس بھاگ گیا۔

حضرت ابوبکر بن عمر بن عبدالرحمن بن عبداللہ بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہم سے منقول ہے کہ بنوعدی لشکر کے ساتھ نکلے۔ پھر جب وہ ثنیۂ لغت میں پہنچے تو سحری کے وقت وہ بھی ساحل پر ہو لیے اور مکہ کی طرف چل پڑے۔ ابوسفیان ان سے ملا اور کہنے لگا: اے بنوعدی! تم کیسے لوٹ آئے۔ نہ تم قافلے میں ہو اور نہ لشکر میں؟ انہوں نے کہا: آپ نے قریش کی طرف پیغام بھیجا تھا کہ لوٹ آؤ۔

سو جس نے لوٹنا تھا لوٹ آیا اور جس نے جانا تھا چلا گیا۔ چنانچہ بنو زہرہ میں سے بھی کوئی شریک نہیں ہوا۔ کہا جاتا ہے: ابوسفیان کی ان سے ملاقات مرظہران پر ہوئی اور یہی گفتگو ہوئی۔

علامہ واقدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: بنو زہرہ جحفہ سے واپس لوٹ آئے تھے اور بنو عدی راستے سے، بعض نے کہا: مرظہران سے واپس آ گئے تھے۔

ادھر رسول اللہ ﷺ چلتے رہے۔ چودہ رمضان کی صبح آپ عرق ظبیہ میں تھے۔ ایک دیہاتی آیا، جو تہامہ سے آیا تھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس سے پوچھا: کیا تمہیں ابوسفیان بن حرب کا علم ہے؟ کہنے لگا: مجھے ابوسفیان کا کچھ پتہ نہیں۔ انہوں نے کہا: آؤ، اللہ کے رسول ﷺ کو سلام کرو۔ کہنے لگا: کیا تم میں اللہ کے رسول ہیں؟ صحابہ نے کہا: ہاں۔ پوچھا: تم میں سے کون اللہ کا رسول ہے؟ انہوں نے کہا: یہ۔ کہنے لگا: آپ اللہ کے رسول ہیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں۔ دیہاتی کہنے لگا: اگر آپ سچے ہیں تو بھلا بتلائیے، میری اس اونٹنی کے پیٹ میں کیا ہے؟ سلمہ بن سلامہ بن وقش رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: تم نے اس سے نکاح کیا تھا، اب یہ تجھ سے حاملہ ہوگئی ہے۔ آپ ﷺ کو اس کی بات اچھی نہیں لگی۔ آپ نے اس سے اعراض کر لیا۔ پھر آپ ﷺ چلتے رہے۔ حتیٰ کہ ۱۵ رمضان المبارک بدھ کے روز آپ ﷺ مقامِ روحاء میں پہنچے۔ آپ نے وہاں ایک کنویں کے پاس نماز ادا فرمائی۔

حضرت سعید بن مسیب رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے وتر کی آخری رکعت سے سر اٹھایا تو کافروں پر لعنت فرمائی اور بد دعا کی: اے اللہ! اس امت کا فرعون ابو جہل بچ کر نہ جائے۔ اے اللہ! زمعہ بن اسود بھی بچ کر نہ جائے۔ اے اللہ! ابو زمعہ کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر دے۔ اے اللہ! سہیل بھی بچ کر نہ جائے۔ اے اللہ! سلمہ بن ہشام، عیاش بن ابو ربیعہ اور کمزور مومنین کو نجات عطا فرمایا۔ ولید بن ولید کے لیے آپ نے اس دن کوئی دعا نہیں کی۔ وہ بدر میں قید ہوا۔ لیکن جب بدر کے بعد مکہ لوٹا تو مسلمان ہو گیا۔ انہوں نے مدینہ نکلنے کا ارادہ کیا تو قید ہو گئے۔ اس کے بعد نبی کریم ﷺ نے ان کے لیے دعا کی۔ آپ ﷺ نے روحاء میں اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا: یہ بڑی عمدہ زمین ہے، یعنی وادیٔ روحاء۔ یہ عرب کی سب سے بہترین وادی ہے۔

چند کفار کا قبولِ اسلام

محدثین بیان فرماتے ہیں: خبیب بن یساف بہادر آدمی تھا۔ وہ اسلام کا انکار کرتا رہا۔ جب نبی کریم ﷺ بدر کی طرف نکلے تو وہ اور قیس بن محرث بھی نکلے۔ وہ اپنی قوم کے دین پر تھے۔ وہ عقیق میں نبی کریم ﷺ سے جا ملے۔ خبیب نے لوہے کا لباس پہن رکھا تھا۔ نبی کریم ﷺ نے خود کے نیچے سے انہیں پہچان لیا۔ آپ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی جانب متوجہ ہوئے۔ وہ آپ کے پہلو میں چل رہے تھے۔ آپ نے فرمایا: کیا یہ خبیب بن یساف نہیں ہے؟ عرض کیا: وہی ہے۔ خبیب سامنے آیا اور نبی کریم ﷺ کی اونٹنی کی رسی پکڑ لی۔ آپ ﷺ نے اسے اور قیس بن محرث سے کہا، بعض نے ان کے والد کا نام حارث بتایا

ہے۔ آپ نے فرمایا: تم ہمارے ساتھ کیوں نکلے ہو؟ انہوں نے کہا: آپ ہمارے بھانجے اور ہمارے پڑوسی ہیں۔ ہم اپنی قوم کے ساتھ غنیمت کے لیے نکلے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہمارے ساتھ ایسا آدمی ہرگز نہیں نکلے گا جو ہمارے دین پر نہ ہو۔ خبیب نے کہا: میری قوم جانتی ہے کہ میں جنگ میں بڑی بہادری اور جرأت کے ساتھ لڑتا ہوں۔ میں آپ کے ساتھ غنیمت کے لیے لڑوں گا مگر میں اسلام قبول نہیں کرتا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نہیں۔ پہلے اسلام قبول کرو، پھر لڑو۔ اس کے بعد مقام روحاء میں وہ پھر آپ سے ملا اور آخر عرض کیا: میں اللہ کے تابع فرماں ہوا جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کو بے حد خوشی ہوئی اور آپ نے فرمایا: چلو۔ وہ بدر اور دیگر جنگوں میں خوب جواں مردی سے لڑے۔ البتہ قیس بن محرث نے اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا اور مدینہ کی طرف لوٹ آئے۔ پھر جب نبی کریم ﷺ بدر سے واپس تشریف لائے تو وہ مسلمان ہو گئے۔ پھر احد میں شریک ہوئے اور شہادت کے مرتبے پر فائز ہوئے۔

شمع رسالت کے پروانوں کے جذبات

محدثین بیان فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نکلے اور ایک یا دو دن روزہ رکھا۔ پھر لوٹ آئے اور اپنے منادی سے یہ اعلان کروایا: او بات نہ ماننے والو! میں بھی بے روزہ ہوں۔ تم بھی روزہ چھوڑ دو۔ اس لیے کہ نبی کریم ﷺ نے انہیں اس سے پہلے روزہ چھوڑنے کا حکم دیا تھا مگر انہوں نے ایسا نہیں کیا۔

محدثین بیان فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ چلتے چلتے جب بدر تک پہنچے تو آپ کے پاس قریش کے نکلنے کی خبر آئی۔ آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ان کے نکلنے کی خبر سنائی اور لوگوں سے مشورہ لیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اٹھے اور بہت عمدہ بات فرمائی۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اٹھے اور بہت عمدہ بات فرمائی۔ پھر عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اللہ کی قسم! یہ قریش اور اس کے سردار ہیں۔ اللہ کی قسم! جب سے انہوں نے عزت پائی وہ کبھی رسوا نہیں ہوئے اور جب سے انہوں نے کفر اختیار کیا وہ ایمان نہیں لائے۔ اللہ کی قسم! ان کے سردار کبھی اسلام قبول نہیں کریں گے اور آپ سے لڑتے رہیں گے۔ سو آپ بھی ان کے لیے تیاری فرمائیے اور ان کی تیاری کا حساب لگا لیجیے۔

پھر حضرت مقداد بن عمرو رضی اللہ عنہ اٹھے اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ اللہ کے حکم کو پورا کیجیے، ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ اللہ کی قسم! ہم آپ کو ویسے نہیں کہیں گے جیسے بنی اسرائیل نے اپنے نبی سے کہا تھا: ”تم اور تمہارا رب جاؤ اور لڑو۔ ہم تو یہاں بیٹھے ہیں۔“ بلکہ ہم یوں کہیں گے: ”آپ اور آپ کا پروردگار لڑیے، ہم بھی آپ کے ساتھ مل کر لڑیں گے۔“ اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے! اگر آپ ہمیں برکِ غماد تک لے جائیں گے تب بھی ہم آپ کے ساتھ جانے کو تیار ہیں۔ برکِ غماد مکہ سے پیچھے ساحل سمندر کے قریب پانچ راتوں کی مسافت پر تھا اور مکہ سے مدینہ کو جاتے ہوئے آٹھ راتوں کے

فاصلے پر تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے خیر کی بات ارشاد فرمائی اور ان کے حق میں خیر کی دعا فرمائی۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے لوگو! مجھے مزید مشورہ دو۔ آپ کی مراد انصار تھے۔ آپ کا خیال تھا کہ انصار آپ کی صرف گھر میں مدد کریں گے۔ اس لیے کہ انہوں نے آپ کے لیے شرط لگائی تھی کہ وہ آپ کی ہر اس چیز سے حفاظت کریں گے جس سے وہ اپنی اور اپنی اولاد کی حفاظت کرتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے مشورہ دو۔ چنانچہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ اٹھے اور فرمایا: میں انصار کی طرف سے لبیک کہتا ہوں۔ اے اللہ کے رسول! لگتا ہے آپ ہماری رائے لینا چاہ رہے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں۔ انہوں نے عرض کیا: امید ہے کہ آپ کسی معاملے سے نکلیں جس کے علاوہ میں آپ کی طرف وحی کی گئی ہو اور ہم آپ پر ایمان لائے اور آپ کی تصدیق کی اور ہم گواہی دیتے ہیں کہ جو کچھ آپ لے کر آئے ہیں وہ سب برحق ہے۔ ہم نے سمع وطاعت پر آپ سے پکا وعدہ اور عہد کیا ہے۔ اے اللہ کے نبی! آپ چلیے، اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے! اگر آپ اس سمندر میں کودنے کا ہمیں حکم دیں تو ہم سب اس میں کود پڑیں گے اور ہم میں سے کوئی آدمی پیچھے نہیں رہے گا اور جسے آپ چاہیں ملائیں اور جسے چاہیں الگ کر دیں۔ ہمارے اموال میں سے جتنا چاہیں لے لیں۔ جو مال آپ ہم سے لیں گے وہ ہمیں اس سے زیادہ محبوب ہوگا جو آپ چھوڑ دیں گے۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے! میں اس راستے پر کبھی نہیں چلا اور نہ مجھے اس بارے میں کچھ علم ہے اور ہمیں یہ بھی ناپسند نہیں کہ کل ہماری دشمن سے جنگ ہو جائے۔ یقیناً ہم جنگ کے وقت صبر کرنے والے اور لڑائی کے وقت سچے ہوں گے۔ امید ہے اللہ تعالیٰ آپ کو ہماری طرف سے وہ چیز دکھائے گا جس سے آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہو جائیں گی۔

حضرت محمود بن لبید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ہم اپنے پیچھے اپنی قوم کے ایسے لوگوں کو چھوڑ آئے ہیں جو ان سے زیادہ آپ سے محبت کرنے والے ہیں اور آپ کے فرمانبردار ہیں۔ ان کو جہاد میں رغبت بھی ہے اور نیت بھی۔ اے اللہ کے رسول! اگر انہیں پتہ ہوتا کہ آپ کی دشمن سے جنگ ہوگی تو وہ کبھی پیچھے نہ رہتے۔ ان کا خیال تھا کہ وہ صرف ایک قافلہ ہے۔ ہم آپ کے لیے ایک چھت بنا دیں گے، آپ اس میں رہیں گے اور ہم آپ کے لیے سواریاں تیار کر دیں گے۔ پھر ہم دشمن سے لڑیں گے۔ پھر اگر اللہ نے ہمیں عزت دی اور دشمن پر ہمیں غالب کر دیا تو یہ ایک پسندیدہ امر ہوگا اور اگر دوسری صورت ہوئی تو آپ ان سواریوں پر بیٹھ کر ہمارے پیچھے والے لوگوں کے پاس چلے جائیے گا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے خیر کی بات ارشاد فرمائی اور فرمایا: اے سعد! اللہ تعالیٰ اس سے کوئی بہتر فیصلہ فرمائیں گے۔

فرماتے ہیں: جب سعد رضی اللہ عنہ مشورہ سے فارغ ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی برکت کے ساتھ چلو۔ اللہ تعالیٰ نے دونوں گروہوں میں سے ایک کا مجھ سے کیا ہے۔ اللہ کی قسم! گویا میں قوم کے پچھاڑے ہوؤں کی طرف دیکھ رہا ہوں۔

فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اس دن ان کی موت کی جگہیں دکھائیں کہ یہ فلاں کی موت کی جگہ ہے۔ یہاں فلاں مرے گا۔ آپ نے ہر آدمی کے موت کی جگہ بیان کر دی۔ تب لوگوں کو معلوم ہوا کہ انہیں جنگ کا سامنا کرنا پڑے گا اور

قافلہ بچ نکلا ہے اور نبی ﷺ کے فرمان کی وجہ انہیں مدد کی امید بھی تھی۔

حضرت ابن عطیہ بن عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہم اپنے والد سے نقل فرماتے ہیں کہ اس دن رسول اللہ ﷺ نے تین جھنڈے باندھے اور اسلحہ ظاہر کیا۔

آپ مدینہ سے جھنڈا باندھے بغیر نکلے تھے۔ آپ ﷺ مقامِ روحاء سے نکلے۔ آپ تنگ درے سے نکلے، پھر خبیر تین تک آئے۔ آپ نے ان دونوں کے درمیان نماز پڑھی۔ پھر آپ دائیں جانب ہو لیے اور وادی میں ڈرتے ہوئے گزرے حتیٰ کہ جب خیف معترضہ پر سے گزرے تو آپ ثنیہ معترضہ میں چلے، حتیٰ کہ تیا پر چلے۔ اسی جگہ سفیان ضمری سے ملاقات ہوئی۔ آپ ﷺ جلدی میں تھے اور آپ کے ساتھ حضرت قتادہ بن نعمان ظفری رضی اللہ عنہ تھے یا عبداللہ بن کعب مازنی رضی اللہ عنہ تھے یا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ تھے۔ آپ تیا پر سفیان ضمری سے ملے۔ آپ نے پوچھا: کون ہے؟ ضمری نے کہا: پہلے تم بتاؤ کون ہو؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تم ہمیں بتلاؤ ہم تمہیں بتلائیں گے۔ اس نے کہا: یہ اس کے بدلے میں ہو جائے گا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ہاں۔ ضمری نے کہا: جو چاہو پوچھ لو۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ہمیں قریش کی خبر دو۔ ضمری نے کہا: مجھے معلوم ہوا ہے کہ وہ فلاں فلاں دن مکہ سے نکلے۔ اگر تو مجھے خبر دینے والا سچا ہے تو وہ اس وادی کی دوسری جانب میں ہوں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہمیں محمد اور اس کے ساتھیوں کے بارے میں بتلاؤ۔ اس نے کہا: مجھے معلوم ہوا کہ وہ یثرب سے فلاں فلاں دن نکلے ہیں۔ اگر تو مجھے خبر دینے والا سچا ہے تو وہ اس وادی کی اسی جانب ہوں گے۔ لیکن تم کون ہو؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ہمارا تعلق پانی سے ہے۔ آپ نے اپنے ہاتھ سے عراق کی جانب اشارہ کیا۔ ضمری نے کہا: عراق کے پانی سے ہوں گے۔ پھر آپ ﷺ اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرف لوٹ آئے اور دونوں فریقوں میں سے کوئی بھی دوسرے کے ٹھکانے کو نہیں جانتا تھا۔ ان کے درمیان ریت کا بلند ٹیلہ تھا۔ آپ نے دبہ میں نماز پڑھی، پھر آپ نے سیر میں نماز پڑھی۔ پھر آپ نے دو پہاڑوں کی طرف دیکھا۔ پوچھا: ان پہاڑوں کے کیا نام ہیں؟ انہوں نے کہا: مسلح اور مخرئ۔ پوچھا: یہاں کون رہتا ہے؟ لوگوں نے بتلایا، بنونار اور بنوحراق۔ آپ خبیر تین کے پاس سے لوٹ گئے۔ پھر چلتے رہے، حتیٰ کہ آپ پہاڑوں کے دامن سے گزر گئے اور انہیں اپنی بائیں جانب چھوڑ دیا۔ حتیٰ کہ آپ معترضہ میں چلے۔ یہاں آپ سے بسبس اور عدی بن ابوزغباء رضی اللہ عنہما ملے اور آپ کو تمام خبروں سے آگاہ کیا۔

میدانِ بدر میں لشکر اسلام کی آمد

رسول اللہ ﷺ وادیٔ بدر میں جمعہ کی رات عشاء کے وقت پہنچے۔ یہ رمضان کی سترہ تاریخ تھی۔ آپ نے حضرت علی، زبیر، سعد بن ابی وقاص اور بسبس بن عمرو رضی اللہ عنہم کو پانی پر جاسوسی کے لیے بھیجا اور آپ ﷺ نے ظریب کی طرف اشارہ کیا۔ فرمایا: مجھے امید ہے کہ تم اس کنویں کے پاس کوئی خبر پاؤ گے جو ظریب کے قریب ہے۔ قلیب کوہِ ظریب کی جڑ میں ایک کنواں تھا اور ظریب ایک چھوٹا پہاڑ تھا۔ پھر جب وہ کنویں کے سامنے ہوئے تو انہوں نے اسی کنویں پر جس کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے

بتلایا تھا، قریش کے پانی والے اونٹوں کو دیکھا، ان کے ساتھ ان کے پانی پلانے والے بھی تھے۔ ان کی آپس میں جھڑپ ہوگئی۔ عام لوگ بچ کر بھاگ نکلے۔ انہی بچ نکلنے والوں میں ایک عجیر بھی تھا۔ یہ پہلا شخص تھا جو قریش کے پاس رسول اللہ ﷺ کی خبر لایا۔ اس نے آکر ندا کی: اے آلِ غالب! یہ ابو کبشہ کا بیٹا اور اس کے ساتھی آچکے ہیں اور انہوں نے تمہارے پانی پلانے والوں کو پکڑ لیا ہے۔ لشکر میں بھگدڑ مچ گئی اور ان پر یہ خبر بجلی بن کر گری۔

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم اپنے خیمے میں بیٹھے اپنے اونٹ کا گوشت بھون رہے تھے۔ اچانک ہم نے خبر سنی تو ہم کھانے سے بے پروا ہوگئے اور لوگ ایک دوسرے سے ملے۔ مجھے عتبہ بن ربیعہ ملے اور کہا: اے ابو خالد! میں نہیں جانتا کہ کسی کا نکلنا ہمارے نکلنے سے زیادہ عجیب ہو۔ ہمارا قافلہ تو نجات پا چکا ہے اور ہم ایک قوم کی طرف ان کے شہروں میں ان پر بغاوت کرنے آئے ہیں۔ پھر عتبہ نے کہا: معاملہ سنگین ہے اور اس کی کوئی رائے نہیں جس کی بات نہ مانی جائے۔ یہ ابن حنظلیہ کی نحوست ہے۔ اے ابو خالد! کیا آپ کو خوف ہے کہ قوم رات کو ہم پر شب خون مارے گی؟ میں نے کہا: میں اس سے بے خوف نہیں ہوں۔ پوچھا: پھر تمہاری کیا رائے ہے؟ انہوں نے کہا: ہم صبح ہونے تک پہرہ دیں گے اور تم اپنے پیچھے نظر رکھو گے۔ عتبہ نے کہا: یہ رائے درست ہے۔ چنانچہ ہم نے صبح تک پہرہ دیا۔

ابوجہل نے کہا: یہ کیا ہے؟ یہ عتبہ کے حکم سے ہے؟ جو محمد اور اس کے ساتھیوں سے لڑائی کو پسند نہیں کرتا۔ یہ تو بڑی عجیب بات ہے۔ کیا تمہارا خیال ہے کہ محمد اور اس کے ساتھی تمہاری جمعیت پر حملہ کریں گے۔ اللہ کی قسم! میں اپنی قوم کو لے کر ایک طرف ہوتا ہوں۔ کوئی ہمارا پہرہ نہ دے۔ پھر وہ ایک جانب چلا گیا اور ان پر خوب بارش ہوئی۔ عتبہ کہنے لگا: بے شک یہ نحوست ہے۔ انہوں نے تمہارے پانی والوں کو پکڑ لیا ہے۔ اس رات عبید بن سعید بن عاص کے غلام یسار بھی پکڑے گئے اور منبہ بن حجاج کا غلام اسلم اور امیہ بن خلف کا غلام ابورافع بھی پکڑا گیا۔ انہیں نبی کریم ﷺ کے پاس لایا گیا۔ آپ کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔ انہوں نے کہا: ہم قریش کے پانی لانے والے ہیں۔ انہوں نے ہمیں پانی لینے کے لیے بھیجا تھا۔ لوگوں کو ان کی خبر اچھی نہ لگی۔ انہیں امید تھی کہ وہ ابوسفیان اور قافلے والوں کے ہوں گے۔ انہوں نے ان کو خوب مارا پیٹا۔ جب مار نے انہیں بے چین کر دیا تو وہ کہنے لگے: ہم ابوسفیان کے آدمی ہیں اور ہم قافلے میں تھے اور یہ قافلہ اس ٹیلے کے پاس ہے۔ وہ رک گئے۔ اس دوران رسول اللہ ﷺ نے اپنی نماز سے سلام پھیر دیا۔ پھر فرمایا: اگر انہوں نے سچ بولا تو تم نے ان کو مارا اور اگر جھوٹ بولا تو تم نے چھوڑ دیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بتلایا کہ اے اللہ کے رسول! یہ ہمیں بتلا رہے ہیں کہ قریش آچکے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: انہوں نے تم سے سچ کہا ہے۔ قریش اپنے قافلے کی حفاظت کے لیے نکلے تھے اور انہیں اس کے بارے میں تمہارا ڈر تھا۔

پھر آپ ﷺ ان پانی والوں پر متوجہ ہوئے اور پوچھا: قریش کہاں ہیں؟ انہوں نے بتلایا: اس ٹیلے کے پیچھے ہیں جو دکھائی دے رہا ہے۔ آپ نے پوچھا: وہ کتنی تعداد میں ہیں؟ کہنے لگے: بہت زیادہ ہیں۔ پوچھا: تعداد کتنی ہے؟ انہوں نے کہا: ہم نہیں جانتے، ان کی تعداد کتنی ہے۔ آپ نے پوچھا: وہ کتنے اونٹ ذبح کرتے ہیں؟ انہوں نے کہا: کسی دن دس، کسی دن نو۔

آپ ﷺ نے فرمایا: وہ لوگ نو سو سے ہزار کے درمیان ہیں۔ پھر آپ ﷺ نے ان سے پوچھا: مکہ سے کون کون نکلا ہے؟ انہوں نے کہا: جس کے پاس بھی کھانے کے لیے کچھ تھا وہ نکل آیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: یہ مکہ ہے، اس نے تمہاری طرف اپنے جگر کے ٹکڑے ڈال دیے ہیں۔ پھر آپ نے ان سے پوچھا: کیا ان میں سے کوئی واپس گیا ہے؟ انہوں نے کہا: ابن ابو شریق بنو زہرہ کو لے کر واپس چلا گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ ان میں سب سے زیادہ ہدایت یافتہ نکلا، حالانکہ وہ ہدایت یافتہ نہیں تھا۔ میرے علم کے مطابق وہ اللہ اور اس کی کتاب کا بڑا دشمن تھا۔ پھر پوچھا: کیا ان کے علاوہ کوئی اور بھی گیا ہے؟ انہوں نے کہا: بنو عدی بن کعب بھی چلے گئے۔

پڑاؤ سے متعلق صحابہ رضی اللہ عنہم سے مشاورت

پھر رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا: مجھے مشورہ دو کہ کہاں پڑاؤ ڈالا جائے۔ حضرت حباب بن منذر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! بھلا بتلائیں، کیا یہ منزل نہیں جس میں اللہ نے آپ کو ٹھہرایا۔ پھر ہمارے لیے بہتر نہیں ہوگا کہ ہم اس سے آگے بڑھیں یا پیچھے ہٹیں یا پھر جنگ اور تدبیر کو سامنے رکھ کر رائے دی جائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں بلکہ جنگ اور تدبیر کو سامنے رکھ کر رائے دو۔ انہوں نے عرض کیا: پھر یہ پڑاؤ کی جگہ نہیں ہے۔ آپ ہمیں پانی کے قریب لے کر چلیے۔ میں اسے اور وہاں کے کنوؤں کو جانتا ہوں۔ وہاں ایک کنواں ہے جس کے متعلق مشہور ہے کہ اس کا پانی میٹھا ہے اور بہت زیادہ ہے، ختم نہیں ہوتا۔ پھر ہم اس پر حوض بنا دیں گے اور اس میں برتن ڈال دیں گے۔ پھر ہم پیتے رہیں گے اور لڑتے رہیں گے اور ہم دیگر کنوؤں کی بنسبت نشیب میں ہوں گے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: حضرت جبریل علیہ السلام رسول اللہ ﷺ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا: وہی رائے بہتر ہے جس کا حباب نے مشورہ دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے حباب! تم نے بہترین رائے پیش کی۔ چنانچہ آپ ﷺ اٹھے اور وہی سب کیا۔

حضرت معاذ بن رفاعہ اپنے والد سے نقل فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بارش بھیجی۔ وہ وادی نرم تھی۔ دھس سے مراد بہت زیادہ ریت والی زمین ہے۔ سو ہم پر ایسی بارش ہوئی جس نے زمین کو جما دیا اور ہمیں چلنے میں کوئی دقت پیش نہیں آئی۔ ادھر قریش پر بھی بارش ہوئی جس کی وجہ سے وہ چلنے سے عاجز آگئے۔ ان کے درمیان ریت کا ایک بڑا ٹیلہ تھا۔

محدثین بیان فرماتے ہیں: اس رات مسلمانوں پر اونگھ طاری ہوگئی اور وہ سو گئے اور ان پر نازل ہونے والی بارش نے انہیں کوئی تکلیف نہیں پہنچائی۔

میدانِ جنگ میں اونگھ رحمت ہے

حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اس رات ہم پر اونگھ طاری ہوگئی، حتیٰ کہ میں خوب مضبوط ہو کر بیٹھتا۔ پھر بھی زمین

کی طرف جھکا جاتا تھا اور مجھ میں اس کی طاقت ہی نہیں تھی۔ یہی حال رسول اللہ ﷺ اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کا تھا۔

حضرت سعد بن ابو وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے دیکھا کہ میری ٹھوڑی میرے ہاتھوں کے درمیان تھی اور مجھے کچھ پتہ نہ چلا حتیٰ کہ میں اپنے پہلو کے بل گر گیا۔

حضرت رفاعہ بن رافع بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: مجھ پر نیند کا غلبہ ہوا اور مجھے احتلام ہو گیا۔ حتیٰ کہ میں نے رات کے آخری حصے میں غسل کیا۔

محدثین بیان فرماتے ہیں: جب رسول اللہ ﷺ پانی والوں کو پکڑنے کے بعد منزل کی طرف پھرے تو آپ نے حضرت عمار بن یاسر اور ابن مسعود رضی اللہ عنہما کو بھیجا۔ انہوں نے لوگوں کے ارد گرد چکر لگا کر دیکھا۔ پھر نبی کریم ﷺ کے پاس لوٹ آئے اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! وہ لوگ تو خوفزدہ اور گھبرائے ہوئے ہیں۔ حتیٰ کہ اگر گھوڑا ہنہنانا چاہتا ہے تو اس کے منہ پر مارتے ہیں۔ نیز ان پر بہت سخت بارش برس رہی ہے۔

پھر جب صبح ہوئی تو نبیہ بن حجاج کہنے لگا، یہ نشانات سے پہچان لیتا تھا کہ یہ ابن سمیہ اور ابن ام عبد کے نشانات ہیں۔ میں جان گیا ہوں کہ محمد ہمارے اور یثرب والے (معاذ اللہ) بے وقوفوں کو لے کر آچکا ہے۔ پھر اس نے کہا:

''بھوک نے ہمارے لیے رات گزارنے کا وقت نہیں چھوڑا۔ اب ضروری ہے کہ یا ہم مرجائیں یا پھر مار ڈالیں۔''

ابوعبداللہ فرماتے ہیں: میں نے نبیہ بن حجاج کا قول ''بھوک نے ہمارے لیے رات گزارنے کا وقت نہیں چھوڑا'' محمد بن یحییٰ بن سہل بن ابو حثمہ رحمۃ اللہ علیہ سے ذکر کیا تو انہوں نے فرمایا: میری عمر کی قسم! وہ پیٹ بھرے ہوئے تھے۔ مجھے میرے والد نے بتلایا کہ انہوں نے نوفل بن معاویہ سے سنا: ہم نے اس رات دس اونٹ ذبح کیے تھے۔ ہم ایک خیمے میں کوہان، جگر اور عمدہ گوشت بھون رہے تھے۔ ہمیں رات کو حملے کا خوف تھا۔ ہم فجر روشن ہونے تک پہرہ دیتے رہے۔ پھر فجر کی روشنی پھیلنے کے بعد میں نے منبہ کو یہ کہتے ہوئے سنا: یہ ابن سمیہ اور ابن مسعود کے نشاناتِ قدم ہیں اور وہ یہ بھی کہہ رہا تھا:

''ہمیں خوف نے رات گزارنے کے لیے وقت نہیں دیا اب ضروری ہے کہ ہم مرجائیں یا مار ڈالیں۔''

اے قریش کی جماعت! کل دیکھنا اگر ہماری محمد اور اس کے ساتھیوں سے لڑائی ہوئی تو تم اپنے انساب کو ان میں باقی رکھنا اور یثرب والوں کو لازم پکڑنا۔ اس لیے کہ اگر ہم انہیں لے کر مکہ گئے تو یہ اپنی گمراہی کو دیکھ لیں گے اور یہ اپنے آباء کے دین سے الگ نہیں ہوں گے۔

حضرت محمد بن لبید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب رسول اللہ ﷺ کنویں پر اترے تو آپ کے لیے کھجور کی شاخوں سے ایک چھت بنا دی گئی۔ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ اٹھے اور ننگی تلوار لیے اس خیمے کے دروازے پر کھڑے ہو گئے۔ نبی کریم ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اندر تشریف لے گئے۔

حضرت عبداللہ بن ابی بکر بن حزم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے قریش کے پڑاؤ ڈالنے سے پہلے اپنے

صحابہ رضی اللہ عنہم کی صف بندی فرما دی۔ قریش جب سامنے آئے تو رسول اللہ ﷺ ان کی صف بندی فرما رہے تھے۔ انہوں نے حوض سے برتن بھر لیے تھے اور وہ سحری سے وافر مقدار میں وہاں سے پانی لے رہے تھے اور اپنے برتن اس میں ڈالے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ نے اپنا جھنڈا حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو دے دیا۔ وہ اسے لے کر آگے بڑھے اور جہاں آپ ﷺ چاہتے تھے اسے گاڑ دیا۔ آپ ﷺ کھڑے ہو کر صفوں کو دیکھنے لگے۔ پھر آپ نے مغرب کی طرف رخ کیا اور سورج کو اپنے پیچھے چھوڑ دیا۔ جبکہ مشرکین دوسری جانب تھے اور سورج ان کے سامنے تھا۔

آپ ﷺ عدویہ شامیہ میں اترے اور وہ عدویہ یمانیہ میں اترے۔ یہ دونوں نہر کے کنارے تھے اور وادی اس کی دونوں جانب تھی۔ آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے ایک شخص آئے اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اگر آپ کی جانب سے یہ ترتیب وحی کی وجہ سے ہے جو آپ پر نازل ہوئی تو اسے پورا کیجئے، وگرنہ میری رائے یہ ہے کہ وادی کے بلند حصے میں چلے جائیں۔ میں نے دیکھا ہے کہ ہوا وادی کے بلند حصے سے آ رہی ہے اور میرا خیال ہے وہ آپ کی مدد کے لیے بھیجی گئی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے صف بندی بھی کر لی ہے اور جھنڈا بھی گاڑ دیا ہے۔ سو میں اسے نہیں بدلوں گا۔ پھر آپ ﷺ نے اپنے رب تعالیٰ سے دعا کی۔ حضرت جبریئل علیہ السلام یہ آیت لے کر اترے۔ ''جب آپ اپنے رب سے مدد مانگ رہے تھے تو اس نے آپ کی دعا قبول کی کہ میں ایک ہزار فرشتوں سے تمہاری مدد کروں گا جو ایک دوسرے کے پیچھے آئیں گے۔''

عشق نبوی ﷺ کا عجیب واقعہ

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے اس دن صفوں کو بالکل سیدھا کیا۔ حضرات سواد بن غزیہ رضی اللہ عنہ صف سے آگے بڑھ گئے۔ نبی کریم ﷺ نے پیالہ ان کے پیٹ میں دے مارا اور فرمایا: اے سواد! سیدھے ہو جاؤ۔ حضرت سواد رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: آپ نے مجھے تکلیف پہنچائی ہے۔ اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ نبی بنا کر بھیجا ہے! مجھے قصاص دیجیے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے پیٹ سے کپڑا ہٹا دیا اور فرمایا: لے لو قصاص۔

چنانچہ وہ آپ کے ساتھ لپٹ گئے اور آپ کو بوسہ دیا۔ آپ نے پوچھا: تجھے ایسا کرنے پر کس نے ابھارا؟ عرض کیا: اللہ کا حکم آ چکا ہے جو آپ دیکھ رہے ہیں۔ مجھے قتل ہونے کا ڈر ہے۔ میں نے چاہا کہ میرا آخری معاملہ آپ سے یہ ہو کہ میں نے آپ سے معانقہ کیا ہو۔ محدثین رحمہم اللہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ اس دن صفوں کو اس طرح سیدھا فرما رہے تھے جیسے تیر کو سیدھا کیا جاتا ہے۔

غزوہ بدر میں فرشتوں کی مدد

بنو اود کے ایک شخص سے منقول ہے کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا، وہ کوفہ میں ہمیں خطبہ دے رہے تھے۔ فرمایا: میں بدر کے کنویں سے پانی پی رہا تھا، یعنی ڈول سے کھینچ کر پانی لے رہا تھا کہ ایک ہوا آئی۔ میں نے اتنی شدید ہوا

کبھی نہیں دیکھی، پھر وہ گزر گئی۔ پھر ایک اور ہوا آئی۔ میں نے اس جیسی بھی نہیں دیکھی، مگر وہ پہلی سے کم تھی۔ پھر اسی طرح یکے بعد دیگرے ہوا کے تیز جھونکے آئے۔ پہلے جھونکے میں حضرت جبریل علیہ السلام ایک ہزار فرشتوں کے ساتھ آئے تھے اور وہ آپ ﷺ کے ساتھ ہو لیے۔ دوسرے جھونکے میں میکائیل علیہ السلام ایک ہزار فرشتوں کو لیے ہوئے تھے اور وہ لشکر کی دائیں جانب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہو لیے اور تیسرے جھونکے میں حضرت اسرافیل علیہ السلام تھے جو ایک ہزار فرشتوں کے ساتھ تھے اور وہ لشکر میں بائیں جانب ہو لیے، میں بھی اسی جانب تھا۔

پھر جب اللہ عزوجل نے اپنے دشمنوں کو شکست دی تو رسول اللہ ﷺ نے مجھے اپنے گھوڑے پر سوار کرلیا۔ وہ مجھے لے کر سرپٹ دوڑنے لگا۔ جب وہ تیز دوڑا تو میں اس کی گردن پر آگرا۔ میں نے اپنے رب سے دعا کی۔ اس نے مجھے روکا، تب میں سیدھا ہوا۔ مجھے بھلا گھوڑے سے کیا سروکار میں تو بکریوں والا تھا۔ پھر جب میں سیدھا ہوا تو میں نے اپنے ہاتھ سے اسے نیزہ مارا اور مجھ سے اس کی بغل خون آلود ہو گئی۔

محدثین بیان فرماتے ہیں: اس دن لشکر کے دائیں حصے پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ امیر تھے اور مشرکین کے گھڑسواروں پر زمعہ بن اسود نگران تھا۔

حضرت یحییٰ بن مغیرہ بن عبدالرحمن رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد سے نقل فرماتے ہیں کہ مشرکین کے گھڑسواروں پر حارث بن ہشام نگران تھا۔ لشکر کے دائیں حصے پر ہبیرہ بن ابووہب اور بائیں حصے پر زمعہ بن اسود امیر تھا۔ بعض نے کہا: دائیں حصے پر حارث بن عامر اور بائیں حصے پر عمرو بن عبد امیر تھا۔

حضرت داؤد بن حصین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: غزوۂ بدر میں نبی کریم ﷺ کی دائیں اور بائیں جانب لشکر پر کوئی خاص آدمی مقرر نہیں تھا۔ اسی طرح مشرکین کی دائیں اور بائیں جانب کسی خاص آدمی کی تقرری کا ہم نے نہیں سنا۔

ابن واقد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہی ہمارے نزدیک راجح ہے۔

مسلمین اور مشرکین کے علمبردار

حضرت عمر بن حسین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس دن رسول اللہ ﷺ کا جھنڈا کافی بڑا تھا۔ مہاجرین کا جھنڈا مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے پاس تھا۔ خزرج کا جھنڈا حباب بن منذر رضی اللہ عنہ کے پاس تھا اور اوس کا جھنڈا حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے پاس تھا۔

قریش کے تین جھنڈے تھے۔ ایک جھنڈا ابوعزیز کے پاس تھا، دوسرا نضر بن حارث کے پاس تھا اور تیسرا طلحہ بن ابوطلحہ کے پاس تھا۔

میدانِ جنگ میں رسول اللہ ﷺ کا خطبہ

فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے اس دن خطبہ ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی، پھر فرمایا: آپ انہیں حکم فرمارہے

تھے، انہیں ابھار رہے تھے اور انہیں اجر میں ترغیب دے رہے تھے۔

آپ نے فرمایا: امابعد! میں تمہیں اسی چیز پر ابھارتا ہوں جس پر اللہ تعالیٰ نے تمہیں ابھارا اور اسی چیز سے تمہیں منع کرتا ہوں جس سے اللہ نے تمہیں منع کر دیا۔ اللہ تعالیٰ بڑی شان والے ہیں۔ وہ حق بات کا حکم کرتے ہیں اور سچائی سے محبت کرتے ہیں اور وہ اہل خیر کو ان کے مرتبوں کے مطابق عطا فرماتے ہیں۔ اسی سے ان کا ذکر ہوتا ہے اور اسی سے ان کی برتری ہوتی ہے اور تم نے صبح حق کی منازل میں سے ایک منزل پر کی ہے۔ اللہ تعالیٰ یہاں صرف اسی کا عمل قبول فرمائیں گے جو اس کی رضا کا طالب ہو اور جنگ کی تکالیف میں صبر کرنا ایسی چیز ہے جس سے اللہ تعالیٰ پریشانی کو ختم فرما دیتے ہیں اور غم سے نجات عطا فرما دیتے ہیں اور آخرت میں تم اسی کے ذریعے نجات پاؤ گے۔ تمہارے اندر اللہ کا نبی ہے جو تمہیں ڈرا رہا ہے اور تمہیں حکم دے رہا ہے۔ سو تم آج کے دن اپنے معاملات میں کسی بھی چیز کے بارے میں حیا کرنا کہ اللہ اس پر مطلع ہو اور اس کی وجہ سے وہ تم سے ناراض ہو۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اللہ کی ناراضگی تمہارے خود پر ناراض ہونے سے بڑی ہے۔ اس کی طرف دیکھو جو اس نے تمہیں اپنی کتاب میں حکم دیا اور تمہیں اپنی نشانیاں دکھلائیں اور تمہیں ذلت کے بعد عزت سے نوازا۔ سو اسی کے دامن کو مضبوطی سے تھامے رہو۔ تمہارا پروردگار تم سے راضی ہو اور تم ان جگہوں میں اپنے رب کے حکم کی پوری کوشش کرنا تاکہ تمہیں اس کی رحمت اور مغفرت حاصل ہو جس کا اس نے تم سے وعدہ کیا ہے۔ بے شک اس کا وعدہ برحق ہے اور اس کی بات سچی ہے اور اس کا عذاب سخت ہے اور میں اور تم اللہ حیی قیوم کی طرف اپنی کمروں کو جھکاتے ہیں۔ اسی کو ہم نے مضبوطی سے پکڑا اور اسی پر ہم نے بھروسہ کیا اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور تمام مسلمانوں کو معاف کرے۔

حضرت عروہ بن زبیر اور یزید بن رومان رضی اللہ عنہم سے منقول ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے قریش کو وادی میں اترتے دیکھا اور سب سے پہلا نظر آنے والا زمعہ بن اسود تھا، جو اپنے گھوڑے پر سوار تھا اور اس کے پیچھے اس کا بیٹا تھا۔ وہ گھوڑا لے کر ادھر ادھر گھومنے لگا تاکہ اپنی قوم کے لیے کوئی مناسب ٹھکانہ تلاش کرے۔

آپ ﷺ نے یہ دعا کی: اے اللہ! بے شک آپ نے مجھ پر کتاب اتاری اور مجھے قتال کا حکم دیا اور دونوں جماعتوں میں سے ایک کا مجھ سے وعدہ کیا اور آپ وعدہ خلافی نہیں کرتے۔ اے اللہ! یہ قریش اپنے سرداروں اور وڈیروں کو لے کر سامنے آئے ہیں۔ وہ آپ سے لڑتے ہیں اور آپ کے رسول کو جھٹلاتے ہیں۔ اے اللہ! آپ کی مدد جس کا آپ نے ہم سے وعدہ کیا ہے۔ اے اللہ! انہیں صبح ہی ہلاک و برباد فرما۔

پھر عتبہ بن ربیعہ اپنے سرخ اونٹ پر سامنے آیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر قوم میں سے کسی میں کوئی بھلائی تھی تو وہ سرخ اونٹ والے میں تھی۔ اگر وہ اس کی بات مانتے تو ہدایت پا جاتے۔

حضرت عبداللہ بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایماء بن رحضہ نے اپنے بیٹے کو دس اونٹ دے کر قریش کی طرف بھیجا تھا۔ جب وہ اس کے پاس سے گزرے تو اس نے وہ اونٹ انہیں ہدیہ کر دیے اور کہا: اگر تم چاہو کہ ہم اسلحے اور مردوں سے تمہاری مدد

کریں تو ہم اس کے لیے تیار بھی ہیں اور مدد بھی کر دیں گے۔ انہوں نے پیغام بھیجا۔ آپ نے صلہ رحمی کر دی اور وہ پورا کر دیا جو آپ پر لازم تھا۔ اس نے کہا: میری عمر کی قسم! اگر ہم لوگوں سے قتال کریں تو ہم ان کے مقابلے میں کمزور نہیں ہیں اور اگر ہم اللہ سے جنگ لڑیں جیسا کہ محمد کا گمان ہے تو اللہ سے جنگ کی کسی میں طاقت نہیں۔

حضرت خفاف بن ایماء بن رحضہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میرے والد کے نزدیک لوگوں کے درمیان صلح کروانے سے زیادہ کوئی چیز محبوب نہیں تھی۔ وہ کام گویا ان کے ذمہ تھا۔ جب قریش کا گزر ہوا تو انہوں نے مجھے دس اونٹ قریش کے لیے بطور ہدیہ دے کر بھیجا۔ میں انہیں کھینچ رہا تھا اور میرے والد میرے پیچھے پیچھے تھے۔ میں نے وہ قریش کو دے دیے، انہوں نے اسے قبول کیا اور قبائل میں تقسیم کر دیا۔

میرے والد کا گزر عتبہ بن ربیعہ پر سے ہوا، جو اُن دنوں لوگوں کا سردار تھا۔ انہوں نے کہا: اے ابو ولید! یہ قافلہ کیسا ہے؟ اس نے کہا: میں نہیں جانتا، اللہ کی قسم! میں تو خود مجبور ہوں۔ اس نے کہا: آپ قبیلے کے سردار ہیں۔ پھر کیا چیز آپ کو روک رہی ہے کہ آپ لوگوں کو لے کر لوٹ جائیں اور اپنے حلیف کا خون اٹھائیں اور اس قافلے کو لیں جو نخلہ میں بچ گئے تھے اور اسے اپنی قوم پر تقسیم کر دیں؟ اللہ کی قسم! تم محمد کی جانب سے صرف یہی چیز لے پاؤ گے۔ اللہ کی قسم! اے ابو ولید! تم محمد اور اس کے ساتھیوں سے لڑ کر خود کو ہلاک کر رہے ہو۔

حضرت ابن ابو زناد رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد سے نقل فرماتے ہیں کہ ہم نے کسی کے بارے میں نہیں سنا جو مال کے بغیر سردار بن گیا ہو، سوائے عتبہ بن ربیعہ کے۔

حضرت محمد بن جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب لوگوں نے پڑاؤ ڈالا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو قریش کی طرف بھیجا اور پیغام دیا کہ لوٹ جاؤ، یہ معاملہ تمہیں میرے علاوہ کسی اور سے پیش آئے یہ مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ یہ تمہیں میری جانب سے پیش آئے اور مجھے یہ معاملہ تمہارے علاوہ سے پیش آئے یہ مجھے اس سے زیادہ محبوب ہے کہ یہ مجھے تمہاری طرف سے پیش آئے۔

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: آپ نے آدھی پیش کش کی۔ مگر وہ پھر بھی سامنے ہوئے رہے۔ اللہ کی قسم! تم اس کی آدھی پیش کش کے کبھی اس کے خلاف مدد نہیں دیے جاؤ گے۔ ابو جہل نے کہا: اللہ کی قسم! ہم اب نہیں لوٹیں گے جب کہ اللہ نے ہمیں ان پر قدرت دی ہے اور دیکھنے کے بعد اب کسی نشان کو نہیں ڈھونڈیں گے اور نہ ہی اس کے بعد کوئی کبھی ہمارے قافلے کے پیچھے پڑے گا۔

فرماتے ہیں: قریش کے چند لوگ سامنے آئے۔ وہ حوض پر آپہنچے۔ ان میں حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ مسلمانوں نے چاہا کہ ان کا قلع قمع کر دیں۔ مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انہیں چھوڑ دو۔ وہ پانی پر آئے اور انہوں نے پانی پیا۔ جس نے بھی اس سے پانی پیا وہ ہلاک ہو گیا۔ صرف حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ باقی بچے۔

حضرت سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت حکیم رضی اللہ عنہ دو مرتبہ ہلاکت سے بچے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے بھلائی کا ارادہ کر لیا تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مشرکین کے چند لوگوں پر سے گزرے، جو آپ کا ارادہ کیے بیٹھے تھے۔ آپ نے یٰسین پڑھی اور ان کے سروں پر مٹی ڈال دی۔ ان میں سے جس کو بھی وہ مٹی لگی وہ مارا گیا سوائے حکیم رضی اللہ عنہ کے۔

وہ بدر والے دن حوض پر آئے۔ اس دن حکیم رضی اللہ عنہ کے علاوہ جو بھی حوض پر آیا مارا گیا۔

بیان فرماتے ہیں: جب لوگ مطمئن ہو گئے تو انہوں نے عمیر بن وہب جمحی کو بھیجا۔ وہ پیالے والے تھے۔ انہوں نے کہا: محمد اور اس کے ساتھیوں کا اندازہ لگا کر بتاؤ۔ وہ میدانِ جنگ کے گرد گھوڑا لیے گھوما۔ اس نے وادی کو پرکھا اور اوپر چڑھ گیا، اس خیال سے کہ شاید ان کے لیے کوئی مدد یا کمین ہو۔ پھر وہ لوٹ آیا اور کہنے لگا: نہ ان کے لیے کوئی مدد ہے اور نہ کمین۔ وہ لوگ تین سو سے کچھ اوپر ہیں۔ ان کے پاس ستر اونٹ اور دو گھوڑے ہیں۔ پھر اس نے کہا: اے قریش کی جماعت! آزمائشیں اموات کو اٹھائے ہوتی ہیں۔ یثرب کے پانی پلانے والے چوپائے سیراب کرنے والی موت کو اٹھائے ہوئے ہیں۔ وہ ایسے لوگ ہیں کہ ان کا دفاع اور جائے پناہ صرف ان کی تلواریں ہیں۔ کیا تم انہیں گونگا نہیں دیکھ رہے، جو بالکل بات نہیں کر رہے اور کوبرے کی طرح پھنکار رہے ہیں۔ اللہ کی قسم! میں تو یہی دیکھ رہا ہوں کہ اگر ان میں سے کوئی شخص مارا گیا تو ہم میں سے بھی ضرور کوئی آدمی مارا جائے گا۔ پھر جب تم انہی جتنے مارے جاؤ گے تو اس کے بعد زندگی میں کیا مزہ رہے گا۔ سو تم اپنی رائے میں مزید غور و فکر کر لو۔

حضرت یونس بن محمد ظفری رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد سے نقل فرماتے ہیں کہ جب انہیں عمیر بن وہب نے یہ بات کہی تو انہوں نے ابو اسامہ جشمی کو بھیجا۔ وہ شہسوار تھا۔ اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کے اردگرد چکر لگایا۔ پھر ان کی طرف لوٹ کر آیا تو انہوں نے پوچھا: تم نے کیا دیکھا؟ اس نے کہا: اللہ کی قسم! میں نے نہ کوئی خاص جانور دیکھے ہیں، نہ تعداد، نہ حلقہ اور نہ ہی گھوڑے اور ہتھیار۔ لیکن قسم بخدا! میں نے ایسی قوم کو دیکھا ہے جو اپنے گھر والوں کی طرف لوٹنے کا ارادہ نہیں رکھتی۔ وہ لوگ مرنے کو تیار ہیں۔ ان کی محافظ اور جائے پناہ صرف ان کی تلواریں ہیں۔ ان کی آنکھیں نیلی ہیں۔ گویا وہ ڈھال کے نیچے ایک کنکری کی طرح ہیں۔ پھر کہنے لگا: مجھے ڈر ہے کہ کہیں ان کے لوگ گھات میں نہ ہوں یا کوئی مدد آنے والی نہ ہو۔ پھر وہ وادی میں گیا اور اوپر چڑھ گیا۔ پھر ان کی طرف لوٹ کر آیا اور کہنے لگا: نہ ان کی کوئی گھات ہے اور نہ مدد۔ سو تم اپنی رائے میں غور و فکر کر لو۔

محدثین رحمہم اللہ بیان فرماتے ہیں: جب حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ نے عمیر بن وہب کی بات سنی تو وہ لوگوں میں چلنے پھرنے لگے اور عتبہ بن ربیعہ کے پاس آئے اور کہا: اے ابو ولید! آپ قریش کے بڑے اور ان کے سردار ہیں۔ آپ کی بات مانی جاتی ہے۔ کیا آپ چاہتے ہیں کہ ہمیشہ اس کی خیر باقی رہے، جیسے آپ نے عکاظ والے دن کیا۔ عتبہ ان دنوں لوگوں کے سردار تھے۔ پوچھنے لگا: اے ابو خالد! وہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا: آپ لوگوں کو لے کر لوٹ جائیں اور اپنے حلیف کا خون اٹھائیں اور جو اس قافلے سے محمد کو بطنِ نخلہ میں ملا۔ تم محمد سے سوائے اس خون اور قافلے کے کچھ حاصل نہیں کر سکتے۔ عتبہ نے کہا: اچھا پھر عتبہ اپنے

اونٹ پر بیٹھا اور قریش کے مشرکوں میں چلنے پھرنے لگا اور وہ کہہ رہا تھا: اے لوگو! میری بات مان لو۔ اس شخص اور اس کے ساتھیوں سے جنگ مت کرو۔ اس معاملے کو تم میرے سر ڈال دو اور اس کی بزدلی میری وجہ سے قرار دے دو۔ ان میں ایسے لوگ بھی ہیں جو تمہارے قریبی رشتہ دار ہیں اور تم میں سے کوئی اپنے باپ اور بھائی کے قاتل کو دیکھتا رہے گا اور یہ چیز ان کے درمیان انتقام اور غصے کو بھڑکائے گی اور تم انہیں قتل کر کے چھٹکارا نہیں پا سکتے، حتیٰ کہ وہ تمہاری بھی ایک بڑی تعداد کو ہلاک کر دیں گے۔ مزید برآں یہ کہ مجھے اس کا خوف ہے کہ پسپائی تمہاری ہوگی اور تم صرف اس شخص کا خون اور وہ قافلہ حاصل کر سکو گے جو بچ گیا ہے اور میں اس کا ذمہ دار ہوں اور اے میری قوم! اگر محمد (معاذ اللہ) جھوٹا ہوا تو اسے تمہاری طرف سے عرب کے بھیڑیے (عرب کے خون ریز غریب لوگ) کافی ہو جائیں گے اور اگر وہ بادشاہ بنا تو اپنے بھتیجے میں رہو گے اور اگر وہ نبی ہوئے تو تم لوگوں میں سب سے زیادہ نیک بخت ہو گے۔

اے لوگو! میری نصیحت کو رد نہ کرنا اور نہ میری رائے کو بے وقوفی قرار دینا۔ کہتے ہیں: جب ابوجہل نے اس کا خطبہ سنا تو اس سے حسد کرنے لگا اور سوچنے لگا: اگر لوگ عتبہ کے خطاب کی وجہ سے لوٹ گئے تو وہ لوگوں کا سردار بن جائے گا۔ عتبہ لوگوں میں سب سے زیادہ سمجھ دار، صاحب کلام اور ان میں سب سے زیادہ حسین و جمیل تھے۔

پھر عتبہ نے کہا: میں تمہیں ان چہروں میں اللہ کی قسم دیتا ہوں گویا وہ چراغ ہیں کہ تم انہیں ان چہروں کا دوست بنا لو گویا وہ سانپوں کے چہرے ہیں۔

پھر جب عتبہ اپنی گفتگو سے فارغ ہوا تو ابوجہل کہنے لگا: عتبہ تمہیں یہ مشورہ اس لیے دے رہا ہے کہ اس کا بیٹا محمد کے ساتھ ہے اور محمد اس کے چچا کا بیٹا ہے اور وہ نہیں چاہتا کہ وہ اپنے بیٹے یا اپنے چچا زاد بھائی کو قتل کرے۔ اللہ کی قسم! اے عتبہ! تیرا جادو پھر گیا اور جب دو دلیر آپس میں آمنے سامنے ہوئے تو تم بزدل ہو گئے۔ اب تم ہمیں بھی لوٹنے کا حکم دیتے ہو اور ہمیں رسوا کرنا چاہتے ہو؟ نہیں، اللہ کی قسم! ہم نہیں لوٹیں گے، حتیٰ کہ اللہ ہمارے اور محمد کے درمیان فیصلہ کر دے۔ عتبہ غصہ ہو گیا اور کہنے لگا: اے زرد چوتڑ والے! عنقریب تجھے معلوم ہو جائے گا کہ ہم میں سے کون زیادہ بزدل اور کمینا ہے اور عنقریب قریش کو معلوم ہو جائے گا کہ بزدل اور اپنی قوم کو برباد کرنے والا کون ہے۔ اس نے یہ شعر کہا:

''کیا یہ بزدلی ہے، حالانکہ میں ایک اہم کام کا حکم دے رہا ہوں، سو عمرو کی ماں کو بیٹا کھو جانے کی بشارت دے دو۔''

پھر ابوجہل عامر بن حضرمی کے پاس گیا، اس کا بھائی نخلہ میں مارا گیا تھا۔ کہنے لگا: یہ تیرا حلیف (عتبہ) چاہتا ہے کہ لوگوں کو لے کر واپس چلا جائے۔ حالانکہ تم اپنا انجام اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے ہو اور وہ لوگوں کے درمیان رسوا ہوگا۔ اس نے تیرے بھائی کے خون کو برداشت کر لیا ہے۔ اس کا خیال ہے کہ تم دیت کو قبول کر لو۔ کیا تمہیں دیت قبول کرتے ہوئے شرم نہیں آئے گی، جبکہ تم اپنے بھائی کے قاتل پر قادر ہو؟ اٹھو اور اپنے عہد کو پورا کرو۔ عامر بن حضرمی اٹھا اور اس نے اپنے کپڑے پھاڑ دیے، پھر سر پر خاک ڈالی اور چیخ چیخ کر کہنے لگا: واعمراہ! وہ اس سے سب کو رسوا کر رہا تھا، اس لیے کہ وہ قریش میں سے اس کا حلیف تھا۔ اس

نے لوگوں پر اس رائے کو فاسد قرار دیا جس کی طرف انہیں عتبہ نے بلایا تھا۔ عامر نے قسم اٹھائی کہ وہ اب نہیں لوٹے گا یہاں تک کہ محمد کے صحابہ سے قتال کر لے اور عمیر بن وہب سے کہنے لگا: لوگوں کو اکساؤ۔ عمیر سوار ہوا اور مسلمانوں کو زور آزمائی کے لیے بلایا، تا کہ صف ٹوٹ جائے۔ مگر مسلمان اپنی صف پر برقرار رہے اور بالکل بھی نہ ہلے۔ پھر ابن حضرمی آگے بڑھا اور لوگوں کو للکارا۔ پھر کھلم کھلا جنگ چھڑ پڑی۔

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب ابوجہل نے لوگوں پر عتبہ کی رائے کو غلط قرار دیا اور عامر بن حضرمی نے ان کے درمیان پھوٹ ڈال دی اور اپنے گھوڑے کو خطرے میں ڈال دیا تو سب سے پہلے جو شخص اس کی طرف نکلا وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا غلام مجعج تھا۔ اسے عامر نے قتل کر دیا۔

انصار کے سب سے پہلے مقتول حضرت حارثہ بن سراقہ رضی اللہ عنہ تھے، جسے حبان بن عرقہ نے قتل کیا اور بعض نے کہا: وہ عمیر بن حمام رضی اللہ عنہ تھے، جسے خالد بن اسلم عقیلی نے قتل کیا۔

حضرت واقدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ہم نے مکہ والوں میں سے جس سے بھی سنا، اس نے یہی کہا: وہ حبان بن عرقہ تھا۔

فرماتے ہیں: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کے دوران ایک مجلس میں کہا: اے عمیر بن وہب! بدر والے دن تم مشرکین کے لیے ہمارا اندازہ لگانے والے تھے۔ تم وادی میں چڑھے اور اترے۔ گویا میں تمہارے نیچے تمہارے گھوڑے کی طرف دیکھ رہا ہوں۔ تم نے مشرکین کو خبر دی تھی کہ ہماری نہ کوئی گھات ہے اور نہ کوئی مدد۔ انہوں نے فرمایا: اے امیر المومنین! اللہ کی قسم! یہی بات ہے اور ایک اور بات بھی ہے۔ میں ہی اللہ کی قسم! وہ شخص تھا جس نے اس دن لوگوں کے درمیان پھوٹ ڈالی۔ لیکن اللہ تعالیٰ اسلام کو لے آئے اور ہمیں اس کے ذریعے ہدایت دی اور جو ہمارے اندر شرک تھا وہ اس سے بھی بڑا جرم تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم سچ کہہ رہے ہو۔

فرماتے ہیں: عتبہ نے حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے بات کی کہ اس بات سے سوائے ابن حنظلیہ کے کسی کو اختلاف نہیں۔ اس کی طرف جاؤ اور اسے کہو کہ عتبہ اپنے حلیف کے خون کا ذمہ لیتا ہے اور اونٹوں کا ضامن ہے۔

حکیم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں ابوجہل کے پاس آیا۔ وہ خلوق خوشبو لگا رہا تھا اور اس کی زرہ اس کے سامنے رکھی تھی۔ میں نے کہا: عتبہ نے مجھے تمہاری طرف بھیجا ہے۔ وہ غصے سے میری طرف پلٹا اور کہنے لگا: عتبہ کو تیرے علاوہ کوئی اور نہیں ملا تھا جسے وہ بھیجتا؟ میں نے کہا: اللہ کی قسم! اگر کسی اور نے مجھے بھیجا ہوتا تو میں اس بارے میں ایک قدم بھی نہ اٹھاتا۔ لیکن میں تو لوگوں کے درمیان صلح کی خاطر چل پڑا ہوں۔ ابو ولید اپنے قبیلے کا سردار ہے۔ وہ مزید غصہ ہو کر کہنے لگا: تم بھی اسے قبیلے کا سردار کہتے ہو؟ میں نے کہا: ہاں میں کہتا ہوں اور سارا قریش کہتا ہے۔ اس نے عامر کو حکم دیا کہ وہ اپنے عہد کو چیخ چیخ کر بیان کرے اور کپڑے پھاڑ ڈالے اور کہے: عتبہ کو بھوک لگی ہے، اسے ستو پلاؤ۔ مشرکین بھی کہنے لگے: عتبہ بھوکا ہے اسے ستو پلاؤ۔ ابوجہل مشرکین کے عتبہ کے ساتھ اس رویے کو دیکھ کر خوش ہو رہا تھا۔

حضرت حکیم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں منبہ بن حجاج کے پاس آیا اور میں نے ان سے بھی وہی بات کی جو میں نے ابوجہل سے کی تھی۔ میں نے اسے ابوجہل سے بہتر پایا۔ اس نے کہا: تم نے ایک اچھا اقدام کیا ہے اور عتبہ نے بھی لوگوں کو بھلائی کی طرف بلایا ہے۔ پھر میں عتبہ کی طرف لوٹ آیا۔ دیکھا تو وہ قریش کی باتوں سے غصہ میں تھے۔ پھر وہ اپنے اونٹ سے اترے اور لشکر میں لوگوں پر چکر لگایا۔ وہ انہیں لڑائی سے باز رہنے کا حکم دیتے اور لوگ انکار کر دیتے۔ پھر انہیں غیرت آ گئی۔ وہ اترے اور اپنی زرہ پہن لی۔ لوگوں نے اس کے لیے خود منگوایا جسے وہ پہنتے۔ مگر لشکر میں کوئی خود ایسا نہیں ملا جو اسے پورا آتا، کیوں کہ اس کے سر کی ہڈی بڑی تھی۔ جب اس نے یہ دیکھا تو اس نے پگڑی باندھ لی اور منہ لپیٹ لیا۔ پھر اپنے بھائی شیبہ اور بیٹے ولید بن عتبہ کے درمیان ظاہر ہوا۔ اچانک اس نے دیکھا ابوجہل صف میں اپنی گھوڑی پر ہے۔ عتبہ اس کے سامنے آیا اور تلوار سونت لی۔ کہا گیا: وہ تو اللہ کی قسم! اسے مار ڈالے گا۔ پھر اس نے ابوجہل کی گھوڑی کی ٹانگوں پر تلوار دے ماری۔ گھوڑی پیچھے کو ہٹی۔ میں نے کہا: میں نے آج جیسا دن نہیں دیکھا۔ کہتے ہیں: عتبہ نے کہا: نیچے اتر آؤ۔ یہ دن سوار ہونے کا دن نہیں ہے اور تیری قوم کا ہر بندہ سوار نہیں ہے۔ ابوجہل نیچے اتر آیا اور عتبہ کہہ رہا تھا: ابھی تمہیں معلوم ہو جائے گا، ہم میں سے کون اپنے قبیلے کا منحوس ترین آدمی ہے۔ پھر عتبہ نے مقابلے کے لیے مسلمانوں کو پکارا۔

رسول اللہ ﷺ خیمے میں تھے اور صحابہ رضی اللہ عنہم صف باندھے کھڑے تھے۔ آپ لیٹ گئے اور آپ کو نیند آ گئی اور آپ نے فرمادیا: جب تک میں اجازت نہ دوں تم جنگ شروع مت کرنا اور اگر وہ تم پر کود پڑیں تو ان پر تیر برسانا، تلواریں مت اٹھانا، یہاں تک کہ وہ تمہارے بالکل قریب آ جائیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! وہ لوگ قریب آ چکے ہیں اور انہوں نے ہم پر حملہ بھی کر دیا ہے۔ آپ ﷺ بیدار ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو خواب میں وہ بہت تھوڑے دکھائے تھے اور دیکھنے میں بھی وہ لوگ کم لگ رہے تھے۔ آپ ﷺ گھبرا گئے اور آپ نے اپنے ہاتھ دعا کے لیے اٹھا دیے۔ آپ اپنے رب کو وعدۂ مدد یاد دلانے لگے اور یوں دعا کی: اے اللہ! اگر یہ مٹھی بھر لوگ مغلوب ہو گئے تو شرک غالب ہو جائے گا اور تیرا دین قائم نہیں رہے گا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ فرما رہے تھے: اللہ کی قسم! اللہ ضرور آپ کی مدد کریں گے اور آپ کا چہرہ روشن ہوگا۔ ابن رواحہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میں آپ کو مشورہ دوں۔ رسول اللہ ﷺ اس سے زیادہ عظیم اور اللہ کو خوب جاننے والے تھے کہ آپ کو مشورہ دیا جاتا۔ عرض کیا: اللہ عزوجل اس سے بڑے ہیں کہ آپ انہیں ان کا وعدہ یاد دلائیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے ابن رواحہ! میں اللہ کو ان کا وعدہ کیوں نہ یاد دلاؤں۔ اس لیے کہ اللہ وعدہ خلافی نہیں کرتے۔

ادھر عتبہ جنگ کے لیے تیار ہو کر سامنے آ گیا۔ حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ نے اسے کہا: اے ابوالولید! ٹھہرو، ٹھہرو! تم ایک چیز سے منع کر رہے تھے اور اب خود سب سے پہلے اس کے مرتکب ہو رہے ہو۔

خفاف بن ایماء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے بدر والے دن نبی کریم ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دیکھا۔ لوگ صف باندھے

ہوئے تھے اور وہ جنگ کے لیے تیار ہو کر قریب آ چکے تھے۔ میں نے دیکھا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تلواریں نہیں اٹھا رہے تھے۔ انہوں نے اوپر کو کمانیں اٹھا رکھی تھیں اور وہ ایک دوسرے کے لیے ڈھال بنے ہوئے تھے۔ اس لیے کہ صفیں قریب قریب تھیں اور ان کے درمیان کوئی جگہ خالی نہیں تھی۔ جبکہ دوسروں نے سامنے آتے ہی تلواریں سونت لی تھیں۔ مجھے یہ دیکھ کر بڑی حیرت ہوئی۔ میں نے اس کے بعد مہاجرین میں سے ایک شخص سے اس بارے میں پوچھا تو اس نے بتایا کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا کہ جب تک وہ ہمیں ڈھانپ نہ لیں ہم تلوار نہ اٹھائیں۔ فرماتے ہیں: جب لوگ جنگ کے لیے بالکل تیار ہو کر سامنے آ گئے تو اسود بن عبدالاسد مخزومی حوض کے قریب ہو کر کہنے لگا: میں نے اللہ سے عہد کیا تھا کہ میں ضرور ان کے حوض سے پیوں یا اسے گرا دوں گا یا اس کے پاس جان دے دوں گا۔ اسود بن عبدالاسد تیز بھاگا حتی کہ جب وہ حوض کے پاس آیا تو حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ اس کے سامنے آئے۔ انہوں نے اسے مارا اور اس کے پاؤں کاٹ دے۔ اسود لڑکھڑایا اور حوض میں جا گرا۔ اس نے اپنی صحیح ٹانگ سے اسے گرا دیا اور اس کا پانی پیا۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے حوض میں ہی اس کا خاتمہ کر دیا۔ مشرکین اپنی صفوں کو دیکھ رہے تھے اور وہ سمجھ رہے تھے کہ وہ غالب ہوں گے۔ پھر لوگ ایک دوسرے کے قریب ہوئے۔ عتبہ، شیبہ اور ولید نکلے اور صفوں کو ملا دیا، پھر مقابلے کے لیے دعوت دی۔

ان کی طرف تین انصاری جوان نکلے۔ وہ عفراء کے بیٹے معاذ، معوذ اور عوف تھے۔ سب کا تعلق بنو حارث سے تھا۔ بعض نے کہا: تیسرے عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ تھے۔ ہمارے ہاں راجح یہ ہے کہ وہ عفراء کے بیٹے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے حیاء آئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اچھا نہیں سمجھا کہ مسلمانوں کی مشرکین کے ساتھ پہلی جنگ میں سب سے پہلے سامنے آنے والے انصار ہوں۔ آپ کی خواہش تھی کہ مقابلہ آپ کے چچا کے بیٹوں اور آپ کی قوم کے درمیان ہو۔ چنانچہ آپ نے انہیں لوٹنے کا حکم دیا۔ وہ صفوں میں واپس آ گئے۔ آپ نے ان کے لیے بھلائی کی بات کی۔

پھر مشرکین کے منادی نے پکار کر کہا: اے محمد! ہمارے لیے ہماری قوم کے ہم سروں کو نکالنا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے بنو ہاشم! اٹھو اور اپنے اس حق کے ساتھ لڑو جو اللہ نے تمہارے نبی کو دے کر بھیجا ہے، وہ اپنے باطل کو لے کر آ گئے ہیں تاکہ اللہ کے نور کو بجھائیں۔ چنانچہ حضرت حمزہ بن عبدالمطلب، علی بن ابی طالب اور عبیدہ بن حارث بن مطلب بن عبد مناف رضی اللہ عنہم سامنے آئے اور ان کی طرف چل پڑے۔ عتبہ کہنے لگا: تم پہلے بات کرو۔ تاکہ ہم تمہیں پہچان لیں۔ (انہوں نے خود پہن رکھے تھے، اس لیے پہچان نہیں ہو رہی تھی)۔

اگر تم ہمارے برابر ہوئے تو ہم تم سے قتال کریں گے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں عبدالمطلب کا بیٹا حمزہ ہوں، اللہ اور اس کے رسول کا شیر ہوں۔ عتبہ نے کہا: یہ اچھی برابری ہے۔ پھر عتبہ نے کہا: میں سب حلیفوں کا شیر ہوں اور یہ دونوں تیرے ساتھ کون ہیں؟ فرمایا: علی بن ابی طالب اور عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہما۔ اس نے کہا: یہ دونوں بھی اچھی برابری ہیں۔

ابن ابی زناد رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد سے نقل فرماتے ہیں: میں نے عتبہ سے کبھی کوئی ایسا کلمہ نہیں سنا جو اس سے زیادہ ہلکا ہو کہ میں

حلیفوں کا شیر ہوں۔ یعنی اکتائے ہوئے حلیفوں کا شیر۔

پھر عتبہ نے اپنے بیٹے سے کہا: اے ولید! اٹھو۔ ولید اٹھا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ اس کی طرف گئے۔ وہ لوگوں میں سب سے چھوٹا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے قتل کر دیا۔ پھر عتبہ کھڑا ہوا تو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اس کی طرف اٹھے۔ انہوں نے دو ضربیں ایک دوسرے کو لگائیں۔ پھر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے اسے قتل کر دیا۔ پھر شیبہ اٹھا۔ اس کی طرف عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ گئے۔ وہ ان دنوں ضعیف العمر ہو چکے تھے۔ شیبہ نے حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ کی ٹانگ پر تلوار کی نوک سے وار کیا جو ان کی پنڈلی کی ہڈی کو جا لگا۔ اس نے اسے کاٹ ڈالا۔ حضرت علی اور حمزہ رضی اللہ عنہما نے پلٹ کر شیبہ پر حملہ کیا اور اسے بھی مار ڈالا۔

وہ دونوں عبیدہ رضی اللہ عنہ کو اٹھا کر صف میں لے آئے۔ ان کی پنڈلی کا مغز بہہ رہا تھا۔ حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا میں شہید نہیں ہوں گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیوں نہیں۔ کہنے لگے: اللہ کی قسم! اگر ابو طالب زندہ ہوتے تو وہ جان لیتے کہ ہم اس بات کے زیادہ حق دار ہیں جو اس نے کہی۔ اس نے کہا تھا:

اور یہ آیت نازل ہوئی: هٰذٰنِ خَصْمٰنِ اخْتَصَمُوْا فِيْ رَبِّهِمْ ٘

''یہ دونوں جھگڑالو ہیں جنہوں نے اپنے رب کے بارے میں جھگڑا کیا۔''

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عمر میں چار سال بڑے تھے اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے تین سال بڑے تھے۔

کہتے ہیں: جب عتبہ بن ربیعہ نے مقابلے کے لیے پکارا تو اس کی طرف اس کے بیٹے ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ اٹھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم بیٹھ جاؤ۔ پھر جب دیگر لوگ اس کی طرف اٹھے تو ابو حذیفہ بن عتبہ رضی اللہ عنہ نے اپنے باپ کو مارنے میں ان کی مدد کی۔

حضرت ابن ابو زناد رحمہ اللہ اپنے والد سے نقل فرماتے ہیں کہ شیبہ عتبہ سے عمر میں تین سال بڑا تھا۔

حضرت عبداللہ بن ثعلبہ بن صغیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابوجہل نے بدر والے دن فتح کے لیے یوں دعا کی:

''اے اللہ! وہ ہم میں رشتہ داری کو سب سے زیادہ توڑنے والا ہے اور ہمارے پاس وہ چیز لایا ہے جسے وہ خود نہیں جانتا۔ سو اسے شکست دے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ آیت اتاری: اِنْ تَسْتَفْتِحُوْا فَقَدْ جَآءَكُمُ الْفَتْحُ ۚ وَ اِنْ تَنْتَهُوْا فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ ''اگر تم فتح چاہتے ہو تو تمہارے پاس فتح آ چکی ہے اور اگر تم باز آ جاؤ تو یہ تمہارے لیے بہتر ہے۔''

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے غلام شعبہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو فرماتے ہوئے سنا: جب لوگ باہم ایک دوسرے کے سامنے کھڑے ہوئے تو تھوڑی دیر کے لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر بے ہوشی طاری ہوگئی۔ پھر وہ کیفیت آپ سے ختم ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مومنین کو خوشخبری دی کہ حضرت جبریل علیہ السلام ایک ہزار فرشتوں کا لشکر لے کر لوگوں کے

دائیں طرف آچکے ہیں، حضرت میکائیل علیہ السلام بائیں طرف اور حضرت اسرافیل علیہ السلام بھی ایک ہزار کا لشکر لے کر پہنچ چکے ہیں۔

میدانِ بدر سے فرارِ ابلیس

ابلیس سراقہ بن جعشم مدلجی کی شکل میں سامنے آیا اور وہ مشرکین کو جنگ پر اکسا رہا تھا اور انہیں بتلا رہا تھا کہ آج کوئی ان پر غالب نہیں ہوسکتا۔ پھر جب اللہ کے دشمن نے فرشتوں کو دیکھا تو وہ الٹے پاؤں پیچھے ہٹا اور کہنے لگا: اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّنْكُمْ اِنِّیْٓ اَرٰی مَا لَا تَرَوْنَ میں تم سے بری ہوں، اس لیے کہ جو کچھ میں دیکھ رہا ہوں تم نہیں دیکھ رہے۔ حارث بن ہشام اس سے چمٹ گیا۔ کیونکہ جب اس نے اس کی بات سنی تو سمجھ گیا کہ وہ سراقہ ہے۔ اس نے حارث کے سینے میں مارا، جس سے حارث گر گیا اور ابلیس چلتے ہوئے غائب ہولیا۔ یہاں تک کہ سمندر میں چلا گیا اور اپنے ہاتھ اٹھالیے اور کہنے لگا: اے پروردگار! تیرا مجھ سے وعدہ ہے جو تو نے مجھ سے کیا تھا۔

ابوجہل اپنے ساتھیوں کی طرف متوجہ ہوا اور انہیں لڑائی پر ابھارنے لگا اور کہنے لگا: سراقہ بن جعشم کا تمہیں رسوا کرنا تمہیں دھوکے میں نہ ڈال دے۔ وہ محمد اور اس کے ساتھیوں سے کسی عہد پر تھا۔ عنقریب وہ جان لے گا کہ جب ہم قدید کی طرف لوٹیں گے تو اس کی قوم کے ساتھ کیا کرتے ہیں اور عتبہ، شیبہ اور ولید کا قتل بھی تمہیں خوف نہ دلائے۔ انہوں نے جلد بازی کی اور لڑائی کے وقت آپے سے باہر ہوگئے اور اللہ کی قسم! ہم آج واپس نہیں جائیں گے، یہاں تک کہ ہم محمد اور اس کے ساتھیوں کو رسیوں میں جکڑ لیں اور میں تم میں سے کسی کو پسند نہیں کروں گا جو ان میں سے کسی کو قتل کردے۔ بلکہ تم انہیں پکڑنے کی کوشش کرنا۔ تاکہ ہم انہیں بتلائیں جو انہوں نے تمہارے دین سے علیحدگی اختیار کی اور اپنے آباء کے معبودوں سے منہ پھیر لیا۔

جنگ بدر میں مسلمانوں کا شعار

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر والے دن مہاجرین کا شعار ''یا بنی عبدالرحمن'' اور خزرج کا شعار ''یا بنی عبداللہ'' اور اوس کا شعار ''یا بنی عبیداللہ'' قرار دیا۔

حضرت زید بن علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: بدر والے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا شعار ''یا منصور اُمت'' تھا۔

شک کرنے والوں کی ہلاکت

قریش کے سات جوانوں نے اسلام قبول کرلیا تھا، انہیں ان کے والدین نے روک لیا تھا۔ وہ بھی ان کے ساتھ بدر کی طرف نکلے تھے۔ وہ ابھی تک شک میں تھے۔ ان کے نام درج ذیل ہیں: قیس بن ولید بن مغیرہ، ابوقیس بن فاکہ بن مغیرہ، حارث بن زمعہ، علی بن امیہ بن خلف اور عاص بن منبہ بن حجاج۔

پھر جب وہ بدر آئے اور انہوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی قلت کو دیکھا تو کہنے لگے: ان لوگوں کو ان کے دین نے دھوکے میں ڈال دیا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہوا کہ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۴۹﴾ ''جو اللہ پر بھروسہ کرتا ہے تو اللہ

غالب، حکمت والا ہے۔" اور وہ اب مارے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ غَرَّ هٰٓؤُلَآءِ دِيْنُهُمْ ۭ "جب منافقین اور وہ لوگ جن کے دلوں میں مرض تھا، کہہ رہے تھے کہ ان لوگوں کو ان کے دین نے دھوکے میں ڈال دیا۔" پھر اللہ تعالیٰ نے کافروں کا براذ کر کیا اور فرمایا: اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ اَلَّذِيْنَ عٰهَدْتَّ مِنْهُمْ ثُمَّ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَهُمْ فِيْ كُلِّ مَرَّةٍ وَّهُمْ لَا يَتَّقُوْنَ ۝ "سب سے برے جانور اللہ کے ہاں وہ لوگ ہیں جنھوں نے کفر اختیار کیا، پھر ایمان نہیں لاتے۔ ان لوگوں سے آپ نے عہد لیا، پھر یہ ہر مرتبہ اپنے عہد کو توڑ دیتے ہیں اور انہیں کوئی ڈر نہیں ہے" فرمایا: فَشَرِّدْ بِهِمْ مَّنْ خَلْفَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ۝ سو انہیں ان کے پیچھے والوں کے لیے چھوڑ دیجیے، شاید وہ نصیحت حاصل کر لیں۔

یعنی ان کے پیچھے تمام عرب ان کی عبرت کو دیکھے۔

وَ اِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَ تَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝

"اور اگر وہ اسلام کے لیے اپنے کو جھکاتے ہیں تو آپ بھی ان کے لیے نرم پڑ جایئے اور اللہ پر بھروسہ کیجیے، بلاشبہ وہی سننے والا جاننے والا ہے۔"

یعنی اگر وہ کہیں: ہم نے علی الاعلان اسلام قبول کر لیا تو آپ ان سے قبول کر لیں۔ وَ اِنْ يُّرِيْدُوْٓا اَنْ يَّخْدَعُوْكَ فَاِنَّ حَسْبَكَ اللّٰهُ ۭ هُوَ الَّذِيْٓ اَيَّدَكَ بِنَصْرِهٖ وَبِالْمُؤْمِنِيْنَ ۝ وَ اَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ ۭ "اور اگر وہ آپ کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں تو اللہ آپ کو کافی ہے، اسی نے اپنی مدد اور مومنین کے ذریعے آپ کو مضبوط کیا اور ان کے دلوں میں محبت ڈال دی۔" لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مَّآ اَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَيْنَهُمْ ۭ اِنَّهٗ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝ اگر آپ روئے زمین کی تمام چیزیں خرچ کر ڈالتے تب بھی ان کے درمیان محبت پیدا نہیں کر سکتے تھے، لیکن اللہ نے ان کے درمیان محبت پیدا کر دی، بلاشبہ وہی غالب، حکمت والا ہے۔"

حضرت محمد بن کعب قرظی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے بدر والے دن مومنین کو قوت عطا فرمائی کہ ان کے بیس ثابت قدم رہنے والے دو سو پر غالب تھے۔ اور بدر والے دن دو ہزار فرشتوں کے ساتھ ان کی مدد فرمائی۔ پھر جب اللہ نے جان لیا کہ ان میں کچھ کمزوری ہے تو ان سے تخفیف کر دی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بدر سے لوٹنے پر اللہ تعالیٰ نے قرآن نازل فرمایا۔

وہ لوگ جو مدعیٔ اسلام تھے اور بدر میں شک کے ساتھ ہلاک ہوئے اور مشرکوں کے ساتھ مارے گئے۔ وہ کل سات افراد تھے، انہیں ان کے والدین نے روک لیا تھا۔ جیسے ابن ابی حبیبہ اور انہی میں ولید بن عتبہ بن ربیعہ بھی تھا اور بعض لوگ جو مکہ میں رہ گئے تھے اور نکل نہیں سکتے تھے۔ ارشاد فرمایا: اَلَّذِيْنَ تَتَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ ۔ "وہ لوگ جنہیں فرشتوں نے اس حال میں موت دی کہ وہ خود پر ظلم کرنے والے تھے...... تین آیتوں کے آخر تک۔" فرماتے ہیں: ان آیات کو لکھ کر مسلمانوں نے مکہ میں مسلمان ہونے والوں کی طرف بھیج دیا۔ یہ پڑھ کر جندب بن ضمرہ جندعی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مکہ میں ٹھہرنے کے لیے میرے

پاس کوئی عذر اور حجت نہیں ہے۔ وہ بیمار تھے۔ انہوں نے اپنے گھر والوں سے کہا: مجھے باہر لے جاؤ شاید مجھے کچھ سکون حاصل ہو۔ پوچھا: آپ کس طرف جانا چاہتے ہیں؟ فرمایا: تنعیم کی طرف۔ وہ انہیں لے کر تنعیم کی طرف نکلے۔ تنعیم اور مکہ کے درمیان مدینہ کے راستے پر چار میل کا فاصلہ تھا۔ پھر انہوں نے دعا کی: اے اللہ! میں آپ کی طرف ہجرت کر کے نکل پڑا ہوں۔ اللہ عزوجل نے یہ آیت اتاری:

وَمَنْ يَّخْرُجْ مِنْۢ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ

''اور جو اپنے گھر سے اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہجرت کر کے نکلا۔'' (الآیۃ)

جب مکہ میں مقیم مسلمانوں نے یہ واقعہ دیکھا تو جو نکلنے کی طاقت رکھتا تھا وہ نکل کھڑا ہوا۔ ابوسفیان نے مشرکین کے چند مردوں کو لے کر انہیں ڈھونڈا اور واپس لے آیا۔ پھر انہیں جیل میں ڈال دیا۔ پھر ان میں سے بعض کی آزمائش ہوئی۔ جب ان پر مصیبت آئی تو انہیں سخت فتنے کا سامنا کرنا پڑا۔

اللہ تعالیٰ نے آیت اتاری: وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ فَاِذَآ اُوْذِيَ فِي اللّٰهِ جَعَلَ فِتْنَةَ النَّاسِ كَعَذَابِ اللّٰهِ ''اور لوگوں میں سے بعض جو کہتے ہیں: ہم اللہ پر ایمان لائے، پھر جب انہیں اللہ کے لیے تکلیف دی جاتی ہے تو وہ لوگوں کی تکلیف کو اللہ کے عذاب کی طرح قرار دیتے ہیں۔'' آیت کے آخر تک اور دو آیتیں اس کے بعد والی بھی۔

مہاجرین نے یہ آیات لکھ کر مکہ میں مقیم مسلمانوں کی طرف بھیجی۔ جب ان کے پاس وہ مکتوب پہنچا جو ان کے بارے میں نازل ہوا تھا تو انہوں نے اللہ کی بارگاہ میں عرض کیا: اے اللہ! اگر ہم نے چھٹکارا پالیا تو ہم پر لازم ہے کہ ہم کبھی کسی کو آپ کے برابر قرار نہیں دیں گے۔ چنانچہ وہ دوسری مرتبہ پھر نکلے۔ ابوسفیان اور مشرکین ان کی تلاش میں نکلے۔ مگر ان لوگوں نے انہیں پیچھے چھوڑ دیا اور خود بھاگ کر پہاڑوں میں غائب ہو گئے، یہاں تک کہ مدینہ آگئے۔ جو مسلمان واپس ہو گئے تھے ان پر سخت آزمائش آئی۔ انہوں نے ان کو مارا پیٹا اور طرح طرح کی تکلیفیں دیں۔ وہ انہیں اسلام چھوڑنے پر مجبور کرتے۔

ابن ابی سرح واپس آیا اور قریش سے کہنے لگا: اسے (محمد ﷺ کو) ابن قمطہ نامی نصرانی غلام سکھاتا ہے۔ میں اس کے لیے لکھا کرتا تھا۔ پھر میں جو چاہتا بدل دیتا۔ اللہ عزوجل نے یہ آیت اتاری: وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ اِنَّمَا يُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ لِسَانُ الَّذِيْ يُلْحِدُوْنَ اِلَيْهِ اَعْجَمِيٌّ وَّهٰذَا لِسَانٌ عَرَبِيٌّ مُّبِيْنٌ۝ ''اور یقیناً ہم جانتے ہیں کہ وہ کہتے ہیں: اسے کوئی انسان سکھاتا ہے۔ اس کی زبان جس کی طرف وہ غلط منسوب کرتے ہیں عجمی ہے اور یہ تو واضح عربی زبان ہے۔'' اور جو آیت اس کے بعد ہے۔

اور جن لوگوں کو ابوسفیان اور اس کے ساتھیوں نے واپس کر دیا تھا اور انہیں سخت آزمائش کا سامنا کرنا پڑا تھا، ان کے بارے میں فرمایا: اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ ''مگر جسے مجبور کیا گیا اور اس کا دل ایمان پر مطمئن تھا''۔ اور تین آیات اس کے بعد والی بھی۔ اور جس کا سینا کفر کے لیے کھلا تھا وہ ابن ابی سرح تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے بارے میں

جوابوسفیان سے نبی کریم ﷺ کی طرف بھاگ آئے تھے اور انہوں نے فتنے کے بعد عذاب پر بھی صبر کیا تھا، ارشاد فرمایا:

ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِیْنَ هَاجَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا فُتِنُوْا

"پھر بے شک آپ کا رب ان لوگوں کو جنہوں نے آزمائے جانے کے بعد ہجرت کی۔" (الآیہ)

حضرت عمر بن حکم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس دن نوفل بن خویلد بن عدویہ نے پکار کر کہا: اے قریش کی جماعت! سراقہ کی قوم اور ان کے ہر جگہ تمہیں رسوا کرنے کو تم پہچان چکے ہو، سو جنگ میں لوگوں کی تصدیق کرو، اس لیے کہ میں جانتا ہوں، ربیعہ کے دونوں بیٹوں نے مقابلہ کرنے میں جلدی کی۔

ابلیس کی چیخ و پکار

حضرت معاذ بن رفاعہ بن رافع رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد سے نقل فرماتے ہیں کہ ہم نے اس دن ابلیس کی چیخ و پکار سنی۔ وہ موت اور ہلاکت کو پکارتا جا رہا تھا۔ وہ سراقہ بن جعشم کی شکل میں آیا تھا، پھر بھاگ گیا اور سمندر میں داخل ہوگیا۔ اس نے اپنے ہاتھ اٹھائے اور پھیلا کر دعا کی: اے پروردگار! آپ نے مجھ سے ایک وعدہ کیا تھا۔ قریش اس کے بعد سراقہ کو عار دلاتے کہ اس نے اس دن کیا کیا تھا۔ وہ کہتا: اللہ کی قسم! میں نے اس دن کچھ نہیں کیا۔

حضرت عمارہ بن اکیمہ لیثی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: مجھے ایک بوڑھے شکاری نے بتلایا، جو سمندر پر برلب ساحل بیٹھا دیکھ رہا تھا کہ میں نے کسی کو چیختے ہوئے سنا: ہائے افسوس، وادی کے سردار ہلاک ہوگئے۔ ہائے میرا غم! میں نے دیکھا تو وہ سراقہ بن جعشم تھا۔ میں اس کے قریب ہوا اور میں نے کہا: میرے ماں باپ آپ پر قربان! آپ کو کیا ہوا؟ مگر اس نے مجھے کوئی جواب نہیں دیا۔ پھر میں نے اسے دیکھا، وہ سمندر میں داخل ہونے لگا اور اپنے ہاتھ پھیلا کر کہنے لگا: اے میرے رب! آپ نے مجھ سے وعدہ کیا تھا۔ میں نے سوچا: اللہ کے گھر کی قسم! سراقہ پاگل ہوگیا۔ یہ سورج ڈھلنے کا وقت تھا اور اسی وقت بدر والے دن انہیں شکست ہوئی تھی۔

فرشتوں کی مدد

کہتے ہیں: فرشتوں کی نشانی پگڑیاں تھیں، جنہیں انہوں نے اپنے کندھوں کے درمیان لٹکا لیا تھا۔ وہ سبز، زرد اور سرخ رنگ کے نور سے بنی ہوئی تھیں اور ان کے گھوڑوں کی پیشانیوں میں اون تھی۔

حضرت محمود بن لبید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: فرشتے بھی علامت لگائے ہوئے ہیں، سو تم بھی کوئی علامت لگا لو۔ چنانچہ انہوں نے اپنی ٹوپیوں اور خودوں میں اون لگالی۔

حضرت موسیٰ بن محمد رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد سے نقل فرماتے ہیں کہ چار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایسے تھے جو جنگوں میں علامات لگایا کرتے تھے۔ حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ بدر کے دن شتر مرغ کے بال بطور علامت لگائے ہوئے تھے، حضرت علی رضی اللہ عنہ سفید اون

بطورِ علامت لگاتے تھے، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ زرد پگڑی باندھتے تھے۔

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: فرشتے بدر والے دن چتکبرے گھوڑوں پر سوار تھے اور انہوں نے زرد پگڑیاں باندھی ہوئی تھیں۔ سو اس دن حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے بھی زرد پگڑی باندھ رکھی تھی اور حضرت ابو دجانہ رضی اللہ عنہ سرخ پگڑی باندھتے تھے۔

حضرت سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہ کے غلام سے منقول ہے کہ میں نے انہیں فرماتے ہوئے سنا: میں نے بدر والے دن سفید مردوں کو دیکھا جو آسمان اور زمین کے درمیان چتکبرے گھوڑوں پر سوار تھے اور نشان زدہ تھے۔ وہ قتل بھی کر رہے تھے اور قیدی بھی بنا رہے تھے۔

حضرت ابو اسید ساعدی رضی اللہ عنہ اپنی نظر ختم ہونے کے بعد فرماتے تھے: اگر میں اب بدر میں تمہارے ساتھ ہوتا اور میری نگاہ سلامت ہوتی تو میں تمہیں وہ گھاٹی دکھاتا، یعنی وہ چکنی جگہ جہاں سے فرشتے نکلے تھے۔ نہ مجھے اس میں کوئی شک ہے نہ شبہ۔

بنو غفار کے ایک شخص سے منقول ہے کہ میں اور میرا چچا زاد بھائی آئے اور ہم پہاڑ پر چڑھے۔ ہم دونوں مشرک تھے اور ہم بدر کے دو ٹیلوں میں سے ایک پر تھے۔ یعنی شامی ٹیلے پر جوریت کا ٹیلہ تھا۔ ہم واقعہ کا اوپر سے بغور جائزہ لے رہے تھے۔ ہم ایک دوسرے سے آگے بڑھ رہے تھے۔ اچانک میں نے بادل دیکھا جو ہمارے قریب سے گزرا۔ میں نے اس میں گھوڑے کے ہنہنانے، لگاموں اور لوہے کی آواز سنی اور میں نے کسی کو کہتے ہوئے سنا: ٹھوس زمین کی طرف بڑھو۔ میرے چچا زاد بھائی کے دل کی جھلی پھٹ گئی جس سے وہ مر گیا۔ باقی میں بھی قریب تھا کہ ہلاک ہو جاتا۔ مگر میں نے خود کو قابو میں رکھا۔ میں دیکھتا رہا جدھر وہ بادل جا رہا تھا۔ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرف گیا اور واپس لوٹ گیا، مگر واپسی پر بادل میں کسی قسم کی آواز نہیں تھی جو میں پہلے سن رہا تھا۔

حضرت خارجہ بن ابراہیم بن محمد بن ثابت بن قیس بن شماس رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد سے نقل فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبریل علیہ السلام سے پوچھا: بدر والے دن کون سے فرشتے نے کہا تھا: "أقدم حيزوم" حضرت جبریل علیہ السلام نے عرض کیا: اے محمد! آسمان والوں میں سے ہر ایک کو میں نہیں پہچانتا۔

حضرت ابورہم غفاری رضی اللہ عنہ اپنے چچا زاد بھائی سے نقل فرماتے ہیں کہ میں اور میرا چچا زاد بھائی بدر کے پانی پر تھے۔ جب ہم نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں کی قلت اور قریش کی کثرت کو دیکھا تو ہم نے کہا: جب دونوں گروہوں کی جنگ ہوگی تو ہم محمد اور اس کے ساتھیوں کے لشکر کی طرف جائیں گے۔ چنانچہ ہم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بائیں جانب چل پڑے اور ہم کہہ رہے تھے: یہ لوگ قریش کا چوتھا حصہ ہیں۔ ابھی ہم راستے پر چل رہے تھے کہ اچانک ایک بادل آگیا اور ہم پر چھا گیا۔ ہم نے نگاہیں اٹھا کر اس کی طرف دیکھا تو اس میں سے ہمیں مردوں اور اسلحے کی آواز سنائی دی۔ پھر ہم نے اچانک ایک شخص کو اپنے گھوڑے سے کہتے ہوئے سنا: "اقدم حيزوم" اور ہم نے سنا کہ وہ کہہ رہے تھے: ٹھہر کر چلو تاکہ تمہارا آخری لشکر بھی آپہنچے۔ پھر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دائیں جانب اتر گئے۔ پھر اسی طرح کا ایک اور بادل آیا اور وہ بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہولیا۔ پھر ہم نے نبی

کریم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دیکھا تو وہ قریش سے دو گنے نظر آئے۔ میرے چچا کا بیٹا تو مر گیا۔ باقی میں نے خود کو قابو میں رکھا اور میں نے نبی کریم ﷺ کو بتلایا۔ پھر انہوں نے اسلام قبول کیا اور ایک سچے مسلمان ثابت ہوئے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: شیطان کو کسی دن اتنا ذلیل، حقیر اور غصے کی حالت میں نہیں دیکھا گیا جتنا وہ عرفہ کے دن ہوتا ہے اور یہ اس لیے کہ وہ اللہ کی رحمت کو اترتا دیکھتا ہے اور بڑے بڑے گناہوں سے اللہ کے درگزر کو دیکھتا ہے اور ایسے ہی اس نے بدر کے دن دیکھا۔ پوچھا گیا: اس نے بدر کے دن کیا دیکھا؟ فرمایا: اس نے حضرت جبریل علیہ السلام کو دیکھا جو فرشتوں کی قیادت فرما رہے تھے۔

رسول اللہ ﷺ نے اس دن فرمایا: یہ جبریل علیہ السلام ہے، جو ہوا کو کھینچ رہا ہے گویا وہ دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ ہے۔ بادِ صباء سے میری مدد کی گئی ہے اور بادِ دبور سے عاد کو ہلاک کیا گیا ہے۔

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے بدر والے دن دو آدمیوں کو دیکھا، جن میں سے ایک آپ ﷺ کی دائیں طرف اور دوسرا آپ کی بائیں طرف تھا۔ وہ خوب جوانمردی سے لڑ رہے تھے۔ پھر انہی جیسا ایک تیسرا آپ کے پیچھے آ گیا اور ایک چوتھا آپ کے سامنے آ گیا۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے بدر والے دن دو آدمیوں کو نبی کریم ﷺ کی طرف سے لڑتے دیکھا۔ ان میں سے ایک آپ کی بائیں جانب تھا اور دوسرا آپ کی دائیں جانب اور میں نے دیکھا، آپ کبھی ایک کی طرف دیکھتے اور کبھی دوسرے کی طرف اور اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ کامیابی پر خوش ہوتے۔

حضرت حمزہ بن صہیب رضی اللہ عنہ اپنے والد سے نقل فرماتے ہیں کہ میں نہیں جانتا کہ کتنے کٹے ہوئے ہاتھ تھے اور کتنے پھٹے ہوئے پیٹ تھے جن کے زخموں سے خون نہیں آ رہا تھا جو میں نے بدر والے دن دیکھے۔

حضرت ابو بردہ بن نیار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں بدر والے دن تین سروں کو لے کر آیا اور میں نے وہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے رکھ دیے۔ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! دوسروں کو تو میں نے قتل کیا ہے۔ باقی جو تیسرا سر ہے، میں نے ایک سفید لمبے قد والے آدمی کو دیکھا، جس نے اسے مارا تو وہ اس کے آگے لڑھک گیا۔ پھر میں نے اس کا سر بھی اٹھا لیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ فلاں فرشتہ تھا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: فرشتہ ایک شکل اختیار کرتا جسے لوگ پہچانتے، پھر وہ فرماتے: میں ان کے قریب ہوا تو میں نے انہیں کہتے ہوئے سنا: اگر انہوں نے ہم پر حملہ کیا تو ہم ثابت قدم رہیں گے۔ وہ کچھ نہیں ہیں۔ یہی اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''جب تیرا رب فرشتوں کی طرف وحی کر رہا تھا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں، سو تم ایمان والوں کو ثابت قدم رکھنا''۔ الآیۃ

حضرت سائب بن ابو حبیش اسدی رضی اللہ عنہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے زمانے میں فرما رہے تھے: اللہ کی قسم! مجھے کسی انسان نے قیدی نہیں بنایا۔ پوچھا گیا: پھر کس نے بنایا؟ فرمایا: جب قریش پیچھے کو ہٹے تو میں بھی ہٹا۔ پھر مجھے ایک سفید رنگ کے

دراز قد آدمی نے پکڑ لیا جو چتکبرے گھوڑے پر سوار آسمان اور زمین کے درمیان تھا۔ اس نے مجھے رسیوں سے باندھ دیا۔ پھر حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ آئے اور انہوں نے مجھے بندھا ہوا پایا۔ حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ نے لشکر میں منادی کرائی کہ اسے کس نے قیدی بنایا ہے؟ مگر کوئی نہیں تھا جس کا گماں ہو کہ اس نے مجھے باندھا اور قیدی بنایا۔ حتیٰ کہ وہ مجھے لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہو گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے پوچھا: اے ابن ابی حبیش! تجھے کس نے قیدی بنایا۔ میں نے کہا: میں نہیں پہچانتا اور میں نے پسند نہیں کیا کہ میں آپ کو بتلاؤں جو میں نے دیکھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے فرشتوں میں سے ایک معزز فرشتے نے قیدی بنایا ہے۔ اے ابن عوف! جاؤ، اپنے قیدی کو لے جاؤ۔ چنانچہ حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ مجھے لے گئے۔ حضرت سائب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: وہ بات مسلسل مجھے یاد رہی اور میرا اسلام مؤخر ہوتا رہا حتیٰ کہ میرے اسلام میں جو ہوا سو ہوا۔

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ میں نے بدر والے دن خود کو دیکھا۔ وادی خلص میں آسمان سے گھوڑوں کا لشکر اتر رہا تھا جس نے افق کو بھر دیا تھا۔ وادی خلص روحاء کی ایک جانب ہے۔ پھر اچانک وادی چیونٹیوں سے گویا بہہ پڑی۔ میرے دل میں یہ خیال گزرا کہ یہ آسمان سے کوئی چیز آئی ہے جس سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کی گئی ہے۔ سو ہمیں شکست ہی ہو گی اور وہ فرشتے تھے۔

فرماتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوالبختری کو قتل کرنے سے منع فرما دیا۔ اس نے ایک دن مکہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچنے والی کسی تکلیف پر اسلحہ پہنا تھا اور کہا تھا: آج کوئی محمد کو تکلیف نہ پہنچائے ورنہ میں اسلحے سے اس سے نبٹوں گا۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وجہ سے ان کی قدر کی۔

حضرت ابوداؤد مازنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں اس سے ملا۔ میں نے کہا: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے تجھے قتل کرنے سے منع کیا ہے اگر تو اپنا ہاتھ دے دے۔ اس نے کہا: تو مجھ سے کیا چاہتا ہے؟ اگر انہوں نے میرے قتل سے منع کیا ہے تو میں نے بھی ان پر احسان کیا تھا۔ باقی رہی یہ بات کہ میں اپنا ہاتھ دے دوں تو لات اور عزیٰ کی قسم! مکہ میں عورتیں جانتی ہیں میں اپنا ہاتھ نہیں دیا کرتا اور مجھے پتہ ہے کہ تم مجھے نہیں چھوڑو گے۔ سو جو تم چاہتے ہو کر لو۔ ابوداؤد رضی اللہ عنہ نے ان کی طرف ایک تیر پھینکا اور دعا کی: اے اللہ! یہ تیرا تیر ہے اور ابوالبختری تیرا بندہ ہے۔ سو اسے قتل کی جگہ میں رکھنا۔ ابوالبختری نے زرہ پہن رکھی تھی۔ اس تیر نے زرہ کو بھی پھاڑ دیا اور اسے مار ڈالا۔

بعض نے کہا: مجذر بن زیاد نے ابوالبختری کو قتل کیا اور وہ اسے پہچانتا نہیں تھا اور مجذر نے اس بارے میں ایک شعر بھی کہا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسی نے اسے قتل کیا ہے۔

اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حارث بن عامر بن نوفل کو بھی قتل کرنے سے منع کیا تھا اور فرمایا: اسے قیدی بنانا قتل نہ کرنا۔ وہ بدر کی طرف نکلنے کو پسند نہیں کر رہا تھا۔ خبیب بن یساف رضی اللہ عنہ اس کے سامنے آئے اور اسے قتل کر دیا۔ وہ بھی اسے نہیں پہچانتے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا تو آپ نے فرمایا: اگر میں اسے تیرے قتل کرنے سے پہلے پا لیتا تو اسے اس کی عورتوں کے لیے

چھوڑ دیتا۔

اسی طرح آپ نے زمعہ بن اسود کو قتل کرنے سے منع کیا تھا۔ پھر اسے ثابت بن جذع نے قتل کر دیا اور وہ بھی اسے نہیں پہچانتے تھے۔

جب لڑائی شروع ہوگئی تو رسول اللہ ﷺ نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور اللہ تعالیٰ سے مدد اور وعدۂ خداوندی مانگنے لگے: ''اے اللہ! اگر یہ چھوٹی سی جماعت مغلوب ہوگئی تو شرک ظاہر ہوگا اور آپ کا دین باقی نہیں رہے گا۔'' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ فرما رہے تھے: قسم بخدا! اللہ تعالیٰ ضرور آپ کی مدد کریں گے اور آپ کے چہرے کو روشن کریں گے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ایک ہزار فرشتے اتارے جو ایک دوسرے کے پیچھے تھے اور یہ دشمن کی باڑ کے قریب اترے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے ابوبکر! خوش ہو جاؤ۔ یہ جبریل علیہ السلام ہیں جو زرد رنگ کا عمامہ باندھے ہوئے ہیں اور اپنے گھوڑے کی لگام کو پکڑے ہوئے آسمان و زمین کے درمیان نظر آرہے ہیں۔ پھر جب وہ زمین کی طرف اترے تو کچھ دیر کے لیے مجھ سے غائب ہوگئے۔ پھر سامنے آئے اور ان کے سامنے کے دانتوں میں چمک تھی اور وہ فرما رہے تھے: جب آپ نے اللہ سے دعا مانگی تو اس کی مدد آگئی۔ رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا اور ایک مٹھی کنکر لے کر ان کافروں کی طرف پھینک دیں اور فرمایا: چہرے بدنما ہوں۔ اے اللہ! ان کے دلوں میں رعب ڈال دے اور ان کے پاؤں پھسلا دے۔ چنانچہ اللہ کے دشمنوں کو شکست ہوئی اور ان سے کچھ نہ بن پڑا۔ جب کہ مسلمان قتل بھی کر رہے تھے اور قیدی بھی بنا رہے تھے۔ ان میں سے کوئی باقی نہیں بچا، ہر ایک کا چہرہ اور آنکھیں مٹی سے بھر گئیں۔ وہ نہیں جان پا رہا تھا کہ اپنی آنکھوں سے کدھر متوجہ ہو اور فرشتے اور مومنین انہیں قتل کر رہے تھے۔

عدی بن ابوزغباء رضی اللہ عنہ نے بدر والے دن کہا:

میں عدی ہوں اور یہ سحل ہے۔ میں اسے لے کر سانڈ کی طرح چل رہا ہوں وہ اپنی ذرہ کو کہہ رہا تھا۔ نبی کریم ﷺ نے پوچھا: کون عدی؟ لوگوں میں سے ایک شخص کہنے لگا: اے اللہ کے رسول! میں عدی ہوں۔ آپ نے پوچھا: وہ کون؟ عرض کیا: فلاں کا بیٹا۔ آپ نے فرمایا: تم عدی نہیں ہو۔ حضرت عدی بن ابوزغباء رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میں ہی عدی ہوں۔ آپ نے پوچھا: وہ کیا تھا: عرض کیا: میں سحل کو لے کر سانڈ کی طرح چل رہا ہوں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: سحل کیا ہے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: ذرہ۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عدی بہت اچھا ہے، یعنی عدی بن ابوزغباء رضی اللہ عنہ۔

عقبہ بن ابومعیط مکہ میں تھا اور نبی کریم ﷺ مدینہ کو ہجرت کر چکے تھے۔ وہ کہا کرتا تھا:

اے قصواء اونٹنی پر سوار ہونے والے! ہم نے تھوڑی چیز کو چھوڑ دیا تو مجھے گھوڑے پر سوار دیکھے گا۔ میں اپنے نیزے کو تمہارے اندر چھوڑ دوں گا پھر اسے سیراب کروں گا اور تلوار تم میں سے ہر کم عقل کو لے لے گی۔

یہ شعر مجھے ابن ابی زناد رحمہ اللہ نے سنائے۔

نبی کریم ﷺ کو اس کی یہ بات معلوم ہوئی تو آپ نے فرمایا: اے اللہ! اسے ناک کے بل اوندھے منہ گرا اور اسے پچھاڑ دے۔ وہ بدر والے دن اپنے گھوڑے کو لے کر بے قابو ہو گیا۔ اسے عبداللہ بن سلمہ عجلانی رضی اللہ عنہ نے پکڑ لیا۔ نبی کریم ﷺ نے حضرت عاصم بن ثابت بن اقلح رضی اللہ عنہ کو حکم دیا۔ انہوں نے پکڑ کر اس کی گردن کاٹ دی۔

امیہ بن خلف کا قتل

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: لوگوں کے بھاگ جانے کے بعد میں اپنی زرہوں کو اکٹھا کر رہا تھا۔ اچانک امیہ بن خلف نظر آیا۔ وہ جاہلیت میں میرا دوست تھا۔ میرا نام عبد عمرو تھا۔ جب اسلام آیا تو میرا نام عبدالرحمن رکھا گیا۔ وہ جب مجھے ملتا تو کہتا: اے عبد عمرو! میں اسے جواب نہ دیتا۔ وہ کہتا: میں تجھے عبدالرحمن نہیں کہوں گا۔ یمامہ میں مسیلمہ رحمن کے ساتھ نام رکھتا ہے۔ سو میں تجھے اس کی طرف منسوب نہیں کروں گا۔ چنانچہ وہ مجھے عبدِ الٰہ کہہ کر پکارنے لگا۔ پھر جب بدر کا دن ہوا تو میں نے اسے خاکی رنگ کے اونٹ پر سوار دیکھا۔ اس کے ساتھ اس کا بیٹا علی بھی تھا۔ اس نے مجھے پکارا: اے عبد عمرو! میں نے اس کو جواب دینے سے انکار کر دیا۔ پھر اس نے کہا: اے عبدالٰہ! میں نے جواب دیا: اس نے کہا: کیا تمہیں دودھ کی ضرورت ہے؟ ہم تیرے لیے تیری ان زرہوں سے بہتر ہیں۔ میں نے کہا: چلو۔ پھر میں ان دونوں کو اپنے آگے ہانکنے لگا۔

امیہ نے سمجھا کہ وہ کچھ امن میں آ چکا ہے تو اس نے مجھے کہا: میں نے تمہارے اندر آج ایک آدمی کو علامت زدہ دیکھا ہے۔ اس کے سینے میں شترمرغ کے بال لگے ہیں، وہ کون ہے؟ میں نے کہا: حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ۔ کہنے لگا: یہ وہی کام ہے جو کرنے والے ہمارے ساتھ کرتے ہیں۔ پھر پوچھا: وہ چھوٹے قد اور بھاری پیٹ والا جو سرخ پگڑی باندھے ہوئے ہے کون ہے؟ میں نے کہا: وہ ایک انصاری آدمی ہے، جس کا نام سماک بن خرشہ رضی اللہ عنہ ہے۔ اس نے کہا: وہ بھی ایسا ہی ہے۔ اے عبدِ الٰہ! آج ہم تمہارے لیے اونٹ ہو جائیں گے۔ ابھی وہ میرے ساتھ تھا اور میں اسے اپنے آگے ہانک رہا تھا اور اس کے ساتھ اس کا بیٹا بھی تھا۔ اچانک اسے بلال نے دیکھ لیا۔ وہ اپنا آٹا گوندھ رہا تھا۔ اس نے آٹا چھوڑ دیا اور اپنے ہاتھ سے آٹا جھاڑنے لگا۔ وہ اونچی اونچی آواز لگانے لگا: اے انصار کے لوگو! امیہ بن خلف کفر کی جڑ آیا ہوا ہے۔ اگر آج وہ بچ گیا تو میں نہیں بچوں گا۔

حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: وہ لوگ سامنے آ گئے، گویا وہ پناہ دینے والی ماں ہے جو اپنے بچوں پر مہربان ہو۔ حتیٰ کہ امیہ اپنے اونٹ پر سے گر پڑا۔ میں نے اسے اوپر سے دبوچ لیا۔ حضرت حباب بن منذر رضی اللہ عنہ سامنے آئے اور اس کی ناک کی نرم ہڈی کاٹ دی۔ جب امیہ کا ناک نہ رہا تو وہ مجھے کہنے لگا: مجھے ان سے الگ کرو۔ حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

مجھے حسان رضی اللہ عنہ کا قول یاد آ گیا۔ کیا اس ناک کے لیے جو کٹا ہوا ہے۔ حضرت خبیب بن یساف رضی اللہ عنہ اس کی طرف بڑھے اور اس پر وار کر کے قتل کر دیا۔ امیہ نے خبیب بن یساف رضی اللہ عنہ کو مارا اور کندھے سے ان کا بازو کاٹ دیا۔ پھر نبی کریم ﷺ نے

اسے دوبارہ وہیں لگا دیا جو جڑ گیا اور سیدھا ہو گیا۔ پھر اس کے بعد خبیب رضی اللہ عنہ کی شادی امیہ بن خلف کی بیٹی سے ہوئی۔ جب اس نے وہ زخم کا نشان دیکھا تو کہنے لگی: اللہ اس شخص کا ہاتھ کبھی شل نہ کرے جس نے یہ کیا ہو۔

فرماتے ہیں: خبیب رضی اللہ عنہ اور میں قسم بخدا! وہ ہیں جن پر بہت سی گھاٹیاں آئیں۔ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے اس کے کندھے کے اوپر سے مارا اور اس کا کندھا کاٹ دیا اور ازار بند کی جگہ تک پہنچ گیا۔ اس نے زرہ پہن رکھی تھی اور میں کہہ رہا تھا: اسے لو، میں ابن یساف ہوں۔ میں نے اپنا اسلحہ اور ٹوٹی ہوئی زرہ اٹھائی۔ علی بن امیہ سامنے آیا۔ حضرت حباب رضی اللہ عنہ اس کی طرف بڑھے اور اس کی ٹانگ کاٹ دی۔ وہ اس قدر زور سے چلایا کہ ایسی آہ و بکاء کبھی نہیں سنی گئی۔ حضرت عمار رضی اللہ عنہ اس کی طرف بڑھے اور ایک ہی وار میں اسے قتل کر دیا۔

کہا جاتا ہے: حضرت عمار رضی اللہ عنہ مارنے سے پہلے اس کے سامنے آئے۔ ان کی تھوڑی دیر جھڑپ ہوئی۔ پھر انہوں نے اسے قتل کر دیا۔ لیکن پہلی بات زیادہ ثابت ہے کہ انہوں نے اس کی ٹانگ کٹنے کے بعد اسے مارا۔

② ہم نے امیہ کے قتل کا قصہ اس کے علاوہ بھی سنا ہے۔

حضرت معاذ بن رفاعہ بن رافع رضی اللہ عنہ اپنے والد سے نقل فرماتے ہیں کہ جب بدر کا دن ہوا اور ہم نے امیہ بن خلف کو گھیرے میں لے لیا اور وہ ان میں بڑی شان رکھتا تھا۔ میرے پاس میرا نیزہ تھا اور اس کے پاس اس کا نیزہ تھا۔ ہم نے آپس میں نیزے لڑائے۔ حتیٰ کہ ہمارے نیزے گر گئے۔ پھر ہم نے تلواریں نکال لیں اور تلواروں سے لڑے۔ حتیٰ کہ ان میں بھی شگاف پڑ گئے۔ پھر اچانک میں نے اس کی زرہ میں پھٹن دیکھی۔ جو اس کی بغل کے نیچے تھی۔ میں نے تلوار اسی جگہ داخل کر دی، حتیٰ کہ اسے مار دیا۔ تلوار نکلی تو اس پر چربی لگی تھی۔

③ ہم نے ایک اور واقعہ بھی سنا ہے۔

حضرت عائشہ بنت قدامہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: صفوان بن امیہ بن خلف نے قدامہ بن مظعون رضی اللہ عنہ سے کہا: اے قدامہ! کیا تم نے بدر والے دن میرے باپ کا مثلہ کیا تھا؟ قدامہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نہیں، اللہ کی قسم! میں نے نہیں کیا اور اگر میں نے کیا ہوتا تو میں کسی مشرک کے قتل سے عذر نہ کرتا۔ صفوان نے کہا: پھر ایسا کس نے کیا؟ انہوں نے فرمایا: میں نے انصار کے چند جوانوں کو دیکھا، جو اس کے سامنے آئے۔ ان میں معمر بن حبیب بن عبید بن حارث رضی اللہ عنہ بھی تھے اور اپنی تلوار اٹھا کر اسے مار رہے تھے۔

صفوان کہنے لگا: بندر کا باپ اور معمر رضی اللہ عنہ کا بدن کچھ خاص خوبصورت نہ تھا۔ یہ بات حارث بن حاطب نے سنی۔ وہ اس سے غصہ ہو گیا۔ پھر وہ ام صفوان کے پاس آیا۔ وہ معمر بن حبیب کی بیٹی کریمہ تھی۔ اس نے کہا: صفوان جاہلیت اور اسلام میں ہمیں تکلیف دینے سے باز نہیں آیا۔ اس نے پوچھا: کیا ہوا؟ انہوں نے بتلایا کہ صفوان نے معمر رضی اللہ عنہ کو بندر کا باپ کہا ہے۔ ام صفوان کہنے لگیں: اے صفوان! تم معمر بن حبیب رضی اللہ عنہ کی تنقیص کر رہے ہو جو اہل بدر میں سے ہیں؟ اللہ کی قسم! میں پورا سال تمہاری

عزت قبول نہیں کروں گی۔ صفوان نے کہا: اے ماں! اللہ کی قسم! میں کبھی دوبارہ ایسے نہیں کروں گا۔ میں نے ایک بات کہی ہے جس کا میں کوئی اعتبار نہیں کروں گا۔

حضرت عائشہ بنت قدامہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: صفوان بن امیہ کی ماں سے کہا گیا اور وہ مکہ میں حباب بن منذر کی طرف دیکھ رہی تھی کہ یہ وہ شخص ہے جس نے بدر والے دن علی بن امیہ کی ٹانگ کاٹی۔ وہ کہنے لگیں: ہمیں اس شخص کا ذکر نہ کرو جو شرک پر مارا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے حباب بن منذر رضی اللہ عنہ کی مار سے علی کی اہانت کی اور علی کو مارنے کی وجہ سے اللہ نے حباب رضی اللہ عنہ کو عزت دی۔ وہ جب یہاں سے نکلا تھا تو اسلام پر تھا۔ پھر غیر اسلام پر مارا گیا۔

فرماتے ہیں: حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس دن میں عبیدہ بن سعید بن عاص سے اس کے گھوڑے پر ملا۔ وہ مکمل طور پر ڈھکا ہوا تھا۔ اس کی صرف آنکھیں نظر آرہی تھیں۔ وہ کہہ رہا تھا: (اس کی ایک چھوٹی بچی تھی جسے وہ اٹھائے ہوئے تھا۔ اس کے پیٹ میں درد تھا اور وہ بیمار تھی) میں بڑے پیٹ والی کا باپ ہوں، میں بڑے پیٹ والی کا باپ ہوں۔ کہتے ہیں: میرے ہاتھ میں ایک چھوٹا نیزہ تھا۔ وہ میں نے اس کی آنکھوں میں دے مارا۔ وہ گر پڑا۔ میں نے اپنے پاؤں اس کے منہ پر رکھ کر نیزہ اس کی آنکھوں سے نکالا تو آنکھیں بھی باہر نکل آئیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ نیزہ لے لیا۔ وہ آپ کے، حضرت ابوبکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کے آگے اٹھایا جاتا تھا۔

جب مسلمان پلٹ پلٹ کر کافروں پر حملہ کر رہے تھے اور باہم مل گئے تھے تو عاصم بن ابوعوف بن صبیرہ سہمی سامنے آیا، گویا وہ بھیڑیا تھا۔ وہ کہہ رہا تھا: اے قریش کی جماعت! کاٹنے والے اور جماعت کو متفرق کرنے والے کو لازم پکڑو۔ میں ایسی چیز لایا ہوں جس سے محمد کی پہچان نہیں ہوگی۔ اگر وہ نجات پا گیا تو میں نہیں بچوں گا۔ حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ اس کے پیچھے ہو لیے۔ ان کی تلواریں آپس میں ٹکرائیں۔ پھر حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ نے اس پر وار کیا اور اسے مار ڈالا اور اس کی سلب پر کھڑے ہوگئے۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا گزر ہوا اور وہ اسی حالت پر تھے۔ آپ نے فرمایا: اس کے سلب کو چھوڑ دو۔ یہاں تک کہ دشمن مغلوب ہو جائے۔ میں تمہارے لیے اس کی گواہی دوں گا۔

ادھر سے معبد بن وھب سامنے آیا۔ اس نے حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ کو مارا۔ حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ اونٹ کی طرح بیٹھ گئے۔ پھر ابودجانہ رضی اللہ عنہ اٹھے اور اس کے سامنے آئے۔ پھر اسے چند ضربیں ماریں، اس کی تلوار نے کچھ نہیں کیا۔ حتیٰ کہ معبد اپنے سامنے ایک گڑھے میں گر گیا جو اسے دکھائی نہیں دیا۔ ابودجانہ رضی اللہ عنہ اس پر گھٹنوں کے بل چڑھ گئے اور اسے ذبح کر دیا اور اس کا سامان اٹھا لیا۔

کہتے ہیں: اس دن بنو مخزوم نے مقتولین کی جائے قتل کو دیکھ لیا تھا۔ وہ کہنے لگے: ابوحکم اس جگہ تک نہ پہنچنے پائے۔ اس لیے کہ ربیعہ کے بیٹوں نے تو جلد بازی کی اور آپے سے باہر ہو گئے اور ان کے قبیلے نے بھی ان کا دفاع نہیں کیا۔ چنانچہ بنو مخزوم اکٹھے ہوئے اور اسے گھیر لیا اور اسے ایسی جگہ پہنچا دیا جہاں کسی کا آنا دشوار ہو۔ انہوں نے اتفاق کر لیا کہ وہ ابوجہل کا جنگی ساز وسامان

اپنے میں سے کسی کو پہنا دیں۔ چنانچہ انہوں نے وہ عبداللہ بن منذر بن ابورفاعہ کو پہنا دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس کی طرف بڑھے اور اسے قتل کردیا۔ وہ اسے ابوجہل سمجھ رہے تھے۔ وہ اسے چھوڑ کر چلے گئے اور یہ کہہ رہے تھے: اسے لے لو، میں بھی عبدالمطلب کی اولاد میں سے ہوں۔ پھر انہوں نے وہ ابوقیس بن فاکہ بن مغیرہ کو پہنایا۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اس کی طرف بڑھے۔ وہ اسے ابوجہل سمجھ رہے تھے۔ انہوں نے اسے مارا اور قتل کردیا۔ وہ بھی کہہ رہے تھے: اسے لے لو، میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔ پھر انہوں نے وہ سب حرملہ بن عمرو کو پہنایا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس کی طرف گئے اور اسے قتل کردیا۔ ابوجہل اپنے ساتھیوں میں تھا۔ پھر انہوں نے وہ خالد بن اعلم کو پہنانا چاہا تو اس نے اس دن اسے پہننے سے انکار کردیا۔

حضرت معاذ بن عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے ایک جھمگٹے میں ابوجہل کو دیکھ لیا۔ وہ لوگ کہہ رہے تھے: ابوحکم اس جگہ تک نہ پہنچنے پائے۔ میں نے پہچان لیا کہ یہ وہی ہے۔ میں نے کہا: اللہ کی قسم! یا میں خود مر جاؤں گا یا اسے اس جگہ تک پہنچا کر رہوں گا۔ میں اس کی طرف بڑھا۔ حتیٰ کہ جب مجھے تھوڑی سی مہلت ملی تو میں نے اس پر حملہ کردیا۔ میں نے اس پر ایک وار کیا اور اس کے پاؤں کو پنڈلی سے الگ کردیا۔ میں نے اسے گٹھلی کی طرح بنا دیا جو چکی کے نیچے پس جاتی ہے۔

پھر اس کا بیٹا عکرمہ میرے سامنے ہوا۔ اس نے میرے کندھے پر وار کیا اور میرا بازو کندھے سے الگ ہوگیا۔ صرف تھوڑی سی کھال باقی رہ گئی تھی۔ میں نے اپنے بازو کو اپنے پیچھے ڈال دیا۔ مگر جب مجھے زیادہ تکلیف ہوئی تو میں نے اس پر اپنا پاؤں رکھ کر جھٹکا دیا اور اسے الگ کردیا۔ پھر میں عکرمہ کے سامنے آیا۔ وہ پناہ مانگ رہا تھا۔ اگر میرا ہاتھ ہوتا تو اس دن مجھے امید تھی کہ میں اسے بھی موت کے گھاٹ اتار دیتا۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں فوت ہوئے۔

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ کو ابوجہل کی تلوار انعام میں دی۔ وہ آج بھی آل معاذ بن عمرو رضی اللہ عنہم کے پاس موجود ہے۔

اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عکرمہ بن ابی جہل سے پوچھا: تیرے باپ کو کس نے قتل کیا؟ انہوں نے کہا: اس نے جس کا میں نے ہاتھ کاٹا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ معاذ بن عمرو رضی اللہ عنہ کو دے دیا۔ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے بدر والے دن ان کا ہاتھ کاٹا تھا۔

حضرت نافع بن جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ بنو مغیرہ اس بات میں شک نہیں کرتے تھے کہ ابوحکم کی تلوار حضرت معاذ بن عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ کی ہوگئی اور انہوں نے ہی بدر والے دن اسے قتل کیا تھا۔

حضرت معاذ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے ابوجہل کے سلب کا فیصلہ فرمایا۔ چنانچہ میں نے اس کی زرہ اور تلوار لے لی۔ اس کے بعد میں نے اس کی تلوار بیچ دی تھی۔

راوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں نے اس کے قتل کرنے اور سلب لینے کا قصہ کسی اور سے بھی سنا ہے۔

ننھے مجاہدین کا بلند حوصلہ

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ایک رات جنگ کے لیے تیار کیا۔ پھر ہماری صفیں بنائیں، پھر صبح ہوئی تو ہم اپنی صفوں میں تھے۔ اچانک میں نے دو لڑکوں کو دیکھا۔ ان میں ہر ایک کی نیام اس کے گلے میں لٹکی ہوئی تھی۔ ان میں سے ایک میری طرف متوجہ ہوا اور کہنے لگا: اے چچا! ان میں ابوجہل کون ہے؟ میں نے کہا: اے بھتیجے! تم اس کا کیا کرو گے؟ کہنے لگا: مجھے معلوم ہوا کہ وہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیتا ہے۔ میں نے قسم اٹھائی ہے کہ اگر میں نے اسے دیکھ لیا تو میں یقیناً اسے قتل کر دوں گا یا اپنی جان دے دوں گا۔ میں نے اس کی طرف اشارہ کیا۔ پھر دوسرا میری طرف متوجہ ہوا اور مجھے اسی طرح کہا۔ میں نے اسے بھی اشارہ کر کے دکھایا۔ میں نے پوچھا: تم دونوں کون ہو؟ کہنے لگے: حارث کے بیٹے۔ چنانچہ وہ دونوں مسلسل ابوجہل پر نظر رکھے رہے۔ پھر جب جنگ چھڑی تو وہ دونوں اس کی طرف بھاگ کر گئے۔ انہوں نے اس سے لڑائی کی اور اس نے ان دونوں سے لڑائی کی۔

حضرت ابراہیم بن یحییٰ بن زید بن ثابت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جب وہ دن تھا تو حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ نے فرمایا اور وہ اپنی دائیں بائیں دیکھ رہے تھے: کاش! میرے پہلو میں ان بچوں کے بجائے کوئی طاقت ور ہوتا۔ ابھی کچھ ہی دیر گزری تھی کہ ان میں سے ایک میری طرف متوجہ ہوا اور پوچھنے لگا: ان میں سے ابوجہل کون ہے؟ میں نے کہا: وہ جو سامنے تمہیں نظر آ رہا ہے چنانچہ وہ اس پر حملہ کرنے کے لیے نکل پڑا۔ گویا وہ بھیڑیا ہے اور اس کا بھائی بھی اس کے ساتھ مل گیا۔ پھر اچانک میں نے ان دونوں کو تلواریں چلاتے ہوئے دیکھا۔ اس کے بعد میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ آپ مقتولین میں انہیں لے کر گزرے۔ وہ دونوں آپ کے پہلو میں تھے۔

حضرت محمد بن رفاعہ بن ثعلبہ بن ابو مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے اپنے والد سے سنا۔ وہ اس بات کا انکار کرتے تھے جو لوگ عفراء کے بیٹوں کا بچپن بیان کرتے ہیں۔ وہ فرماتے تھے: بدر والے دن ان میں سے چھوٹے کی عمر پینتیس سال تھی۔ کیا یہ اپنی تلوار کی نیام لٹکاتا ہے؟ پہلی بات ثابت ہے۔

حضرت ربیع بنتِ معوذ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں انصار کی عورتوں کے ساتھ ابوجہل کی ماں اسماء بنت مخربہ کے پاس آئی۔ یہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا زمانہ تھا۔ اس کے بیٹے عبداللہ بن ابو ربیعہ نے اس کی طرف یمن سے عطر بھیجا تھا۔ وہ لینے والوں کو وہ عطر بیچ دیتی تھیں۔ ہم ان سے خرید لیتی تھیں۔ جب انہوں نے میری شیشی میں ڈالا اور میرے لیے وزن کیا۔ جیسے میرے ساتھ والیوں کے لیے وزن کیا تھا تو کہنے لگیں: لکھو، میرا تم پر حق ہے۔ میں نے کہا: ہاں۔ میں اس کے لیے ربیع بنت معوذ پر لکھتی ہوں۔ اسماء نے کہا: رہنے دو۔ تم تو اپنے سردار کے قاتل کی بیٹی ہو۔ فرماتی ہیں: میں نے کہا: نہیں، میں اپنے غلام کے قاتل کی بیٹی ہوں۔ کہنے لگی: اللہ کی قسم! میں کبھی تجھے کوئی چیز نہیں بیچوں گی۔ میں نے کہا: اور میں بھی اللہ کی قسم! کبھی تجھ سے کوئی چیز نہیں

خریدوں گی۔ پھر اللہ کی قسم! نہ وہ خوشبو رہی نہ عطر۔ اللہ کی قسم! اے میرے بیٹو! میں نے کبھی کوئی عطر نہیں سونگھا جو اس سے زیادہ خوشبودار ہو، لیکن اے بیٹو! مجھے غصہ آ گیا تھا۔

فرماتے ہیں: جب جنگ ختم ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے ابوجہل کو ڈھونڈنے کا حکم دیا۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے اسے پایا تو اس میں زندگی کی کچھ رمق باقی تھی۔ میں نے اپنا پاؤں اس کی گردن پر رکھا۔ میں نے کہا: تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں، جس نے تجھے رسوا کیا۔ کہنے لگا: اللہ لونڈی ماں کے غلام بیٹے کو رسوا کرے۔ میں نے سخت چٹان کو سر کر لیا۔ اے بکریوں کے چرواہے! فتح کس کی ہوئی ہے؟ میں نے کہا: اللہ اور اس کے رسول کی۔

امت مسلمہ کا فرعون

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: پھر میں نے اس کے خود کو گدی سے کھینچ دیا۔ میں نے کہا: اے ابوجہل! میں تجھے قتل کروں گا۔ کہنے لگا: تم پہلے غلام نہیں جس نے اپنے آقا کو قتل کیا۔ آج کے دن کی سب سے بڑی مصیبت یہ ہے کہ تم مجھے قتل کر رہے ہو۔ کیا ایسا نہیں ہو سکتا تھا کہ مجھے حلیفوں میں سے یا سرداروں میں سے کوئی قتل کرتا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے ایک وار کیا اور اس کا سر ان کے سامنے آ پڑا۔ پھر اسے سولی پر لٹکا دیا۔ جب اس کے جسم کو دیکھا تو اس کی شرم گاہ نظر آئی گویا وہ کوڑا ہے۔ وہ اس کا اسلحہ، زرہ اور خود لے کر آئے اور اسے رسول اللہ ﷺ کے سامنے رکھ دیا۔ عرض کیا: اے اللہ کے نبی! خوش ہو جائیے، اللہ کا دشمن ابوجہل قتل ہو گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے عبداللہ! کیا سچ کہہ رہے ہو؟ اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے! یہ تو مجھے سرخ اونٹوں سے بھی زیادہ محبوب ہے یا جیسے آپ نے فرمایا: فرماتے ہیں: میں نے نبی کریم ﷺ سے اس کے جسم پر لگے نشانات بیان کیے تو آپ نے فرمایا: یہ فرشتوں کی مار کے نشانات ہیں اور فرمایا: اس کے جسم پر زخم کا نشان ہوگا جو ابن جدعان کی دعوت میں میں نے اسے دھکا دیا تھا اور اس کا گھٹنا زخمی ہو گیا تھا۔ لوگوں نے ڈھونڈا تو انہیں وہ نشان مل گیا۔

کہا جاتا ہے: حضرت ابوسلمہ بن عبدالاسد مخزومی رضی اللہ عنہ اس وقت نبی کریم ﷺ کے پاس تھے۔ ان کے دل میں کوئی بات آئی۔ وہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: کیا تم نے اسے قتل کیا تھا؟ انہوں نے فرمایا: ہاں، اللہ نے اسے قتل کیا۔ حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا اس کا قتل تمہارے ذمہ تھا؟ انہوں نے فرمایا: ہاں، انہوں نے فرمایا: اگر وہ چاہتا تو تجھے اپنی آستین میں ڈال دیتا۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے ہی اسے قتل کیا اور اسے ننگا کیا۔ ابوسلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا نشانی ہے؟ انہوں نے فرمایا: اس کی دائیں ران کے اندرونی جانب سیاہ تل تھا۔ حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ نے نشانی پہچان لی اور فرمایا: تم نے اسے ننگا کر دیا حالانکہ اس کے علاوہ کسی قریشی کو ننگا نہیں کیا گیا۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی قسم! قریش اور ان کے حلیفوں میں کوئی ایک بھی اس سے بڑھ کر اللہ اور اس کے رسول کا دشمن نہیں تھا اور میں اپنے کیے پر کوئی عذر بیان نہیں کرنا چاہتا۔ ابوسلمہ رضی اللہ عنہ خاموش ہو گئے۔ کہتے ہیں: اس کے بعد ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کو ابوجہل کے بارے میں کی گئی گفتگو پر استغفار کرتے سنا گیا۔

رسول اللہ ﷺ کو ابو جہل کے قتل سے بے حد خوشی ہوئی۔ آپ نے فرمایا: اے اللہ! آپ نے اپنا وعدہ پورا کر دیا اور مجھ پر اپنی نعمت تام کر دی۔ کہتے ہیں: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی آل کہا کرتے تھے: ابو جہل کی تلوار ہمارے پاس ہے۔ جس پر چاندی کا نقش و نگار ہے۔ یہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو اس دن بطور غنیمت ملی تھی۔ ہمارے حضرات کا اتفاق ہے کہ حضرت معاذ بن عمرو اور عفراء رضی اللہ عنہا کے بیٹوں نے اسے گرایا اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس کی گردن پر وار کیا جب اس میں آخری رمق باقی تھی۔ ہر ایک اس کے قتل میں شریک ہے۔

نبی کریم ﷺ حضرت عفراء رضی اللہ عنہا کے بیٹوں کے پچھاڑنے کی جگہ کھڑے ہوئے اور فرمایا: اللہ عفراء رضی اللہ عنہا کے بیٹوں پر رحم کرے۔ وہ دونوں اس امت کے فرعون کے قتل میں شریک ہوئے جو ائمہ کفر کا سرغنہ تھا۔ عرض کیا گیا: اے اللہ کے رسول! ان کے ساتھ اور کس نے اسے قتل کیا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: فرشتوں اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے، ہر ایک اس کے قتل میں شریک ہوا۔

نوفل بن خویلد کا قتل

حضرت زہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے اللہ! نوفل بن خویلد سے میری کفایت فرما۔ اس دن نوفل سامنے آیا۔ وہ اپنے ساتھیوں کے قتل کو دیکھ کر مرعوب ہو چکا تھا۔ جب مسلمانوں اور کفار کی جنگ شروع ہوئی تو وہ زور دار آواز میں چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا: اے قریش کے لوگو! یہ دن بلندی اور رفعت کا دن ہے۔ پھر جب اس نے قریش کو ٹوٹتا ہوا دیکھا تو انصار کو چیخ کر بلانے لگا اور کہنے لگا: تمہیں ہمارے خونوں کی کیا ضرورت ہے۔ کیا تم جانتے ہو کن لوگوں کو قتل کر رہے ہو؟ کیا تمہیں دودھ کی کوئی ضرورت نہیں ہے؟ حضرت جبار بن صخر رضی اللہ عنہ نے اسے قیدی بنا لیا۔ وہ اسے اپنے آگے آگے ہانک رہے تھے۔ نوفل جبار رضی اللہ عنہ سے کہہ رہا تھا اور اس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سامنے آتا دیکھ لیا تھا: اے انصاری! یہ کون ہے؟ لات اور عزی کی قسم! میں ایسے آدمی کو دیکھ رہا ہوں جو مجھے مارنا چاہتا ہے۔ انہوں نے فرمایا: یہ حضرت علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ ہیں۔ کہنے لگا: میں نے آج کی طرح اس سے زیادہ تیز آدمی اس کی قوم میں نہیں دیکھا۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس کی طرف بڑھے اور اسے مارنے لگے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تلوار کچھ دیر کو اس کی چمڑے والی ڈھال میں گھس گئی۔ پھر انہوں نے اسے کھینچا اور اس کی پنڈلیوں اور زرہ پر مارنے لگے۔ خوب زور سے تلوار چلی اور آپ نے اس کی دونوں پنڈلیاں کاٹ دیں، پھر انہوں نے جلدی سے اسے قتل کر دیا۔ رسول اکرم ﷺ نے پوچھا: نوفل بن خویلد کے بارے میں کسی کو علم ہے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے اسے قتل کر دیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اللہ اکبر کہا اور فرمایا: تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے اس کے بارے میں میری دعا قبول کی۔

عاص بن سعید جنگ کے لیے للکارتا ہوا سامنے آیا۔ پھر اس کی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جھڑپ ہوئی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے قتل کر دیا۔ حضرت عمر بن خطاب اس کے بیٹے سعید بن العاص رضی اللہ عنہ سے کہنے لگے: میں تمہیں اعراض کیے ہوئے دیکھ رہا ہوں۔ تم سمجھتے ہو کہ میں نے تمہارے باپ کو قتل کیا؟ ابن ابوحیہ کی اصل میں اللہ کی قسم! میں نے تمہارے باپ کو قتل نہیں کیا اور نہ

مجھے کسی مشرک کو قتل کرنے سے کوئی عذر ہے اور میں نے اپنے ماموں عاص بن ہشام بن مغیرہ کو اپنے ہاتھ سے قتل کیا ہے۔ حضرت سعید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر آپ نے اسے قتل کیا بھی ہے تو وہ باطل پر تھا اور آپ حق پر ہیں۔ فرمایا: قریش لوگوں میں بڑے بردبار اور بڑے امانت دار ہیں۔ کوئی بھی مصائب میں ان سے بغاوت نہیں کرتا مگر اس میں اللہ نے انہیں اوندھے منہ گرا دیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اس دن دوپہر کے وقت جب ہماری اور مشرکین کی صفیں آپس میں مل جل گئی تھیں، میں ان میں سے ایک شخص کے پیچھے نکلا۔ اچانک میں نے دیکھا، ریت کے ٹیلے پر ایک مشرک آدمی اور سعد بن خیثمہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ وہ دونوں لڑ رہے ہیں۔ اس مشرک نے حضرت سعد بن خیثمہ رضی اللہ عنہ کو قتل کر دیا۔ وہ مشرک لوہے میں جکڑا ہوا تھا اور گھوڑے پر سوار تھا۔ وہ اپنے گھوڑے سے کود پڑا۔ اس نے مجھے پہچان لیا، وہ علامت لگائے ہوئے تھا، مگر میں اسے نہیں پہچان سکا۔ اس نے آواز دے کر مجھے بلایا: اے ابوطالب کے بیٹے! آؤ مقابلہ کرو۔ میں اس کی طرف متوجہ ہوا۔ وہ میری طرف رخ کر کے اترنے لگا۔ میں چھوٹے قد والا آدمی تھا۔ میں واپسی کے لیے اترنے لگا تاکہ وہ بھی میری طرف اتر آئے۔ پھر مجھے اچھا نہیں لگا کہ وہ میری طرف تلوار اٹھائے اور کہے: ابوطالب کے بیٹے! تم بھاگ گئے۔ پھر میں نے کہا: قریب ہے کہ ابن شتراء بھاگ جائے۔ پھر جب میرے پاؤں مضبوطی سے جم گئے اور میں ٹھہر گیا تو وہ سامنے آیا۔ پھر جب وہ مجھ سے قریب ہوا تو اس نے مجھ پر وار کیا۔ میں نے اس کے وار کو ڈھال سے روکا، چنانچہ اس کی تلوار میان میں پھنس گئی۔ میں نے اس کے کندھے پر وار کیا، وہ زرہ پوش تھا مگر پھر بھی کانپ اٹھا۔ میری تلوار نے اس کی زرہ کو توڑ دیا۔ میرا خیال تھا کہ میری تلوار اسے مار ڈالے گی۔ اچانک میرے پیچھے سے تلوار کی چمک آئی۔ میں نے اپنا سر جھکایا اور تلوار آ پڑی۔ وہ خود میں سے گزرتی ہوئی اس کے دماغ کی ہڈی میں جا لگی۔ وہ کہہ رہے تھے۔ لے لو، میں بھی عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔ میں نے اپنے پیچھے مڑ کر دیکھا تو وہ حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ تھے۔

لکڑی کا تلوار بننا

حضرت عمر بن عثمان جحشی رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد سے اور وہ اپنی پھوپھی سے نقل فرماتے ہیں کہ حضرت عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بدر کے دن میری تلوار ٹوٹ گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے لکڑی دی تو وہ سفید لمبی تلوار بن گئی۔ میں اس سے لڑتا رہا۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے مشرکین کو شکست دی۔ وہ تلوار وفات تک ان کے پاس رہی۔

بنوعبدالاشہل کے چند لوگوں سے منقول ہے کہ بدر والے دن حضرت سلمہ بن اسلم بن حریش رضی اللہ عنہ کی تلوار ٹوٹ گئی۔ وہ خالی ہاتھ رہ گئے۔ ان کے پاس کوئی اسلحہ نہ تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ایک کانا دیا جو ان کے ہاتھ میں تھا اور انہوں نے عراجین بن طالب سے لیا تھا۔ پھر آپ نے فرمایا: اس سے لڑو۔ اچانک وہ عمدہ تلوار بن گئی۔ وہ ان کے پاس رہی، حتیٰ کہ وہ جسر ابی عبید کے دن شہید ہو گئے اور فرمایا: ایک مرتبہ حارثہ بن سراقہ رضی اللہ عنہ حوض سے پانی پی رہے تھے۔ اچانک غیب سے کوئی تیر آیا اور ان کی گردن میں آ لگا۔ پھر دن کے آخر میں لوگوں نے ان کا خون ملا پانی پیا۔ ان کی ماں اور بہن کو واقعہ کی اطلاع ہوئی۔ وہ دونوں

مدینہ میں تھیں۔ ان کی ماں کہنے لگی: اللہ کی قسم! میں اس پر نہیں روؤں گی۔ یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئیں۔ پھر میں ان سے پوچھوں گی۔ اگر میرا بیٹا جنت میں ہوا تو میں اس پر نہیں روؤں گی اور اگر میرا بیٹا دوزخ میں ہوا تو میں اللہ کی قسم! اس پر روؤں گی اور خوب چیخ چیخ کر روؤں گی۔

پھر جب رسول اللہ ﷺ بدر سے تشریف لائے تو ان کی والدہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ حارثہ سے میرا دلی تعلق جانتے ہیں۔ میں نے اس پر رونا چاہا۔ پھر میں نے سوچا، میں ایسا نہیں کروں گی حتیٰ کہ میں رسول اللہ ﷺ سے پوچھ لوں۔ پھر اگر وہ جنت میں ہوا تو میں اس پر نہیں روؤں گی اور اگر وہ دوزخ میں ہوا تو میں اس پر خوب چیخ چیخ کر روؤں گی۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تیری اولاد گم ہو! وہاں تو بہت سی جنتیں ہیں اور اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے! وہ تو فردوس بریں میں ہے۔ کہنے لگیں: اللہ کی قسم! میں اس پر کبھی نہیں روؤں گی۔ رسول اللہ ﷺ نے پانی کا ایک برتن منگوایا، پھر اس میں ہاتھ ڈالے اور کلی کی۔ پھر ام حارثہ رضی اللہ عنہا کو دیا۔ انہوں نے پیا۔ پھر ان کی بیٹی کو دیا، انہوں نے بھی پیا۔ پھر آپ نے انہیں حکم دیا کہ وہ اس کے چھینٹے اپنے گریبانوں میں ڈالیں۔ چنانچہ انہوں نے ایسے ہی کیا اور نبی ﷺ کے پاس سے واپس چلی گئیں۔ مدینہ میں کوئی عورت ایسی نہیں تھی جو ان سے زیادہ ٹھنڈی آنکھوں والی اور خوش ہو۔

کہتے ہیں: ہبیرہ بن ابو وہب نے جب شکست دیکھی تو اس کی کمر ٹوٹ گئی اور وہ اسی جگہ کھڑا رہ گیا۔ اس میں اٹھنے کی طاقت نہیں رہی تھی۔ اس کے پاس ابو اسامہ جشمی آیا جو اس کا حلیف تھا۔ اس نے اس کی زرہ اس سے ہٹا دی اور اسے اٹھا لیا۔

کہا جاتا ہے: اسے ابو داؤد مازنی رضی اللہ عنہ نے تلوار ماری اور اس کی زرہ ٹوٹ گئی اور وہ اپنے چہرے کے بل گر گیا اور زمین پر آ پڑا۔ ابو داؤد رضی اللہ عنہ اس کے پاس سے گزر گئے۔ اسے زہیر جشمی کے دو بیٹوں نے دیکھ لیا۔ ان کا نام ابو اسامہ اور مالک تھا وہ دونوں اس کے حلیف تھے۔ انہوں نے اس کا دفاع کیا اور اسے بچا لیا۔ ابو اسامہ نے اسے اٹھا لیا اور لے کر بچ نکلا اور مالک اس کی طرف سے دفاع کر رہا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اسے اس کے دو حلیف کتوں نے بچا لیا۔ ابو اسامہ گویا کھجور کا لمبا درخت ہے۔

اور بعض نے کہا: جس نے اسے مارا وہ مجذر بن زیاد رضی اللہ عنہ تھے۔ مروان بن حکم رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ وہ حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے بدر کے دن کے بارے میں پوچھنے لگا۔ شیخ اس واقعہ کا ذکر کرنا پسند نہیں کر رہے تھے۔ یہاں تک کہ اس نے مجبور کر دیا۔ چنانچہ حضرت حکیم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہماری جنگ ہوئی اور ہم آپس میں لڑے۔ پھر میں نے آسمان سے زمین کی طرف آتی ہوئی ایک آواز سنی۔ جیسے تھال میں کوئی کنکر گرا ہو۔ نبی کریم ﷺ نے ایک مٹھی مٹی کی لی اور اسے پھینک دیا۔ چنانچہ ہمیں شکست ہوئی۔

حضرت عبداللہ بن ثعلبہ بن صغیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے نوفل بن معاویہ دیلی کو کہتے ہوئے سنا: ہمیں بدر کے دن شکست ہوئی اور ہم نے ایسی آواز سنی گویا ہمارے سامنے تھال میں کوئی کنکر گرا ہو اور ہمارے پیچھے بھی۔ اس سے ہم پر سخت رعب طاری

ہوگیا۔

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ فرماتے تھے: ہمیں بدر کے دن شکست ہوئی۔ میں بھاگ رہا تھا اور کہہ رہا تھا: اللہ ابن حنظلیہ (ابوجہل) کو ہلاک کرے۔ وہ خیال کرتا تھا کہ دن ختم ہو چکا ہے۔ حالانکہ اللہ کی قسم! دن اسی طرح باقی تھا۔

فرماتے ہیں: ہمارا جی یہ چاہ رہا تھا کہ رات آجائے اور لوگ ہمیں ڈھونڈنے سے عاجز آجائیں۔ پھر حکیم رضی اللہ عنہ کو عوام رضی اللہ عنہ کے بیٹوں عبید اللہ اور عبد الرحمن رضی اللہ عنہما نے پکڑ لیا۔ وہ دونوں اپنے اونٹ پر تھے۔ حضرت عبد الرحمن نے اپنے بھائی سے کہا: اترو اور ابو خالد کو سوار کرلو۔ عبید اللہ لنگڑے آدمی تھے ان میں چلنے کی طاقت نہیں تھی۔ عبید اللہ نے کہا: جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں مجھ میں چلنے کی طاقت نہیں ہے۔ عبد الرحمٰن نے کہا: اللہ کی قسم! یہ کام ضروری ہے، کیا ہم ایسے آدمی کو سوار نہ کریں کہ اگر ہم مر جائیں تو وہ ہمارے بعد ہمارے عیال کی کفالت کریں اور اگر ہم زندہ رہیں تو وہ ہم سب کو اٹھالے۔ چنانچہ عبد الرحمن اور ان کے لنگڑے بھائی اترے اور انہیں بھی سوار کرلیا۔ وہ باری باری اونٹ پر سوار ہوئے۔ پھر جب وہ مکہ سے قریب ہوئے اور مرظہران پر سے گزر ہوا تو انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! میں نے وہاں ایک معاملہ دیکھا کہ اس جیسے معاملے پر کوئی نہ نکلتا جس میں کوئی رائے ہوتی۔ لیکن ابن حنظلیہ کی بدبختی غالب آگئی۔ ایک اونٹ یہاں ذبح کیا گیا، پھر کوئی خیمہ باقی نہ رہا جسے اس کا خون نہ لگا ہو۔ ان دونوں نے کہا: ہم نے وہ دیکھا تھا، لیکن پھر ہم نے آپ کو اور آپ کی قوم کو دیکھا وہ چلتے رہے تو ہم بھی آپ کے ساتھ چلتے رہے۔ پھر ہمارے لیے معاملہ آپ کے ساتھ نہ رہا۔

حضرت مخلد بن خفاف رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد سے نقل فرماتے ہیں کہ قریش کے پاس زرہیں بہت زیادہ تھیں۔ پھر جب انہیں شکست ہوئی تو وہ انہیں پھینکنے لگے اور مسلمان ان کا پیچھا کرنے لگے اور ان کے چھوڑے ہوئے اموال کو اٹھانے لگے۔ میں نے اس دن خود کو دیکھا۔ میں نے تین زرہیں اٹھائیں اور میں انہیں اپنے گھر والوں کے پاس لے آیا۔ جو اس کے بعد بھی ہمارے پاس رہیں۔ ایک قریشی آدمی نے ہمارے ہاں ان میں سے ایک زرہ دیکھی۔ وہ اسے پہچان گیا اور کہنے لگا: یہ حارث بن ہشام کی زرہ ہے۔

حضرت ابوعمرو بن امیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: مجھے اس شخص نے بتلایا جس نے اس دن شکست کھائی تھی اور وہ اپنے دل میں کہہ رہا تھا۔ میں نے اس معاملے کی طرح نہیں دیکھا کہ جس سے عورتوں کے علاوہ ہر ایک بھاگ گیا تھا۔

حضرت قباث بن اشیم کنانی کا قبولِ اسلام

کہتے ہیں: قباث بن اشیم کنانی کہتے ہیں: میں بدر میں مشرکوں کے ساتھ حاضر ہوا۔ میں دیکھ رہا تھا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھی کم ہیں اور ہمارے ساتھ گھوڑے اور مرد بہت زیادہ ہیں۔ پھر بھی میں شکست خوردہ لوگوں میں ہوگیا۔ میں ہر جانب سے مشرکین کو دیکھ رہا تھا اور اپنے دل میں کہہ رہا تھا: میں نے اس معاملے کی طرح نہیں دیکھا کہ جس سے عورتوں کے علاوہ ہر ایک

بھاگ رہا تھا۔ ایک شخص میرے ساتھ ہولیا۔ ابھی وہ میرے ساتھ چل رہا تھا کہ اچانک ہمارے پیچھے سے کوئی ہمارے ساتھ آملا۔ میں نے اپنے ساتھی سے کہا: کیا وہ تمہارے مددگار ہیں؟ اس نے کہا: نہیں، اللہ کی قسم! وہ میرے ساتھ نہیں ہے۔

وہ حیران و ششدر کھڑا رہ گیا اور میں آگے چل دیا۔ اگلی صبح میں غیقہ مقام تک پہنچ گیا۔ یہ سقیا کی بائیں جانب ہے۔ اس کے اور فرع کے درمیان ایک رات کی مسافت کا فاصلہ ہے اور مدینہ آٹھ برد کے فاصلے پر ہے۔ یہ سورج نکلنے سے پہلے کا وقت تھا اور میں راستے سے ہٹ کر چل رہا تھا۔ میں سیدھے راستے پر نہیں چلا۔ مجھے جاسوسی کا ڈر تھا۔ چنانچہ میں راستے سے چھپ کر چلتا رہا۔ غیقہ میں مجھے اپنی قوم کا ایک آدمی ملا۔ اس نے پوچھا: تمہارے پیچھے کیا ہے؟ میں نے کہا: کوئی چیز نہیں۔ مگر ہمارے ساتھی مارے گئے اور کچھ قید ہو گئے اور ہمیں شکست ہوئی۔ کیا تمہارے پاس سواری ہے؟ کہتے ہیں: پھر اس نے مجھے ایک اونٹ پر سوار کیا اور زادِ راہ ساتھ دیا۔ پھر میں جحفہ کے راستے پر ہولیا۔ پھر میں چلتا رہا حتیٰ کہ مکہ آگیا۔ میں نے غمیم میں حیسمان بن حابس خزاعی کو دیکھا۔ میں جان گیا کہ وہ مکہ میں قریش کو اطلاع دینے جا رہا ہے۔ اگر میں چاہتا تو اس سے آگے بڑھ جاتا۔ لیکن میں اس سے چھپ کر پیچھے رہا۔

حتیٰ کہ وہ مجھ سے دن کا کچھ حصہ پہلے پہنچ گیا۔ پھر میں آیا اور مکہ میں ان کے مقتولین کی خبر پہنچ چکی تھی۔ وہ خزاعی پر لعنت بھیج رہے تھے اور کہہ رہے تھے: وہ ہمارے پاس بھلائی لے کر نہیں آیا۔ پھر میں مکہ میں ٹھہرا رہا۔ پھر جب غزوۂ خندق ہو چکا تو میں نے سوچا: اگر میں مدینہ جاؤں اور دیکھوں کہ محمد (ﷺ) کیا کہتے ہیں۔ میرے دل میں اسلام کی محبت واقع ہو چکی تھی۔

پھر میں مدینہ آیا اور میں نے رسول اللہ ﷺ کے بارے میں پوچھا۔ انہوں نے بتلایا۔ آپ مسجد کے سائے میں اپنے صحابہ کے امراء کے ساتھ تشریف فرما ہیں۔ پھر میں آپ کے پاس آیا۔ میں آپ کو ان کے درمیان سے نہیں پہچانتا تھا۔ میں نے سلام کیا۔ آپ نے فرمایا: اے قباث بن اشیم! بدر کے دن تم یہ کہہ رہے تھے کہ میں نے اس معاملے کی طرح نہیں دیکھا جس سے عورتوں کے علاوہ ہر ایک بھاگ گیا ہو۔ میں نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور یہ بات میں نے کبھی کسی کو نہیں بتلائی اور نہ میں نے زبان سے کہی تھی، بلکہ میں نے تو اسے دل میں سوچا تھا۔ اگر آپ اللہ کے نبی نہ ہوتے تو اللہ تعالیٰ آپ کو اس پر مطلع نہ کرتا۔ آیئے میں آپ کی بیعت کروں۔ پھر آپ نے مجھ پر اسلام پیش کیا اور میں مسلمان ہو گیا۔

غنائم بدر کا بیان

فرماتے ہیں: جب مسلمانوں اور مشرکین نے میدانِ کارزار میں صف بندی کر لی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے کسی کافر کو قتل کیا اس کے لیے اتنا اتنا ہے اور جس نے کسی قیدی کو پکڑا اس کے لیے اتنا اتنا ہے۔ پھر جب انہیں شکست ہوئی تو لوگ تین جماعتوں میں بٹ گئے۔ ایک جماعت نبی کریم ﷺ کے خیمے کے پاس ٹھہری رہی اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ کے ساتھ خیمے میں تھے۔ دوسری جماعت مالِ غنیمت اکٹھا کرنے میں لگ گئی۔ جبکہ تیسری جماعت دشمن کی تلاش میں نکل کھڑی ہوئی۔ انہیں

قیدی بنانے لگے اور مالِ غنیمت حاصل کرنے لگے۔

پھر حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ گویا ہوئے۔ یہ ان میں سے تھے جو نبی کریم ﷺ کے خیمے پر کھڑے تھے۔ عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ہمیں دشمن کا پیچھا کرنے سے اس بات نے نہیں روکا کہ ہم اجر سے مستغنی ہو گئے اور نہ ہی دشمن سے بزدل ہو کر رکے۔ بلکہ ہمیں یہ ڈر تھا کہ آپ کی جگہ خالی رہ جائے اور دشمن کے گھوڑے اور مردانِ کار آپ پر حملے کے لیے ادھر کا رخ نہ کر لیں اور آپ کے خیمے کے پاس مہاجرین اور انصار کے سردار ٹھہرے ہوئے ہیں۔ ان میں سے کوئی بھی الگ نہیں ہوا اور اے اللہ کے رسول! لوگ بہت زیادہ ہیں۔ جب آپ انہیں عطا کریں گے تو آپ کے ساتھیوں کے لیے کچھ باقی نہیں رہے گا۔ قیدی اور مقتولین بہت زیادہ ہیں اور غنیمت تھوڑی ہے۔ پھر ان کا اختلاف ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاردی: يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ ؕ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ ۚ ''وہ آپ سے مالِ غنیمت کے بارے میں پوچھ رہے ہیں۔ کہہ دیجیے: مالِ غنیمت تو اللہ اور اس کے رسول کے لیے ہے۔'' پھر لوگ واپس چلے گئے اور انہیں کچھ غنیمت نہیں ملی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری: وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ ''اور جان لو، جو بھی تم غنیمت حاصل کرو تو اللہ اور رسول کے لیے اس کا پانچواں حصہ ہے۔'' پھر رسول اللہ ﷺ نے اسے ان کے درمیان تقسیم کر دیا۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم نے مالِ غنیمت اللہ اور اس کے رسول کے سپرد کر دیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے بدر میں اس کا پانچواں حصہ نہیں نکالا تھا۔ اس کے بعد پھر یہ آیت نازل ہوئی؟ اور جان لو، جو بھی تم غنیمت حاصل کرو تو اللہ کے لیے اس کا پانچواں حصہ ہے۔ چنانچہ بدر کے بعد جو پہلی غنیمت حاصل ہوئی اس کا پانچواں حصہ بھی اللہ کے رسول ﷺ نے مسلمانوں کے درمیان تقسیم کر دیا۔

حضرت ابو اسید ساعدی رضی اللہ عنہ بھی اسی طرح بیان فرماتے ہیں۔

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: بدر والے دن اموالِ غنیمت میں لوگوں کا اختلاف ہوا۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے غنیمتوں کو جائے تقسیم میں لوٹانے کا حکم دیا۔ کوئی چیز باقی نہ رہی جو لوٹائی نہ گئی ہو۔ بہادر لوگوں کا گمان تھا کہ رسول اللہ ﷺ مالِ غنیمت خاص انہی کو دیں گے، کمزوروں کو نہیں دیں گے۔ پھر آپ ﷺ نے اسے ان کے درمیان برابری کے ساتھ تقسیم کرنے کا حکم دے دیا۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا قوم کے شہسوار کو جو ان کی حفاظت کرتا ہے اتنا ہی دیا جائے گا جتنا ان کے کمزور کو؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تمہاری ماں تمہیں گم کر دے، کیا ایسا نہیں کہ تمہارے کمزوروں کی وجہ سے ہی تمہاری مدد کی جاتی ہے۔

حضرت عبدالحمید بن جعفر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت موسیٰ بن سعد بن زید بن ثابت رضی اللہ عنہم سے پوچھا: نبی کریم ﷺ نے بدر والے دن قیدیوں، سامان اور اموالِ غنیمت میں کیسے عمل کیا تھا؟ انہوں نے فرمایا: آپ کے منادی نے اس دن اعلان کیا کہ جس نے کسی کافر کو قتل کیا تو اس کا سامان اسی کے لیے ہے اور جس نے کوئی قیدی بنایا تو وہ اسی کا ہے۔ آپ قتل

کرنے والے کو مقتول کا سامان دیتے رہے اور جو لشکر میں ملا اور بغیر لڑائی کے حاصل ہوا، اسے آپ نے ان کے درمیان برابر تقسیم کر دیا۔

فرماتے ہیں: میں نے عبدالحمید بن جعفر رحمۃ اللہ علیہ سے کہا: ابوجہل کا سامان کسے دیا گیا؟ انہوں نے فرمایا: اس بارے میں ہمارے ہاں اختلاف ہے۔ کوئی کہتا ہے: اسے حضرت معاذ بن عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ نے لیا اور بعض حضرات کا کہنا ہے: آپ نے وہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو دیا۔ میں نے عبدالحمید رحمۃ اللہ علیہ سے کہا: آپ کو کس نے بتلایا؟ انہوں نے فرمایا: جس نے کہا کہ آپ نے وہ معاذ بن عمرو رضی اللہ عنہ کو دیا۔ اس بارے میں مجھے خارجہ بن عبداللہ بن کعب رضی اللہ عنہم نے بتلایا اور جس نے کہا: ابن مسعود رضی اللہ عنہ تو یہ بات مجھے سعید بن خالد قرظی رضی اللہ عنہ نے بتلائی۔

محدثین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ولید بن عتبہ کی ذرہ، خود اور خود کے نیچے کا کپڑا لے لیا اور حضرت عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ نے شیبہ بن ربیعہ کی ذرہ لی۔ حتیٰ کہ وہ ان کے ورثاء میں منتقل ہو گئی۔

حضرت محمد بن سہل بن ابی حثمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ قیدیوں، سامان اور اموالِ غنیمت کو جائے غنیمت میں واپس کر دیا جائے۔ پھر ان کے درمیان قیدیوں میں قرعہ ڈالا اور وہ سامان جو مبارزت میں حاصل ہوا اس شخص کو دے دیا جس نے وہ حاصل کیا تھا اور جو لشکر میں حاصل ہوا تھا اسے لوگوں کے درمیان برابر تقسیم کر دیا۔

اس بارے میں ہمارے ہاں تحقیقی بات یہ ہے کہ جو مال آپ نے جس کے لیے مقرر فرمایا وہ اسی کو دے دیا اور جو مقرر نہیں فرمایا وہ ان کے درمیان تقسیم کر دیا۔ اموالِ غنیمت اکٹھے کیے گئے اور ان پر نگران آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن کعب بن عمر مازنی رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمایا۔

حضرت محمد بن یحییٰ بن سھل بن ابی حثمہ رضی اللہ عنہ اپنے والد کے واسطے سے اپنے دادا سے نقل فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم انہیں سیلر میں تقسیم فرمایا۔ سیلر درہ صفراء میں ایک گھاٹی کا نام ہے۔

کہا گیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ کو نگران مقرر کیا تھا۔

حضرت عبداللہ بن مکنف حارثی انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب مالِ غنیمت کو جمع کیا گیا تو اس میں اونٹ، سامان، چمڑے اور کپڑے تھے۔ پھر والی نے انہیں تقسیم کیا۔ کسی شخص کے حصے میں اونٹ آیا اور اس کے ساتھ بوسیدہ سامان، دوسرے کے حصے میں دو اونٹ اور کسی کے حصے میں چمڑے آئے اور دو حصے تین سو پر تقسیم ہوئے۔

اور سترہ کو ایک حصہ ملا۔ لوگ ۳۱۳ تھے اور دو گھوڑے تھے۔ ان کے لیے چار حصے ہوئے۔ آٹھ افراد شریک نہیں ہوئے تھے۔ ان کے لیے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے حصے اور اجر کو تقسیم فرمایا۔ ان میں سے ہر ایک بدر میں مستحق ہوا۔

تین مہاجرین میں سے تھے، ہمارے ہاں اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ، انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی رقیہ کے لیے چھوڑ دیا تھا۔ وہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے آنے والے دن فوت ہوئیں۔ حضرت طلحہ بن

عبید اللہ، سعید بن زید بن عمرو بن نفیل رضی اللہ عنہما، انہیں رسول اللہ ﷺ نے قافلے کی جاسوسی کے لیے بھیجا تھا۔ یہ مقامِ حوراء تک پہنچ گئے تھے۔ حوراء ذوالمروہ کے پیچھے کا علاقہ ہے۔ دونوں کے درمیان برلبِ ساحل دو راتوں کا فاصلہ ہے اور ذوالمروہ اور مدینہ کے درمیان کم و بیش آٹھ برد کا فاصلہ ہے۔

اور انصار میں سے حضرت ابولبابہ بن عبدالمنذر رضی اللہ عنہ تھے۔ جنہیں آپ نے مدینہ پر اپنا نائب مقرر کیا تھا۔ حضرت عاصم بن عدی رضی اللہ عنہ، جنہیں آپ نے قباء اور عالیہ والوں پر اپنا نائب مقرر کیا تھا۔

حضرت حارث بن حاطب رضی اللہ عنہ، انہیں آپ نے بنو عمرو بن عوف پر مامور کیا تھا۔ حضرت خوات بن جبیر رضی اللہ عنہ، جو مقامِ روحاء میں روک دیے گئے تھے۔

حضرت حارث بن صمہ رضی اللہ عنہ، یہ بھی مقامِ روحاء میں روک دیے گئے تھے۔ ان حضرات کے بارے میں ہمارا کوئی اختلاف نہیں ہے۔

ایک روایت میں آیا ہے کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے لیے رسول اللہ ﷺ نے ان کا حصہ اور اجر مقرر فرمایا اور جب آپ بدر میں لڑائی سے فارغ ہوئے تو فرمایا: اگر سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ اس میں شریک نہ بھی ہوئے ہوتے تب بھی وہ اس میں راغب ہوتے۔

یہ اس لیے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے جہاد شروع فرمایا تو حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ انصار کے گھروں میں آتے اور انہیں نکلنے پر ابھارتے۔ وہ انہی جگہوں میں کسی مصیبت میں پھنس گئے تھے۔ جس وجہ سے وہ نکلنے سے رہ گئے۔ چنانچہ آپ نے ان کے لیے بھی حصہ اور اجر تقسیم فرمایا۔

اسی طرح آپ نے حضرت سعد بن مالک ساعدی رضی اللہ عنہ کے لیے بھی حصہ اور اجر تقسیم فرمایا۔ انہوں نے بدر کے لیے تیاری کر لی تھی۔ پھر وہ مدینہ میں ہی بیمار ہو گئے اور آپ کے پیچھے ان کا انتقال ہو گیا۔ انہوں نے نبی کریم ﷺ کی طرف وصیت لکھ بھیجی۔

آپ نے ایک انصاری اور ایک دوسرے شخص کے لیے بھی حصہ مقرر فرمایا۔ ان چاروں پر اس قدر اتفاق نہیں ہے جیسے آٹھ حضرات پر اتفاق ہے۔ حضرت یعقوب بن زید رضی اللہ عنہ اپنے والد سے نقل فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بدر کے مقتولین کے لیے بھی حصہ مقرر فرمایا۔ یہ چودہ افراد تھے جو بدر میں شہید ہوئے۔

حضرت عبداللہ بن سعد بن خیثمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم نے اپنے والد کا حصہ لیا جو ان کے لیے رسول اللہ ﷺ نے مقرر فرمایا تھا، جب آپ نے غنیمتیں تقسیم کیں۔ اسے حضرت عویم بن ساعدہ رضی اللہ عنہ ہماری طرف اٹھا کر لائے تھے۔ حضرت سائب بن ابولبابہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت مبشر بن عبدالمنذر رضی اللہ عنہ کے لیے بھی حصہ مقرر فرمایا تھا۔ ان کے حصے کو حضرت معن بن عدی رضی اللہ عنہ ہمارے پاس لے کر آئے تھے۔

اس دن حاصل ہونے والے اونٹوں کی تعداد ۱۵۰ تھی۔ ان کے ساتھ بہت سا چمڑا تھا۔ وہ اسے تجارت کے لیے اٹھا لائے

تھے۔ پھر وہ اس دن مسلمانوں کو بطورِ غنیمت حاصل ہوا۔ اس دن حاصل ہونے والے مال میں ایک سرخ چادر بھی تھی۔ بعض لوگ کہنے لگے: ہمیں کیا ہوا کہ ہم سرخ چادر نہیں دیکھ رہے؟ شاید اللہ کے رسول ﷺ نے اسے لے لیا ہو۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری: وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّغُلَّ ؕ "نبی کے لیے ایسا مناسب نہیں کہ وہ خیانت کریں۔" ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! فلاں نے سرخ چادر میں خیانت کی۔ آپ ﷺ نے اس شخص سے پوچھا تو اس نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میں نے نہیں کیا۔ بتلانے والے نے کہا: اے اللہ کے رسول! یہاں سے کھودیے۔ آپ ﷺ نے حکم دیا۔ لوگوں نے وہاں سے کھودا تو سرخ چادر نکل آئی۔ ایک شخص کہنے لگا: اے اللہ کے رسول! فلاں کے لیے استغفار کیجیے۔ اس نے دو یا زیادہ مرتبہ کہا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہمیں مجرم کے بارے میں الگ ہی رکھو۔

گھوڑے صرف دو ہی تھے۔ ایک گھوڑا مقداد رضی اللہ عنہ کا تھا۔ جس کا نام سبحہ تھا۔ جبکہ دوسرا گھوڑا زبیر رضی اللہ عنہ کا تھا۔ بعض نے کہا: مرثد رضی اللہ عنہ کا تھا۔

حضرت مقداد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے اس دن میرے لیے ایک حصہ اور میرے گھوڑے کے لیے بھی ایک حصہ مقرر کیا۔ جبکہ بعض نے کہا: اس دن رسول اللہ ﷺ نے گھوڑے کے لیے دو حصے اور اس کے مالک کے لیے ایک حصہ مقرر فرمایا۔

حضرت ابو عفیر محمد بن سھل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضرت ابو بردہ بن نیار رضی اللہ عنہ ایک گھوڑا لے کر لوٹے جو انہیں بدر والے دن غنیمت میں ملا تھا اور وہ گھوڑا زمعہ بن اسود کا تھا، جو ان کے حصے میں آیا۔

ابو جہل کا اونٹ مالِ غنیمت میں

مسلمانوں کو کفار کے گھوڑوں میں سے دس گھوڑے حاصل ہوئے۔ اس کے ساتھ انہیں اسلحہ اور مال بردار اونٹ بھی ملے۔ اس دن حاصل ہونے والے اونٹوں میں ایک اونٹ ابو جہل کا بھی تھا۔ وہ نبی کریم ﷺ کو بطورِ غنیمت حاصل ہوا۔ وہ آپ ہی کے پاس رہا۔ آپ اپنے اونٹوں میں اس پر سفر کرتے اور اس پر جہاد بھی کرتے۔ حتیٰ کہ آپ اسے حدیبیہ میں بھی بطورِ ہدی ساتھ لے گئے۔ اس دن مشرکین نے وہ اونٹ لینے کا مطالبہ کیا اور بدلے میں سو اونٹوں کی پیش کش کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر ہم نے اسے ہدی کے لیے متعین نہ کیا ہوتا تو ہم ایسا کر لیتے۔

یہ رسول اللہ ﷺ نے غنیمت تقسیم ہونے سے پہلے اپنے لیے چن لیا تھا۔

رسول اکرم ﷺ کی تلوار اور زرہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت سعید بن مسیب رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس دن اپنی تلوار جس کا نام ذوالفقار تھا غنیمت میں زائد حاصل کی۔ یہ منبہ بن حجاج کی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے بدر میں جس تلوار سے جنگ لڑی وہ

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے آپ کو ہبہ کی تھی۔ اس کا نام عضب تھا اور آپ کی زرہ کا نام ذات الفضول تھا۔

حضرت صالح بن کیسان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بدر کے دن نکلے تو آپ کے پاس کوئی تلوار نہیں تھی۔ سب سے پہلی تلوار جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لٹکائی وہ منبہ بن حجاج کی تلوار تھی، جو آپ کو بدر کے دن بطور غنیمت حاصل ہوئی تھی۔

حضرت ابو اسید رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جب ارقم بن ابوارقم کا ذکر آتا تو وہ فرماتے: کہا جاتا: وہ کیا ہے؟ فرماتے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ جو بھی اموالِ غنیمت ان کے پاس ہے واپس کر دیں۔ چنانچہ میں نے ابن عائذ مخزومی کی تلوار واپس کر دی۔ اس کا نام مرزبان تھا اور وہ انتہائی مہنگی اور گراں قدر تلوار تھی۔ میں چاہتا تھا وہ واپس مجھے ہی ملے۔

چنانچہ انہوں نے اس بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بات کی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کسی چیز کو نہیں روکتے تھے جو بھی آپ سے مانگی جاتی۔ چنانچہ آپ نے وہ تلوار ان کو دے دی۔

اور میرا بیٹا یفعہ بھی نکلا۔ اسے شیاطین جنات نے اغوا کر لیا۔ وہ اس کے ہاتھوں کو پشت کی جانب باندھ کر لے اڑے۔ ابو اسید رضی اللہ عنہ سے کہا گیا: کیا اس زمانے میں بھی شیاطین جنات ہیں؟ انہوں نے فرمایا: ہاں۔ لیکن وہ ہلاک ہو چکے ہیں۔ پھر میرا بیٹا ابن ارقم سے ملا۔ وہ خوش ہو کر اس کی طرف گیا اور اس سے پناہ مانگتے ہوئے رو پڑا۔ اس نے پوچھا: آپ کون ہیں؟ اس نے اسے بتلایا۔ اس چڑیل نے کہا: میں نے اس کی پرورش کی۔ وہ اس کے درپے ہو رہی تھی اور بچہ اسے جھٹلا رہا تھا۔ وہ اس پر نہ جھکا اور میرے گھر سے میرا گھوڑا نکلا اور اپنی لگام توڑ ڈالی۔ پھر وہ اسے جنگل میں ملا۔ وہ اس پر سوار ہوا۔ حتیٰ کہ جب وہ مدینہ کے قریب ہوا تو وہ اسے چھوڑ کر جنگل کی طرف چلا گیا۔ اس نے میرے سامنے عذر پیش کر دیا کہ وہ مجھے چھوڑ کر جنگل کی طرف چلا گیا۔ چنانچہ میں ابھی تک اس پر قادر نہیں ہوا۔

حضرت عامر بن سعد رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد سے نقل فرماتے ہیں کہ میں نے بدر والے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عاص بن منبہ کی تلوار مانگی تو آپ نے مجھے وہ عنایت فرما دی اور میرے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی:

يَسْئَلُونَكَ عَنِ الْأَنْفَالِ ۖ . . .

”وہ آپ سے اموالِ غنیمت کے بارے میں پوچھتے ہیں۔“

فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان غلاموں کو بھی عطا کیا جو بدر میں شریک ہوئے تھے۔ آپ نے ان کے لیے کوئی طے شدہ حصہ نہیں نکالا۔ تین غلام حضرت حاطب بن ابو بلتعہ رضی اللہ عنہ کے تھے۔ ایک غلام حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کا تھا اور ایک غلام حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کا تھا۔ قیدیوں پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام شقران رضی اللہ عنہ کو نگران مقرر کیا گیا۔ انہوں نے ہر قیدی کی طرف سے انہیں اتنا دیا جنہیں انہیں آزاد ہونے کی صورت میں تقسیم میں ملتا۔

قیدیوں کے احوال

حضرت عامر بن سعد رضی اللہ عنہ اپنے والد سے نقل فرماتے ہیں کہ میں نے بدر والے دن سہیل بن عمرو کی طرف تیر پھینکا۔ جس سے اس کے کولہے کا پٹھہ کٹ گیا۔ میں خون کے نشانات دیکھ کر اس کے پیچھے بھاگا۔ جب اس کے پاس پہنچا تو دیکھا کہ اسے مالک بن دخشم رضی اللہ عنہ نے پکڑ لیا تھا۔ وہ اس کی پیشانی کے بالوں سے پکڑے ہوئے تھے۔ میں نے کہا: یہ میرا قیدی ہے۔ میں نے اس پر تیر پھینکا۔ مالک رضی اللہ عنہ کہنے لگے: میرا قیدی ہے میں نے اسے پکڑا ہے۔ پھر وہ دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائے۔ آپ نے وہ ان دونوں سے لے لیا۔ پھر مقام روحاء میں سہیل حضرت مالک بن دخشم رضی اللہ عنہ سے نکل کر جنگل کی طرف بھاگ گیا۔ لوگوں میں شور مچ گیا اور وہ اسے ڈھونڈنے نکل کھڑے ہوئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو بھی اسے پائے تو اسے قتل کر ڈالے۔ پھر وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ملا تو آپ نے اسے قتل نہیں کیا۔

حضرت عیسیٰ بن حفص بن عاصم رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد سے نقل فرماتے ہیں کہ حضرت ابو بردہ بن نیار رضی اللہ عنہ کو مشرکین میں سے ایک قیدی ملے۔ جس کا نام معبد بن وہب تھا اور اس کا تعلق بنو سعد بن لیث سے تھا۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ان سے ملے۔ آپ رضی اللہ عنہ قیدیوں کے قتل کرنے پر ابھارتے تھے۔ وہ جس کے بھی ہاتھ میں قیدی دیکھتے تو اسے قتل کرنے کا حکم دیتے اور یہ لوگوں کے متفرق ہونے سے پہلے تھا۔ پھر ان سے معبد ملا۔ وہ حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ کے پاس قید کی حالت میں تھا۔ کہنے لگا: اے عمر! کیا تم سمجھتے ہو کہ تم غالب ہو جاؤ گے؟ لات اور عزیٰ کی قسم! ایسا ہرگز نہ ہوگا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وہ اللہ کے فرمانبردار بندے ہیں۔ کیا تم باتیں کرتے ہو حالانکہ تم ہمارے ہاتھ میں قیدی ہو؟ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے اسے ابو بردہ رضی اللہ عنہ سے لیا اور اس کی گردن اتار دی اور کہا جاتا ہے کہ اسے حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

حضرت عامر بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قبیلہ سعد کو اس کے بھائی کے قتل کی خبر مت دینا وگرنہ وہ تمہارے قبضے میں موجود ہر قیدی کو قتل کر دے گا۔

حضرت یحییٰ بن ابو کثیر رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی بھی اپنے بھائی کے قیدی کی طرف مت بڑھے کہ پھر اسے قتل کر ڈالے۔ جب قیدیوں کو لایا گیا تو یہ بات حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو سمجھ نہ آئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابو عمرو! گویا تم پر یہ بات شاق گزری ہے کہ قیدیوں کو قید میں رکھا جائے۔ انہوں نے عرض کیا: جی ہاں، اے اللہ کے رسول! یہ پہلا واقعہ ہے کہ ہماری اور مشرکوں کی باہم لڑائی ہوئی ہے۔ میں تو چاہتا ہوں کہ اللہ انہیں ذلیل و رسوا کرے اور ان میں بے تحاشا قتل ہو۔

اس دن نضر بن حارث کو حضرت مقداد رضی اللہ عنہ نے قیدی بنایا تھا۔ پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بدر سے نکلے اور آپ اُثیل نامی جگہ میں تھے تو آپ کے سامنے قیدیوں کو لایا گیا۔ آپ نے نضر بن حارث کو دیکھا تو کافی دیر تک اسے دیکھتے رہے۔ اس نے

اپنے پہلو میں کھڑے ایک شخص سے کہا: اللہ کی قسم! محمد (ﷺ) مجھے قتل کرنے والے ہیں۔ مجھے ان کی آنکھوں میں موت دکھائی دے رہی ہے۔ اس شخص نے جواب دیا: اللہ کی قسم! تم پر ان کا رعب پڑ گیا ہے۔ نضر نے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ سے کہا: اے مصعب! تم ان لوگوں میں میرے سب سے قریبی رشتہ دار ہو تم اپنے صاحب سے بات کرو کہ مجھے میرے ساتھیوں کے ساتھ رکھیں۔ اللہ کی قسم! اگر تم نے ایسا نہ کیا تو وہ مجھے قتل کر دیں گے۔ حضرت مصعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تو اللہ کی کتاب کے بارے میں ایسے ایسے کہا کرتا تھا اور اس کے نبی کے بارے میں یوں یوں کہتا تھا۔ اس نے کہا: اے مصعب! وہ مجھے میرے ساتھیوں کی طرح رکھیں۔ اگر انہیں قتل کریں تو مجھے بھی کر دیں اور اگر ان پر احسان کریں تو مجھ پر بھی احسان کریں۔ حضرت مصعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تو ان کے اصحاب کو اذیت دیا کرتا تھا۔ کہنے لگا: اللہ کی قسم! اگر تجھے قریش نے قید کیا ہوتا تو میرے زندہ ہوتے ہوئے تجھے کبھی قتل نہ کیا جاتا۔ حضرت مصعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی قسم! تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ لیکن میں تمہارے جیسا نہیں ہوں۔ اسلام نے (گزشتہ) عہد و پیمان ختم کر دیے ہیں۔ حضرت مقداد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرا قیدی۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اس کی گردن اتار دو۔ اے اللہ! مقداد کو اپنے فضل سے غنی بنا دے۔ چنانچہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے اسے مقام اُثیل میں بندھے ہوئے ہونے کی حالت میں تلوار سے قتل کر دیا۔

جب سہیل بن عمرو کو قیدی بنایا گیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اس کے اگلے دانت توڑ دیجیے اور اس کی زبان کھینچ لیجیے۔ تاکہ یہ کبھی آپ کے خلاف خطیب بن کر کھڑا نہ ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں مثلہ نہیں کروں گا ورنہ اللہ میرا مثلہ کر دے گا اگرچہ میں نبی ہوں۔ اور شاید یہ ایسی جگہ کھڑا ہو جو تجھے پسند ہو۔ چنانچہ جب نبی کریم ﷺ کی وفات کی خبر حضرت سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہ کو ملی تو انہوں نے مکہ میں کھڑے ہو کر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ جیسا خطبہ ارشاد فرمایا۔ گویا انہوں نے اسے سن رکھا ہو۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ تک سہیل رضی اللہ عنہ کا کلام پہنچا تو انہوں نے فرمایا: میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ ان کی مراد آپ کا وہی فرمان تھا جو آپ نے (سہیل رضی اللہ عنہ کے بارے میں) فرمایا تھا: ''شاید وہ ایسی جگہ کھڑا ہو جو تجھے پسند ہو۔''

بدر کے قیدیوں میں اختیار

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے: بدر والے دن حضرت جبریل علیہ السلام نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کو قیدیوں کے بارے میں اختیار دیا کہ چاہیں تو ان کی گردنیں اتار دیں یا ان سے فدیہ لے لیں۔ پھر آئندہ تم میں سے اتنے ہی شہید ہو جائیں گے۔ نبی کریم ﷺ نے اپنے اصحاب کو بلایا اور فرمایا: یہ جبریل علیہ السلام تمہیں قیدیوں کے بارے میں اختیار دے رہے ہیں کہ چاہو تو ان کی گردنیں مار دو اور چاہو تو ان سے فدیہ لے لو۔ پھر ان کی بقدر آئندہ تمہارے لوگ شہید ہوں گے۔ نہوں نے عرض کیا: ہم تو فدیہ لیں گے اور اس کے ذریعے مدد حاصل کریں گے اور ہم میں سے کچھ لوگ شہید ہوں گے تو ہم جنت

میں داخل ہوں گے۔ پھر ان سے فدیہ لیا گیا اور آئندہ احد میں ان کے اتنے ہی آدمی شہید ہوئے۔

فرماتے ہیں: جب بدر میں قیدیوں کو جکڑا گیا اور ان پر شقران رضی اللہ عنہ کو نگران مقرر کیا گیا اور مسلمان ان پر قرعہ ڈالنے لگے تو انہیں جینے کی تمنا ہوئی۔ کہنے لگے: اگر ہم ابو بکر (رضی اللہ عنہ) کی طرف پیغام بھیجیں۔ وہ قریش میں سب سے زیادہ صلہ رحمی کرنے والے ہیں اور ہم کسی کو نہیں جانتے جو ان کی بنسبت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ہاں اثر ورسوخ رکھتا ہو۔ چنانچہ انہوں نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی طرف پیغام بھیج کر بلوایا۔ وہ ان کے پاس آئے تو انہوں نے کہا: اے ابو بکر! بے شک ہمارے اندر باپ، بیٹے، بھائی، چچے، چچا زاد بھائی اور ان میں دور والا آپ کا قریبی رشتہ دار ہے۔ آپ اپنے سردار سے بات کیجیے کہ وہ ہم پر احسان کریں اور ہم سے فدیہ لے لیں۔ انہوں نے فرمایا: ہاں، ان شاء اللہ! میں خیر میں تم سے کوتاہی نہیں کروں گا۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لوٹ گئے۔

پھر کہنے لگے: عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) کی طرف بھی پیغام بھیجو۔ تم انہیں اچھی طرح جانتے ہو۔ ہمیں اس سے امن نہیں کہ وہ تمہیں برباد کریں۔ شاید وہ تم سے باز آجائیں۔ انہوں نے ان کی طرف پیغام بھیج کر بلوایا۔ آپ رضی اللہ عنہ ان کے پاس آئے۔ انہوں نے ان سے بھی وہی بات کی جو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے کی تھی۔ انہوں نے فرمایا: میں تمہیں شر پہنچانے میں ہرگز کوتاہی نہیں برتوں گا۔ پھر وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلے گئے۔ انہوں نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور دیگر لوگوں کو آپ کے اردگرد بیٹھے ہوئے پایا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نرمی کی اپیل کر رہے تھے اور آپ کے غصے کو ٹھنڈا کرنے کی کوشش کر رہے تھے اور کہہ رہے تھے: اے اللہ کے رسول! میرے ماں باپ آپ پر قربان! وہ آپ کی قوم ہے۔ ان میں باپ، بیٹے، چچے، بھائی اور چچا زاد بھائی ہیں اور ان میں دور والا آپ کا قریبی رشتہ دار ہے۔ سو ان پر احسان کیجیے۔ اللہ آپ پر احسان فرمائیں گے یا ان سے فدیہ لے لیجیے، اللہ انہیں آپ کی بدولت آگ سے نجات عطا فرمائیں گے۔ آپ ان سے مال لیں گے تو اس سے مسلمانوں کی قوت میں اضافہ ہوگا۔ شاید اللہ تعالیٰ ان کے دلوں کو آپ کی طرف متوجہ کر دیں گے۔ پھر وہ اٹھے اور ایک کونے میں بیٹھ گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے، انہیں کوئی جواب نہیں دیا۔

پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اٹھے اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی جگہ بیٹھ گئے۔ عرض کیا: اے اللہ کے رسول! وہ اللہ کے دشمن ہیں۔ انہوں نے آپ کو جھٹلایا، آپ سے قتال کیا اور آپ کو (آپ کے شہر سے) نکال دیا۔ ان کی گردنیں اتار دیجیے، وہ سرداران کفر اور گمراہ کن پیشوا ہیں۔ اللہ ان کے ذریعے سے اسلام کو عزت دے گا اور مشرکین کو رسوا کرے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بدستور خاموش رہے اور انہیں بھی کوئی جواب نہیں دیا۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اپنی پہلی جگہ پھر تشریف لائے اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میرے ماں باپ آپ پر قربان! وہ آپ کی قوم ہیں۔ ان میں باپ، بیٹے، چچے، بھائی اور چچا زاد بھائی ہیں اور ان میں دور والا آپ کا قریبی رشتہ دار ہے۔ سو ان پر احسان کیجیے یا ان سے فدیہ لے لیجیے۔ وہ آپ کا قبیلہ اور آپ کی قوم ہیں۔ آپ پہلے وہ شخص نہ ہو جائیے جو ان کی جڑ اکھیڑ دے۔

اللہ انہیں ہدایت دے یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ آپ کے ہاتھوں ہلاک ہو جائیں۔ آپ ﷺ خاموش رہے اور انہیں کچھ جواب نہیں دیا۔ وہ ایک جانب ہو کر بیٹھ گئے۔

پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اٹھے اور ان کی جگہ بیٹھ گئے۔ عرض کیا: اے اللہ کے رسول! انہیں کس چیز کی مہلت دے رہے ہیں؟ ان کی گردنیں اتار دیجیے۔ اللہ تعالیٰ ان کی وجہ سے اسلام کو عزت دے گا اور مشرکین کو رسوا کرے گا۔ وہ اللہ کے دشمن ہیں۔ انہوں نے آپ کو جھٹلایا، آپ سے قتال کیا اور آپ کو (آپ کے شہر سے) نکالا۔ اے اللہ کے رسول! مومنین کے سینوں کو ٹھنڈا کیجیے۔ اگر وہ (کفار) اس طرح ہم پر قادر ہو جاتے تو وہ ہمارے بارے میں کبھی بھی اس طرح بحث و مباحثہ نہ کرتے۔ آپ ﷺ پھر بھی خاموش رہے اور انہیں کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ اٹھے اور ایک جانب بیٹھ گئے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پھر حاضرِ خدمت ہوئے اور وہی بات دوہرائی جو پہلے کہی تھی۔ مگر آپ نے انہیں کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ ایک جانب ہو گئے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اٹھے اور اپنی بات پیش کی لیکن آپ نے انہیں بھی جواب نہیں دیا۔

حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کی مثال

پھر رسول اللہ ﷺ اٹھے اور خیمے میں داخل ہو گئے۔ آپ تھوڑی دیر اس میں ٹھہرے رہے۔ پھر باہر تشریف لائے۔ لوگ ان کے بارے میں چہ مے گوئیاں کر رہے تھے۔ بعض کہہ رہے تھے: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بات درست ہے اور بعض کا کہنا تھا: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بات درست ہے۔ پھر جب رسول اللہ ﷺ باہر تشریف لے آئے تو فرمایا: تم اپنے ان دونوں ساتھیوں کے بارے میں کیا باتیں کر رہے ہو؟ انہیں چھوڑو۔ ان دونوں کی ایک مثال ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی مثال میکائیل علیہ السلام کی طرح ہے، جو اللہ تعالیٰ کی رضا اور بندوں سے اس کے درگزر کو لے کر نازل ہوتا ہے اور انبیاء میں ان کی مثال حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرح ہے۔ وہ اپنی قوم کے بارے میں شہد سے بھی زیادہ نرم تھے۔ ان کی قوم نے ان کے لیے آگ بھڑکائی اور انہیں اس میں ڈال دیا اور انہوں نے اس سے زیادہ کچھ نہیں کہا أُفٍّ لَّكُمْ وَلِمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝ کہ تم پر افسوس ہے اور ان پر بھی جن کی تم اللہ کے علاوہ عبادت کرتے ہو، کیا پھر بھی تم نہیں سمجھو گے۔'' اور فرمایا: ''پھر جس نے میری پیروی کی تو وہ مجھ سے ہے اور جس نے میری نافرمانی کی تو آپ معاف کرنے والے، رحم کرنے والے ہیں۔'' اور ان کی مثال حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح بھی ہے، جب وہ یہ کہہ رہے تھے: اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۚ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ اگر آپ انہیں عذاب دیں تو وہ آپ کے بندے ہیں اور اگر آپ انہیں معاف کر دیں تو آپ غالب حکمت والے ہیں۔''

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مثال فرشتوں میں جبریل علیہ السلام کی طرح ہے۔ جو اللہ کے دشمنوں پر اس کی ناراضگی اور قہر لے کر نازل ہوتے ہیں اور انبیاء علیہم السلام میں ان کی مثال حضرت نوح علیہ السلام کی طرح ہے۔ جو اپنی قوم پر پتھر سے بھی زیادہ سخت تھے۔ انہوں نے کہا تھا: ''پروردگار! روئے زمین پر کافروں کا کوئی گھر نہ چھوڑنا۔'' انہوں نے ان کے خلاف بددعا کی تو اللہ نے تمام

زمین کو غرق کر دیا اور موسیٰ علیہ السلام کی طرح ہے جب وہ کہنے لگے: "اے ہمارے پروردگار! ان کے اموال ضائع کر دے اور ان کے دلوں کو سخت کر دے، پھر وہ ایمان نہ لائیں حتیٰ کہ دردناک عذاب دیکھ لیں اور بلاشبہ تمہارا قبیلہ ہے، سو تم پر ان میں سے کوئی بھی فوت نہ ہونے پائے یا فدیہ لے لو یا گردن اتار دو۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! سوائے سہیل بن بیضاء کے۔

(حضرت ابن واقد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ وہم ہے۔ سہیل بن بیضاء تو مہاجرین حبشہ میں سے ہیں۔ وہ تو بدر میں شریک ہی نہیں ہوئے۔ وہ تو ان کے بھائی تھے جن کا نام سہل تھا۔)

میں نے انہیں مکہ میں اپنے اسلام کا اظہار کرتے دیکھا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے اور انہیں کوئی جواب نہیں دیا۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: مجھ پر کبھی کوئی گھڑی ایسی نہیں گزری جو اس گھڑی سے زیادہ سخت ہو۔ میں آسمان کی طرف دیکھنے لگا۔ مجھے ڈر تھا کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے گفتگو کرنے کی وجہ سے کہیں مجھ پر پتھر نہ برس پڑیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سر اٹھایا اور فرمایا: سوائے سہیل بن بیضاء کے۔ فرماتے ہیں: مجھ پر کبھی کوئی گھڑی ایسی نہیں گزری جو اس گھڑی سے زیادہ میرے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک کا ذریعہ ہو جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات کہی۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ عزوجل اس معاملے میں دل کو سخت کر دیتے ہیں حتیٰ کہ وہ پتھر سے بھی زیادہ سخت ہو جاتا ہے اور وہی اس بارے میں دل کو نرم کر دیتے ہیں حتیٰ کہ وہ مکھن سے بھی زیادہ نرم ہو جاتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فدیہ قبول کیا اور فرمایا: اگر بدر کے دن عذاب نازل ہو جاتا تو سوائے عمر رضی اللہ عنہ کے اور کوئی نہ بچتا۔ ان کا کہنا تھا کہ قتل کیجیے اور فدیہ نہ لیجیے۔ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کا بھی یہی کہنا تھا کہ قتل کیجیے اور فدیہ نہ لیجیے۔

حضرت محمد بن جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہما اپنے والد سے نقل فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے دن فرمایا: اگر مطعم بن عدی زندہ ہوتا تو میں ان بدبودار لوگوں کو اسے سونپ دیتا۔ مطعم بن عدی کے لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں اجارہ تھا جب وہ طائف سے لوٹے۔

ابوعزہ جمحی کی بغاوت اور انجام

حضرت سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے دن قیدیوں میں سے ابوعزہ عمرو بن عبداللہ بن عمیر جمحی کو پناہ دی۔ وہ شاعر تھا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے آزاد کر دیا۔ اس نے کہا: میری پانچ بیٹیاں ہیں۔ ان کے پاس کچھ نہیں ہے۔ اے محمد! مجھے ان پر صدقہ کر دیجیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کر دیا۔ ابوعزہ نے کہا: میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ کبھی آپ سے نہیں لڑوں گا اور نہ آپ کے خلاف کبھی لوگوں کو اکٹھا کروں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے چھوڑ دیا۔

پھر جب قریش احد کی طرف نکلے تو صفوان بن امیہ اس کے پاس آیا اور کہنے لگا: ہمارے ساتھ نکلو۔ اس نے کہا: میں نے

محمد (ﷺ) سے وعدہ کیا ہے کہ میں کبھی آپ سے نہیں لڑوں گا اور نہ کبھی آپ کے خلاف لوگوں کو اکٹھا کروں گا اور انہوں نے مجھ پر احسان کیا اور میرے علاوہ کسی پر بھی آپ نے یہ احسان نہیں کیا یا اسے قتل کر دیا یا اس سے فدیہ لے لیا۔

صفوان نے اسے اس بات کی ضمان دی کہ اگر وہ قتل ہو گیا تو اس کی بیٹیوں کو اپنی بیٹیوں کے ساتھ رکھے گا اور اگر زندہ رہا تو اسے بہت سا مال دے گا جسے اس کا عیال نہیں کھا سکے گا۔

چنانچہ ابوعزہ عرب کو پکارتا ہوا اور انہیں اکٹھے کرتا ہوا نکل کھڑا ہوا۔ پھر وہ قریش کے ساتھ احد کی طرف نکلا اور پکڑا گیا۔ اس کے علاوہ قریش میں سے کوئی بھی قیدی نہیں ہوا۔ اس نے کہا: اے محمد! میں مجبوراً نکلا تھا۔ میری بچیاں ہیں، مجھ پر احسان کیجیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تمہارا وہ عہد و پیمان کہاں گیا جو تم نے مجھ سے کیا تھا؟ نہیں، اللہ کی قسم! تم مکہ میں اپنی مونچھوں پر ہاتھ پھیر کر یہ نہیں کہہ سکو گے کہ میں نے محمد سے دو مرتبہ مذاق کر لیا۔

حضرت سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مومن ایک سوراخ سے دو مرتبہ نہیں ڈسا جاتا۔ اے عاصم بن ثابت! اسے لے جاؤ اور اس کی گردن اتار دو۔ چنانچہ حضرت عاصم رضی اللہ عنہ اسے لے گئے اور اس کی گردن اتار دی۔

مشرکین کا انجام بد

فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے بدر والے دن کنواں کھودنے کا حکم دیا۔ پھر مقتولین کے بارے میں حکم فرمایا اور ان سب کو اس کے اندر ڈال دیا گیا۔ سوائے امیہ بن خلف کے۔ وہ خوب موٹا تھا۔ اسی دن پھٹ گیا تھا۔ جب لوگوں نے اسے ڈالنا چاہا تو اس کا گوشت کٹنے لگا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اسے چھوڑ دو۔ آپ ﷺ نے عتبہ کی طرف دیکھا۔ اسے کنویں کی طرف کھینچا جا رہا تھا۔ وہ بھی خوب موٹا تھا۔ اس کے چہرے میں چیچک کے نشانات تھے۔ یہ دیکھ کر اس کے بیٹے ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ کا چہرہ متغیر ہو گیا۔ نبی کریم ﷺ نے ان سے فرمایا: اے ابوحذیفہ! گویا تمہیں برا لگا جو تمہارے باپ کے ساتھ ہوا۔ انہوں نے عرض کیا: نہیں، اللہ کی قسم! اے اللہ کے رسول! لیکن میں اپنے باپ کو عقل مند اور شریف الطبع سمجھتا تھا۔ مجھے امید تھی کہ اللہ اسے اسلام کی طرف ہدایت دے گا۔ مگر جب ایسا نہ ہو سکا اور میں نے اس کا انجام دیکھ لیا تو مجھے غصہ آ گیا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اللہ کی قسم! وہ اپنے قبیلے میں دیگر لوگوں کی بنسبت زیادہ باقی رہنے والا تھا۔ وہ اس کے چہرے کو ناپسند کرتے تھے۔ مگر اس وقت وہ بری طرح پچھاڑا ہوا تھا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے ابوجہل کے رخسار کو خاک آلود کیا اور اسے پچھاڑ دیا اور ہمیں اس سے نجات عطا فرمائی۔ جب ان سب کو کنویں میں ڈال دیا گیا اور رسول اللہ ﷺ ان پر چکر لگا رہے تھے اور وہ پچھاڑے ہوئے تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ کو ان میں سے ہر ایک کے بارے میں بتلا رہے تھے۔ رسول اللہ ﷺ اللہ کی تعریف اور شکر ادا کر رہے تھے اور فرما رہے تھے: تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں، جس نے مجھ سے کیا وعدہ پورا کر دیا۔ اس نے مجھ

سے دو جماعتوں میں سے ایک کا وعدہ کیا تھا۔

فرماتے ہیں: پھر رسول اللہ ﷺ کنویں والوں پر کھڑے ہوئے اور ان میں سے ایک ایک کا نام لے کر پکارا: او عتبہ بن ربیعہ! او شیبہ بن ربیعہ! او امیہ بن خلف! او ابو جہل بن ہشام! کیا تم نے اپنے پروردگار کے وعدے کو حق پالیا؟ میں نے تو اپنے رب کے کیے ہوئے وعدے کو حق اور سچ پایا۔ تم اپنے نبی کی بری قوم تھے۔ تم نے مجھے جھٹلایا جبکہ لوگوں نے میری تصدیق کی۔ تم نے مجھے نکالا، جبکہ لوگوں نے مجھے ٹھکانہ دیا۔ تم نے مجھ سے قتال کیا اور لوگوں نے میری مدد کی۔ لوگوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ ایسے لوگوں کو پکار رہے ہیں جو مر چکے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ جان گئے ہیں کہ ان کے پروردگار نے ان سے جو وعدہ کیا وہ حق تھا۔

بدر سے واپسی

فرماتے ہیں: جس وقت لوگوں کو شکست ہوئی اور وہ پیٹھ پھیر کر بھاگے تو یہ سورج ڈھلنے کا وقت تھا۔ آپ ﷺ بدر میں ٹھہرے رہے اور حضرت عبداللہ بن کعب رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ اموالِ غنیمت سمیٹیں اور لادنا شروع کر دیں۔ آپ نے اپنے چند اصحاب کو ان کی مدد پر مامور کر دیا۔ آپ نے عصر کی نماز بدر میں ہی ادا فرمائی۔ پھر کوچ کیا۔ آپ اُثیل میں سے گزرے۔ (اُثیل ایک وادی کا نام ہے جس کا طول تین میل ہے اور اس کے اور بدر کے درمیان دو میل کا فاصلہ ہے۔ گویا آپ نے بدر سے ۴ میل کے فاصلے پر رات گزاری) یہ غروب شمس سے پہلے کا وقت تھا۔ آپ وہاں اترے اور رات گزاری۔ آپ کے کچھ صحابہ رضی اللہ عنہم زخمی تھے۔ آپ نے اپنے اصحاب سے پوچھا: کون آج رات ہمارا پہرہ دے گا؟ لوگ خاموش رہے۔ ایک شخص کھڑا ہوا تو آپ نے پوچھا: تم کون ہو؟ اس نے کہا: ذکوان بن عبد قیس۔ آپ نے فرمایا: بیٹھ جاؤ۔ پھر نبی کریم ﷺ نے دوبارہ پوچھا۔ ایک شخص کھڑا ہوا۔ آپ نے پوچھا: تم کون ہو؟ اس نے کہا: عبدِ قیس کا بیٹا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: بیٹھ جاؤ۔ پھر آپ تھوڑی دیر ٹھہرے رہے۔ پھر ایک اور شخص اٹھا۔ آپ نے پوچھا: کون ہو؟ عرض کیا: ابو سبع۔ آپ تھوڑی دیر پھر ٹھہرے اور فرمایا: تم میں سے تین کھڑے ہو جائیں۔ پھر ذکوان بن عبد قیس اکیلے کھڑے ہوئے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تمہارے دو ساتھی کہاں ہیں؟ عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میں ہی وہ شخص ہوں جو آج رات آپ کو جواب دیتا رہا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تمہاری حفاظت کرے۔ چنانچہ وہ اس رات مسلمانوں کے پہرے پر رہے۔ حتیٰ کہ جب رات کا آخر ہوا تو آپ نے کوچ فرمایا۔

ایک روایت میں آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عصر کی نماز اُثیل میں پڑھی۔ جب آپ نے ایک رکعت پڑھی تو آپ مسکرائے۔ جب آپ نے سلام پھیرا تو آپ کے تبسم کے بارے میں پوچھا گیا۔ آپ نے فرمایا: میرے پاس سے میکائیل علیہ السلام گزرے اور ان کے پروں پر پانی تھا۔ وہ میری طرف دیکھ کر مسکرائے اور فرمایا: میں لوگوں کی تلاش میں تھا۔ جب آپ بدر

والوں کے قتل سے فارغ ہوئے تو حضرت جبریل علیہ السلام آپ ﷺ کے پاس آئے۔ وہ گھوڑی پر سوار تھے جس کی پیشانی پر تاج تھا اور اس کے اگلے دانت غبار آلود تھے۔ انہوں نے عرض کیا: اے محمد! میرے رب نے مجھے آپ کی طرف بھیجا ہے اور مجھے حکم دیا ہے کہ میں آپ سے الگ نہ ہوں حتیٰ کہ آپ راضی ہو جائیں۔ کیا آپ راضی ہیں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہاں۔

رسول اللہ ﷺ قیدیوں کی طرف متوجہ ہوئے۔ حتیٰ کہ جب آپ عرقِ ظبیہ میں تھے تو آپ نے عاصم بن ثابت بن ابو افلح رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ عقبہ بن ابی معیط کی گردن اڑا دو۔ اسے حضرت عبداللہ بن سلمہ عجلانی رضی اللہ عنہ نے قید کیا تھا۔ عقبہ کہنے لگا: ہائے میری ہلاکت۔ اے قریش کے لوگو! یہاں موجود لوگوں کے درمیان صرف میں ہی کیوں قتل کیا جا رہا ہوں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تیری اللہ اور اس کے رسول سے دشمنی کی وجہ سے۔ اس نے کہا: اے محمد! تیرا احسان تو سب سے بہتر ہے۔ مجھے بھی میری قوم کے عام آدمیوں میں شمار کرو۔ اگر آپ انہیں قتل کر رہے ہیں تو مجھے بھی قتل کر دیں اور اگر آپ ان پر احسان کریں تو مجھ پر بھی احسان کریں اور اگر آپ ان سے فدیہ لے رہے ہیں تو میں بھی ان میں سے ایک ہوں، اے محمد! بے دین ہونے والے کے لیے کیا ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آگ۔ اے عاصم! اسے لے جاؤ اور اس کی گردن اتار دو۔ چنانچہ حضرت عاصم رضی اللہ عنہ اسے لے گئے اور اس کی گردن اتار دی۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے علم کے مطابق تو برا آدمی تھا۔ اللہ، اس کے رسول اور اس کی کتاب کا انکار کرنے والا تھا اور اس کے نبی کو تکلیف پہنچاتا تھا۔ میں اللہ کی تعریف کرتا ہوں جس نے تجھے قتل کیا اور تجھ سے جان چھڑا کر میری آنکھوں کو ٹھنڈا کیا۔

جب وہ حضرات مقام سیر میں اترے (یہ صفراء میں ایک گھاٹی کا نام ہے) تو رسول اللہ ﷺ نے اموال غنیمت اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کے درمیان تقسیم فرما دیے۔

فتح بدر کی خوشخبری

رسول اللہ ﷺ نے مقامِ اثیل سے حضرت زید بن حارثہ اور حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہما کو آگے بھیج دیا تھا۔ وہ احد والے دن دوپہر کے وقت آئے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے زید رضی اللہ عنہ کو مقامِ عقیق میں الگ کر دیا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اپنی سواری پر یہ آواز لگانا شروع ہو گئے: اے انصار کے لوگو! خوش ہو جاؤ۔ رسول اللہ ﷺ صحیح وسالم ہیں۔ مشرکین قتل ہوئے اور قیدی بنے۔ ربیعہ کے دونوں بیٹے مارے گئے، حجاج کے دونوں بیٹے مارے گئے، ابوجہل مارا گیا۔ زمعہ بن اسود قتل ہو گیا۔ امیہ بن خلف بھی مارا گیا۔ سہیل بن عمرو کچلیوں والا قید ہوا اور بہت سے لوگ قیدی بنے۔

حضرت عاصم بن عدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں ان کی طرف اٹھا اور ان کے پاس آ کر بولا: اے ابن رواحہ! جو تم کہہ رہے ہو کیا یہ واقعی سچ ہے؟ انہوں نے فرمایا: ہاں، اللہ کی قسم! اور کل ان شاء اللہ! اللہ کے رسول ﷺ تشریف لا رہے ہیں اور آپ کے

ساتھ رسیوں میں جکڑے ہوئے قیدی بھی ہیں۔ پھر وہ عالیہ میں انصار کے گھروں کی طرف چلے گئے۔ (عالیہ سے مراد بنو عمرو بن عوف، بنو خطمہ اور بنو وائل ہیں ان کے گھر اس جگہ میں تھے)۔

پھر ایک ایک گھر میں جا کر انہیں خوشخبری دی۔ بچے بھی ان کے شریک ہو لیے اور وہ کہہ رہے تھے: ابو جہل فاسق قتل ہوا۔ حتیٰ کہ یہ بنو امیہ بن زید تک جا پہنچے۔

اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قصواء نامی اونٹنی پر اہل مدینہ کو خوشخبری سنانے آئے۔ جب وہ عید گاہ تک پہنچے تو اپنی سواری پر بآوازِ بلند کہا: ربیعہ کے دونوں بیٹے عتبہ اور شیبہ مارے گئے۔ حجاج کے دونوں بیٹے مارے گئے۔ ابو جہل، ابو بختری، زمعہ بن اسود اور امیہ بن خلف مارے گئے اور سہیل بن عمرو کچلیوں والا قید ہوا اور بہت سے لوگ قید ہوئے۔ لوگ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی تصدیق نہیں کر رہے تھے اور کہہ رہے تھے: زید تو حواس باختہ ہو کر آیا ہے، حتیٰ کہ اس وجہ سے مسلمانوں میں غصے کی لہر دوڑ گئی اور وہ سب ڈر گئے۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ اس وقت آئے تھے جب وہ جنت البقیع میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کو قبر میں دفنا چکے تھے۔

منافقین میں سے ایک شخص نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے کہا: تمہارے سردار اور ان کے ساتھی قتل ہو گئے ہیں اور ایک دوسرے منافق نے ابولبابہ بن عبدالمنذر رضی اللہ عنہ سے کہا: تمہاری سب ساتھی بکھر چکے ہیں اور اب کبھی اکٹھے نہیں ہوں گے۔ تمہارے ساتھیوں کے سرداران قتل ہو چکے ہیں اور محمد بھی (نعوذ باللہ) قتل ہو چکے ہیں۔ یہ انہی کی اونٹنی ہے اور ہم اسے پہچانتے ہیں۔ زید کو یہ بات معلوم نہیں۔ وہ رعب کی وجہ سے یہ سب کہہ رہا ہے اور وہ حواس باختہ ہو کر لوٹا ہے۔ حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تیری بات کو جھٹلائے۔ یہودی بھی یہی کہہ رہے تھے: زید تو حواس باختہ ہو کر لوٹا ہے۔

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں گیا اور اپنے والد کو تنہائی میں لے گیا۔ میں نے کہا: اے ابا جان! کیا جو آپ کہہ رہے ہیں سچ ہے؟ انہوں نے فرمایا: ہاں، اللہ کی قسم! سچ ہے۔ اے میرے بیٹے! تب میرے دل کو تقویت ہوئی اور میں اس منافق کی طرف گیا۔ میں نے کہا: کیا تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کے بارے میں بری خبریں پھیلا رہے ہو۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ضرور بالضرور تیرے سامنے آئیں گے۔ جب وہ آ گئے تو تیری گردن اتاریں گے۔ اس نے کہا: اے ابو محمد! یہ بات تو میں نے لوگوں کو کہتے ہوئے سنی ہے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قیدیوں کو لے کر آئے اور ان پر شقران رضی اللہ عنہ نگران مقرر تھے۔ وہ انچاس مرد تھے جو بندھے ہوئے تھے اور وہ دراصل ستر تھے۔ یہ بات متفق علیہ ہے اس میں کوئی شک نہیں۔

ان قیدیوں پر نگران حضرت شقران رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا گیا تھا جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام تھے اور بدر میں شریک ہوئے تھے۔ آپ نے انہیں اس دن آزاد نہیں کیا۔ لوگ مقامِ روحاء میں ان سے ملے اور انہیں اللہ کی طرف سے فتح پر مبارکباد دی۔ خزرج کے سرداران سے ملے۔ سلمہ بن سلامہ بن وقش نے کہا: تم ہمیں کس چیز کی مبارک باد دے رہے ہو؟ قسم بخدا! ہم نے تو چمکدار سرینوں کو قتل کیا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے اور فرمایا: اے میرے بھتیجے! یہ سردار ہیں۔ اگر تم انہیں دیکھ لو تو انہیں چٹانوں کی

طرح پاؤ اور وہ تمہیں حکم کریں تو تم ان کی اطاعت کرو اور اگر تم اپنے کاموں کا ان کے کاموں سے موازنہ کرو تو اپنے کاموں کو حقیر سمجھو۔ اس کے باوجود وہ اپنے نبی کی بری قوم تھی۔ حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: میں اللہ اور اس کے رسول کے غصے سے اللہ کی پناہ میں آتا ہوں۔ اے اللہ کے رسول! جب سے ہم روحاء سے نکلے ہیں تو آپ مجھ سے اعراض ہی کیے جا رہے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ جو تم نے دیہاتی سے کہا تھا کہ تو اپنی اونٹنی پر واقع ہوا اور وہ تجھ سے حاملہ ہے تو تو نے فحش گوئی کی اور ایسی بات کی جس کا تجھے بالکل علم نہیں تھا اور باقی جو تم نے لوگوں کے بارے میں کہا ہے تو تم نے اللہ کی ایک نعمت میں بے رغبتی کا اظہار کیا ہے۔ پھر انہوں نے نبی کریم ﷺ سے معذرت کی۔ آپ ﷺ نے ان کی معذرت قبول کی اور وہ اپنے ساتھیوں کے سربراہ تھے۔

حضرت زہری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: آپ سے فروہ بن عمرو کے غلام ابو ہند بیاضی رضی اللہ عنہ بھی ملے۔ ان کے پاس ایک منکا تھا جو حیس (کھجور، پنیر اور گھی کا حلوہ) سے بھرا ہوا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ابو ہند تو انصار ہی کا ایک فرد ہے۔ سو اس کا نکاح کرو اور اس سے نکاح کرو۔

حضرت عبداللہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: آپ ﷺ سے حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ بھی ملے۔ انہوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے آپ کو کامیاب کیا اور آپ کی آنکھوں کو ٹھنڈا کیا۔ اللہ کی قسم! اے اللہ کے رسول! اگر مجھے یقین ہوتا کہ آپ کی دشمن سے لڑائی ہوگی تو میں ہرگز بدر سے پیچھے نہ رہتا۔ میرا تو یہ گمان تھا کہ وہ قافلہ ہے۔ اگر مجھے پتہ ہوتا کہ وہ دشمن ہے تو میں پیچھے نہ رہتا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم سچ کہہ رہے ہو۔

حضرت خبیب بن عبدالرحمن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: آپ ﷺ سے حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ بھی مقامِ تربان میں ملے۔ عرض کیا: اے اللہ کے رسول! تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے آپ کو سلامت رکھا اور آپ کو کامیابی عطا فرمائی۔ اے اللہ کے رسول! جب آپ تشریف لے گئے ان دنوں مجھے بخار تھا اور کل گزشتہ کچھ آرام آیا ہے تو میں آپ کی طرف چلا آیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تمہیں اجر دے۔

قصہ سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہ

سہیل بن عمرو جب شنوکہ میں پہنچا (یہ سقیا اور ملل کے درمیان ایک جگہ کا نام ہے) اور وہ مالک بن دخشم رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا۔ انہوں نے ہی اسے قید کیا تھا۔ کہنے لگا: مجھے پاخانے کی حاجت ہے، جانے دو۔ وہ کھڑے ہو گئے۔ سہیل کہنے لگا: مجھے شرم آ رہی ہے، مجھ سے دور ہٹ جاؤ۔ وہ اس سے دور ہو گئے۔ سہیل سامنے گیا۔ اپنا ہاتھ رسیوں سے چھڑوایا اور چلا گیا۔ جب سہیل نے مالک کے پاس آنے میں دیر کر دی تو وہ سامنے آئے اور لوگوں کو چیخ چیخ کر بتانے لگے کہ سہیل بھاگ گیا۔ لوگ اس کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے۔ نبی کریم ﷺ بھی اس کی تلاش میں نکلے۔ آپ نے حکم دیا تھا کہ جو بھی اسے پائے قتل کر دے۔ پھر اللہ

کے رسول ﷺ نے خود ہی اسے پالیا۔ اس نے اپنے کو جھاڑیوں کے درمیان چھپالیا تھا۔ آپ نے حکم دیا اور اس کے ہاتھ اس کی گردن پر باندھ دیے گئے۔ پھر آپ نے اسے اپنی سواری کے ساتھ ملالیا۔ ابھی چند قدم ہی چلے تھے کہ مدینہ آگیا۔ پھر آپ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے ملے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے ملے اور آپ اپنی سواری پر تھے۔ یعنی قصواء نامی اونٹنی پر۔ آپ ﷺ نے انہیں اپنے سامنے بٹھایا اور سہیل سواری کے پیچھے بندھا ہوا تھا اور اس کے ہاتھ اس کی گردن پر تھے۔ جب اسامہ رضی اللہ عنہ نے سہیل کو دیکھا تو عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ابو یزید ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں، یہ وہی ہے جو مکہ میں روٹی کھلاتا تھا۔

حضرت عبدالرحمن بن سعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ مدینہ تشریف لائے اور آپ قیدیوں کے ساتھ تھے۔ جب آپ انہیں لے کر آئے تو حضرت سودہ بنتِ زمعہ رضی اللہ عنہا آلِ عفراء کے ہاں ان کی سنگ تراشی کی جگہ میں حضرت عوف اور معوذ رضی اللہ عنہما کے پاس تھیں۔ ابھی تک پردے کا حکم نازل نہیں ہوا تھا۔ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ہم آئے تو ہمیں بتلایا گیا: یہ سب قیدی ہیں جنہیں لایا گیا ہے۔

چنانچہ میں اپنے گھر کی طرف نکلی اور رسول اللہ ﷺ وہیں تھے۔ دیکھا تو ابو یزید کے ہاتھ اس کی گردن پر بندھے ہوئے تھے اور وہ گھر کے ایک کونے میں تھا۔ اللہ کی قسم! جب میں نے اسے دیکھا کہ اس کے ہاتھ اس کی گردن پر ہیں تو میری زبان سے بے اختیار نکل پڑا: ابو یزید! تم نے اپنے ہاتھ دے دیے کیا تم عزت کی موت نہیں مر سکے؟ قسم بخدا! گھر میں سے رسول اللہ ﷺ کی آواز نے مجھے گھبراہٹ میں ڈال دیا کہ اے سودہ! کیا اللہ اور اس کے رسول کے خلاف بات کر رہی ہو؟ میں نے کہا: اے اللہ کے نبی! اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ نبی بنا کر بھیجا ہے میں خود پر قابو نہیں رکھ پائی جب میں نے ابو یزید کے ہاتھوں کو گردن پر بندھا ہوا دیکھا اور مجھ سے یہ بات نکل گئی۔

حضرت ابو بکر بن عبداللہ بن ابو جہم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضرت خالد بن ہشام بن مغیرہ اور امیہ بن ابو حذیفہ بن مغیرہ رضی اللہ عنہم حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں داخل ہوئے اور ام سلمہ رضی اللہ عنہا آلِ عفراء کی سنگ تراشی کی جگہ میں تھیں۔ انہیں کہا گیا: قیدی آگئے ہیں۔ پھر وہ نکلیں اور ان کے پاس آئیں۔ انہوں نے کوئی بات نہیں کی اور لوٹ گئیں۔ پھر اللہ کے رسول ﷺ کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں پایا۔ عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میرے چچا کے بیٹوں کا مطالبہ ہے کہ انہیں میرے پاس لایا جائے۔ پھر میں ان کی مہمان نوازی کروں۔ ان کے سروں میں تیل لگاؤں اور ان سے گرد وغبار صاف کروں اور میں نہیں چاہتی کہ ایسا کچھ کروں، جب تک کہ آپ سے اجازت نہ لے لوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے ان میں سے کوئی کام ناگوار نہیں جو چاہو کرلو۔

قیدیوں سے حسن سلوک

حضرت زہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیدیوں کے ساتھ اچھے سلوک سے پیش آو۔ ابو العاص بن ربیع کہتے ہیں: میں انصار کی ایک جماعت کے ساتھ تھا۔ اللہ انہیں بہترین بدلہ دے۔ ہم جب بھی شام یا دوپہر کا کھانا کھاتے تو وہ مجھے ترجیحاً روٹی دیتے اور خود چھوارے کھالیتے۔ حالانکہ ان کے پاس روٹی تھوڑی ہوتی اور چھوارے زیادہ ہوتے۔ حتیٰ کہ اگر کسی شخص کے ہاتھ میں کوئی ٹکڑا آتا تو وہ مجھے دے دیتا۔ اسی طرح کی بات ولید بن مغیرہ اور یزید سے بھی منقول ہے کہ وہ ہمیں سوار کرتے اور خود پیدل چلتے۔

حضرت زہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: قیدی نبی کریم ﷺ کے آنے سے ایک دن پہلے پہنچ گئے اور ایک روایت کے مطابق وہ آپ کی آمد والے دن کے آخر میں آئے۔

فرماتے ہیں: جب مشرکین بدر کی طرف متوجہ ہوئے تو چند جوان ان میں سے ان کے پیچھے رہ جاتے جورات کو جاگتے۔ وہ ذی طوی مقام میں چاند کی روشنی میں ایک رات باتیں کررہے تھے حتیٰ کہ رات ہوگئی اور اشعار پڑھ رہے تھے اور باتیں کررہے تھے۔ ایک رات وہ اسی طرح بیٹھے تھے کہ انہوں نے اپنے قریب ایک آواز سنی۔ اس کے کہنے والا نظر نہیں آرہا تھا۔ آواز بلند تھی اور وہ ترنم کے ساتھ یوں کہہ رہا تھا:

حنیفیوں نے بدر میں بہادری دکھائی۔ عنقریب ان سے قیصر و کسریٰ کے محل بھی ٹوٹ جائیں گے۔ انہوں نے گونگے پہاڑوں سے بھی آواز نکلوادی اور وتیر اور خیبر کے درمیان قبائل کو گھبراہٹ میں ڈال دیا۔

اس نے سخت پتھریلے پہاڑوں کو بھی عبور کرلیا اور آزاد عورتوں کو تنہا کردیا جو حسرت و افسوس میں سینے پیٹتی ہیں۔

(مجھے حضرت عبداللہ بن ابوعبیدہ رحمۃ اللہ علیہ نے محمد بن عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما سے یہ اشعار پڑھ کر سنائے۔)

انہوں نے آواز کو سنا مگر کسی کو نہیں دیکھا۔ وہ اسے ڈھونڈنے نکلے مگر کوئی نظر نہ آیا۔ پھر وہ گھبرا کر نکلے۔ جب وہ مقام حجر کو عبور کر گئے تو انہوں نے اپنے چند سرداروں کو ایک خیمے میں رات کو باتیں کرتے پایا۔ انہوں نے ان کو اطلاع دی تو وہ انہیں کہنے لگے: اگر جو کچھ تم کہہ رہے ہو حق ہے تو محمد اور اس کے ساتھیوں کو حنیفیہ ہی کہا جاتا ہے۔ وہ ان دنوں حنیفیہ کے نام کو نہیں پہچانتے تھے۔ جن جوانوں نے ذی طوی مقام میں رات گزاری تھی، ان میں سے ہر ایک بخار میں مبتلا ہوگیا۔ ابھی وہ دو یا تین راتیں ٹھہرے تھے کہ حیسمان بن حابس خزاعی اہل بدر کی خبر لے کر پہنچ گئے اور جو ان میں سے قتل ہوئے۔ اس نے انہیں ربیعہ کے بیٹوں عتبہ اور شیبہ، حجاج کے بیٹوں، ابوبختری اور زمعہ بن اسود کے قتل کی خبر دی۔

کہتے ہیں: صفوان بن امیہ حجر میں بیٹھا تھا۔ کہنے لگا: یہ جو کچھ کہہ رہا ہے اسے کسی بات کی سمجھ نہیں۔ اس سے میرے بارے میں پوچھو۔ انہوں نے کہا: کیا تجھے صفوان بن امیہ کا پتہ ہے؟ اس نے کہا: ہاں، وہ مقام حجر میں ہے۔ میں نے اس کے باپ اور

بھائی کو قتل ہوا دیکھا ہے۔ میں نے سہیل بن عمرو کو دیکھا اسے قید کر لیا گیا اور میں نے نضر بن حارث کو بھی دیکھا ہے۔
کہنے لگے: تجھے کس کے بتلایا؟ اس نے کہا: میں نے انہیں رسیوں میں جکڑا ہوا دیکھا ہے۔

فتح بدر پر نجاشی کی خوشی

کہتے ہیں: نجاشی شاہِ حبشہ کو مکہ میں قریش کے قتل کی خبر پہنچی اور جو اللہ نے ان کے نبی کو کامیابی عطا کی۔ وہ دو سفید کپڑے زیب تن کیے ہوئے نکلا پھر زمین پر بیٹھ گیا۔ پھر اس نے جعفر بن ابو طالب رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کو بلایا۔ پھر پوچھا: تم میں سے کون بدر کو پہچانتا ہے؟ لوگوں نے انہیں بتلایا۔ نجاشی کہنے لگا: میں بھی اس جگہ کو پہچانتا ہوں۔ میں نے اس کے اطراف میں بکریاں چرائیں ہیں۔ وہ ساحلِ سمندر سے کچھ فاصلے پر ہے۔ لیکن میں چاہتا تھا کہ تم سے تحقیق کرلوں۔ اللہ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بدر میں مدد کی ہے۔ میں اس پر اللہ کی تعریف کرتا ہوں۔

اس کے سپہ سالاروں نے اسے کہا: اللہ بادشاہ کو اچھا رکھے۔ آپ پہلے تو ایسے نہیں کرتے تھے۔ آپ نے کپڑے پہنے اور زمین پر بیٹھ گئے۔ اس نے کہا: میں ایسی قوم سے ہوں کہ جب اللہ انہیں کوئی نعمت عطا کرتا ہے تو وہ مزید تواضع اختیار کرتے ہیں۔
ایک روایت میں ہے کہ اس نے کہا: حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کا یہ حال تھا کہ جب انہیں کوئی نعمت ملتی تو وہ مزید تواضع اختیار کرتے ہیں۔

قریش کا غم و غصہ

جب قریش مکہ کی طرف لوٹ گئے تو ابو سفیان بن حرب ان میں کھڑا ہوا اور کہنے لگا: اے قریش کے لوگو! اپنے مقتولین پر مت رؤ اور نہ ہی کوئی نوحہ خواں ان پر کوئی نوحہ کرے اور نہ ہی انہیں کوئی شاعر رلائے۔ ہمت اور صبر کا مظاہرہ کرو۔ جب تم ان پر نوحہ کرو گے اور شعر پڑھ کر ان پر روؤ گے تو یہ چیز تمہارے غصے کو ختم کردے گی اور تمہارے اندر سے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور اس کے ساتھیوں کی عداوت کو نکال دے گی۔ مزید برآں محمد اور اس کے ساتھیوں کو معلوم ہوگا تو وہ تمہیں ملامت کریں گے اور ان کی ملامت اس سے بھی بڑی مصیبت ہوگی اور شاید تم اپنا انتقام لے لو گے اور یاد رکھو! تیل اور عورتیں مجھ پر حرام ہیں حتیٰ کہ میں محمد سے جنگ لڑوں۔ چنانچہ قریش ایک ماہ ٹھہرے رہے۔ نہ انہیں کسی شاعر نے رلایا اور نہ ان پر کسی نوحہ خواں نے نوحہ پڑھا۔
پھر جب قیدی آئے تو اللہ نے اس وجہ سے مشرکین، منافقین اور یہودیوں کی گردنوں کو شرم سے جھکا دیا۔ مدینہ میں کوئی یہودی اور منافق باقی نہیں رہا جس کی گردن غزوہ بدر کی وجہ سے شرم سے نہ جھکی ہو۔
عبداللہ بن نبتل نے کہا: کاش! ہم بھی آپ کے ساتھ نکلتے اور ہمارا بھی غنیمت میں حصہ ہوتا۔ اللہ نے صبح ہی کفر اور ایمان کے درمیان فرق کردیا۔ یہودی اس دوران کہنے لگے: یہ وہی ہیں جن کی صفات ہم پاتے تھے۔ اللہ کی قسم! آج کے بعد جب بھی ان کا جھنڈا بلند ہوگا تو وہ غلبہ ہی پائے گا۔

کعب بن اشرف کہنے لگا: زمین کا اندر آج کے دن اس کی پشت سے بہتر ہے۔ یہی لوگ انسانوں کے معزز اور سردار تھے اور عرب کے بادشاہ تھے۔ حرم اور امن والے مصیبت زدہ ہو گئے۔ پھر وہ مکہ کی طرف چلا گیا۔ اس نے ابو وداعہ بن ضبیرہ کے ہاں قیام کیا۔ پھر وہ مسلمانوں کی جانب سے بدر میں قریش کے مقتولین کی ہجو بیان کرنے لگا اور یہ اشعار سنانے لگا:

طحنت رحی بدر لمهلك اهله ملمثل بدر تستهل و تدمع
قتلت سراة الناس حول حياضه لا تبعدوا ان الملوك تصرع
ويقول اقوام أذل بسخطهم ان ابن اشرف ظل كعبا بجزع
صدقوا فليت الارض ساعة قتلوا ظلت تسيخ باهلها و تصدع
نبئت ان الحارث بن هشامهم فى الناس يبنى الصالحات و يجمع
ليزور يثرب بالجموع وانما يسعى على الحسب القديم الاروع

بدر کی چکی اپنے اہل کو ہلاک کرنے کے لیے چل پڑی اور بدر جیسی کے لیے چیخ و پکار ہوتی ہے اور خون بہتا ہے۔ لوگوں کے سردار اس کے حوضوں کے اردگرد ہلاک ہو گئے۔ تم بعید نہ سمجھو کہ بادشاہ بھی پچھاڑے جائیں گے اور ذلیل قومیں اپنی ناراضگی کو لے کر کہہ رہی ہیں کہ کعب بن اشرف مسلسل جزع فزع کر رہا ہے۔ انہوں نے سچ کہا۔ کاش! زمین پر کوئی گھڑی ایسی آتی کہ وہ بھی قتل کر دیے جاتے۔ وہ زمین اپنے اہل کو لے کر بھڑک اٹھتی اور تنگ ہو جاتی۔ مجھے خبر ملی ہے کہ ان کا حارث بن ہشام لوگوں میں نیک کاموں کی بنیاد ڈال رہا ہے اور انہیں اکٹھا کر رہا ہے، تا کہ وہ یثرب میں لشکروں کو لے کر آئے اور وہی قدیم حسب و نسب اور شرافت کے لیے کوشش کرے گا۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت عبداللہ بن جعفر، محمد بن صالح اور ابن ابی زناد رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے یہ اشعار املاء کروائے۔

قریش مکہ کی نوحہ خوانی

فرماتے ہیں: پھر رسول اللہ ﷺ نے حضرت حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کو بلایا اور انہیں اس کے ابو وداعہ کے ہاں ٹھہرنے کی خبر دی۔ چنانچہ جو بھی ان کے پاس ٹھہرتا وہ اس کے پاس ہجو کرتے حتیٰ کہ کعب مدینہ لوٹ آیا۔ جب اس نے یہ اشعار سنائے تو لوگوں نے اس سے وہ اشعار لے لیے۔ انہوں نے مرثیہ پڑھنے والیوں کو نکالا اور جو بچہ یا لڑکی اسے ملتی وہ ان اشعار کو مکہ میں پڑھنے لگتا۔ پھر انہوں نے انہیں بطورِ مرثیہ پڑھا اور قریش نے ایک ماہ اپنے مقتولین پر نوحہ خوانی کی۔ مکہ میں کوئی گھر ایسا نہ رہا جس میں نوحہ خوانی نہ ہوئی ہو۔ عورتوں نے سروں کے بال نوچ ڈالے۔ ان میں سے ایک (مقتول) شخص کی سواری کو لایا جاتا یا گھوڑے کو اور ان کے درمیان کھڑا کر دیا جاتا، پھر وہ اس کے اردگرد نوحہ کرتیں۔ وہ گلیوں میں نکلتیں اور تنگ راستوں میں پردے ڈال دیتیں اور راستے کاٹتیں اور نوحہ کرتی ہوئی نکلتیں۔ گویا انہوں نے عاتکہ اور جہیم بن صلت کے خواب کو سچ کر دکھایا۔

اسود بن مطلب کی بینائی جا چکی تھی۔ وہ اپنی اولاد کے قتل ہونے پر بہت زیادہ رنجیدہ تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ اپنے بچے پر روئے مگر قریش ایسا کرنے سے انکار کر دیتے تھے۔ وہ ہر دوسرے دن اپنے غلام سے کہتا: میرے ساتھ شراب اٹھاؤ اور اس راستے پر چلو جہاں ابو حکیمہ گیا تھا، پھر وہ اسے کشادہ جگہ کے پاس راستے پر لاتا۔ پھر وہ بیٹھ جاتا اور اسے شراب پلاتا۔ پھر جب اسے نشہ آجاتا تو وہ ابو حکیمہ اور اس کے بھائیوں پر روتا۔ پھر اپنے سر پر مٹی ڈالتا اور اپنے غلام سے کہتا: تیرا ناس ہو! مجھے چھپائے رکھنا قریش کو یہ بات معلوم نہ ہونے پائے۔ مجھے معلوم ہے وہ ان کے مقتولین پر رونے والوں کو جمع نہیں ہونے دے گا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: قریش جب مکہ کی طرف لوٹ آئے اور اہل بدر قتل ہو گئے تو انہوں نے کہا تھا: تم اپنے مقتولین پر مت رونا۔ وگرنہ محمد اور اس کے ساتھیوں کو یہ بات معلوم ہوگی تو وہ تمہیں ملامت کریں گے اور تم کسی کو اپنے قیدیوں کے بارے میں نہیں بھیجو گے، پھر لوگ تم پر شک کریں گے۔ آگاہ رہو! رونے والیوں کو روک کر رکھو۔

فرماتی ہیں: اسود بن مطلب کی اولاد میں سے تین مارے گئے تھے (زمعہ، عقیل اور حارث بن زمعہ) وہ چاہتا تھا کہ اپنے مقتولین پر روئے۔ ابھی وہ اسی طرح تھا کہ اس نے رات کے وقت ایک نوحہ کرنے والی کو سنا۔ اس نے اپنے غلام سے کہا: (اس کی بینائی جا چکی تھی) کیا قریش اپنے مقتولین پر روئے ہیں؟ شاید میں بھی ابو حکیمہ (زمعہ) پر روؤں۔ میرا اندر جل چکا ہے۔ غلام گیا اور ان کی طرف لوٹ کر آیا اور کہا: وہ تو ایک عورت ہے جو اپنے اونٹ پر رو رہی ہے جو اس سے گم ہو گیا ہے۔ تب اس نے یہ اشعار کہے:

تبکی ان یضل لها بعیر	ولمنعها من النوم السهود
فلاتبکی علی بکر و لکن	علی بدر تصاغرت الخدود
فبکی إن بکیت علی عقیل	وبکی حارث اسد الاسود
وبکیهم ولا تسمی جمیعًا	ماما لأبی حکیمة من ندید
علی بدر سراة بنی هصیص	ومخزوم و رهط ابی الولید
ألا قد ساد بعدهم رجال	ولولا یوم بدر لم یسودوا

وہ رو رہی ہے کہ اس کا اونٹ گم ہو گیا ہے اور اس بات نے اس کی نیندیں اڑا دی ہیں۔ پھر وہ بکر پر نہیں روتی بلکہ بدر پر جسے بیتے ابھی زیادہ عرصہ نہیں ہوا۔ اگر تو رونا ہی چاہتی ہے تو عقیل پر رو اور حارث پر رو جو شیروں کا شیر تھا اور ان سب پر رو اور سب کا نام نہ لے اور ابو حکیمہ کی تو کوئی مثال ہی نہیں۔ بدر پر رو جس میں بنو حصیص اور مخزوم کے سردار تھے اور ابو ولید کی ایک جماعت تھی۔ آگاہ رہو! ان کے بعد بھی لوگ سردار بنیں گے۔ اگر بدر کا دن نہ آتا تو وہ سردار نہ بنتے۔

مجھے ابن ابو زناد رحمۃ اللہ علیہ نے بتلایا کہ میں نے اپنے باپ کو "تصاغرت الخدود" پڑھتے ہوئے سنا۔ وہ "الجدود" کا انکار نہیں

کرتے تھے۔

فرماتے ہیں: قریش کی عورتیں ہند بنت عتبہ کے پاس گئیں اور کہنے لگیں: کیا تم اپنے باپ، بھائی، چچے اور اپنے گھر والوں پر نہیں روؤ گی؟ وہ کہنے لگی: اگر میں ان پر روؤں، پھر یہ بات محمد اور اس کے ساتھیوں کو پہنچے تو وہ ہمیں ملامت کریں گے اور بنو خزرج کی عورتیں بھی۔ نہیں، اللہ کی قسم! یہاں تک کہ میں محمد اور اس کے ساتھیوں سے انتقام نہ لے لوں، مجھ پر سر میں تیل لگانا بھی حرام ہے، یہاں تک کہ ہم محمد سے جنگ لڑ لیں اور اللہ کی قسم! اگر میں جان لوں کہ غم میرے دل سے نکل جائے گا تو میں روؤں لیکن اس غم کو صرف ایک چیز ختم کرسکتی ہے۔ وہ یہ کہ میں اپنے پیاروں کے قتل کا انتقام دیکھ لوں۔ وہ اسی طرح رہی۔ وہ تیل کے قریب بھی نہیں جاتی تھی اور نہ ہی اس دن سے ابوسفیان کے بستر کے قریب گئی جس دن اس نے قسم اٹھائی، حتیٰ کہ غزوۂ احد پیش آیا۔

نوفل بن معاویہ دیلی کو یہ بات معلوم ہوئی (اور وہ اپنے گھر والوں میں تھا وہ بھی ان کے ساتھ بدر میں شریک ہوا تھا) کہ قریش اپنے مقتولین پر روئے ہیں تو وہ آیا اور کہنے لگا: اے قریش کے لوگو! تمہاری عقلیں کمزور ہوگئی ہیں اور تمہاری رائے احمقانہ ہے اور تم نے اپنی عورتوں کی اطاعت کرلی ہے اور کیا تمہارے مقتولین جیسے لوگوں پر رویا جاتا ہے؟ وہ رونے والیوں سے کہیں برتر ہیں اور ایسا کرنے سے تمہارا غصہ اور محمد اور اس کے ساتھیوں سے تمہاری دشمنی ختم ہوجائے گی۔ ابوسفیان بن حرب نے اس کی بات سنی تو کہنے لگا: اے ابومعاویہ! تم مغلوب ہوگئے۔ اللہ کی قسم! آج تک بنوعبدشمس کی کوئی عورت اپنے مقتول پر نوحہ کناں نہیں ہوئی اور نہ ہی کسی شاعر نے انہیں رلایا ہے۔ میں نے ہی انہیں منع کیا ہے کہ جب تک ہم محمد اور اس کے ساتھیوں سے اپنا انتقام نہیں لے لیتے تب تک نہیں روئیں گے اور میں اکیلا بدلہ لینے والا ہوں۔ میرا بیٹا حنظلہ اور اس وادی کے سردار قتل ہوگئے ہیں۔ یہ وادی انہیں کھو کر لرزہ براندام ہے۔

حضرت عمیر بن وہب رضی اللہ عنہ کا قبولِ اسلام

حضرت عاصم بن عمر بن قتادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جب مشرکین مکہ کی طرف لوٹے اور ان کے سردار اور بڑے بڑے لوگ قتل ہوچکے تھے تو عمیر بن وہب بن عمیر جمحی ان کے سامنے آیا اور مقامِ حجر میں صفوان بن امیہ کے پاس بیٹھا۔ صفوان بن امیہ کہنے لگا: بدر کے مقتولین کے بعد اللہ نے زندگی قبیح بنادی۔ عمیر بن وہب کہنے لگا: ہاں، اللہ کی قسم! ان کے بعد زندگی میں کوئی بھلائی نہیں۔ اگر مجھ پر قرضہ نہ ہوتا جس کی ادائیگی کے لیے میرے پاس کچھ نہیں اور کنبہ نہ ہوتا جن کے لیے میں نے کچھ نہیں چھوڑا تو میں محمد کی طرف سفر کرکے جاتا اور اگر وہ میری آنکھوں کے سامنے آتا تو (نعوذ باللہ) میں اسے قتل کردیتا۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ وہ بازاروں میں چکر لگاتا ہے اور میرے پاس وہاں جانے کی وجہ بھی تھی۔ میں کہتا: میں اپنے اس قیدی بیٹے کے لیے آیا ہوں۔ صفوان اس کی اس بات سے خوش ہوگیا اور کہا: اے ابوامیہ! کیا واقعی تم ایسا کرلو گے؟ اس نے کہا: ہاں، اس عمارت کے رب کی قسم! صفوان نے کہا: پھر تمہارا قرضہ میرے ذمے ہے اور تمہارا کنبہ میرے کنبے کی طرح ہے اور تمہیں تو معلوم ہے کہ مکہ میں کوئی شخص ایسا نہیں جو

اپنے کنبے پر مجھ سے زیادہ خرچ کرنے والا ہو۔
عمیر نے کہا: اے ابووہب! میں یہ بات جانتا ہوں۔ صفوان نے کہا: پھر تمہارا کنبہ میرے کنبے کے ساتھ ہوگا۔ میرے پاس جو بھی آئے گا میں اس سے چھپا کر نہیں رکھوں گا اور تمہارا قرضہ میرے ذمے ہے۔ پھر صفوان نے اسے اونٹ پر سوار کر دیا اور اسے زادِ راہ دیا اور اس کے کنبے کے لیے بھی اتنا ہی خرچہ جاری کر دیا جتنا اپنے کنبے پر کرتا تھا۔ عمیر نے ایک تلوار منگوائی۔ اسے تیز کیا اور اس پر زہر لگایا۔ پھر وہ مدینہ کی طرف نکل کھڑا ہوا اور صفوان سے کہا: چند دن میرے بارے میں کسی کو مت بتلانا حتیٰ کہ میں یہ کام پورا کرلوں۔ وہ چلا گیا اور صفوان نے اس کا ذکر نہیں کیا۔
عمیر آیا اور مسجد کے دروازے پر اترا اور اپنی سواری باندھ دی اور تلوار پکڑی اور اسے لٹکا لیا۔
پھر آپ ﷺ کی جانب بڑھنے لگا۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اسے دیکھ لیا۔ آپ رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں میں باتیں کر رہے تھے اور اس نعمت کا تذکرہ کررہے تھے جو بدر میں اللہ تعالیٰ نے ان پر کی۔ انہوں نے عمیر کو دیکھا۔ اس کے پاس تلوار تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس سے گھبرا گئے اور اپنے ساتھیوں سے کہنے لگے: اس کتے کو پکڑو۔ یہ تو اللہ کا وہی دشمن ہے جس نے بدر کے دن ہمارے درمیان پھوٹ ڈالی۔ ہم نے لوگوں کا اندازہ لگایا۔ یہ ہمارے درمیان کھڑا ہوا اور سیدھا ہو کر کہنے لگا: اے قریش! نہ ہماری کوئی تعداد ہے اور نہ کمین۔ وہ اس کی طرف اٹھے اور اسے پکڑ لیا۔
حضرت عمر رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے پاس گئے اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! یہ عمیر بن وہب ہے۔ یہ مسجد میں داخل ہوا اور اس کے پاس اسلحہ ہے اور یہ خبیث دھوکے باز ہے۔ ہمیں اس پر بالکل بھروسہ نہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اسے اندر لے آؤ۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ باہر آئے اور اس کی تلوار کی نیام لے لی اور اپنے ہاتھ میں پکڑ لی۔ دوسرے ہاتھ سے تلوار پکڑ لی۔ پھر اسے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ جب رسول اللہ ﷺ نے اسے دیکھا تو فرمایا: اے عمر! اس سے الگ ہو جاؤ۔ جب عمیر نبی کریم ﷺ کے قریب ہوا تو کہنے لگا: **انعم صباحاً** (آپ کی صبح اچھی ہو) نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ نے تمہارے تحیہ سے ہمیں عزت بخشی اور ہمارے لیے سلام کو تحیہ قرار دیا اور یہی اہل جنت کا تحیہ ہے۔ عمیر کہنے لگا: تمہارا زمانہ ابھی نیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس کا بہتر بدل عطا کیا۔ خیر تم کس لیے آئے ہو؟ کہنے لگا: میں اپنے ایک قیدی کے لیے آیا ہوں جو تمہارے پاس ہے۔ تم اس بارے میں ہماری قربت کا لحاظ رکھو گے آخر تم بھی اسی قبیلے کے ایک فرد ہو۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: پھر تلوار کا کیا مطلب ہے؟ کہنے لگا: اللہ تلواروں کو برباد کرے یہ بھلا کس کام کی۔
اور میں اسے بھول گیا جب میں اترا۔ یہ میری سواری میں تھی اور میری جان کی قسم! یہ میرے بہت سے کام آتی ہے۔ آپ ﷺ نے اسے فرمایا: سچ سچ بتاؤ، جس کام کے لیے تم یہاں آئے ہو۔ کہنے لگا: میں تو صرف اپنے قیدی کے لیے آیا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم نے حجر میں صفوان بن امیہ سے کیا شرط لگائی تھی؟ عمیر گھبرا گیا اور کہنے لگا: کون سی شرط؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تم اس کے لیے میرے قتل کے ضامن ہوئے اس شرط پر کہ وہ تمہارا قرضہ ادا کرے اور تمہارے گھرانے کا نان و نفقہ

برداشت کرے اور اللہ میرے اور تمہارے درمیان حائل ہو گیا۔ عمیر کہنے لگے: میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور آپ سچے ہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اے اللہ کے رسول! ہم وحی کے بارے میں آپ کی تکذیب کرتے تھے اور جو خبریں آسمان سے آپ کے پاس آتیں ان کو جھٹلایا کرتے تھے اور یہ بات تو صرف میرے اور صفوان کے درمیان تھی جیسے آپ نے کہی۔ میرے اور اس کے علاوہ کسی کو اس کا کچھ پتہ نہیں اور میں نے اسے کہا تھا کہ چند دن میرے اس اقدام کو چھپائے رکھنا، مگر اللہ نے آپ کو اس پر مطلع کر دیا۔ سو میں اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاتا ہوں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ جو بھی آپ لے کر آئے ہیں وہ برحق ہے۔ تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جو مجھے اس سفر میں لے کر آیا۔ جب اللہ نے اسے ہدایت دی تو مسلمان خوش ہو گئے۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب یہ آیا تھا تو خنزیر مجھے اس سے زیادہ محبوب تھا اور اب یہ مجھے اپنی اولاد سے بھی زیادہ محبوب ہو گیا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے بھائی کو قرآن سکھاؤ اور اس کے قیدی کو اس کے لیے چھوڑ دو۔ حضرت عمیر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میں اللہ کے نور کو بجھانے کی کوشش کیا کرتا تھا۔ اسی کے لیے ہر طرح کی تعریف ہے کہ اس نے مجھے ہدایت دی۔ سو مجھے اجازت دیجیے کہ میں قریش کے پاس جاؤں اور انہیں اللہ اور اسلام کی طرف دعوت دوں۔ شاید اللہ انہیں ہدایت دے اور انہیں ہلاک ہونے سے بچالے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اجازت دے دی۔ وہ نکلے اور مکہ چلے گئے۔

ادھر صفوان مدینہ سے آنے والے ہر سوار سے صفوان کے بارے میں پوچھتا اور کہتا: کیا مدینہ میں کوئی نیا واقعہ ہوا؟ اور وہ قریش سے کہتا: تم ایک ایسے واقعہ سے خوش ہو جاؤ جو تمہیں بدر کا واقعہ بھلا دے گا۔ پھر ایک شخص مدینہ سے آیا۔ صفوان نے اس سے عمیر کے بارے میں پوچھا تو اس نے کہا: وہ تو مسلمان ہو گیا ہے۔ چنانچہ صفوان نے اور مکہ میں مشرکین نے اس پر لعنت کی اور کہنے لگے: عمیر بھی بے دین ہو گیا۔ پھر صفوان نے قسم اٹھائی کہ وہ اس سے کبھی بات نہیں کرے گا اور نہ اس کے کسی کام آئے گا اور اس کے گھر والوں کو بھی چھوڑ دیا اور عمیر رضی اللہ عنہ ان کے پاس اسی حالت میں آئے۔ انہیں اسلام کی دعوت دی اور انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی کی خبر دی تو ان کے ساتھ بہت سے لوگ مسلمان ہو گئے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن امیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جب عمیر بن وہب تشریف لائے تو وہ اپنے گھر والوں میں اترے اور صفوان بن امیہ کے پاس نہیں گئے۔ اپنے اسلام کا اظہار کیا اور اس کی طرف دعوت دی۔ یہ بات صفوان کو معلوم ہوئی تو اس نے کہا: میں اسی وقت جان گیا تھا جب وہ واپسی پر پہلے میرے پاس نہیں آیا۔ حالانکہ وہ میرے پاس سے ہی گیا تھا۔ اس نے دھوکہ دیا۔ میں اس سے کبھی بات نہیں کروں گا اور نہ اس کے کچھ کام آؤں گا اور نہ اس کے کنبے کو کبھی کچھ نفع دوں گا۔ عمیر اس کے پاس گیا اور وہ مقام حجر میں تھا اور اسے کہا: اے ابو وہب! اس نے اس کی طرف نہیں دیکھا۔ عمیر رضی اللہ عنہ نے کہا: تم ہمارے سردار ہو۔ کیا تم سمجھتے ہو کہ جن پتھروں کی ہم عبادت کرتے ہیں اور ان کے لیے ذبح کرتے ہیں کہ یہ دین ہے؟ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ صفوان نے اس کی کسی بات کا جواب نہیں دیا۔

بدر میں کھانا کھلانے والے مشرکین

کھانا کھلانے والے بنو عبد مناف میں سے حارث بن عامر بن نوفل، شیبہ بن ربیعہ اور عتبہ بن ربیعہ تھے۔ بنو اسد میں سے زمعہ بن اسود بن مطلب بن اسد اور نوفل بن خویلد بن عدویہ تھے۔ بنومخزوم میں سے ابوجہل تھا، بنو جمح میں سے امیہ بن خلف تھا۔ بنوسہم میں سے حجاج کے بیٹے نبیہ اور منبہ تھے۔

حضرت سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: بدر میں جس کسی نے بھی کھانا کھلایا وہ بالآخر قتل ہوا۔ فرماتے ہیں: ہمارے ہاں ان کے بارے میں اختلاف ہے اور یہی ہمارے نزدیک متفق بات ہے۔ انہوں نے تعداد بھی ذکر کی ہے۔ انہی میں سے سہیل، ابوبختری اور دیگر بھی ہیں۔

حضرت نافع بن جبیر بن مطعم رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد سے نقل فرماتے ہیں کہ میں قیدیوں کے فدیہ کے سلسلے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مدینہ حاضر ہوا۔ میں عصر کے بعد مسجد میں لیٹ گیا۔ مجھے نیند آرہی تھی، میں سوگیا۔ پھر مغرب کی نماز کھڑی ہوئی۔ میں مغرب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قراءت سے گھبرا کر اٹھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سورۂ طور کی تلاوت فرما رہے تھے۔ میں نے غور سے آپ کی قراءت سنی اور مسجد سے نکل آیا۔ پہلا دن تھا جب میرے دل میں اسلام داخل ہوا۔

حضرت عبداللہ بن عثمان بن ابوسلیمان رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد سے نقل فرماتے ہیں کہ قریش میں سے چودہ آدمی اپنے ساتھیوں کے فدیے کے سلسلے میں آئے۔

حضرت بشر بن محمد بن عبداللہ بن زید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: پندرہ آدمی آئے۔ سب سے پہلے جو شخص آیا وہ مطلب بن ابووداعہ تھا۔ پھر اس کی تین راتوں بعد دیگر لوگ آئے۔

حضرت یزید بن نعمان بن بشیر رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد سے نقل فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے قیدیوں کا فدیہ فی کس چار ہزار مقرر کیا۔

حضرت اسحاق بن یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت نافع بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا: فدیہ کتنا تھا؟ انہوں نے فرمایا: زیادہ سے زیادہ چار ہزار تھا، تین بھی تھا، دو بھی اور ہزار بھی تھا اور جن لوگوں کے پاس مال بالکل نہیں تھا۔ آپ نے انہیں ویسے ہی چھوڑ دیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابووداعہ کے بارے میں فرمایا: اس کا مکہ میں سمجھ دار بیٹا ہے۔ وہ اس کا مہنگا فدیہ دے گا۔ چنانچہ آپ نے اس کا فدیہ چار ہزار مقرر کیا اور یہ پہلا قیدی تھا جس سے فدیہ لیا گیا۔ اس لیے کہ قریش نے اس کے بیٹے مطلب سے کہا تھا جب انہوں نے اسے اپنے باپ کی طرف نکلنے کے لیے تیاری کرتے دیکھا۔ انہوں نے کہا: جلدی مت کرنا۔ ہمیں ڈر ہے کہ تم ہمیں ہمارے قیدیوں کے بارے میں خراب کرو گے۔ محمد تو ہماری ہلاکت چاہتے ہیں۔ وہ ہم پر فدیہ مہنگا کردیں گے۔ بے شک

تمہارے پاس مال ہے۔ لیکن تمہاری قوم کے ہر شخص کے پاس اتنا مال نہیں جتنا تمہارے پاس ہے۔ وہ کہنے لگا: میں اس وقت تک نہیں جاؤں گا جب تک تم نہیں جاؤ گے۔ پھر اس نے انہیں دھوکہ دیا۔ حتیٰ کہ جب وہ غفلت کی حالت میں تھے تو وہ رات کو ہی منہ اندھیرے اپنی سواری پر نکل پڑا۔ مدینہ کی طرف چار راتیں سفر کر کے پہنچ گیا۔ پھر اس نے اپنے والد کا فدیہ ۴ ہزار دیا۔

قریش نے اس بارے میں اسے ملامت کی تو اس نے کہا: میں ایسا نہیں کہ اپنے والد کو لوگوں کے ہاتھوں میں قید کی حالت میں چھوڑے رکھتا اور تم آرام کرتے رہو۔ ابوسفیان بن حرب کہنے لگا: یہ نیا نیا جوان ہے اور اپنی رائے کو اچھا سمجھ رہا ہے اور ہمیں برباد کر رہا ہے۔ میں تو اللہ کی قسم! عمرو بن ابوسفیان کا فدیہ نہیں دوں گا۔ اگر چہ وہ ایک سال بھی ٹھہرا رہا۔ میں نہیں چاہتا کہ مجھ پر کوئی مشقت آئے اور میں اسے تم پر مسلط کروں اور عمرو تمہارے لیے نمونہ ہو جائے۔

قیدیوں کے لیے آنے والے لوگوں کے نام

بنو عبد شمس میں سے ولید بن عقبہ بن ابی معیط اور ابو عاص کے بھائی عمرو بن ربیع۔ بنو نوفل بن عبد مناف میں سے جبیر بن مطعم، بنو عبدار میں سے میں طلحہ بن ابوطلحہ، بنو اسد میں سے عثمان بن ابی حبیش، بنو مخزوم میں سے عبداللہ بن ابی ربیعہ، خالد بن ولید، ہشام بن ولید بن مغیرۃ، فروہ بن سائب اور عکرمہ بن ابوجہل، بنو جمح میں سے ابی بن خلف اور عمیر بن وہب، بنو سہم میں سے مطلب بن ابی وداعہ اور عمرو بن قیس اور بنو مالک بن حسل میں سے مکرز بن حفص بن اخیف۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: جب مکہ والوں نے اپنے قیدیوں کا فدیہ بھیجا تو حضرت زینب بنت رسول اللہ ﷺ نے اپنے خاوند ابوالعاص بن ربیع کا فدیہ بھیجا اور اس میں انہوں نے اپنا وہ ہار بھی بھیجا جو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ وہ ہاتھی دانت کا بنا ہوا تھا اور جب حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی شادی ابوالعاص سے ہوئی تھی تو انہوں نے وہ اسے دیا تھا۔ جب آپ ﷺ نے ہار کو دیکھا تو اسے پہچان لیا اور آپ کا دل بھر آیا۔ آپ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا ذکر کیا اور ان کے لیے رحمت کی دعا کی اور فرمایا: اگر تم مناسب سمجھو تو ان کے قیدی کو ان کی خاطر چھوڑ دو اور ان کا سامان انہیں واپس کر دو۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: جی ہاں، اے اللہ کے رسول! پھر انہوں نے ابوالعاص بن ربیع کو چھوڑ دیا اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو ان کا سامان واپس کر دیا۔ نبی کریم ﷺ نے ابوالعاص سے وعدہ لیا کہ اس (زینب رضی اللہ عنہا) کا راستہ چھوڑ دو۔ ان کے فدیہ میں ان کا بھائی عمرو بن ربیع آیا تھا۔ انہیں خوات بن جبیر کے بھائی حضرت عبداللہ بن جبیر بن نعمان رضی اللہ عنہ نے قید کیا تھا۔

سورۂ انفال کا بیان

یَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ ؕ ''وہ آپ سے اموالِ غنیمت کے بارے میں پوچھتے ہیں۔'' فرمایا: جب بدر کے دن رسول اللہ ﷺ کو اموالِ غنیمت حاصل ہوئے تو لوگوں کا اختلاف ہو گیا۔ ہر گروہ اس بات کا دعوے دار تھا کہ وہ اس کا زیادہ حق دار ہے۔ چنانچہ یہ آیت نازل ہوئی اور یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے: اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَاِذَا

تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا ''مومن تو وہ لوگ ہیں کہ جب اللہ کا ذکر ہوتا ہے تو ان کے دل کانپ اٹھتے ہیں اور ان پر اس کی آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو ان کا ایمان بڑھ جاتا ہے۔'' یعنی ان کے یقین میں اضافہ ہو جاتا ہے اور ارشادِ باری تعالیٰ ہے: اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ''یہی لوگ پکے مومن ہیں۔'' یعنی ان کا یقین پختہ ہے اور ارشادِ باری تعالیٰ ہے: كَمَآ اَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْۢ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ ''جیسے آپ کو آپ کے پروردگار نے حق کام کے لیے آپ کے گھر سے نکالا۔'' یعنی جب آپ کو آپ کے رب نے حکم دیا کہ بدر کی طرف نکلیے۔ یہ کام حق تھا۔

حضرت محمد بن عباد بن جعفر مخزومی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ارشادِ باری تعالیٰ: مِنْۢ بَيْتِكَ ''آپ کے گھر سے'' سے مراد مدینہ ہے۔

اور ارشادِ باری تعالیٰ ہے: وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ لَكٰرِهُوْنَ ۙ يُجَادِلُوْنَكَ فِي الْحَقِّ بَعْدَ مَا تَبَيَّنَ كَاَنَّمَا يُسَاقُوْنَ اِلَى الْمَوْتِ وَهُمْ يَنْظُرُوْنَ ۝ ''اور مومنوں کا ایک گروہ راضی نہ تھا۔ وہ آپ سے حق معاملے میں جھگڑ رہے تھے جبکہ وہ واضح ہو چکا تھا۔ گویا انہیں موت کی طرف ہانکا جا رہا ہے اور وہ دیکھ رہے ہیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے بعض حضرات اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بدر کی طرف نکلنے پر راضی نہ تھے۔ ان کا کہنا تھا: ہم تھوڑے ہیں اور یوں نکلنا کوئی اچھی رائے نہیں ہے۔ حتیٰ کہ اس بارے میں بہت بڑا اختلاف ہوا۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: وَاِذْ يَعِدُكُمُ اللّٰهُ اِحْدَى الطَّآئِفَتَيْنِ اَنَّهَا لَكُمْ ''اور جب اللہ تم سے وعدہ کر رہا تھا کہ دو گروہوں میں سے ایک تمہارے لیے ہے۔'' جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بدر کے قریب ہوئے تو حضرت جبریل علیہ السلام اترے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مشرکین کے نکلنے کی خبر دی۔ آپ قافلے کا ارادہ رکھتے تھے۔ اللہ نے آپ سے وعدہ کیا کہ یا قافلہ مل جائے گا یا قریش سے ملاقات ہوگی، پھر وہ انہیں ہلاک کرے گا۔ پھر جب آپ بدر میں آئے تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے پانی بھرنے والوں کو پکڑ لیا۔ انہوں نے ان سے قافلے کے بارے میں پوچھا تو وہ انہیں قریش کی آمد کا بتلانے لگے۔ مسلمانوں کو یہ بات پسند نہ آئی۔ اس لیے کہ یہ جنگ تھی اور وہ قافلے کو چاہتے تھے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: وَيُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ ''اور اللہ چاہتا ہے کہ حق کو اپنے کلاموں کے ذریعے سچا کر دکھائے۔'' یعنی دین کو غالب کر دے وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكٰفِرِيْنَ ۝ ''اور کافروں کی پشت کاٹ دے۔'' یعنی وہ لوگ جو بدر میں قریش میں سے قتل ہوئے۔ لِيُحِقَّ الْحَقَّ ''تاکہ حق کو ثابت کرے۔'' یعنی حق کو غالب کرے۔ وَيُبْطِلَ الْبَاطِلَ ''اور باطل کو مٹا دے'' یعنی جو چیز وہ لے کر آئے تھے۔ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ ۝ ''اگرچہ مجرموں کو ناپسند ہو۔'' یعنی قریش کو اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اَنِّيْ مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُرْدِفِيْنَ ۝ ''جب تم اپنے پروردگار سے مدد مانگ رہے تھے پھر اس نے تمہاری دعا قبول کی کہ میں تمہاری ایک ہزار فرشتوں سے مدد کروں گا۔ جو یکے بعد دیگرے آئیں گے۔'' یعنی ایک دوسرے کے بعد آئیں گے۔ وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى ''اور اللہ تعالیٰ نے اسے خوشخبری بنایا۔'' یعنی فرشتوں کی وہ تعداد جو اللہ نے انہیں

بتلائی۔ اور تاکہ وہ جان لیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی مدد کر رہا ہے، اِذْ یُغَشِّیْکُمُ النُّعَاسَ اَمَنَۃً مِّنْهُ "جب اس نے تم لوگوں پر اپنی جانب سے بطورِ سکون کے اونگھ ڈال دی" یعنی تم پر نیند کو غالب کر دیا تاکہ تمہیں سکون حاصل ہو۔

پھر اسے تمہارے دلوں میں ڈال دیا۔ وَیُنَزِّلُ عَلَیْکُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً لِّیُطَهِّرَکُمْ بِهٖ "اور اللہ آسمان سے پانی برسائے گا تاکہ تمہیں اس کے ذریعے پاک کر دے۔" ان میں سے بعض جنبی ہو چکے تھے وَیُذْهِبَ عَنْکُمْ رِجْزَ الشَّیْطٰنِ "اور تم سے شیطان کی گندگی کو ہٹا دے گا۔" یعنی وہ نماز پڑھتا اور غسل نہ کرتا۔ وَلِیَرْبِطَ عَلٰی قُلُوْبِکُمْ "اور تاکہ تمہارے دلوں کو مضبوط رکھے" یعنی اطمینان عطا کرے وَیُثَبِّتَ بِهِ الْاَقْدَامَ "اور تمہیں ثابت قدم رکھے" یہ جگہ دھنسے والی تھی اللہ نے اسے سخت کر دیا۔

اِذْ یُوْحِیْ رَبُّکَ اِلَی الْمَلٰٓئِکَةِ اَنِّیْ مَعَکُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا "جب تیرا پروردگار فرشتوں کو حکم دے رہا تھا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں اور تم ایمان والوں کو ثابت قدم رکھنا۔" فرشتہ انسانی شکل میں نمودار ہوتا اور کہتا: ثابت قدم رہو۔ ان کے پاس کچھ نہیں۔ سَاُلْقِیْ فِیْ قُلُوْبِ الَّذِیْنَ کَفَرُوا الرُّعْبَ "عنقریب میں کافروں کے دلوں میں رعب ڈال دوں گا۔" پھر ان کے دل اس سے ڈر جائیں گے اور وہ بزدل ہو جائیں گے جیسے کنکریاں جنہیں تھال میں اٹھا کر پھینک دیا جاتا ہے فَاضْرِبُوْا فَوْقَ الْاَعْنَاقِ "سو ان کی گردنوں کے اوپر مارئیے" یعنی گردنوں پر مارو۔ ذٰلِکَ بِاَنَّهُمْ شَآقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ "یہ اس وجہ سے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی۔" یعنی اللہ کا انکار کیا اور اس کے رسول کو جھٹلایا۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ذٰلِکُمْ فَذُوْقُوْهُ "سو تم اسے چکھو" یعنی بدر میں قتل ہونے کو۔ وَاَنَّ لِلْکٰفِرِیْنَ عَذَابَ النَّارِ "بے شک کافروں کے لیے آگ کا عذاب ہوگا" اِذَا لَقِیْتُمُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا زَحْفًا "جب تم کافروں سے جنگ میں ملو وَبِئْسَ الْمَصِیْرُ اور وہ برا ٹھکانہ ہے" تک۔ یعنی بدر کے دن خاص طور پر۔

فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَلٰکِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ "پھر تم نے انہیں قتل نہیں کیا، بلکہ اللہ نے انہیں قتل کیا۔" نبی کریم ﷺ کے صحابہ میں سے ایک شخص کہنے لگا: میں نے فلاں کو قتل کیا۔ اور ارشادِ فرمایا: وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰهَ رَمٰی "جب آپ نے کنکر پھینکے تو وہ آپ نے نہیں پھینکے بلکہ اللہ نے پھینکے" یعنی جب نبی کریم ﷺ نے مٹھی بھر مٹی پھینکی۔ وَلِیُبْلِیَ الْمُؤْمِنِیْنَ مِنْهُ بَلَآءً حَسَنًا "اور تاکہ وہ مومنوں کو اس سے اچھے طریقے سے آزمائے" یعنی اس نے بدر کے دن ان کی مدد کی۔ اِنْ تَسْتَفْتِحُوْا فَقَدْ جَآءَکُمُ الْفَتْحُ "اگر تم فتح چاہتے ہو تو فتح تمہارے پاس آ چکی۔"

ابو جہل کا کہنا تھا: اے اللہ! وہ ہم میں قطع رحمی کرنے والا ہے اور ہمارے پاس وہ دین لایا ہے جسے ہم نہیں پہچانتے، سو اسے ہلاک کر۔ ارشادِ باری ہے: وَاِنْ تَنْتَهُوْا "اور اگر تم رک جاؤ" یعنی جو لوگ قریش میں سے باقی رہ گئے ہو تو فَهُوَ خَیْرٌ لَّکُمْ "یہ تمہارے لیے بہتر ہے" یعنی تم اسلام قبول کر لو۔ وَاِنْ تَعُوْدُوْا "اور اگر تم دوبارہ لوٹو گے" یعنی جنگ کے لیے تو نَعُدْ "ہم بھی دوبارہ کریں گے" یعنی قتل کریں گے۔ وَلَنْ تُغْنِیَ عَنْکُمْ فِئَتُکُمْ شَیْئًا "اور تمہاری جماعت تمہارے کچھ کام نہ آئے گی۔ وہ کہا

کرتے تھے: ہماری مکہ میں جماعت ہے ہم اسے لے کر جنگ لڑیں گے جو اسے ہلاک کردے گی۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ لَا تَوَلَّوْا عَنْهُ وَ اَنْتُمْ تَسْمَعُوْنَ ''اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور اس سے منہ مت پھیرو اور تم سنتے رہو۔'' یعنی پکار کو۔ یہ آیت احد کے دن نازل ہوئی۔ اللہ نے اس پر انہیں عتاب فرمایا۔ لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ وَ تَخُوْنُوْٓا اَمٰنٰتِكُمْ ''تم اللہ اور رسول سے خیانت مت کرو اور تم اپنی امانتوں میں خیانت کرتے ہو۔'' یعنی تم منافقت اختیار مت کرو اور جو کام تمہیں سونپا گیا ہے اسے مکمل کرو۔ وَ اعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَ اَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ''اور جان لو تمہارے اموال اور تمہاری اولاد آزمائش ہے۔'' یعنی جب اس کا مال زیادہ ہوگا تو اس کی آزمائش بھی بڑی ہوگی اور طویل ہوگی اور جب اس کی اولاد زیادہ ہوگی تو وہ سمجھے گا کہ وہ غالب ہے اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا ''وہ تمہارے لیے راہِ نجات بناتا ہے،'' یعنی نکلنے کا راستہ''۔ وَ اِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ اَوْ يَقْتُلُوْكَ اور جب کافر لوگ آپ کے بارے میں تدبیر کررہے تھے کہ آپ کو باندھ دیں گے اور آپ کو قتل کردیں گے۔ یہ آیت مکہ میں ہجرت سے پہلے نازل ہوئی۔ جب آپ نے مدینہ کی طرف ہجرت کا ارادہ کیا وَ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا قَالُوْا قَدْ سَمِعْنَا لَوْ نَشَآءُ لَقُلْنَا اور جب ان پر ہماری آیتیں تلاوت کی جاتی ہیں تو وہ کہتے ہیں: ہم نے سن لیا اگر ہم چاہتے ہم کہہ دیتے۔ آخر آیت تک۔ وَ اِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ''اور جب وہ کہتے: اے اللہ! اگر یہ تیری جانب سے برحق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا یا ہم پر دردناک عذاب لے آ۔ یہ بات کہنے والا النضر بن حارث تھا۔ سو اللہ نے اس کے متعلق یہ آیت اتاری اَفَبِعَذَابِنَا يَسْتَعْجِلُوْنَ ''کیا پھر ہمارے عذاب کو وہ جلدی مانگ رہے ہیں۔'' صباح المنذرین پھر وہ ان کے صحنوں میں اتر آئے گا تو ڈرائے ہوؤں کی صبح بری ہوگی، یعنی بدر کے دن۔ وَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَ اَنْتَ فِيْهِمْ ''یعنی مکہ والوں کو وَ مَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ''اور اللہ انہیں عذاب دینے والا نہیں جبکہ وہ معافی چاہتے ہوں'' یعنی نماز پڑھ رہے ہوں۔ پھر آپ لوٹ آئے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَ مَا لَهُمْ اَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ وَ هُمْ يَصُدُّوْنَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ''اور انہیں کیا کہ اللہ انہیں عذاب نہ دے حالانکہ وہ مسجد حرام سے روکتے ہیں۔'' یعنی رکاوٹ ڈالتے ہیں اور قتل کرتے ہیں۔ ارشادِ باری ہے: فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ سو اس عذاب کو چکھو جس کا تم انکار کرتے تھے۔ یعنی بدر کے دن۔ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ لِيَصُدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بے شک وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا وہ اپنے اموال کو اس لیے خرچ کرتے ہیں تاکہ اللہ کی راہ سے روکیں۔ ثُمَّ يُغْلَبُوْنَ ''پھر وہ مغلوب ہوں گے'' تک۔ اس حیثیت سے کہ وہ بدر کی طرف اور ندامت میں نکلے ثُمَّ يُغْلَبُوْنَ ''پھر وہ مغلوب ہوں گے'' پھر وہ قتل ہوگئے۔ اِلٰى جَهَنَّمَ يُحْشَرُوْنَ پھر انہیں جہنم کی طرف جمع کیا جائے گا۔

قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ يَّنْتَهُوْا يُغْفَرْ لَهُمْ مَّا قَدْ سَلَفَ ''کافروں کو کہہ دیجیے: اگر وہ باز آجائیں تو ان کے گزشتہ گناہوں کی معافی ہوجائے گی۔'' یعنی اگر اسلام قبول کرلیں تو اللہ ان کی گزشتہ بداعمالیاں معاف کردے گا اور اگر وہ دوبارہ کریں

گے تو تم بدر میں مقتولین کا حال دیکھ چکے ہو۔ وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ ''اور ان سے قتال کرتے رہو حتیٰ کہ فتنہ باقی نہ رہے۔'' یعنی شرک نہ ہو وَّ یَكُوْنَ الدِّیْنُ كُلُّهٗ اور دین سارے کا سارا ہو جائے'' اساف اور نائلہ کا ذکر بھی نہ ہو'' اور جان لو کہ جو مالِ غنیمت تمہیں حاصل ہو تو اللہ اور اس کے رسول کے لیے اس کا پانچواں حصہ ہے اور رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہے۔''

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰى وَالْیَتٰمٰى وَالْمَسٰكِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ

''اور جان لو کہ جو مالِ غنیمت بھی تمہیں حاصل ہو تو اس کا پانچواں حصہ اللہ، رسول، رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہے۔''

یعنی جو اللہ کے لیے ہے وہ بھی رسول کا ہے اور جو رشتہ داروں کے لیے ہے اس سے مراد رسول اللہ ﷺ کے رشتہ دار ہیں۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا یَوْمَ الْفُرْقَانِ یَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ ''اور جو ہم نے اپنے بندے پر فیصلے کے دن نازل کیا اور اس دن جب دونوں جماعتیں آپس میں لڑ پڑیں۔'' یعنی بدر کے دن جب حق اور باطل کے درمیان فرق ہو گیا۔ اِذْ اَنْتُمْ بِالْعُدْوَةِ الدُّنْیَا 'جب تم اِدھر والے کنارے پر تھے''۔ یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جب بدر میں اترے اور مشرکین اُدھر والے کنارے پر تھے۔ ان کے درمیان ریت کا ٹیلہ تھا اور قافلہ ابوسفیان کی ماتحتی میں تھا۔ وہ بدر سے نیچے سمندر کے کنارے چلا گیا تھا۔

وَلَوْ تَوَاعَدْتُّمْ لَاخْتَلَفْتُمْ فِی الْمِیْعٰدِ ''اور اگر تم وعدہ کرتے تو وعدہ پر ایک ساتھ نہ پہنچ سکتے'' لامحالہ ایک قافلہ دوسرے قافلے سے پہلے آتا۔ وَلٰكِنْ لِّیَقْضِیَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا ''لیکن اللہ جو فیصلہ کرتا ہے وہ ہو کر رہتا ہے۔'' یعنی ان لوگوں کا قتل جو بدر میں قتل ہوئے۔ لِّیَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْۢ بَیِّنَةٍ ''تاکہ حجت قائم ہونے کے بعد مرے جسے مرنا ہے۔'' یعنی قتل ہو جائے جس نے حجت اور عذر کے بعد مرنا ہے اور زندہ رہے جس نے حجت اور عذر کے بعد زندہ رہنا ہے۔

اِذْ یُرِیْكَهُمُ اللّٰهُ فِیْ مَنَامِكَ قَلِیْلًا ''جب اللہ تعالیٰ نے انہیں آپ کے خواب میں تھوڑا دکھلایا۔'' کہتے ہیں: نبی کریم ﷺ اس دن سوئے۔ پھر وہ (کافر) آپ کی آنکھوں میں تھوڑے ظاہر کیے گئے۔

وَلَوْ اَرٰىكَهُمْ كَثِیْرًا لَّفَشِلْتُمْ ''اگر وہ تمہیں انہیں زیادہ دکھاتا تو تم بزدل ہو جاتے'' یعنی تم مرعوب ہو جاتے۔ وَلَتَنَازَعْتُمْ ''اور تم جھگڑ پڑتے'' یعنی تمہارا اختلاف ہو جاتا۔ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ سَلَّمَ ''لیکن اللہ نے سلامت رکھا''۔ یعنی تمہارے درمیان اختلاف نہیں ہونے دیا۔ اِنَّهٗ عَلِیْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ''بلاشبہ وہ سینوں کو جاننے والا ہے۔'' یعنی تمہارے دل کی کمزوری کو۔

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِیْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِیْرًا ''اے ایمان والو! جب تم اس گروہ سے لڑو تو ثابت قدم

رہنا اور اللہ کا کثرت سے ذکر کرنا"۔ یعنی سب کے سب۔ سو بھاگنا اور تکبیر پڑھتے رہنا۔ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ وَاصْبِرُوْا "اور آپس میں جھگڑنا ورنہ تم بزدل ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا ختم ہو جائے گی اور صبر اختیار کرنا۔" یعنی تلوار پر۔ اپنے دلوں میں اللہ کی بڑائی رکھنا اور تکبیر کا اظہار نہ کرنا۔ اس لیے کہ جنگ میں اس کا اظہار بزدلی ہے۔

وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بَطَرًا وَّرِئَآءَ النَّاسِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ "اور ان لوگوں کی طرح مت ہو جانا جو اپنے شہروں سے بزدل ہو کر نکلے اور لوگوں کو دکھانے کے لیے اور وہ اللہ کے راستے سے روکتے تھے۔" یعنی قریش کے بدر کی طرف نکلنے کو۔ وَاِذْ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ وَقَالَ لَا غَالِبَ لَكُمُ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَاِنِّيْ جَارٌ لَّكُمْ "اور جب شیطان نے ان کے لیے ان کے اعمال مزین کر دیے اور کہا: آج کے دن تم لوگوں پر ان میں سے کوئی غالب ہونے والا نہیں اور میں تمہارا حمایتی ہوں۔" یہ سارا سراقہ بن جعشم کا کلام تھا۔

منقول ہے کہ ابلیس اس دن اس کی شکل اختیار کر کے آیا تھا۔ فَلَمَّا تَرَآءَتِ الْفِئَتٰنِ "پھر جب دونوں جماعتیں سامنے ہوئیں" یعنی نبی کریم ﷺ اور قریش تو ابلیس الٹے پاؤں پھرا۔ وہ فرشتوں کو قتل کرتے اور قیدی بناتے دیکھ رہا تھا اور کہنے لگا: اِنِّيْۤ اَرٰى مَا لَا تَرَوْنَ "میں تم سے بری ہوں، میں وہ چیز دیکھ رہا ہوں جو تم نہیں دیکھ رہے" اس نے فرشتوں کو دیکھ لیا تھا۔

اِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ غَرَّ هٰۤؤُلَآءِ دِيْنُهُمْ "جب منافقین اور جن کے دلوں میں مرض تھا، کہہ رہے تھے: ان لوگوں کے دین نے انہیں دھوکے میں ڈال دیا۔" یہ ایک جماعت تھی جو بظاہر اسلام کا اقرار کرتے تھے۔ پھر جب انہیں دیکھنے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھوڑے لگے تو بزدل پڑ گئے اور یہ باتیں کہنے لگے: پھر اپنے کفر پر ہی قتل ہوئے۔ يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَاَدْبَارَهُمْ "وہ ان کے مونہوں پر اور ان کی پشتوں پر مارتے ہیں۔ یعنی ان کی سرینوں پر مگر یہاں کنایہ استعمال کیا ہے۔

حضرت مجاہد رحمہ اللہ اور اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما اپنے والد سے نقل فرماتے ہیں کہ "آل فرعون کی عادت کی طرح" یعنی آل [illegible] کے فعل کی طرح۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا "بے شک سب سے بدترین جانور اللہ کے ہاں جنہوں نے کفر اختیار کیا...... وَهُمْ لَا يَتَّقُوْنَ اور وہ ڈرتے نہیں" یعنی قینقاع، بنو نضیر اور قریظہ۔ فَاِمَّا تَثْقَفَنَّهُمْ فِي الْحَرْبِ فَشَرِّدْ بِهِمْ "پھر اگر تو انہیں جنگ میں پائے تو انہیں دردناک سزا دے" یعنی انہیں قتل کر دے۔ وَاِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِيَانَةً "اور اگر تمہیں کسی قوم سے خیانت کا ڈر ہو"...... آخر آیت تک۔ یہ آیت بنو قینقاع کے بارے میں نازل ہوئی۔ اس آیت کی وجہ سے نبی کریم ﷺ ان کی طرف گئے۔

وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ "اور ان سے لڑائی کے لیے جس قدر طاقت ہو تیاری کر رکھو" یعنی پھینکنے کی۔ وَمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ "اور پلے ہوئے گھوڑوں سے" یعنی گھوڑے باندھ کر رکھو جو ہنہناتے رہیں اور دکھائی دیں۔" وَاٰخَرِيْنَ مِنْ

دُوْنِهِمْ ۚ لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ ۚ اَللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ ۗ اور ان کے علاوہ دوسروں پر جنہیں تم نہیں جانتے، اللہ انہیں جانتا۔ یعنی خیبر وَ اِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا ''اور اگر وہ صلح کے لیے جھکیں تو آپ بھی اس کے لیے جھک جائیے۔'' آخر آیت تک۔ یعنی قریظہ وَ اِنْ يُّرِيْدُوْا اَنْ يَّخْدَعُوْكَ فَاِنَّ حَسْبَكَ اللّٰهُ ۗ هُوَ الَّذِيْۤ اَيَّدَكَ بِنَصْرِهٖ ''اور اگر وہ آپ کو دھوکہ دینا چاہیں تو آپ کو اللہ کافی ہے جو اپنی مدد سے آپ کی تائید کرے گا۔'' یعنی قریظہ اور نظیر جب وہ کہنے لگے: ہم مسلمان ہوں گے اور آپ کی اتباع کریں گے۔

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَ مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ ''اے نبی! آپ کو اور آپ کے متبع مومنین کو اللہ کافی ہے'' یعنی جنگ میں۔ اِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ عِشْرُوْنَ صٰبِرُوْنَ ''اگر تم میں سے بیس ثابت قدم ہوں'' یہ آیت بدر میں نازل ہوئی تھی۔ پھر اس آیت کی وجہ سے منسوخ ہوگئی: اَلْـٰٔنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ وَ عَلِمَ اَنَّ فِيْكُمْ ضَعْفًا ؕ فَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ صَابِرَةٌ يَّغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ ۚ ''اب اللہ نے تم سے تخفیف کردی اور وہ جان گیا کہ تمہارے اندر کمزوری ہے۔ سو اگر تم میں سو ثابت قدم رہنے والے ہوں تو وہ دو سو پر غالب ہیں۔'' پھر ایک شخص دو پر غالب ہوا۔ مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗۤ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِي الْاَرْضِ ؕ ''نبی کے لیے مناسب نہیں کہ وہ اپنے لیے قیدیوں کو رکھے حتیٰ کہ وہ زمین میں خون ریزی کریں۔'' یعنی مسلمانوں کا بدر کے دن قیدیوں کو پکڑنا۔ تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا ۖ ''تم سامانِ دنیا کو چاہتے ہو'' وَاللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ؕ اور اللہ آخرت کو چاہتے ہیں۔'' یعنی وہ چاہتے ہیں کہ وہ قتل ہو جائیں۔ لَوْ لَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَاۤ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝ ''اگر اللہ تعالیٰ پہلے سے یہ بات نہ لکھ چکا ہوتا تو تمہیں اس لینے میں بہت بڑا عذاب پہنچتا۔'' یعنی غنیمت کا حلال ہونا پہلے سے طے شدہ تھا۔ فَكُلُوْا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلٰلًا طَيِّبًا ۖ ''سو تم کھاؤ جو تمہیں مالِ غنیمت حاصل ہوا ہے حلال اور پاکیزہ''۔ یعنی اموالِ غنیمت کو حلال کیا۔ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ هَاجَرُوْا وَ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ الَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّ نَصَرُوْۤا ''بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت کی اور اپنے مالوں اور جانوں سے اللہ کے راستے میں جہاد کیا اور وہ لوگ جنہوں نے ٹھکانہ دیا اور مدد کی۔'' یعنی قریش جنہوں نے بدر سے ہجرت کی اور جنہوں نے ٹھکانہ دیا اور مدد کی وہ انصار ہیں۔ باقی اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ لَمْ يُهَاجِرُوْا مَا لَكُمْ مِّنْ وَّلَايَتِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا ۚ ''اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت نہیں کی ان کی رفاقت سے تمہیں کچھ غرض نہیں ہے حتیٰ کہ وہ ہجرت کریں۔'' یعنی تمہارے اور ان کے درمیان وراثت نہیں ہوگی حتیٰ کہ وہ ہجرت کریں۔ وَ اِنِ اسْتَنْصَرُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ . . . الاية ''اور اگر وہ دین کے بارے میں تم سے مدد لیں تو تم پر مدد کرنا لازم ہے، سوائے ان لوگوں کے جن کے اور تمہارے درمیان میثاق ہے۔'' یعنی مدت اور عہد ہے۔ وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ؕ اِلَّا تَفْعَلُوْهُ . . . ''اور کافر لوگ ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ اگر تم یہ نہیں کرو گے تو زمین میں فتنہ اور بہت بڑا فساد برپا ہوگا۔'' یعنی تم کافروں میں سے کسی کو دوست مت بنانا وہ ایک دوسرے کے دوست ہیں، پھر اس نے آیت میراث کو منسوخ کر دیا۔ وَ اُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝ ''اور رشتہ دار اللہ کے

حکم میں ایک دوسرے کے زیادہ قریب ہیں۔ بے شک اللہ ہر چیز کا علم رکھتا ہے۔" اور ارشاد فرمایا: يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرٰى ۚ "جس دن ہم بڑی پکڑ کریں گے۔" یعنی بدر کے دن۔ "پھر عنقریب وہ لازم ہوگا"۔ بدر کے دن یا "پھر ان پر دردناک دن کا عذاب آئے گا" یعنی بدر کے دن حَتّٰٓى اِذَا فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا ذَا عَذَابٍ شَدِيْدٍ "حتیٰ کہ جب ہم ان پر شدید عذاب کا دروازہ کھولیں گے" بدر کے دن۔ سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ ۝ "عنقریب لشکروں کو شکست ہوگی اور وہ پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے" یعنی بدر کے دن وَّاَنْ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ قَدِ اقْتَرَبَ اَجَلُهُمْ ۚ "اور امید ہے کہ ان کی مدت قریب آچکی ہے" پھر تھوڑی ہی مدت بعد واقعہ بدر پیش آگیا۔ وَذَرْنِيْ وَالْمُكَذِّبِيْنَ اُولِي النَّعْمَةِ وَمَهِّلْهُمْ قَلِيْلًا ۝ "اور مجھے اور نعمت والے منکروں کو چھوڑ دو اور انہیں تھوڑی سے مہلت دے دو" یہ واقعہ بدر سے تھوڑا عرصہ پہلے نازل ہوئی۔ وَّاجْعَلْ لِّيْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِيْرًا ۝ "اور میرے لیے اپنی جانب سے مددگار قوت بنالو" یعنی بدر کے دن وَاصْبِرْ حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ ۚ وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ۝ "اور صبر کیجیے حتیٰ کہ اللہ فیصلہ کردے اور وہ بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔" یعنی بدر کے دن سے پہلے۔ وَمَنْ يُّوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهٗٓ "اور جو انہیں اس دن اپنی پیٹھ دکھائے گا" یعنی خاص طور پر بدر کے دن۔ اور ان پر فرض کیا گیا تھا کہ جب بیس کا مقابلہ دو سو سے ہوگا تو وہ نہیں بھاگیں گے۔ اگر وہ نہ بھاگے تو غالب آجائیں گے۔ پھر ان سے تخفیف کردی گئی۔ فرمایا: فَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ صَابِرَةٌ يَّغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ ۚ "پھر اگر تم میں سے سو ثابت قدم ہوں تو وہ دو سو پر غالب آجائیں گے۔ اس نے پہلی آیت کو منسوخ کردیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: جو دو سے بھاگا تو وہ بھگوڑا ہے اور جو تین سے بھاگا تو وہ بھاگنے والا نہیں ہے۔

ارشاد فرمایا: اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ... "کیا آپ نے ان لوگوں کی طرف نہیں دیکھا جنھوں نے ناشکری کی وجہ سے اللہ کی نعمت کو بدل دیا اور اپنی قوم کو بربادی کے گھر میں اتار دیا۔"

یعنی قریش کو بدر کے دن۔ ارشاد فرمایا: حَتّٰٓى اِذَآ اَخَذْنَا مُتْرَفِيْهِمْ بِالْعَذَابِ "حتیٰ کہ جب ہم نے ان میں سے سرکش کو عذاب کے ساتھ پکڑا۔" یعنی بدر کے دن تلواروں کے ساتھ۔

ارشاد فرمایا: وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ مِّنَ الْعَذَابِ الْاَدْنٰى دُوْنَ الْعَذَابِ الْاَكْبَرِ "اور ہم انہیں بڑے عذاب سے پہلے چھوٹے عذاب کا مزہ چکھاتے ہیں۔" یعنی بدر کے دن تلوار۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ارشاد باری: اَخَذْنَا مُتْرَفِيْهِمْ بِالْعَذَابِ "ہم نے ان میں سے سرکش کو عذاب کے ساتھ پکڑا" سے مراد بدر کا دن ہے۔

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: بدر کے دن تلواروں کے ساتھ۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ارشادِ باری: "یا ان کے پاس دردناک دن کا عذاب آجائے" سے مراد بدر کا دن ہے۔

مشرکین میں سے قید ہونے والوں کا بیان

حضرت محمد بن ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ اور محمود بن لبید رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ بنو ہاشم میں سے عقیل بن ابی طالب قید ہوئے۔ حضرت محمود رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اسے عبید بن اوس ظفری رضی اللہ عنہ نے قید کیا اور نوفل بن حارث کو جبار بن صخر رضی اللہ عنہ نے قید کیا اور عتبہ بن قہر جو بنو ہاشم کا حلیف تھا۔

حضرت ابو حویرث رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: بنو مطلب بن عبد مناف میں سے دو آدمی قید ہوئے: سائب بن عبید اور عبید بن عمرو بن علقمہ۔ انہیں سلمہ بن اسلم بن حریش اشہلی رضی اللہ عنہ نے قید کیا۔

حضرت عبدالرحمن بن عبدالرحمن انصاری رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ان دونوں کے لیے کوئی نہیں آیا اور ان کے پاس مال بھی نہیں تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فدیہ لیے بغیر آزاد کر دیا۔

بنو عبد شمس بن عبد مناف میں سے عقبہ بن ابی معیط تھا۔ اسے مقام صفراء میں باندھ کر قتل کر دیا گیا۔ اسے حضرت عاصم بن ثابت بن ابو اقلح رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے قتل کیا تھا اور اسے حضرت عبداللہ بن سلمہ عجلانی رضی اللہ عنہ نے قید کیا تھا۔ حارث بن ابو وجزہ، اسے حضرت سعد بن ابو وقاص رضی اللہ عنہ نے قید کیا تھا۔ اس کے فدیے کے سلسلے میں ولید بن عقبہ بن ابو معیط آیا تھا۔ اس نے اسے چار ہزار فدیہ دے کر چھڑوایا۔

حضرت ابو عفیر رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حکم دیا کہ قیدیوں کو واپس کیا جائے تو حضرت سعد بن ابو وقاص رضی اللہ عنہ نے اسے واپس کر دیا تھا۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اسے پہلی مرتبہ قید کیا تھا۔ پھر ان پر قرعہ ڈالا گیا۔ وہ تب بھی انہی کے حصے میں آیا۔

عمرو بن ابو سفیان قرعہ اندازی میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حصے میں آیا۔ اسے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قید کیا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے حضرت سعد بن نعمان بن اکال رضی اللہ عنہ کے بدلے میں فدیہ لیے بغیر چھوڑ دیا تھا۔ ان کا تعلق بنو معاویہ سے تھا۔ یہ عمرہ کی غرض سے نکلے تھے اور مکہ میں پکڑ لیے گئے تھے۔

ابو عاص بن ربیع، اسے خراش بن صمہ رضی اللہ عنہ نے قید کیا تھا۔ یہ بات مجھے حضرت اسحاق بن خارجہ بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے والد سے نقل کی۔

اس کے فدیے میں اس کا بھائی عمرو بن ربیع آیا تھا اور ان کا حلیف بھی تھا جس کا نام ابو ریشہ تھا۔ عمرو بن ربیع نے اس کا فدیہ ادا کیا۔

عمرو بن ازرق، اسے عمرو بن ربیع نے چھڑوایا اور یہ جن کے حصے میں آیا تھا یہ خراش بن صمہ رضی اللہ عنہ کے غلام تمیم تھے۔

عقبہ بن حارث بن حضرمی، اسے عمارہ بن حزم رضی اللہ عنہ نے قید کیا تھا اور یہ قرعہ میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے حصے میں آیا

تھا۔ اس کا فدیہ عمرو بن سفیان بن امیہ نے ادا کیا تھا۔

ابو عاص بن نوفل بن عبد شمس: اسے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے قید کیا تھا۔ اس کے فدیے کے لیے اس کے چچا کا بیٹا آیا تھا۔

بنو نوفل بن مناف میں سے عدی بن خیار تھا۔ اسے خراش بن ضمہ رضی اللہ عنہ نے قید کیا تھا۔ مجھے یہ بات حضرت ایوب بن نعمان رحمۃ اللہ علیہ نے بتلائی۔

عثمان بن عبد شمس، جو عتبہ بن غزوان کا بھتیجا تھا اور وہ ان کا حلیف تھا۔ اسے حضرت حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ نے قید کیا تھا۔ ابو ثور، ان کا فدیہ جبیر بن مطعم نے دیا تھا اور ابو ثور کو ابو مرثد غنوی رضی اللہ عنہ نے تین آدمیوں کے ساتھ مل کر قید کیا تھا۔

بنو عبد دار بن قصی میں سے ابو عزیز بن عمیر تھا۔ اسے حضرت ابو الیسر رضی اللہ عنہ نے قید کیا تھا۔ پھر اس پر قرعہ ڈالا گیا تو یہ محرز بن نضلہ رضی اللہ عنہ کے حصے میں آیا۔ ابو عزیز کے بھائی حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ تھے۔ مصعب رضی اللہ عنہ نے محرز رضی اللہ عنہ سے کہا: اسے اپنے ہاتھوں سے مضبوطی سے پکڑ لو۔ مکہ میں اس کی ماں ہے جس کے پاس بہت سامال ہے۔ انہیں ابو عزیز نے جواب دیا: اے میرے بھائی! تمہارا ابھی میرے ساتھ یہ رویہ ہے؟ حضرت مصعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ میرا بھائی ہے۔ پھر اس کی ماں نے اس کے لیے چار ہزار بھیجے اور یہ اس کے بعد ہوا جب اس نے قریش کے سب سے مہنگے فدیے کے بارے میں پوچھا تو اسے بتلایا گیا کہ چار ہزار ہے۔ اسود بن عامر بن حارث بن سباق، اسے حضرت حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ نے قید کیا تھا۔ ان دونوں کے فدیے میں طلحہ بن ابو طلحہ آئے تھے۔ یہ دو آدمی تھے۔

بنو اسد بن عبد العزیٰ میں سے سائب بن ابو حبیش بن مطلب بن اسد تھا۔ اسے حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے قید کیا تھا۔

حارث بن عائذ بن اسد، اسے حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ نے قید کیا تھا۔ سالم بن شماخ، اسے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے قید کیا تھا۔

ان کے فدیے میں عثمان بن ابو حبیش آیا تھا اور اس نے ہر ایک کی طرف سے چار ہزار ادا کیے۔ یہ تین آدمی تھے۔

بنو تیم سے مالک بن عبد اللہ بن عثمان تھا۔ اسے قطبہ بن عامر بن حدیدہ رضی اللہ عنہ نے قید کیا تھا۔ پھر وہ مدینہ میں قید کی حالت میں ہی فوت ہو گیا۔

بنو مخزوم میں سے خالد بن ہشام بن مغیرہ تھا۔ اسے حضرت سواد بن غزیہ رضی اللہ عنہ نے قید کیا تھا۔ امیہ بن ابو حذیفہ بن مغیرہ اسے حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے قید کیا تھا۔

عثمان بن عبد اللہ بن مغیرہ، یہ نخلہ والے دن بچ گیا تھا۔ پھر اسے واقد بن عبد اللہ تمیمی رضی اللہ عنہ نے بدر کے دن قید کیا۔ ان سب کے فدیے میں عبد اللہ بن ابو ربیعہ آیا تھا اور ان میں سے ہر ایک کی جانب سے چار ہزار فدیہ ادا کیا۔

ولید بن ولید بن مغیرہ، اسے حضرت عبد اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ نے قید کیا تھا۔ اس کے فدیے میں اس کے بھائی خالد بن ولید اور ہشام بن ولید آئے۔ حضرت عبد اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ نے انکار کر دیا حتیٰ کہ اسے چار ہزار کے بدلے میں چھوڑا۔ ہشام اتنا دینا نہیں

چاہتا تھا۔ وہ تین ہزار دینا چاہتا تھا۔ خالد نے ہشام سے کہا: وہ تیرا ماں جایہ نہیں ہے۔ اللہ کی قسم! اگر وہ اس میں اتنے اتنے بھی مانگے تب بھی میں ادا کروں۔ پھر وہ دونوں اسے لے کر چلے گئے، حتیٰ کہ جب وہ اسے لے کر ذوالحلیفہ مقام میں پہنچے تو وہ ان سے چھوٹ کر بھاگ آیا اور نبی کریم ﷺ کے پاس آ گیا اور اسلام قبول کر لیا۔ انہیں کہا گیا: تم اپنے فدیے سے پہلے مسلمان کیوں نہیں ہوئے؟ انہوں نے فرمایا: میں نہیں چاہتا تھا کہ میں مسلمان ہو جاؤں اور میرا فدیہ بھی اتنا ہی ہو جتنا میری قوم کا تھا۔ چنانچہ وہ مسلمان ہو گئے۔

حضرت یحییٰ بن مغیرہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد سے اسی طرح نقل فرماتے ہیں۔

صرف یہ فرق ہے کہ انہوں نے فرمایا: اسے سلیط بن قیس مازنی رضی اللہ عنہ نے قید کیا تھا۔ قیس بن سائب: اسے عبدہ بن حسحاس رضی اللہ عنہ نے قید کیا تھا۔ پھر ایک وقت تک اسے اپنے پاس قید کیے رکھا۔ ان کا گمان تھا کہ اس کے پاس مال ہے اور اس کا بھائی فروہ بن سائب اس کے فدیے میں آیا۔ وہ بھی ایک مدت تک ٹھہرا رہا۔ پھر اس کا فدیہ لیے ہزار درہم ادا کیا اس میں سامان تھا۔

بنو ابی رفاعہ میں صیفی بن ابو رفاعہ بن عابد بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم تھا۔ اس کے پاس مال نہیں تھا۔ اسے ایک مسلمان نے قید کیا تھا۔ وہ ان کے ہاں ٹھہرا رہا۔ پھر اس نے اسے چھوڑ دیا۔

ابو منذر بن ابو رفاعہ، اس کا دو ہزار فدیہ دیا گیا۔ عبداللہ یعنی ابو عطاء بن سائب بن عابد بن عبداللہ۔ اس کا ایک ہزار درہم فدیہ دیا گیا۔ اسے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے قید کیا تھا۔ مطلب بن حنطب بن حارث بن عبید بن عمر بن مخزوم، اسے حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے قید کیا تھا۔ اس کے پاس بھی مال نہیں تھا۔ انہوں نے کچھ عرصے بعد اسے چھوڑ دیا۔

خالد بن اعلم ان کا حلیف تھا۔ عقیلی نے کہا:

ولسنا علی الاعقاب تدمی کلومنا ولکن علی اقدامنا یقطر الدما

''ہم ایڑھیوں کے بل نہیں ہیں کہ ہمارے زخم خون بہا رہے ہیں بلکہ ہم اپنے پاؤں پر کھڑے ہیں جن سے خون ٹپک رہا ہے''

اس کے فدیے میں عکرمہ بن ابو جہل آیا۔ اسے حضرت حباب بن منذر بن جموح رضی اللہ عنہ نے قید کیا تھا۔ یہ آٹھ آدمی تھے۔

بنو جمح میں سے عبداللہ بن ابی بن حلف تھا۔ اور اسے فروہ بن عمرو بیاضی رضی اللہ عنہ نے قید کیا تھا۔ اس کے فدیے میں اس کا باپ ابی بن خلف آیا تھا۔ فروہ نے اس وقت اسے دینے سے انکار کر دیا۔

ابو عزہ عمرو بن عبداللہ بن وہب، اس پر نبی کریم ﷺ نے احسان کیا تھا اور اس سے قسم لی تھی کہ وہ ان کے خلاف کسی کی مدد نہ کرے گا۔ پھر اسے چھوڑ دیا تھا اور فدیہ بھی نہیں لیا۔ پھر یہ احد کے دن قید ہوا تو اس کی گردن اتار دی گئی۔

وہب بن عمیر بن وہب بن خلف۔ اس کا باپ عمیر بن وہب بن خلف اس کے فدیے کے سلسلے میں آیا۔ جب صفوان نے اسے نبی کریم ﷺ کی طرف بھیجا تھا۔ پھر وہ مسلمان ہو گئے۔ آپ نے ان کے بیٹے کو فدیہ لیے بغیر چھوڑ دیا۔

اسے رفاعہ بن رافع زرقی رضی اللہ عنہ نے قید کیا تھا۔

ربیعہ بن دراج بن عنبس بن وہبان بن وہب بن حذافہ بن جمح اس کے پاس بھی مال نہیں تھا۔ آپ نے اس سے کوئی چیز لی اور اسے بھی چھوڑ دیا۔

امیہ بن خلف کا غلام فاکہ، اسے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے قید کیا۔ یہ چار آدمی تھے۔

بنو سہم بن عمرو میں سے ابووداعہ بن ضبیرہ۔ یہ پہلا قیدی تھا، جس کا فدیہ لیا گیا۔ اس کے فدیے میں اس کا بیٹا مطلب آیا تھا۔ اس نے اس کا فدیہ ۴ ہزار دیا۔

فروہ بن خنیس بن حذافہ بن سعید بن سعد بن سہم۔ اسے ثابت بن اقرم رضی اللہ عنہ نے قید کیا تھا۔ اس کے فدیے میں عمرو بن قیس آیا تھا۔ اس نے اس کا فدیہ چار ہزار ادا کیا۔

حنظلہ بن قبیصہ بن حذافہ بن سعید بن سعد بن سہم، اسے حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ نے قید کیا تھا۔

حجاج بن حارث بن سعد، اسے حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے قید کیا تھا۔ پھر یہ چھوٹ گیا۔ پھر اسے حضرت ابوداؤد مازنی رضی اللہ عنہ نے پکڑ لیا۔

یہ بھی کل ۴ افراد تھے۔

بنو مالک بن حسل میں سے سہیل بن عمرو بن عبدشمس میں عبدود بن نصر بن مالک، اس کے فدیے میں مکرز بن حفص بن اخیف آیا تھا۔ اسے حضرت مالک بن دخشم رضی اللہ عنہ نے قید کیا تھا۔ مالک نے کہا:

أسرت سهيلا فلم ابتغ	به غيره من جميع الامم
وخندف تعلم ان الفتى	سهيلا فتاهم إذا تظلم
ضربت بذى السيف حتى انحنى	واكرهت نفسى على ذالعلم

میں نے سہیل کو قید کیا مجھے تمام قوموں میں سے اس کے بدلے کوئی نہیں چاہیے۔ اور خندف جانتا ہے کہ جوان سہیل ہے۔ پھر ان کے جوان نے ناانصافی کی۔ میں تلوار کو لے کر چلا حتیٰ کہ میں نے خود کو مجبور کیا اور علم والے پر احسان کر دیا۔ پھر جب مکرز آیا اور سہیل کے بارے میں ان کی رضا کو پہنچ گیا اور چار ہزار فدیہ طے ہو گیا تو انہوں نے کہا: ہمارا مال لاؤ۔ کہنے لگا: ہاں، آدمی کے بدلے میں آدمی لاؤ اور اس کا راستہ چھوڑ دو۔ حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: آدمی کے بدلے میں آدمی۔ حضرت محمد بن صالح اور ابن ابی زناد رضی اللہ عنہما بھی فرمانے لگے: آدمی کے بدلے میں آدمی۔ پھر انہوں نے سہیل کی راہ چھوڑ دی اور مکرز بن حفص کو پکڑ لیا۔ سہیل نے اس کی جگہ مکہ سے مال بھیجا۔

عبد بن زمعہ بن قیس بن نصر بن مالک، سہیل بن عمرو کے غلام عمیر بن عوف رضی اللہ عنہ نے اسے قیدی بنایا۔

عبدالعزی بن مشنوء بن وقدان بن قیس بن عبد شمس بن عبدود۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے ان کا نام عبدالرحمن رکھ دیا۔ انہیں حضرت نعمان بن مالک رضی اللہ عنہ نے قید کیا تھا۔ یہ تین آدمی تھے۔

بنوفہر میں سے طفیل بن ابوقنیع اور ابن جحدم۔

حضرت محمد بن یحییٰ بن حبان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کل انچاس قیدیوں کو شمار کیا گیا۔ حضرت ابن مسیب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: قیدی بھی ستر تھے اور مقتولین بھی ستر تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی اسی طرح منقول ہے۔

حضرت زہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: قیدی بھی ستر سے زائد تھے اور مقتولین بھی۔ حضرت عبدالرحمن بن عبداللہ بن ابوصعصعہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: بدر کے دن ۷۴ لوگ قید ہوئے۔

بدر کے راستے میں مشرکین میں سے کھانا کھلانے والے

حضرت عبدالرحمن بن سعید بن یربوع رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: بدر میں کھانا کھلانے والے عبد مناف میں سے نو تھے: تین حارث بن عامر بن نوفل بن عبد مناف میں سے اور ربیعہ کے دونوں بیٹے شیبہ اور عتبہ۔

بنو اسد میں سے زمعہ بن اسود بن مطلب بن اسد اور نوفل بن خویلد بن عدو یہ دو آدمی تھے۔ بنومخزوم میں سے ابوجہل بن ہشام اکیلا تھا۔ بنوجمح میں سے امیہ بن خلف اکیلا تھا۔ بنوسہم میں سے حجاج کے بیٹے نبیہ اور منبہ تھے۔

حضرت موسیٰ بن عقبہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: سب سے پہلے ان کے لیے ابوجہل نے مرظہران میں دس اونٹ ذبح کیے، پھر امیہ بن خلف نے عسفان میں ۹ اونٹ ذبح کیے۔ سہیل بن عمرو نے قدید میں دس اونٹ ذبح کیے۔ یہ لوگ راستے سے بھٹک کر سمندر کی جانب پانیوں کی طرف چل نکلے تھے۔ پھر وہ وہاں ایک دن ٹھہرے رہے۔ وہاں ان کے لیے شیبہ بن ربیعہ نے ۹ اونٹ ذبح کیے۔ پھر صبح کے وقت وہ جحفہ میں آئے۔ وہاں عتبہ نے ان کے لیے دس اونٹ ذبح کیے۔ پھر اگلی صبح، قیس جمحی نے ۹ اونٹ اور ایک اور شخص نے ۱۰ اونٹ ذبح کیے۔ پھر حارث بن عامر نے ۹ اونٹ، پھر ابوبختری نے بدر کے پانی پر ان کے لیے ۱۰ اونٹ ذبح کیے۔ مقیس نے بدر کے پانی پر ان کے لیے ۹ اونٹ ذبح کیے۔ پھر انہیں جنگ نے مشغول کر دیا اور وہ اپنے توشے میں سے کھاتے رہے۔

حضرت ابن ابی زناد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اللہ کی قسم! میرا گمان نہیں کہ مقیس ایک پر بھی قادر ہو اور واقدی قیس جمحی کو پہچانتے ہی نہیں۔

حضرت ام بکر بن مسور رضی اللہ عنہا اپنے والد سے نقل فرماتے ہیں کہ چند لوگ کھانا کھلانے میں اکٹھے شریک ہوتے۔ پھر اسے کسی ایک کی طرف منسوب کر دیا جاتا اور باقیوں سے خاموشی اختیار کر لی جاتی۔

شہدائے بدر کا بیان

حضرت عبداللہ بن جعفر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت زہری رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا: بدر میں کتنے مسلمان شہید ہوئے؟ فرمایا: چودہ آدمی۔ پھر انہوں نے شمار کروائے سو وہ یہی حضرات ہیں جن کے میں نے نام ذکر کیے۔

حضرت عاصم بن عمر بن رومان رحمۃ اللہ علیہ سے اسی طرح منقول ہے۔ چھ مہاجرین میں سے تھے اور آٹھ انصار میں سے۔

① بنو مطلب بن عبد مناف میں سے عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ۔ انہیں شیبہ بن ربیعہ نے قتل کیا تھا۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں صفراء میں دفن کر دیا۔

② بنو زہرہ میں سے عمیر بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ تھے۔ انہیں عمرو بن عبد نے قتل کیا۔

③ حضرت عمیر بن عبد عمرو رضی اللہ عنہ شمالین والے۔ انہیں ابو اسامہ جشمی نے قتل کیا تھا۔

④ بنو عدی بن کعب میں سے عاقل بن ابو بکیر رضی اللہ عنہ جو بنو سعد بن بکر میں سے ان کے حلیف تھے۔ انہیں مالک بن زہیر جشمی نے قتل کیا تھا۔

⑤ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے غلام مجمع رضی اللہ عنہ۔ انہیں عامر بن حضرمی نے قتل کیا تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ سب سے پہلے شہید مہاجرین میں سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے غلام مجمع رضی اللہ عنہ تھے۔

⑥ بنو حارث بن فہر میں سے صفوان بن بیضاء رضی اللہ عنہ۔ انہیں طعیمہ بن عدی نے قتل کیا تھا۔

⑦ انصار میں سے، بنو عمرو بن عوف کے مبشر بن عبد المنذر رضی اللہ عنہ، جنہیں ابو ثور نے قتل کیا۔

⑧ سعد بن خیثمہ رضی اللہ عنہ۔ انہیں عمرو بن عبد نے قتل کیا تھا اور ایک روایت میں ہے کہ طعیمہ بن عدی نے قتل کیا۔

⑨ بنو عدی بن نجار میں سے حارثہ بن سراقہ رضی اللہ عنہ، ان پر حبان بن عرقہ نے تیر پھینکا تھا۔ وہ ان کی سانس کی نالی میں جا لگا۔ جس سے وہ شہید ہو گئے۔ علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے مکہ والوں کو ابن عرقہ کہتے ہوئے سنا۔

⑩ بنو سلمہ بن حرام میں سے عمیر بن حمام بن جموح رضی اللہ عنہ تھے۔ انہیں خالد بن اعلم نے قتل کیا تھا۔ حضرت محمد بن صالح رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے بتلایا کہ اسلام میں انصار کے سب سے پہلے شہید عمیر بن حمام رضی اللہ عنہ ہیں۔ انہیں خالد بن اعلم نے قتل کیا۔ ایک روایت میں ہے کہ حارثہ بن سراقہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ ان پر حبان بن عرقہ نے تیر پھینکا تھا۔

⑪، ⑫ بنو مالک بن نجار میں سے عفراء رضی اللہ عنہا کے بیٹے عوف اور معوذ رضی اللہ عنہما تھے۔ انہیں ابو جہل نے قتل کیا تھا۔

⑬ بنو زریق بن خزرج میں سے یزید بن حارث بن فسحم رضی اللہ عنہ ہیں۔ انہیں نوفل بن معاویہ دیلی نے قتل کیا۔

حضرت عطاء رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شہدائے بدر کی نمازِ جنازہ پڑھائی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی اسی طرح منقول ہے۔

حضرت یونس بن محمد ظفری رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے بتلایا کہ میرے والد نے مجھے سیر مقام پر چار قبریں دکھائیں، یہ صفراء کے تنگ راستے پر ایک گھاٹی ہے۔ پھر فرمایا: یہ مسلمانوں میں سے شہدائے بدر ہیں۔ تین دبہ میں ہیں۔ یہ قریبی چشمے کے نیچے ہے۔ انہوں نے مجھے ذاتِ اجدال میں حضرت عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ کی قبر بھی دکھلائی۔ یہ چشمے کی زیریں جانب تنگ راستے پر ہے۔

حضرت معاذ بن رفاعہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضرت معاذ بن ماعص رضی اللہ عنہ بدر میں زخمی ہوئے۔ پھر اسی زخم سے مدینہ میں فوت ہو گئے اور حضرت عبید بن سکن رضی اللہ عنہ بھی بیمار تھے۔ پھر وہ بھی مدینہ آتے ہی فوت ہو گئے۔

حضرت سعید بن عمرو رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ اسلام میں سب سے پہلے جو انصاری شہید ہوئے وہ حضرت عاصم بن ثابت بن ابو اقلح رضی اللہ عنہ ہیں۔ انہیں عامر بن حضرمی نے بدر میں قتل کیا اور سب سے پہلے جو مہاجر شہید ہوئے وہ مجع رضی اللہ عنہ ہیں۔ انہیں بھی عامر بن حضرمی نے قتل کیا۔

⑭ اور انصار میں سے حضرت عمیر بن حمام رضی اللہ عنہ ہیں۔ انہیں خالد بن اعلم نے قتل کیا۔ ایک روایت میں ہے کہ سب سے پہلے مقتول حارثہ بن سراقہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ انہیں حبان بن عرقہ نے قتل کیا۔ اس نے ان پر تیر پھینکا۔

بدر میں قتل ہونے والے مشرکین کے نام

بنو عبد شمس بن عبد مناف میں سے حنظلہ بن ابوسفیان بن حرب، اسے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

حارث بن حضرمی، اسے عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

عامر بن حضرمی، اسے حضرت عاصم بن ثابت بن ابو اقلح نے قتل کیا۔

عمیر بن ابو عمیر اور اس کا بیٹا اور ان کے غلام، ابو حذیفہ کے غلام سالم رضی اللہ عنہ نے عمیر بن ابو عمیر کو قتل کیا۔

عبیدہ بن سعید بن عاص۔ اسے حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔ حضرت ابن حیویہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: میں نے نسخہ عتیقہ میں دیکھا، ابوحمزہ عبدالملک بن میمون۔

عاص بن سعید، حضرت علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ نے اسے قتل کیا۔

عقبہ بن ابی معیط، اسے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ نے صفراء میں ہی باندھ کر قتل کر دیا۔

عتبہ بن ربیعہ، اسے حضرت حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

شیبہ بن ربیعہ، اسے حضرت عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ نے قتل کیا اور حضرت حمزہ اور علی رضی اللہ عنہما نے اس کا کام تمام کیا۔

ولید بن عتبہ بن ربیعہ۔ اسے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے قتل کیا اور عامر بن عبداللہ انمار سے ان کا حلیف تھا۔ اسے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے قتل کیا تھا۔

حضرت داؤد بن حصین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اسے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔ یہ کل بارہ ہوئے۔

بنونوفل بن عبد مناف میں سے حارث بن عامر بن نوفل تھا۔ اسے حضرت خبیب بن یساف رضی اللہ عنہ نے قتل کیا تھا اور طعیمہ بن عدی، اسے حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ نے قتل کیا تھا۔ یہ دو آدمی تھے۔

بنو اسد میں سے ربیعہ بن اسود تھا۔ اسے ابو دجانہ رضی اللہ عنہ نے قتل کیا تھا۔ حضرت جعفر بن عمرو رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں ہے کہ اسے ثابت بن جزع رضی اللہ عنہ نے قتل کیا تھا۔ حارث بن ربیعہ، اسے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے قتل کیا تھا۔ عقیل بن اسود بن مطلب، اسے حضرت حمزہ اور علی رضی اللہ عنہما نے قتل کیا تھا۔ یہ دونوں اس کے قتل میں شریک رہے۔

حضرت ابو معشر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اسے تنہا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قتل کیا تھا۔ ابوالبختری، یعنی عاص بن ہشام۔ اسے مجذر بن زیاد رضی اللہ عنہ نے قتل کیا تھا۔ حضرت عباد بن تمیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اسے ابوداؤد مازنی رضی اللہ عنہ نے قتل کیا تھا۔ حضرت ایوب بن عبد الرحمن بن ابوصعصعہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اسے حضرت ابوداؤد مازنی رضی اللہ عنہ نے قتل کیا تھا۔

حضرت ایوب بن نعمان رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد سے نقل فرماتے ہیں کہ اسے ابو یسر رضی اللہ عنہ نے قتل کیا تھا۔

نوفل بن خویلد بن اسد، یعنی ابن عدویہ۔ اسے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے قتل کیا تھا۔ یہ کل پانچ افراد تھے۔

بنو عبد الدار بن قصی میں سے نضر بن حارث بن کلدہ۔ اسے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے مقام اثیل میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے باندھ کر تلوار سے قتل کیا تھا۔ عمیر بن ہاشم بن عبد مناف بن عبد الدار کا غلام زید بن ملیص۔ اسے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے قتل کیا تھا۔

حضرت یعقوب بن عتبہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اسے بلال رضی اللہ عنہ نے قتل کیا تھا۔ بنو تیم بن مرہ میں سے عمیر بن عثمان بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم، اسے حضرت علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ نے قتل کیا تھا۔

اور عثمان بن مالک بن عبید اللہ بن عثمان۔ اسے صہیب رضی اللہ عنہ نے قتل کیا تھا۔ یہ دو آدمی تھے۔

بنو مخزوم بن یقظہ میں سے، پھر بنو مغیرہ بن عبد اللہ بن عمر بن مخزوم میں ابو جہل تھا۔ اسے حضرت معاذ بن عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ اور عفراء رضی اللہ عنہا کے بیٹوں معوذ اور عوف رضی اللہ عنہما نے مارا۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس کا کام تمام کیا۔

عاص بن ہشام بن مغیرہ، اسے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے قتل کیا تھا اور یزید بن تمیم تمیمی ان کا حلیف تھا۔ اسے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے قتل کیا تھا۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قتل کیا تھا۔

ابو مسافع اشعری ان کا حلیف تھا۔ اسے ابو دجانہ رضی اللہ عنہ نے قتل کیا تھا۔ حرملہ بن عمرو بن ابی عتبہ، اسے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قتل کیا تھا۔ ہمارے تمام حضرات کا اس پر اتفاق ہے۔

بنو ولید بن مغیرہ میں سے ابو قیس بن ولید۔ اسے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قتل کیا تھا۔

بنو فاکہ بن مغیرہ میں سے ابو قیس بن فاکہ بن مغیرہ، اسے حضرت حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ نے قتل کیا تھا۔ مجھے حضرت اسحاق

بن خارجہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اسے حضرت حباب بن عمرو بن منذر رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

بنوامیہ بن مغیرہ میں سے مسعود بن ابوامیہ، اسے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے قتل کیا تھا۔

بنو عابد بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم میں سے، پھر بنو رفاعہ میں سے امیہ بن عابد، رفاعہ بن ابو رفاعہ، اسے حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ نے قتل کیا تھا۔

ابو منذر بن ابو رفاعہ، اسے حضرت معن بن عدی عجلانی نے قتل کیا تھا۔ عبداللہ بن ابو رفاعہ، اسے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے قتل کیا تھا۔ زہیر بن ابو رفاعہ، حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے قتل کیا تھا۔ بنوابی سائب میں سے، یعنی صیفی بن عابد بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم، ان میں سے سائب بن ابو سائب۔ اسے حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے قتل کیا تھا۔ اسود بن عبدالاسد بن ہلال بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم، اسے حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے قتل کیا تھا۔

بنوطی میں سے ان کے دو حلیف تھے: ① عمرو بن سفیان، اسے یزید بن رقیش رضی اللہ عنہ نے قتل کیا تھا اور ② اس کا بھائی جبار بن سفیان، اسے حضرت ابو بردہ بن نیار رضی اللہ عنہ نے قتل کیا تھا۔

بنوعمران بن مخزوم میں سے حاجز بن سائب عویمر بن عائذ، اسے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے قتل کیا تھا اور عویمر بن عائذ بن عمران بن مخزوم، اسے حضرت نعمان بن ابو مالک رضی اللہ عنہ نے قتل کیا تھا۔ یہ کل ۱۹ آدمی تھے۔

بنوجمح بن عمرو بن عصیص میں سے امیہ بن خلف، اسے خبیب بن یساف اور بلال رضی اللہ عنہما دونوں نے اکٹھے قتل کیا تھا۔

حضرت معاذ بن رفاعہ بن رافع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اسے حضرت رفاعہ بن رافع بن مالک رضی اللہ عنہ نے قتل کیا تھا۔ علی بن امیہ بن خلف، اسے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے قتل کیا تھا اور اوس بن عمیر بن لوذان، اسے حضرت عثمان بن مظعون اور علی رضی اللہ عنہ نے اکٹھے قتل کیا تھا۔

حضرت عائشہ بنتِ قدامہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: اسے حضرت ابن مظعون رضی اللہ عنہ نے قتل کیا تھا اور منبہ بن حجاج، اسے حضرت ابو یسر رضی اللہ عنہ نے قتل کیا تھا۔ کہا جاتا ہے: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کیا۔ بعض کا قول ہے: حضرت ابواسید ساعدی رضی اللہ عنہ نے کیا۔

حضرت ابواسید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے منبہ بن حجاج کو قتل کیا اور نبیہ بن حجاج، اسے حضرت علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔ عاص بن منبہ، اسے بھی حضرت علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔ ابو عاص بن قیس بن عدی بن سعد بن سہم، اسے حضرت ابو دجانہ رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

حضرت ابو معشر رحمۃ اللہ علیہ اپنے حضرات سے نقل فرماتے ہیں کہ اسے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔ عاصم بن ابوعوف بن صبیرہ بن سعید بن سعد، اسے حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔ یہ کل سات آدمی تھے۔

بنوعامر بن لوئی میں سے، پھر بنو مالک بن حسل میں سے معاویہ بن عبد قیس، جو ان کا حلیف تھا۔ اسے حضرت عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

معبد بن وہب ان کا کلب سے حلیف تھا، اسے حضرت ابو دجانہ رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔ حضرت عاصم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اسے حضرت ابو دجانہ رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔ جن مقتولین کو شمار کیا گیا، ان کی تعداد انچاس ہے۔

ان میں سے جنہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قتل کیا یا اس کے قتل میں شریک ہوئے، وہ کل ۲۲ آدمی ہیں۔

قریش اور انصار میں سے جو بدر میں شریک ہوئے

جو لوگ واقعہ بدر میں حاضر ہوئے اور جن کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حصہ مقرر کیا اور وہ موجود نہیں تھے، کل ۳۱۳ آدمی تھے۔

حضرت موسیٰ بن محمد رحمہ اللہ اپنے والد سے نقل فرماتے ہیں کہ کل آٹھ افراد تھے جن کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حصہ مقرر فرمایا اور اجر بیان فرمایا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: غلاموں میں سے بدر میں ۲۰ آدمی شریک ہوئے۔

حضرت عبداللہ بن حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں: بدر میں صرف قریشی یا انصاری یا ان دونوں کے حلیف اور غلام شریک ہوئے۔

بنو ہاشم میں سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو پاکیزہ اور مبارک ہستی ہیں اور حمزہ بن عبدالمطلب، علی بن ابی طالب، زید بن حارثہ، ابو مرثد کناز بن حصین غنوی، مرثد بن ابی مرثد، حضرت حمزہ کے دو حلیف، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام انسہ اور ابو کبشہ اور شقران رضی اللہ عنہ بھی شریک ہوئے۔ مگر شقران رضی اللہ عنہ کے لیے آپ نے کوئی حصہ مقرر نہیں کیا۔ وہ قیدیوں پر نگران تھے۔ انہیں ہر شخص نے اپنے قیدی میں سے حصہ دیا۔ ان کے لیے اتنا ہو گیا جتنا کسی کے لیے مقرر نہیں ہوا تھا۔

یہ شقران کے علاوہ کل آٹھ افراد تھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام کبشہ بھی تھے۔ حضرت جعفر بن محمد رحمہ اللہ اپنے والد سے نقل فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جعفر بن ابو طالب کے لیے حصہ اور اجر مقرر فرمایا اور ہمارے اصحاب نے اس کا ذکر نہیں کیا اور نہ ہی کتاب کے شروع میں ان کا نام تھا۔

بنو مطلب بن عبد مناف میں سے عبیدہ بن حارث بن عبدالمطلب بن عبد مناف اور حصین بن حارث بن عبدالمطلب بن عبد مناف اور طفیل بن حارث بن عبدالمطلب بن عبد مناف اور مسطح بن اثاثہ بن عباد بن عبدالمطلب بن عبد مناف رضی اللہ عنہم یہ کل چار افراد تھے۔

بنو عبد شمس بن عبد مناف میں سے عثمان بن عفان بن ابو العاص بن امیہ بن عبد شمس رضی اللہ عنہ یہ حاضر نہیں ہوئے تھے۔ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا پر نائب تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے بھی حصہ اور اجر مقرر کیا۔ (تمام لوگوں نے یہی بتلایا ہے)

حضرت ابو حذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے غلام سالم، ان کے حلیفوں میں سے بنو غنم بن دودان میں سے

عبداللہ بن جحش بن رئاب اور عکاشہ بن محصن اور ابوسنان بن محصن اور سنان بن ابوسنان بن محصن اور شجاع بن وہب اور عقبہ بن وہب اور ربیعہ بن اکثم اور یزید بن رقیش اور محرز بن نضلہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہم۔

اور ان کے حلیفوں میں سے بنوسلیم میں سے مالک بن عمرو اور مدلج بن عمرو اور ثقاف بن عمرو اور ان کے حلیف طے میں سے سوید بن مخشی۔

حضرت داؤد بن حصین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اور عبداللہ بن جعفر زہری رحمۃ اللہ علیہ نے میرے لیے بیان کیا کہ وہ اربد بن حمیرہ تھے اور ان کی کنیت ابومخشی تھی۔ اور وہ خود بنواسد بن خزیمہ میں سے تھے۔

ہمارے بعض حضرات نے ہمیں بتلایا کہ عاص کے غلام صبیح نے بھی بدر کی طرف تیاری کی، پھر بیمار ہوگیا۔ اس نے ابوسلمہ بن عبدالاسد کو اپنے اونٹ پر سوار کیا۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمام جگہوں میں حاضر ہوا۔ یہ صبیح کے علاوہ کل ۱۱۶ افراد تھے۔

بنونوفل بن عبدمناف میں سے عتبہ بن غزوان بن جابر بن اہیب بن نسیب بن مالک بن حارث بن مازن بن منصور بن عکرمہ، اس کا بھائی سلیم۔

بنو مازن میں سے عتبہ بن غزوان کا غلام خباب۔ یہ دو آدمی تھے۔ بنواسد بن عبدالعزیٰ میں سے زبیر بن عوام اور حاطب بن ابوبلتعہ ان کے حلیف اور حاطب رضی اللہ عنہ کے غلام سعد رضی اللہ عنہ، یہ کل تین آدمی تھے۔

بنوعبد بن قصی میں سے طلیب بن عمیر بن وہب۔

بنوعبدالدار بن قصی میں سے مصعب بن عمیر اور سویبط بن حرملہ بن مالک بن عمیلہ بن سباق بن عبدالدار بن قصی۔ یہ دو آدمی تھے۔

بنوزہرہ بن کلاب میں سے عبدالرحمن بن عوف بن عبدالحارث بن زہرہ اور سعد بن ابی وقاص بن اہیب بن عبدمناف بن زہرہ اور عمیر بن ابی وقاص۔ ان کے حلیفوں میں سے عبداللہ بن مسعود ہذلی، مقداد بن عمرو بن ثعلبہ بن مالک بن ربیعہ بن ثمامہ بن مطرود بن زہیر بن ثعلبہ بن مالک بن شرید بن فاس بن ذریم بن قین بن اھود بن بھراء۔ یہ وہی ہیں جو مقداد بن اسود بن عبد یغوث بن عبد بن حارث بن زہرہ ہیں۔ خباب بن ارت بن جندلہ بن سعد بن سعد بن خزیمہ بن کعب بن سعد (ام سباع بنت انمار کے غلام)۔

انہوں نے مجھے خباب کا نسب یوں بیان کیا: موسیٰ بن یعقوب بن عبداللہ بن وہب بن زمعہ اور حضرت ابواسود محمد بن عبدالرحمن بن نوفل بن اسد بن عبدالعزیٰ عروہ کو الگ قرار دیتے ہیں۔

مسعود بن ربیع قارہ میں سے ہیں اور ہاتھوں والے عمیر بن عبدعمرو بن نضلہ بن غبشان بن سلیم بن مالک بن افصی خزاعہ میں سے ہیں۔ یہ کل آٹھ افراد تھے۔ بنوتیم میں سے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں، یعنی عبداللہ بن عثمان بن عاتکہ بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم اور طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ۔

رسول اللہ ﷺ نے ان کے لیے حصہ اور اجر مقرر فرمایا اور بلال بن رباح، عامر بن فہیرہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے غلام اور صہیب بن سنان۔ کل ۵ افراد تھے۔ بنومخزوم بن یقظہ میں سے ابوسلمہ بن عبدالاسد بن عبدالاسد بن ہلال بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم اور شماس بن عثمان بن شرید اور ارقم بن ابوارقم اور عمار بن یاسر اور معتب بن عوف بن حمراء (خزاعہ میں سے ان کے حلیف) کل ۵ افراد تھے۔ بنوعدی بن کعب میں حضرت عمر بن خطاب بن نفیل بن عبدالعزی بن ریاح اور زید بن خطاب، سعید بن زید بن عمرو بن نفیل۔

نبی کریم ﷺ نے انہیں اور طلحہ رضی اللہ عنہ کو قافلے کی خبر گیری کے لیے بھیجا تھا۔ آپ نے ان کے لیے بھی حصہ اور اجر مقرر فرمایا۔ عمرو بن سراقہ بن معتمر بن انس بن اذاۃ بن ریاح۔

ان کے حلیفوں میں سے بنوسعد بن لیث میں سے عاقل بن ابوبکیر۔ یہ بدر میں شہید ہوگئے اور خالد بن ابوبکیر یہ رجیع کے دن قتل ہوئے۔

اور ایاس بن ابوبکیر اور عامر بن ابوبکیر۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے یمنی غلام مجمع خولی اور اس کے بیٹے دونوں ان کے حلیف تھے۔ عامر بن ربیعہ عنزی۔ عنز ربیعہ کی ایک وادی ہے، یہ ان کے حلیف تھے۔ واقد بن عبداللہ تیمی۔ یہ بھی ان کے حلیف تھے۔ یہ کل تیرہ افراد تھے۔

بنوجمح بن عمرو میں سے خنیس بن حذافہ بن قیس۔

بنومالک بن حسل میں سے عبداللہ بن مخرمہ بن عبدالعزی اور عبداللہ بن سہیل بن عمرو۔ یہ مشرکین کے ساتھ آئے تھے۔ پھر مسلمانوں کی طرف بھاگ آئے، وہب بن سعد بن ابوسرح۔

اور ابوسبرہ بن ابورہم اور سہیل بن عمرو کے غلام عمیر بن عوف اور سعد بن خولہ، ان کے یمنی حلیف، حاطب، عمرو بن عبد شمس بن عبدود۔ یہ حاطب کے علاوہ کل چھ افراد تھے۔

حضرت عطاء بن محمد بن عمرو بن عطاء رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد سے نقل فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن سہیل اپنے والد کے ساتھ اس کے خرچ میں نکلے۔ وہ نکلے اور ان کے والد کو شک نہیں تھا کہ وہ آپ ﷺ کے دین پر ہے۔ پھر جب وہ قریب ہوئے تو وہ بھاگ گئے اور لڑائی سے پہلے رسول اللہ ﷺ کے پاس آگئے۔ ان کے والد اس وجہ سے سخت غصے ہوئے۔ سہیل نے کہا: اللہ نے میرے لیے اور ان کے لیے اس میں بھلائی رکھی۔

بنوحارث بن فہر میں سے ابوعبیدہ تھے اور ان کا نام عامر بن عبداللہ بن جراح ہے۔ اسی طرح صفوان بن بیضاء، سہیل بن بیضاء، عیاض بن زہیر، معمر بن ابی سرح اور عمرو بن ابی عمرو اور یہ سب بنوضبہ میں سے تھے اور کل چھ افراد تھے۔

حضرت ہشام بن عروہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد سے نقل فرماتے ہیں: قریش کے بدر کے دن سو حصے تھے۔

حضرت موسیٰ بن محمد رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد سے نقل فرماتے ہیں کہ قریش کے ۸۶ آدمی تھے اور انصار کے ۲۴۰ آدمی تھے۔

اور انصار میں سے بنوعبد الاشہل کے سعد بن معاذ بن نعمان بن امرئ القیس بن زید بن عبد الاشہل، عمرو بن معاذ بن نعمان، حارث بن اُوس بن معاذ بن نعمان اور حارث بن انس بن رافع بن امرئ القیس۔

بنوعبد بن کعب بن عبد الاشہل میں سے بنوزعورا کے سعد بن مالک بن عبد بن کعب اور سلمہ بن سلامہ بن وقش، عباد بن بشر بن وقش، سلمہ بن ثابت بن وقش، رافع بن یزید بن کرز بن سکن بن زعورا بن عبد الاشہل، حارث بن خزمہ بن عدی بن ابی غنم بن سالم بن عوف بن عمرو بن عوف۔ ان کے حلیف بنوحارثہ میں سے بنوقواقلہ۔ ان کا گھر ان میں تھا۔ محمد بن مسلمہ بن خالد بن عدی بن مجدعہ بن حارثہ بن حارث (بنو حارثہ میں سے) سلمہ بن اسلم بن حریش بن عدی بن مجدعہ، جو ابوعبید کے اقدام کے دن قتل ہوئے۔ یہ ۱۴ ہجری کا واقعہ ہے۔

اور ابوہیثم بن تیہان، عبید بن تیہا، یہ بلی سے ان کے حلیف تھے اور عبداللہ بن سہل۔ یہ کل پندرہ آدمی تھے۔

بنوحارثہ بن حارث بن خزرج بن عمرو بن مالک بن اوس میں سے مسعود بن عبد سعد بن عامر بن عدی بن جشم بن مجدعہ بن حارثہ اور ابوعبس بن جبر بن عمرو بن زید بن جشم بن حارثہ اور ان کے حلیفوں میں سے ابو بردہ بن نیا بلی میں سے۔ یہ کل تین افراد تھے۔

حضرت محمود بن لبید رضی اللہ عنہ سے اسی طرح منقول ہے کہ عبدالمجید بن محمد بن ابی عبس بن جبر۔

بنوظفر میں سے بنوسواد بن کعب کے نصر بن حارث بن عبد رزاح بن ظفر بن کعب اور ان کے حلیفوں میں سے بلی کے دو آدمی: عبداللہ بن طارق بن مالک بن تیم بن شعبہ بن سعد اللہ بن فران بن بلی بن عمرو بن حاف بن قضاعہ۔ یہ مقام رجیع میں قتل ہوئے۔

اور ان کے ماں شریک بھائی معتب بن عبید بن اناس بن تیم بن شعبہ بن سعد اللہ بن فران بن بلی بن عمرو بن حاف بن قضاعہ۔ یہ کل آٹھ افراد تھے۔

بنوامیہ بن زید بن مالک بن عوف میں سے ① مبشر بن عبدالمنذر بن زنبر۔ یہ بدر میں قتل ہوئے۔ ② رفاعہ بن عبد منذر ③ سعد بن عبید بن نعمان بن قیس بن عمرو بن امیہ بن زید بن امیہ ④ عویم بن ساعدہ اور ⑤ رافع بن عنجدہ۔ اس کی ماں کا نام عنجدہ تھا اور ⑥ عبید بن ابی عبید اور ⑦ ثعلبہ بن حاطب۔

ابولبابہ بن عبدالمنذر رضی اللہ عنہ۔ انہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ پر عامل بنایا تھا اور ان کے لیے ان کا حصہ اور اجر مقرر کیا تھا اور انہیں روحاء سے واپس بھیج دیا تھا اور حارث بن حاطب۔ آپ نے انہیں بھی روحاء سے واپس بھیج دیا تھا اور ان کے لیے بھی حصہ مقرر کیا تھا۔ یہ کل (نو) افراد تھے۔

بنوضبیعہ بن زید بن مالک بن عوف بن عمرو بن عوف میں سے ① عاصم بن ثابت بن قیس۔ قیس یہ ابوافلح ہیں۔ ان کی کنیت ابن عصمہ بن مالک بن امیہ بن ضبیعہ ہے۔ یہ مقامِ رجیع میں قتل ہوئے اور احوص نامی شاعر ان کی اولاد میں سے ہیں۔ ② معتب بن قشیر بن ملیل بن زید بن عطاف ③ ابوملیل بن ازعر بن زید بن عطاف۔ ان کی اولاد نہیں تھی۔ ④ عمیر بن معبد

بن ازعر۔ ان کی بھی اولاد نہ تھی ⑤ سہل بن حنیف بن واہب بن عکیم بن حارث بن ثعلبہ۔ یہ کل پانچ افراد تھے۔

بنو عبید بن زید بن مالک بن عمرو بن عوف میں سے ① انیس بن قتادہ بن ربیعہ بن خالد بن حارث بن عبید بن زید۔ یہ احد کے دن قتل ہوئے۔ یہ حضرت خنساء بنت خذام کے خاوند تھے۔ ان کی اولاد نہ تھی۔

ان کے حلیفوں میں سے ② معن بن عدی بن جد بن عجلان، جو یمامہ کے دن قتل ہوئے۔ ③ ربیع بن رافع ④ ثابت بن اقرم، یہ طلیحہ والے دن قتل ہوئے۔ ⑤ عبداللہ بن سلمہ بن مالک بن حارث بن عدی بن جد بن عجلان اور ⑥ زید بن اسلم بن ثعلبہ بن عدی بن حد بن عجلان۔ ان کی بھی اولاد نہ تھی۔

⑦ حضرت عاصم بن بن عدی بن جد بن عجلان رضی اللہ عنہ بھی نکلے۔ پھر نبی کریم ﷺ نے انہیں مسجدِ ضرار کی طرف بھیج دیا۔ آپ کو ان کے بارے میں کوئی بات پہنچی تھی اور ⑧ شبیبہ بنت یعار کے غلام سالم رضی اللہ عنہ پر یہ یمامہ کے دن قتل ہوئے۔

یہ کل آٹھ افراد تھے۔

بنو ثعلبہ بن عمرو بن عوف میں سے: ① عبداللہ بن جبیر بن نعمان، یہ احد کے دن قتل ہوئے۔ یہ احد کے دن نبی کریم ﷺ کی جانب سے تیر اندازوں پر امیر تھے۔ ② عاصم بن قیس ③ ابوضیاح بن ثابت ④ ابوحنہ۔ (بدر میں ابوحنہ نہیں تھے)۔ ⑤ سالم بن عمیر، یہ بہت زیادہ رونے والوں میں سے ایک تھے۔ ⑥ حارث بن نعمان بن ابوخذمہ۔ ⑦ خوات بن جبیر بن نعمان۔ یہ مقامِ روحا میں روک دیے گئے تھے۔

حضرت خوات بن صالح اپنے والد سے یہی نقل فرماتے ہیں۔ یہ کل آٹھ افراد تھے۔

بنو جحجبی بن کلفہ بن عوف بن عمرو بن عوف میں سے: ① منذر بن محمد بن عقبہ بن احیحہ بن جلاح بن حریش بن جحجبی بن کلفہ۔ ان کی کنیت ابوعبدہ تھی۔ ان کی بھی اولاد نہ تھی اور احیحہ کی ان کے علاوہ سے اولاد تھی۔

اور ان کے حلیفوں میں سے بنوانیف کے ② ابوعقیل بن عبداللہ بن ثعلبہ بن بیحان اور ابوعقیل کا نام عبدالعزی تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کا نام عبدالرحمن بتوں کا دشمن رکھا۔ یہ یمامہ میں شہید ہوئے۔ یہی ابوعقیل بن عبداللہ بن ثعلبہ بن بیحان بن عامر بن اُنیف بن جشم بن عبداللہ بن تیم بن پراش بن عامر بن عبیلہ بن قسمیل بن فران بن بلی بن عمرو بن حاف بن قضاعہ۔ یہ دو آدمی تھے۔

بنو غنم بن اسلم بن امرئ القیس بن مالک بن اُس بن حارثہ میں سے:

① سعد بن خیثمہ، یہ بدر میں قتل ہوئے۔ ② منذر بن قدامہ۔ ③ مالک بن قدامہ

④ ابن عرفجہ ⑤ تمیم بنو غنم بن سلم کے غلام۔ یہ پانچ افراد تھے، یہی اوس ہیں۔

بنو معاویہ بن مالک بن عوف بن عمرو بن عوف میں سے:

① جابر بن عتیک بن حارث بن قیس بن ھیشہ بن حارث بن معاویہ ② مالک بن ثابت بن نمیلہ (ان کے مزینہ کے

حلیف) ③ نعمان بن عصر (ان کے بلی کے حلیف) ④ حارث بن قیس بن ھیشہ بن حارث بن امیہ یہ یقینی بات نہیں ہے۔

بنو مالک بن نجار بن عمرو بن خزرج، پھر بنو غنم بن مالک، پھر بنو ثعلبہ بن عبدعوف بن غنم میں سے ① ابوایوب، ان کا نام خالد بن زید بن کلیب بن ثعلبہ، یہ روم کے علاقے میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانے میں فوت ہوئے۔

بنوعسیرہ بن عبدعوف میں سے ② ثابت بن خالد بن نعمان بن خنساء بن عسیرہ بنوعمرو بن عبدعوف میں سے ③ عمارہ بن حزم بن زید اور ④ سراقہ بن کعب بن عبدالعزیٰ بن غزیہ بن عمرو بن عبد۔

بنوعبید بن ثعلبہ بن غنم بن مالک میں سے ⑤ حارثہ بن نعمان ⑥ سلیم بن قیس بن فھد۔ فھد کا نام خالد بن قیس بن ثعلبہ بن عبید بن ثعلبہ بن غنم تھا۔

بنو عائذ بن ثعلبہ بن غنم میں سے ⑦ سہیل بن رافع بن ابوعمرو بن عائذ بن ثعلبہ بن غنم ⑧ عدی بن ابوزغباء، ابوزغباء کا نام سنان بن سبیع بن ثعلبہ بن ربیعہ بن بدیل بن سعد بن عدی بن نصر بن کاہل بن نصر بن مالک بن غطفان بن قیس بن جھینہ۔ یہ کل آٹھ افراد تھے۔

بنوزید بن ثعلبہ بن غنم میں سے: ① مسعود بن اوس بن زید ② ابوخزیمہ بن اوس بن اصرم بن زید بن ثعلبہ ③ رافع بن حارث بن سواد بن زید بن ثعلبہ۔ یہ کل تین افراد تھے۔

بنوسواد بن مالک بن غنم بن عوف میں سے: ①، ②، ③ عوف، معوذ اور معاذ (حارث بن رفاعہ بن سواد اور عفراء کے بیٹے) اور وہ عبید بن ثعلبہ کی بیٹی تھیں۔

④ نعیمان بن عمرو بن رفاعہ بن حارث بن سواد ⑤ عامر بن مخلد بن سواد ⑥ عبداللہ بن قیس بن خالد بن خلدہ بن حارث بن سواد ⑦ عمرو بن قیس بن سواد ⑧ قیس بن عمرو بن قیس بن زید بن سواد ⑨ ثابت بن عمرو بن زید بن عدی بن سواد ⑩ عصیمہ (ان کے حلیف) ⑪ ایک جھینہ کا آدمی تھا، اس کا نام ودیعہ بن عمرو بن جراد بن یربوع بن طحیل بن عمرو بن غنم بن ربعہ بن اشدان بن قیس بن جھینہ۔

حضرت عبداللہ بن ابی عبیدہ اپنے والد سے نقل فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ربیع بنت معوذ بن عفراء رضی اللہ عنہا کو کہتے ہوئے سنا: ابوحمراء حارث بن رفاعہ کا غلام تھا اور وہ بدر میں شریک ہوا تھا۔

ابوحمراء سمیت کل بارہ تھے اور بنوغنم بن مالک بن نجار میں سے شریک ہونے والے ابوحمراء سمیت کل ۲۳ افراد تھے۔

بنوعامر بن مالک بن نجار میں سے، پھر بنوعمرو بن مبذول میں سے، پھر بنوعتیک بن عمرو بن مبذول میں سے: ① ثعلبہ بن عمرو بن محصن بن عمرو بن عتیک ② سھل بن عتیک بن نعمان بن عمرو بن عتیک ③ حارث بن صمہ بن عمرو بن عتیک۔ یہ روحاء میں روک دیے گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کے لیے حصہ اور اجر مقرر فرمایا۔ یہ بئر معونہ کے دن قتل ہوئے اور یہ تین افراد تھے۔

بنوعمرو بن مالک میں سے اور وہ بنوحدیلہ ہیں، پھر بنوقیس بن عبید بن زید بن رفاعہ بن معاویہ بن عمرو بن مالک میں سے: ابی بن کعب بن قیس بن عبید، انس بن معاذ بن انس بن قیس بن عبید۔ یہ دو افراد تھے۔

بنوعدی بن عمرو بن مالک بن نجار میں سے: ① اوس بن ثابت بن منذر بن حرام، یہ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے بھائی ہیں۔ ② ابوشیخ، ان کا نام ابی بن ثابت بن منذر بن حرام بن عمرو ③ ابوطلحہ، ان کا نام زید سہل بن اسود بن حرام۔ یہ تین افراد تھے۔ بنوعدی بن نجار میں سے ① حارثہ بن سراقہ بن حارث بن عدی بن مالک، یہ بدن کے دن شہید ہوئے۔

② عمرو بن ثعلبہ بن وھب بن عدی بن مالک بن عدی۔ عمرو کی کنیت ابوحکیمہ تھی۔

③ سلیط بن قیس بن عمرو بن عبید بن مالک بن عدی بن عامر۔

④ ابولیط، ان کا نام اسیرہ بن عمرو بن عامر بن مالک تھا۔ یہ احد کے دن شہید ہوئے۔

⑤ اور عمرو ان کی کنیت ابوخارجہ بن قیس بن مالک بن عدی بن عامر بن خنساء بن عمرو بن مالک بن عدی بن عامر۔

⑥ اور عامر بن امیہ بن زید بن حسحاس بن مالک بن عدی بن عامر اور محرز بن عامر بن مالک بن عدی بن عامر بن غنم بن عدی۔ اور ⑦ ثابت بن خنساء بن عمرو بن مالک بن عدی بن عامر، یہ احد کے دن قتل ہوئے۔ اور ⑧ سواد بن غزیہ بن اھیب یہ بلی سے ان کے حلیف تھے۔ یہ کل آٹھ افراد تھے۔

بنوحرام بن جندب بن عامر بن غنم بن عدی بن نجار میں سے: ① قیس بن سکن بن قیس بن زید بن حرام اور قیس کی کنیت ابوزید تھی۔ ② ابواعور کعب بن حارث بن جندب بن ظالم بن عبس بن حرام بن جندب۔ ③ سلیم بن ملحان۔ ④ حرام بن ملحان بن خالد بن زید بن حرام، یہ کل ۵ افراد تھے۔

بنومازن بن نجار میں سے، پھر بنوعوف بن عمرو بن عوف بن مبذول بن عمرو بن غنم بن مازن میں سے: ① قیس بن ابو صعصعہ، ابوصعصعہ کا نام عمرو بن زید بن عوف بن مبذول تھا۔

حضرت عبداللہ بن عبدالرحمن رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں پیدل چلنے والوں پر نگران بنایا تھا۔ ② عبداللہ بن کعب بن عمرو بن عوف بن مبذول بن غنم بن مازن۔ یہ بدر کے دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے غنیمتوں پر نگران تھے اور ③ عصیم بنواسد میں سے ان کے حلیف تھے۔ یہ تین آدمی تھے۔ بنوخنساء بن مبذول بن عمرو بن غنم بن مازن میں سے: ① عمیر، ان کی کنیت ابوداؤد تھی، یہ ابن عامر بن مالک بن خنساء تھے۔ ② سراقہ بن عمرو بن عطیہ بن خنساء بن مبذول یہ دو آدمی تھے۔

بنوثعلبہ بن مازن میں سے: ① قیس بن مخلد بن ثعلبہ بن صخر بن حبیب بن حارث بن ثعلبہ بن مازن تھے۔

بنودینار بن نجار میں سے، پھر بنومسعود بن عبدالاشھل بن حارثہ بن دینار میں سے:

① نعمان بن عبدعمرو بن مسعود بن عبدالاشھل، ② ضحاک بن عبدعمرو بن مسعود بن عبدالاشھل، ③ سلیم بن حارث بن

ثعلبہ، یہ نعمان اور ضحاک کے ماں شریک بھائی تھے اور ان دونوں کے والد عبد عمرو تھے۔

④ کعب بن زید، یہ خندق کے دن قتل ہوئے۔ یہ بئر معونہ کے دن مقتولین میں سے نیم مردہ حالت میں اٹھائے گئے تھے۔

⑤ جابر بن خالد بن عبد الاشھل بن حارثہ۔

⑥ سعید بن سہیل بن عبد الاشھل بن حارثہ بن دینار۔

بنو قیس بن مالک بن حارثہ بن دینار میں سے: ① کعب بن زید بن مالک، ② بجیر بن ابی بجیر، ان کے حلیف تھے اور یہ آٹھ افراد تھے۔

بنو حارث بن خزرج میں سے، پھر بنو امرئ القیس بن ثعلبہ میں سے:

① سعد بن ربیع بن عمرو بن ابی زہیر بن مالک بن امرئ القیس، یہ احد میں قتل ہوئے اور ② عبداللہ بن رواحہ بن ثعلبہ بن امرئ القیس، یہ مؤتہ کے دن قتل ہوئے۔ ③ خلاد بن سوید بن ثعلبہ بن عمرو بن حارثہ بن امرئ القیس، یہ بنو قریظہ کے دن قتل ہوئے اور ④ خارجہ بن زید بن ابی زہیر بن مالک، یہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سسر تھے، ان کی بیٹی خارجہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیوی تھی۔ یہ احد کے دن قتل ہوئے۔ یہ کل چار افراد تھے۔

بنو زید بن مالک بن ثعلبہ بن کعب بن خزرج بن حارث بن خزرج میں سے:

① بشیر بن سعد بن ثعلبہ بن جلاس، یہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی معیت میں عین تمر کے دن شہید ہوئے۔ ② سبیع بن قیس بن عیشہ بن امیہ بن عامر بن عدی بن کعب بن خزرج۔ ③ عبادہ بن قیس بن مالک۔ ④ سماک بن سعد۔ ⑤ عبداللہ بن عمیر۔ ⑥ یزید بن حارث بن قیس بن مالک بن احمر بن حارثہ بن ثعلبہ بن کعب بن خزرج اور وہ جنہیں فسحم کہا جاتا تھا۔ یہ کل چھ افراد تھے۔

بنو جشم بن حارث بن خزرج اور ان کے بھائیوں کی اولاد میں سے (ان کے بھائی زید بن حارث بن خزرج تھے۔ یہ دونوں جڑواں تھے)۔ ① خبیب بن یساف بن عنبہ بن عمرو بن خدیج بن عامر بن جشم۔ ② عبداللہ بن زید بن ثعلبہ بن عبدربہ بن زید بن خزرج بن حارث اور یہ وہی ہیں جنہیں اذان دکھائی گئی اور ③ ان کے بھائی حریث بن زید۔

حضرت بشیر بن محمد اپنے والد سے نقل فرماتے ہیں کہ حضرت حریث رضی اللہ عنہ بدر میں شریک ہوئے اور ④ سفیان بن بشر۔ کل ۵ افراد ہیں۔

بنو جدارہ بن عوف بن حارث بن خزرج میں سے: ① تمیم بن یعار بن قیس بن عدی بن امیہ بن جدارہ، ② عبداللہ بن عمیر بنو جدارہ میں سے، ③ یزید بن مزین، ④ عبداللہ بن عرفطہ۔ یہ چار افراد تھے۔

بنو ابجر بن عوف بن حارث بن خزرج میں سے: عبداللہ بن ربیع بن قیس بن عباد بن ابجر، یہ اکیلے تھے۔

بنوعوف بن خزرج میں سے، پھر بنوعبید بن مالک بن سالم بن غنم بن خزرج (بنوحبلی) میں سے اور سالم بڑے پیٹ والے تھے، سوان کا نام حبلی (حاملہ) پڑ گیا: ① عبداللہ بن عبداللہ بن ابی بن مالک بن حارث بن عبید بن مالک بن سلوک۔ سلول ایک عورت تھی۔ اس کا نام، ام اُبی تھا ② اوس بن خولی بن عبداللہ بن حارث بن عبید بن مالک۔ یہ دو آدمی تھے۔

بنوجزء بن عدی بن مالک بن سالم بن غنم میں سے: ① زید بن ودیعہ بن عمرو بن قیس بن جزء ② رفاعہ بن عمرو بن زید بن عمرو بن ثعلبہ بن مالک بن سالم بن غنم ③ عامر بن سلمہ بن عبداللہ (یہ یمن سے ان کے حلیف تھے)۔

④ عقبہ بن وہب بن کلدہ (یہ بنوعبداللہ بن غطفان میں ان کے حلیف تھے)۔

⑤ معبد بن عباد بن قشعر بن قدم بن سالم بن غنم اور ان کی کنیت ابوخمیصہ تھی۔ ⑥ عاصم بن عکیر (یہ ان کے حلیف تھے) کل چھ افراد تھے۔

بنوسالم بن عمرو بن عوف بن خزرج میں سے، پھر بنوعجلان بن غنم بن سالم میں سے ① نوفل بن عبداللہ بن نضلہ بن مالک بن عجلان ② عسان بن مالک بن ثعلبہ بن عمرو بن عجلان ③ ملیل بن وبرہ بن خالد بن عجلان ④ عصمہ بن حصین بن وبرہ بن خالد بن عجلان۔ یہ کل ۱۴ افراد تھے۔

بنواحرم بن فہر بن غنم میں سے ① نعمان بن مالک بن ثعلبہ بن دعد اور ان کا نام قوقل مشہور تھا۔ علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ان کا نام قوقل اس وجہ سے پڑا کہ جب بھی ان سے کوئی شخص پناہ مانگتا تو یہ اسے کہتا: بالائی یثرب پر چڑھ جاؤ اور نیچے اتر آؤ تو تم امن والے ہو۔ چنانچہ اس کا نام قوقل پڑ گیا۔

بنوقریوش بن غنم بن سالم میں سے امیہ بن لوذان بن سالم بن ثابت بن هزال بن عمرو بن قریوش بن غنم اور بنودعد میں سے دو شخص تھے۔

بنومرضخہ بن غنم بن مالک میں سے: مالک بن دخشم اکیلے تھے۔

بنولوذان بن غنم میں سے: ① ربیع بن ایاس ② ان کے بھائی ورقہ بن ایاس بن عمرو بن غنم ③ عمرو بن ایاس۔ (یہ ان کے یمنی حلیف تھے)۔ ④ اور ان کے بلی کے حلیف پھر بنوغصینہ میں سے ⑤ مجذر بن زیاد بن عمرو بن زمرہ بن عمرو بن عمارہ اور ⑥ عبدہ بن حسد حاس بن عمرو بن زمرہ اور ⑦ بحاث بن ثعلبہ بن خزمہ بن اصرم بن عمرو بن عمارہ اور ⑧ ان کے بھائی عبداللہ بن ثعلبہ بن خزمہ بن اصرم (اور ان کے بھراء کے حلیف) ان کا نام عتبہ بن ربیعہ بن خلف بن معاویہ تھا۔

ہمارے تمام حضرات کا اس پر اتفاق ہے کہ حلیف ثابت ہیں۔ یہ کل آٹھ افراد تھے۔ بنوساعدہ بن کعب بن خزرج میں سے، پھر بنوزید بن ثعلبہ بن خزرج میں سے: ① ابودجانہ سماک بن خرشہ بن لوذان بن عبدود بن ثعلبہ، یہ یمامہ کے دن شہید ہوئے۔ اور ② منذر بن عمرو۔ یہ بئر معونہ کے دن قتل ہوئے اور یہ لوگوں پر نبی کریم ﷺ کے امیر تھے۔ یہ دو آدمی تھے۔

بنوساعدہ میں سے، بنوبدی بن عامر بن عوف میں سے: ابواسید ساعدی، ان کا نام مالک بن ربیعہ بن بدی تھا اور مالک بن

مسعود۔ یہ سب بدی کے بیٹے تھے۔

حضرت ابی بن عباس بن سہل اپنے والد کے واسطہ سے دادا سے نقل فرماتے ہیں کہ حضرت سعد بن مالک رضی اللہ عنہ نے بدر کی طرف نکلنے کی تیاری کی، پھر بیمار ہوگئے اور انتقال ہوگیا۔ ان کی قبر ابن فارط کے گھر کے پاس تھی۔ ان کے لیے بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حصہ اور اجر مقرر فرمایا۔

حضرت عبدالمہیمن اپنے والد کے واسطہ سے اپنے دادا سے نقل فرماتے ہیں کہ وہ روحاء میں فوت ہوئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے حصہ بھی مقرر فرمایا۔ یہ بھی بنو بدی میں سے ہیں۔

بنوطریف بن خزرج بن ساعدہ میں سے: ① عبدربہ بن حق بن اوس بن قیس بن ثعلبہ بن طریف۔ ② کعب بن جماز بن مالک بن ثعلبہ۔ ③ غسان سے ان کے حلیف۔ ④ ضمرہ بن عمرو بن کعب بن عدی بن عامر بن رفاعہ بن کلیب بن مردغہ بن عدی بن غنم بن ربعہ بن رشدان بن قیس بن جہینہ۔ ⑤ بسبس بن عمرو بن ثعلبہ بن خرشہ بن زید بن عمرو بن سعید بن ذبیان بن رشدان بن قیس بن جہینہ۔ یہ ۵ آدمی تھے۔

بنوجشم بن خزرج میں سے، پھر بنوسلمہ بن سعد بن علی بن اسد بن ساردہ بن تزید بن جشم میں سے، بنوحرام بن کعب بن غنم بن کعب سلمہ میں سے: ① خراش بن صمہ، عمیر بن حمام بن جموح بن حرام۔ ② عمیر بن حرام، تمیم (خراش بن صمہ کے غلام)۔ ③ عمیر بن حمام بن جموح، یہ بدر میں شہید ہوئے۔ ④ معاذ بن جموح۔ ⑤ معوذ بن عمرو بن جموح بن زید بن حرام۔ ⑥ عبداللہ بن عمرو بن حرام بن ثعلبہ یہ احد میں قتل ہوئے۔ اور یہ ابو جابر ہیں۔ ⑦ حباب بن منذر بن جموح بن زید بن حرام بن کعب۔ ⑧ خلاد بن عمرو بن جموح بن زید بن حرام۔ ⑨ عقبہ بن عامر بن نابی بن زید بن حرام۔ ان کے غلام حبیب بن اسود۔ ⑩ ثابت بن ثعلبہ بن زید بن ثعلبہ جنہیں جذع کہا جاتا تھا۔ ⑪ عمیر بن حارث بن ثعلبہ بن حرام۔ یہ کل گیارہ افراد تھے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے بیٹے اپنے والد سے نقل فرماتے ہیں کہ حضرت معاذ بن صمہ بن عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ بدر میں حاضر ہوئے۔ مگر یہ متفق علیہ بات نہیں ہے۔

بنوعبید بن عدی بن غنم بن کعب بن سلمہ میں سے، پھر بنوخنساء بن سنان بن عبید میں سے: ① بشر بن براء بن معرور بن صخر بن سنان بن صیفی بن صخر بن خنساء۔ ② عبداللہ بن جد بن قیس بن صخر بن خنساء۔ ③ سنان بن صیفی بن صخر بن خنساء۔ ④ عتبہ بن عبداللہ بن صخر بن خنساء، حمزہ بن حمیر (فرماتے ہیں: میں نے سنا کہ وہ خارجہ بن حمیر تھے) اور عبد بن حمیر۔ یہ دونوں بنودھمان میں سے اشجع قبیلے سے ان کے حلیف تھے۔ بنونعمان بن سنان بن عبید بن عبد بن عدی بن غنم میں سے ① عبداللہ بن عبد مناف بن نعمان بن سنان اور ان کے غلام ② نعمان بن سنان ③ جابر بن عبداللہ بن رئاب بن نعمان ④ خلیدہ بن قیس بن نعمان بن سنان۔ اور کہا جاتا ہے: وہ لبدہ بن قیس تھے۔ یہ کل لیے افراد تھے۔

بنوخناس بن سنان بن عبید بن عدی میں سے: ① یزید بن منذر بن سرح بن خناس ② ان کے بھائی معقل بن منذر بن

رحیلہ بن ثعلبہ بن خالد بن ثعلبہ بن بیاضہ۔ یہ چار آدمی تھے۔

بنو امیہ بن بیاضہ میں سے: (۱) حلیفہ بن عدی بن عمرو بن مالک بن عامر بن فہیرہ بن عامر بن بیاضہ۔ (۲) غنام بن اوس بن غنام بن اوس بن عمرو بن مالک بن عامر بن بیاضہ۔ (۳) عطیہ بن نویرہ بن عامر بن عطیہ بن عامر بن بیاضہ۔

حضرت زرعہ بن عبداللہ بن زیاد بن لبید رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ پکی بات یہ ہے کہ وہ دو آدمی تھے۔ علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ان دونوں پر بھی اتفاق نہیں ہے۔

عصماء بنت مروان کے قتل کے لیے جو جماعت گئی۔

گستاخ رسول کا انجام

حضرت عبداللہ بن حارث رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد سے نقل فرماتے ہیں کہ عصماء بنت مروان کا تعلق بنو امیہ بن زید سے تھا اور یہ یزید بن زید بن حصن خطمی کے نکاح میں تھی۔ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایزاء دیتی تھی اور اسلام پر عیب لگاتی تھی اور لوگوں کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ابھارتی تھی۔ اس طرح کے اشعار کہتی تھی:

> بنو مالک، بنیت اور عوف کے چوتڑ سے اور بنوخزرج کی سرین سے تم نے اطاعت کر لی ہے، کیا وہ تمہارے علاوہ سے ٹھکانہ حاصل کرے گی۔ سو نہ یہ مقصد حاصل ہوگا اور نہ پرورش کرنے والی۔ کیا تم سرداروں کے قتل کے بعد اس کے بچہ جننے کا انتظار کر رہے ہو، جیسے بچے کی ولادت میں دیر کرنے والی کے پانی کا انتظار کیا جاتا ہے۔

حضرت عمیر بن عدی بن خرشہ بن امیہ خطمی کو جب اس کا یہ قول اور اس کا ابھارنا پہنچا تو انہوں نے فرمایا: اے اللہ! مجھ پر تیرے لیے نذر ہے اگر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ واپس گیا تو میں ضرور اسے قتل کروں گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان دنوں بدر میں تھے۔

پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم بدر سے لوٹ آئے تو عمیر بن عدی رضی اللہ عنہ رات کے اندھیرے میں اس کے پاس آئے اور اس کے گھر میں چلے گئے۔ اس کے آس پاس اس کے بچے سو رہے تھے۔ ان میں سے ایک کو وہ اپنے سینے کے ساتھ لٹائے دودھ پلا رہی تھی۔ اس نے اپنے ہاتھ سے اسے ٹٹولا تو بچے کو پایا جسے وہ دودھ پلا رہی تھی۔ اس نے بچے کو اس سے الگ کر دیا۔

پھر اپنی تلوار اس کے سینے پر رکھی اور اسے پشت کی جانب آر پار کر دیا۔ پھر چلا گیا۔ پھر صبح کی نماز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ میں ادا کی۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیرا تو عمیر رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھا اور فرمایا: کیا تم نے بنتِ مروان کو قتل کر دیا؟ عرض کیا: جی ہاں، اے اللہ کے رسول! میرے ماں باپ آپ پر قربان۔

عمیر رضی اللہ عنہ کو ڈر ہوا کہ شاید انہوں نے اسے قتل کر کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جرأت کی ہے۔ عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا مجھ پر اس بارے میں کچھ لازم ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دو بکرے اس میں زور آزمائی نہیں کریں گے۔ یہ پہلی بات تھی جو میں

نے نبی کریم ﷺ سے سنی۔ حضرت عمیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: پھر نبی کریم ﷺ اپنے پاس بیٹھے لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: جب تم چاہو کہ ایسے شخص کو دیکھو جس نے اللہ اور اس کے رسول کی غائبانہ مدد کی ہو تو عمیر بن عدی رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھو۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس اندھے کی طرف دیکھو جس نے اللہ کی اطاعت میں تشدد کا راستہ اختیار کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اسے اندھا مت کہو وہ تو بصیر ہے۔ پھر جب حضرت عمیر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے پاس سے لوٹے تو اس عورت کو ایک جماعت کے درمیان دیکھا۔ یہ لوگ اسے دفن کر رہے تھے۔ جب انہوں نے اسے مدینہ سے آتے ہوئے دیکھا تو وہ اس کی طرف آئے اور کہنے لگے: اے عمیر! کیا تم نے اسے قتل کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا: ہاں۔ سو تم میرے بارے میں کوئی تدبیر کر و اور مہلت نہ دینا۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے! اگر تم بھی وہ بات کہتے جو اس نے کہی تو میں اپنی اس تلوار سے تمہارے ساتھ لڑتا۔ حتیٰ کہ میں مرجاتا یا پھر تمہیں قتل کر دیتا۔ اس دن بنوخطمہ میں اسلام ظاہر ہوا۔ ان میں سے کچھ لوگ اپنی قوم کے ڈر سے اپنے اسلام کو چھپاتے تھے۔

چنانچہ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے حضرت عمیر بن عدی رضی اللہ عنہ کی شان میں اشعار کہے، جنہیں حضرت عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہ نے ہمیں پڑھ کر سنایا:

بنی وائل و بنی واقف ۔۔۔ و خطمة دون بنی الخزرج

متی ما دعت اختکم و یحها ۔۔۔ بعولتها والمنایا تجی

فھزّت فتًی ماجداً عرقه ۔۔۔ کریم المداخل والمخرج

فضرّجھا من نجیع الدماء ۔۔۔ قبیل الصباح ولم یخرج

فاوردك الله بردالجنا ۔۔۔ نِ جذلان فی نعمة المولج

اے بنووائل، بنوواقف اور بنوخزرج کے علاوہ بنوخطمہ!

جب بھی تمہاری بہن نے (اس کی ہلاکت ہو) چیخ کر موت کو پکارا تو وہ آ کر رہی۔ پھر اس نے ایسے جوان کو پکارا جس کا خون بڑی عظمت والا ہے اور اس کا داخل ہونا اور نکلنا بڑا بابرکت ہے۔ پھر اس نے صبح سے کچھ پہلے جگر کے پاس سے اسے پھاڑ دیا اور ڈرا نہیں۔ اللہ تعالیٰ تجھے جنت کی ٹھنڈک عطا کرے اور وہاں کی نعمتوں میں خوش عیشی عطا کرے۔

حضرت عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہ اپنے والد سے نقل فرماتے ہیں کہ عصماء کا قتل نبی کریم ﷺ کے بدر سے لوٹنے کے بعد ۲۵ رمضان کو ہوا۔ جبکہ ہجرت کو ۱۹ ماہ گزر چکے تھے۔

ابو عفک کے قتل کی جماعت

حضرت عمارہ بن غزیہ اور حضرت ابو مصعب اسماعیل بن مصعب رحمۃ اللہ علیہ اپنے بزرگوں سے نقل فرماتے ہیں کہ بنوعمرو بن عوف کا

ایک بوڑھا جس کا نام ابوعفک تھا اور وہ انتہائی بوڑھا ہو چکا تھا۔ جب نبی کریم ﷺ مدینہ تشریف لائے تو اس کی عمر ۱۲۰ سال ہو چکی تھی۔ وہ نبی کریم ﷺ کی دشمنی پر ابھارتا تھا اور اسلام میں داخل نہیں ہوا تھا۔

جب نبی کریم ﷺ بدر کی طرف گئے، پھر نصرت و کامیابی لے کر لوٹے تو اسے انتہائی حسد ہوا اور وہ سرکشی پے اتر آیا۔ کہنے لگا:

تم کچھ وقت جی لو اور میں لوگوں کا کوئی گھر اور مجمع نہیں دیکھتا۔ میں سرداروں کو اکٹھا کروں گا اور لوٹنے والے کی طرف جلدی آؤں گا جب بھی وہ پکارے، پھر ایک شہسوار حلال حرام کی تمیز کیے بغیر انہیں ان کے اس معاملے پر اکٹھے سولی دے دے گا۔ اگر وہ ملک میں ہوتا تو تم تصدیق کر دیتے اور تم مدد کے پیچھے چلتے۔

حضرت سالم بن عمیر رضی اللہ عنہ جو بنونجار کے زیادہ رونے والوں میں سے ایک تھے۔ فرمانے لگے: مجھ پر نذر لازم ہے کہ ابوعفک کو قتل کروں گا یا اس میں اپنی جان دے دوں گا۔ پھر اس نے کچھ مہلت دی۔ پھر لوگوں کی غفلت کے وقت اسے ڈھونڈنے کے لیے نکل کھڑے ہوئے۔ حتیٰ کہ جب رات گہری ہوگئی اور گرمیوں کا موسم تھا۔ ابوعفک بنوعمرو بن عوف میں صحن میں ہی سو گیا۔

چنانچہ حضرت سالم بن عمیر رضی اللہ عنہ سامنے آئے اور تلوار اس کے جگر پر رکھ دی۔ حتیٰ کہ وہ بستر میں داخل ہوگئی اور اللہ کا دشمن چیخ و پکار کرنے لگا۔ جو لوگ اس کے ساتھ تھے، کود کر اس کی طرف گئے اور اسے اس کے ٹھکانے میں داخل کر دیا اور اسے چھپا لیا۔

پھر کہنے لگے: اسے کس نے قتل کیا؟ اللہ کی قسم! اگر ہمیں اس کے قاتل کا علم ہو جاتا تو ہم اسے قتل کر دیتے۔

چنانچہ نھدیہ رضی اللہ عنہا (ایک مسلمان عورت تھیں) نے یہ اس بارے میں اشعار کہے:

تو اللہ کے دین کو جھٹلاتا ہے اور اس شخص کو جو احمد ہے، اس شخص کی عمر کی قسم جس نے تیری منی ٹپکائی، اس نے بہت بری منی ٹپکائی۔ اے ابوعفک! دین حنیف کے حامل ایک شخص نے تجھے زخمی کیا۔ بڑھاپے میں اسے سہہ۔ میں اگرچہ تیرے اس قاتل کو جانتی ہوں جو اندھیری رات میں تیرے پاس آیا خواہ انسان ہو یا جن۔

حضرت ابن رقیش رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ابوعفک ۲۰ ویں ماہ شوال میں قتل ہوا۔

غزوۂ بنو قینقاع

یہ غزوہ ہجرت کے بیسویں ماہ ۱۵ شوال ہفتے کے دن پیش آیا۔ نبی کریم ﷺ نے ذوالقعدہ کے چاند تک ان کا محاصرہ کیے رکھا۔

حضرت ابن کعب قرظی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب اللہ کے رسول ﷺ مدینہ تشریف لائے تو تمام یہودیوں نے آپ سے صلح کرلی اور آپ کے اور اپنے درمیان ایک معاہدہ لکھ لیا۔ رسول اکرم ﷺ نے ہر قوم کو ان کے حلیفوں کے ساتھ ملا دیا اور اپنے اور ان کے درمیان امان طے کردی۔ آپ نے ان پر چند شرائط عائد کیں۔ ان شرائط میں سے ایک یہ بھی تھی کہ وہ آپ کے خلاف کسی دشمن کی مدد نہیں کریں گے۔

جب رسول اللہ ﷺ نے بدر والوں کو ان کے انجام تک پہنچا دیا اور مدینہ تشریف لے آئے تو یہودیوں نے بغاوت کی اور اپنے اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان طے شدہ معاہدے کو توڑ دیا۔

رسول اللہ ﷺ نے ان کی طرف پیغام بھیجا اور انہیں ایک جگہ جمع کیا۔ پھر فرمایا: اے یہودیو! مسلمان ہوجاؤ۔ اللہ کی قسم! تم جانتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ مبادا تم پر بھی قریش کی طرح وبال آجائے۔

یہود کی بھڑکیں

کہنے لگے: اے محمد! جن سے تم لڑ کر آئے ہو وہ تمہیں دھوکے میں نہ ڈال دیں۔ تمہارا واسطہ ایک ناتجربہ کار قوم سے پڑا ہے۔ اگر تم ہم سے لڑو گے تو تمہیں معلوم ہوجائے گا کہ تم ہم جیسوں سے نہیں لڑے۔

ابھی وہ اپنی دشمنی کا اظہار کر رہے تھے اور عہد شکنی کی باتیں کر رہے تھے کہ عرب کی ایک اجنبی عورت جو ایک انصاری کے نکاح میں تھی، بنو قینقاع کے بازار کی طرف آئی اور ایک سنار کے پاس اپنے زیور کے سلسلے میں بیٹھی۔ یہود قینقاع کا ایک شخص آیا اور اس کے پیچھے بیٹھ گیا۔ عورت کو پتہ نہیں تھا۔ اس نے اس کی قمیص کو اس کی پشت کی جانب کسی کانٹے دار چیز سے اٹکا دیا۔ جب عورت کھڑی ہوئی تو اس کا جسم ظاہر ہوگیا اور یہودی ہنسنے لگے۔

ایک مسلمان اس آدمی کی طرف اٹھا اور اس کے پیچھے جا کر اسے قتل کر دیا۔ بنو قینقاع اکٹھے ہوئے اور غصے میں آکر اس شخص کو قتل کر ڈالا اور نبی کریم ﷺ کے معاہدے کو پھینک دیا اور جنگ کے لیے تیار ہوکر اپنے قلعوں میں بیٹھ گئے۔

نبی کریم ﷺ نے ان کی طرف کوچ کیا اور ان کا محاصرہ کرلیا۔ چنانچہ سب سے پہلے جن کی طرف رسول اللہ ﷺ نے اقدام فرمایا وہ یہود قینقاع ہیں اور یہ پہلے یہود ہیں جنہوں نے جنگ کی۔

حضرت عروہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جب یہ آیت نازل ہوئی: ''اور اگر آپ کو کسی قوم سے خیانت کا ڈر ہو تو آپ بھی برابر معاہدہ ان کی طرف پھینک دیجیے، بلاشبہ اللہ خیانت کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔''

اس آیت کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف تشریف لے گئے۔ فرماتے ہیں: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پندرہ راتیں ان کے قلعوں میں ان کا سخت محاصرہ کیے رکھا۔ حتیٰ کہ اللہ نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا اور وہ یہ کہنے پر مجبور ہو گئے کہ اگر ہم اتر آئیں تو ہم بچ جائیں گے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں، بلکہ جو میرا فیصلہ ہوگا وہ تمہیں ماننا پڑے گا۔ چنانچہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے پر اتر آئے۔ آپ نے انہیں باندھنے کا حکم دیا۔ ان کے دونوں ہاتھوں کو پیچھے کی طرف رسی سے باندھ دیا گیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے باندھنے پر حضرت منذر بن قدامہ رضی اللہ عنہ کو نگران مقرر فرمایا۔ ابن ابی ان کے پاس سے گزرا اور کہنے لگا: انہیں کھول دو۔ حضرت منذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا تم ایسے لوگوں کو کھولنا چاہتے ہو جنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے باندھا۔ اللہ کی قسم! جو شخص بھی انہیں کھولنے کی کوشش کرے گا میں اس کی گردن اتار دوں گا۔

ابن ابی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کود کر گیا اور آپ کے پیچھے سے آپ کی ذرہ کی ایک جانب اپنا ہاتھ داخل کیا اور کہا: اے محمد! میرے دوستوں سے اچھا سلوک کریں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم غصے کی حالت میں اس کی طرف متوجہ ہوئے اور آپ کے چہرے کا رنگ بدلا ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا: تیری ہلاکت ہو، مجھے چھوڑو۔ کہنے لگا: میں آپ کو نہیں چھوڑوں گا، یہاں تک کہ آپ میرے دوستوں سے اچھا معاملہ کریں۔ چار سو زرہ پوشوں اور تین سو بے زرہ سپاہیوں نے مجھے حدائق والے دن اور بعاث والے دن ہر سرخ اور کالے سے روک دیا تھا۔ آپ چاہتے ہیں کہ ایک ہی صبح میں ان کی نسل ختم کر دیں؟ اے محمد! میں مصائب سے ڈرنے والا آدمی ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انہیں چھوڑ دو۔ اللہ کی ان پر لعنت ہو اور اس پر بھی ان کے ساتھ لعنت ہو۔ جب ابن ابی نے ان کے بارے میں بات کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے قتل کا ارادہ ترک کر دیا اور حکم فرمایا کہ انہیں مدینہ سے جلاوطن کر دیا جائے۔ ابن ابی اپنے حلیفوں کو ساتھ لے کر آیا اور وہ نکلنے کا ارادہ کر چکے تھے۔ وہ چاہتا تھا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بات کرے کہ انہیں ان کے شہروں میں ٹھہرنے دیں۔ اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے پر حضرت عویم بن ساعدہ کو پایا۔ وہ اندر داخل ہونے لگا تو عویم رضی اللہ عنہ نے اسے روک دیا اور فرمایا: تم اندر نہیں جاسکتے۔ یہاں تک کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں اجازت دیں۔

ابن ابی نے اسے دھکا دیا۔ حضرت عویم رضی اللہ عنہ کو غصہ آگیا اور انہوں نے ابن ابی کا چہرہ دیوار میں دے مارا۔ اس کا خون بہہ پڑا۔ اس کے یہودی حلیف چیخ پڑے اور کہنے لگے: اے ابوحباب! ہم ایسے شہر میں کبھی نہیں ٹھہریں گے جس میں تیرا چہرہ زخمی ہوا۔ ہم اسے بدلنے پر قادر نہیں ہیں۔

ابن ابی چہرے سے خون صاف کرتے ہوئے انہیں ڈانٹنے لگا اور کہا: تمہارا ناس ہو! سکون اختیار کرو۔ مگر وہ برابر یہی آواز نکال رہے تھے کہ ہم ایسے شہر میں کبھی نہیں ٹھہریں گے جہاں تیرا چہرہ زخمی ہوا۔ ہم اس کے علاوہ کی طاقت نہیں رکھتے۔

حالانکہ وہ یہودیوں کے بہادر لوگ تھے اور ابن ابی نے ہی انہیں کہا تھا کہ وہ قلعہ بند ہو جائیں۔ اس کا خیال تھا کہ وہ بھی

ان کے ساتھ داخل ہوگا، پھر انہیں شرمسار کرے گا۔ مگر وہ ان کے ساتھ داخل نہ ہو سکا اور وہ اپنے قلعوں میں محصور ہو گئے۔ انہوں نے ایک تیر بھی نہ پھینکا اور نہ ہی قتال کیا۔ حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ سے صلح کر کے ان کے فیصلے پر اتر آئے۔ ان کے اموال اللہ کے رسول ﷺ کے ہو گئے۔

جلاوطنی

پھر جب وہ اترے اور انہوں نے اپنے قلعے کھول دیے تو حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے انہیں جلاوطن کیا اور ان کے اموال قبضے میں لے لیے۔

رسول اللہ ﷺ نے ان کے اسلحے میں سے تین کمانیں لیں۔ ایک کا نام کتوم تھا۔ یہ احد میں ٹوٹ گئی تھی۔ دوسری کا نام روحاء تھا اور تیسری کا نام بیضاء تھا۔ آپ نے دو زرہیں لیں۔ ایک کا نام صغد یہ تھا اور دوسری کا نام فضہ۔ تین تلواریں لیں۔ ایک تلوار کا نام قلعی تھا۔ دوسری کا نام بتار اور ایک تیسری تلوار بھی تھی اور تین نیزے لیے۔

انہوں نے ان کے قلعوں میں بہت سا اسلحہ پایا اور زرگری کے آلات بھی۔ یہ لوگ زرگر تھے۔

حضرت محمد بن مسلمہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے مجھے ان کی زرہوں میں سے ایک زرہ ری اور حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو اپنی ایک زرہ دی جس کا ذکر پیچھے گزر چکا ہے۔ اس کا نام سحل تھا۔

ان کی زمینیں اور کھیتیاں نہیں تھیں۔

رسول اللہ ﷺ نے ان سے حاصل ہونے والے اموالِ غنیمت کا پانچواں حصہ لیا اور بقیہ مال اپنے اصحاب پر تقسیم کر دیا۔

آپ ﷺ نے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا کہ انہیں جلاوطن کر دے۔ قینقاع کہنے لگے: ابو ولید! اوس اور خزرج کے درمیان سے ہم تیرے دوست ہیں۔ کیا تم ہمارے ساتھ یہ کرو گے؟

حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ نے انہیں فرمایا: جب تم نے جنگ کا راستہ اختیار کیا تھا تو میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا تھا اور میں نے کہا تھا: اے اللہ کے رسول! میں ان سے اور ان کے حلیفوں سے آپ کی طرف براءت کا اظہار کرتا ہوں۔

ابن ابی اور عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ ان کے حلیف ہونے میں برابر تھے۔ عبداللہ بن ابی کہنے لگا: تم اپنے دوستوں کے حلف سے بری ہو گئے ہو؟ یہ تیرے نزدیک ان کے ہاتھ میں نہیں ہے۔ پھر اسے وہ جگہیں یاد کروائیں جہاں یہ مصیبت میں ان کے کام آئے۔ حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے ابو حباب! دل بدل گئے ہیں اور اسلام نے گزشتہ عہدوں کو مٹا دیا۔ اللہ کی قسم! تم ایک ایسے معاملے کو پکڑ رہے ہو آنے والے کل میں تم اس کا انجام دیکھ لو گے۔ قینقاع کہنے لگے: اے محمد! لوگوں میں ہمارا قرضہ ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جلدی کرو، وصولی کر لو۔ ادھر حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ انہیں جلاوطن کرنا شروع ہو گئے۔ انہوں نے کچھ دیر آرام کا مطالبہ کیا۔ انہوں نے فرمایا: دن کی تین گھڑیاں آرام کر لو۔ اس سے زیادہ کی اجازت نہیں۔ یہ بھی اللہ کے رسول ﷺ

کا حکم ہے۔ اگر میں ہوتا تو تمہیں بالکل سانس بھی نہ لینے دیتا۔

پھر جب تین گھڑیاں گزر گئیں تو وہ ان کے پیچھے نکلے حتیٰ کہ وہ شام کی طرف چلے گئے۔ وہ انتہائی دور دراز تک ان کے پیچھے گئے اور ذباب کے پیچھے تک پہنچ گئے۔ پھر یہ لوٹ آئے اور وہ لوگ کھیتیوں میں مشغول ہو گئے۔

ہم نے حدیث ابن کعب رضی اللہ عنہ کے علاوہ بھی ان کی جلاوطنی کے بارے میں سنا جب انہوں نے عہد شکنی کی۔

حضرت عروہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بدر سے لوٹے تو انہیں حسد ہوا اور انہوں نے بدعہدی کا اظہار کیا۔ چنانچہ حضرت جبریل علیہ السلام یہ آیت لے کر اترے۔ وَ اِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِیَانَةً فَانْۢبِذْ اِلَیْهِمْ عَلٰی سَوَآءٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْخَآئِنِیْنَ ﴿۵۸﴾ ''اور اگر آپ کو کسی قوم سے خیانت کا ڈر ہو تو برابر ان کا معاہدہ ان کی طرف پھینک دیجیے۔ بے شک اللہ خیانت کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔''

پھر جب حضرت جبریل علیہ السلام فارغ ہوئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے ان سے ڈر ہے۔ پھر آپ اس آیت کی وجہ سے چل پڑے حتیٰ کہ وہ لوگ آپ کے حکم پر اتر آئے اور ان کے اموال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہو گئے اور اولاد اور عورتیں ان کی ہو گئیں۔

حضرت ربیع بن سبرہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد سے نقل فرماتے ہیں کہ میں شام سے آ رہا تھا۔ اچانک میں نے بنو قینقاع کو دیکھا۔ وہ اپنے بچوں اور عورتوں کو اونٹوں پر سوار کیے خود پیدل چل رہے تھے۔ میں نے ان سے پوچھا تو وہ کہنے لگے: ہمیں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جلاوطن کر دیا اور ہمارے اموال لے لیے۔ میں نے کہا: تم کہاں جا رہے ہو؟ کہنے لگے: شام۔ سبرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب وہ وادی قریٰ میں اترے تو ایک ماہ ٹھہرے۔ وادی قریٰ کے یہودیوں نے ان میں سے پیدل کو بھی سواری دی اور انہیں قوت بہم پہنچائی۔ وہ لوگ کھیتیوں کی طرف چلے گئے۔ وہ وہیں رہے۔ ان میں سے بہت کم باقی بچے۔

حضرت عبداللہ بن ابوبکر بن حزم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابولبابہ بن عبدالمنذر رضی اللہ عنہ کو تین مرتبہ مدینہ پر اپنا نائب مقرر فرمایا۔ غزوہ بدر، غزوہ بنو قینقاع اور غزوۂ سویق میں۔

غزوہ سویق

۲۲ ویں ماہ ذوالحجہ میں غزوہ سویق پیش آیا

رسول اللہ ﷺ احد کے دن ۵ ذوالحجہ کو نکلے، پھر ۵ دن غائب رہے۔

حضرت زہری اور محمد بن کعب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جب مشرکین بدر سے مکہ واپس آئے تو ابوسفیان نے خود پر تیل کو حرام قرار دیا، حتیٰ کہ وہ محمد اور ان کے ساتھیوں سے اپنی قوم کا بدلہ نہ لے لے۔ چنانچہ وہ دوسو سواروں میں نکلا۔

اور حدیث ابن کعب رحمۃ اللہ علیہ میں ہے کہ وہ ۴۰ سواروں میں نکلا۔ حتیٰ کہ نجد یہ چلے گئے۔ وہ بنونضیر کے پاس رات کے وقت آئے اور حیی بن اخطب کے پاس ٹھہرے۔ تاکہ اس سے نبی کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ کی خبر حاصل کریں۔ اس نے انہیں بتانے سے انکار کردیا۔ پھر وہ سلام بن مکشم کے پاس ٹھہرے تو اس نے انہیں بتادیا اور ان کی مہمان نوازی کی اور ابوسفیان کو شراب پلائی اور نبی کریم ﷺ اور صحابہ کی سب خبریں اسے بتادیں۔

پھر جب سحری کا وقت ہوا تو وہ نکلا اور عریض مقام پر سے گزرا۔ وہاں اس نے ایک انصاری کو اپنے مزدور کے ساتھ اپنی کھیتی میں کام کرتے ہوئے پایا۔ پھر اسے اور اس کے مزدور کو قتل کردیا اور عریض میں دو گھروں کو جلا ڈالا اور ان کی کھیتی جلادی۔ اس نے دیکھا کہ اس کی قسم پوری ہوگئی، پھر وہ بھاگ گیا۔ اسے مسلمانوں کے ڈھونڈنے کا ڈر تھا۔ یہ بات رسول اللہ ﷺ کو پہنچی تو آپ نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو پکارا۔ وہ اس کی تلاش میں نکلے۔ ابوسفیان اور اس کے ساتھی ڈر گئے تھے۔ وہ ستو کے تھیلے پھینک گئے اور یہ ان کا عمومی طور پر توشہ ہوتا تھا۔ مسلمان ان کے پاس سے گزرتے گئے اور انہیں اٹھاتے گئے۔ اسی وجہ سے اس غزوہ کا نام غزوہ سویق پڑ گیا۔ حتیٰ کہ آپ ﷺ مدینہ پہنچ گئے۔ ابوسفیان نے یہ اشعار کہے: (حدیث زہری رحمۃ اللہ علیہ)

سلام بن مکشم نے میرے پیاسے ہونے پر مجھے ایسی شراب پلائی جس میں جوش نہیں تھا اور مجھے سیراب کردیا۔ یہ ابوعمرو ہے جو انتہائی سخی آدمی ہے اور اس کا شہر یثرب ہر سفید سردار کا ٹھکانہ ہے۔

زہری رحمۃ اللہ علیہ اس کی کنیت ابوعمرو بتلاتے ہیں اور لوگ ابوحکم بتلاتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ پر حضرت ابولبابہ بن عبدالمنذر رضی اللہ عنہ کو اپنا نائب مقرر فرمایا۔

حضرت زہری رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ یہ غزوہ ۲۲ ویں ماہ ذوالحجہ میں پیش آیا۔

غزوۂ قرارۃ الکدر

یہ ۲۳ویں ماہ محرم کی ۱۵ تاریخ کو بنوسلیم اور غطفان کی طرف ہوا۔ آپ ﷺ ۵ راتیں غائب رہے۔

حضرت یعقوب بن عتبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ مدینہ سے قرارۃ الکدر کی طرف نکلے۔ اس بارے میں آپ کو غلط اطلاع ملی تھی کہ اس جگہ قبیلہ غطفان اور سلیم اکٹھے ہو رہے ہیں۔ آپ ﷺ ان کی طرف چل نکلے۔ آپ نے ان کی طرف راستے کو اختیار کیا۔ حتیٰ کہ جب آپ آئے تو آپ نے وہاں جانوروں کے ٹھہرنے کے آثار دیکھے اور میدان میں کسی کو نہ دیکھا۔ آپ نے وادی کی بالائی جانب اپنے چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھیجا۔

رسول اللہ ﷺ بطنِ وادی میں ان کے سامنے آئے۔ وہاں ان کے چرواہوں کو پایا۔ ان میں سے یسار نامی غلام سے آپ نے لوگوں کے بارے میں پوچھا تو اس نے کہا: مجھے ان کے بارے میں کچھ پتہ نہیں۔ میں یہاں ۵ دن کے لیے آیا ہوں اور آج میرا چوتھا دن ہے اور لوگ تو پانیوں کی طرف گئے ہوئے ہیں اور ہم جانوروں میں اکیلے ہیں۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ واپس لوٹ گئے۔ آپ کو غنیمت میں جانور حاصل ہوئے۔ آپ مدینہ کی طرف چل پڑے۔ حتیٰ کہ جب آپ نے فجر کی نماز پڑھی تو وہاں یسار کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔ آپ نے لوگوں کو غنیمتیں تقسیم کرنے کا حکم دے دیا۔ لوگوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ہمارے لیے بہتر یہ ہے کہ ہم سب جانوروں کو اکٹھے ہانک کر لے جائیں۔ اس لیے کہ ہم سے بعض کمزور ہیں جو اپنے حصے والے جانوروں کو لے کر نہیں جاسکتے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تقسیم کرلو۔ لوگوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ایک غلام باقی بچ گیا ہے جسے آپ نے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔ ہم اسے آپ کے حصے میں شامل کیے دیتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

> کیا تم اپنی دلی رضامندی سے ایسے کرو گے؟ لوگوں نے عرض کیا: جی ہاں، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے اسے قبول کرلیا اور آزاد فرما دیا۔ لوگوں نے کوچ کیا اور اللہ کے رسول ﷺ مدینہ تشریف لے آئے۔ انہوں نے اموالِ غنیمت تقسیم کرلیے۔ ان میں سے ہر شخص کو سات سات مال بردار اونٹ حصے میں آئے اور لوگوں کی تعداد ۲۰۰ تھی۔

حضرت ابو اروی دوسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں بھی اس جماعت میں تھا۔ اور میں ان لوگوں میں تھا جو جانوروں کو ہانکنے پر مامور تھے۔ جب ہم مقامِ حرار میں پہنچے۔ یہ مدینہ سے تین میل کے فاصلے پر ہے تو آپ نے جانوروں کے ۵ حصے کیے۔ کل جانور ۵۰۰ اونٹ تھے۔ آپ نے پانچواں حصہ نکالا اور بقیہ چار حصے مسلمانوں پر تقسیم کردیے۔ ان میں سے ہر شخص کو دو دو اونٹ ملے۔

حضرت ابو عفیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے مدینہ پر حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو اپنا نائب مقرر فرمایا۔ وہ انہیں جمعہ پڑھاتے تھے اور منبر کی ایک جانب ہو کر خطبہ دیتے تھے۔ آپ منبر کو اپنی بائیں طرف رکھتے۔

کعب بن اشرف کا قتل

اس کا قتل ۲۵ ویں ماہ ربیع الاول میں ہوا

حضرت یزید بن رومان، ابن کعب بن مالک اور جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہم سے منقول ہے کہ ایک جماعت کا کہنا ہے: ابن اشرف شاعر تھا۔ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کی توہین کرتا تھا اور اپنے اشعار میں کفارِ قریش کو مسلمانوں کے خلاف ابھارتا تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو وہاں کے رہنے والے مختلف مذاہب کے لوگ تھے۔ ان میں سے بعض مسلمان تھے، جنہیں اسلام کی دعوت نے اکٹھا کر دیا تھا۔ ان میں سے بعض ہتھیار والے تھے اور بعض قلعوں والے اور بعض لوگ دو قبیلوں: اوس اور خزرج کے حلیف تھے۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو آپ نے ان سب سے صلح کر لی اور معاہدہ لکھ لیا۔ ایک شخص مسلمان ہوتا اور اس کا باپ مشرک۔

پھر مدینہ کے یہودی اور مشرکین اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کو سخت تکالیف پہنچانے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی اور مسلمانوں کو اس پر صبر کرنے اور ان سے درگزر کا حکم دیا اور ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی: وَ لَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَ مِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا اَذًى كَثِيْرًا ۭ وَ اِنْ تَصْبِرُوْا وَ تَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ "اور آپ ان لوگوں سے جنہیں آپ سے پہلے کتاب دی گئی اور مشرکین سے بہت سی تکلیف دہ باتیں سنیں گے اور اگر صبر کریں گے اور تقویٰ اختیار کریں گے تو یہ چیز ہمت والے کاموں میں سے ہے۔" اور ان کے بارے میں اللہ نے یہ آیت اتاری: "اہل کتاب میں سے بہت سے چاہتے ہیں...... الایۃ۔"

پھر جب ابن اشرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو تکلیف دینے سے باز نہ آیا اور انہیں یہ بات معلوم ہوگئی تو جب حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ بدر سے مشرکین کے قتل کی خوشخبری لے کر آئے اور قیدیوں کے بارے میں بتلایا۔ پھر اس نے قیدیوں کو بندھا ہوا دیکھا تو بہت رنجیدہ خاطر ہوا اور طیش میں آ گیا۔

پھر اپنی قوم سے کہنے لگا: تمہاری بربادی ہو۔ اللہ کی قسم! آج کے دن زمین کا پیٹ تمہارے لیے اس کی پشت سے بہتر ہے۔ یہ لوگوں کے سردار ہیں جو قتل ہو گئے اور قیدی بن گئے، تمہارے پاس کیا ہے؟ وہ کہنے لگے: اس کی دشمنی جب تک ہم زندہ ہیں۔ کہنے لگا: تم کیا ہو، اس نے تو اپنی قوم کو روند ڈالا اور انہیں ہلاک کر دیا۔ لیکن میں قریش کے پاس جاؤں گا اور انہیں خوب

ابھاروں گا اور ان کے مقتولین پر روؤں گا۔ شاید وہ تیار ہو جائیں اور میں ان کے ساتھ نکلوں۔

کعب بن اشرف کی گستاخی

پھر وہ نکل پڑا اور مکہ آ گیا۔ اس نے اپنا ٹھکانہ ابو وداعہ بن ضبیرہ سہمی کے ہاں بنایا۔ اس کے نکاح میں عاتکہ بنت اسید بن ابو عیص تھی۔ وہ قریش پر مرثیہ پڑھنے لگا اور کہنے لگا:

بدر کی چکی اپنے اہل کی ہلاکت کے لیے چل پڑی اور بدر جیسے واقعہ کے لیے چیخا اور رویا جاتا ہے۔ لوگوں کے سردار اس کے حوضوں کے آس پاس ہلاک ہو گئے۔ تم بعید نہ سمجھو کہ بادشاہ بھی پچھاڑ دیے جائیں گے۔

ذلیل قومیں اپنی ناراضگی کو لے کر کہتی ہیں کہ کعب بن اشرف جزع فزع کر رہا ہے۔ وہ سچ کہہ رہے ہیں۔ کاش! زمین پر کوئی ایسی گھڑی آتی کہ وہ بھی قتل کر دیے جاتے۔ وہ اپنے اہل کو لے کر دھنس جاتی اور پھٹ جاتی۔ کتنے ہی سفید بزرگی اور شرافت والے اس میں ہلاک ہو گئے۔ کمینہ آدمی جن کی طرف ٹھکانہ پکڑتا ہے۔ جس کے ہاتھ بھلائی کے لیے کھلے ہیں۔ جب ستارے نکلتے ہیں، وہ بوجھوں کو اٹھانے والا اور شفیق و مہربان سردار ہے۔ مجھے اطلاع ملی ہے کہ بنو مغیرہ سب کے سب ابو حکیم کے قتل کی وجہ سے ڈر گئے ہیں اور انہیں قید کر لیا گیا ہے اور ربیعہ کے دونوں بیٹے بھی اس کے پاس چلے گئے ہیں اور منبہ بھی۔ کیا اس نے ہلاک ہونے والوں کی مثل پیروکار پائے ہیں۔

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا جواب

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے اپنے ان اشعار میں اس کو جواب دیا۔ کیا وہ کعب کے لیے رویا ہے، پھر اس کے غم میں بیمار پڑ گیا ہے اور وہ نکتا ہو کر جینا چاہتا ہے جو کچھ سن بھی نہ سکے۔ میں نے وادئ بدر میں دیکھا ہے، ان میں سے بعض قتل ہوئے اور ان کی وجہ سے آنکھیں رو رو کر سوج گئی ہیں۔ سو تو رو! تو تو ایک کمینے شخص پر روئی ہے جیسے کتا کتیا کے پیچھے جاتا ہے اور رحمن نے ان میں سے سردار کو عزت بخشی اور ایسی قوم کی توہین کی جنھوں نے اس سے لڑائی کی اور وہ پچھاڑے گئے اور وہ نجات پا گیا اور ان میں سے وہ شخص ہلاک ہو گیا جس کا دل اس کے خوف میں مشغول رہا، قریب تھا کہ پھٹ جائے اور وہ نجات حاصل کر گیا اور ان میں سے وہ ہلاک ہوا جس نے جلد بازی کی۔ بزدل، بھاگنے والا وحشی شکست کھا گیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسان رضی اللہ عنہ کو بلایا اور انہیں کعب کے بارے میں بتلایا کہ وہ کن کے ہاں مہمان ٹھہرا۔ حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

سنو! اسید کو میری طرف سے پیغام پہنچا دو کہ تمہارا ماموں سراب میں آزمایا ہوا بندہ ہے۔ تیری عمر کی قسم! اسید نے اپنے پڑوسی سے وفا نہیں کی اور نہ خالد نے اور نہ ہی نجات پانے والی زینب نے اور عتاب بھی ایسا بندہ ہے جس نے ذمے کی پاسداری نہیں کی، انتہائی جھوٹا ہے، عیب زدہ سر والا سکھایا ہوا بندر ہے۔

جب اسے اس کی توہین کا علم ہوا تو اس نے اس کے کجاوے کو پھینک دیا اور کہنے لگی: ہمیں اس یہودی سے کیا سروکار؟ کیا تم دیکھ نہیں رہے حسان ہمارے ساتھ کیا کر رہا ہے۔ پھر وہ منتقل ہو گیا۔ جب بھی وہ کسی قوم کے ہاں منتقل ہوتا تو رسول اللہ ﷺ حضرت حسان رضی اللہ عنہ کو بلاتے اور فرماتے: ابن اشرف فلاں کے ہاں مہمان ٹھہرا ہے۔ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ مسلسل ان کی ہجو کرتے رہے۔ حتیٰ کہ اس کا کجاوہ پھینک دیا گیا۔ جب اسے کوئی ٹھکانہ نہ ملا تو وہ مدینہ آ گیا۔

جب نبی کریم ﷺ کو ابن اشرف کے آنے کا علم ہوا تو آپ نے فرمایا: اے اللہ! ابن اشرف کے اعلانیہ شر اور اشعار سے، جس چیز کے ذریعے تو چاہے میری کفایت کر۔

آپ ﷺ نے فرمایا: کون میرے لیے ابن اشرف کا کام تمام کرے گا وہ مجھے تکلیف دیتا ہے؟ حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں اے اللہ کے رسول! میں اسے قتل کروں گا۔ آپ نے فرمایا: کر دو۔ پھر حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ چند دن ٹھہرے رہے۔ وہ کچھ نہیں کھاتے تھے۔ آپ ﷺ نے انہیں بلایا اور فرمایا: اے محمد! تم نے کھانا پینا کیوں چھوڑ دیا؟ عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میں نے آپ سے ایک بات کہی تھی۔ معلوم نہیں آپ کو اس سے خوشی ہے یا نہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تم پر کوشش کرنا لازم ہے اور اس کے معاملے میں سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ سے مشورہ کرو۔

قتل گستاخ کی روداد

حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ اور اوس کے چند لوگ اکٹھے ہوئے۔ ان میں حضرت عباد بن بشر، ابو نائلہ سلطان بن سلامہ، حارث بن اوس اور ابو عبس بن جبر رضی اللہ عنہم بھی تھے۔ انہوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ہم اسے قتل کرنا چاہتے ہیں۔ ہمیں اجازت دیجیے کہ ہم کوئی بات کہیں۔ یہ ہمارے لیے ضروری ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کہہ دینا۔ پھر حضرت ابو نائلہ رضی اللہ عنہ اس کی طرف نکلے۔ جب کعب نے انہیں دیکھا تو اس کی حالت کو اجنبی سمجھا اور قریب تھا کہ وہ ڈرائے جاتے۔ اسے ڈر تھا کہ کہیں اس کے پیچھے کوئی گھات نہ ہو۔ حضرت ابو نائلہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہمیں تمہاری طرف ایک حاجت ہے۔ وہ اپنی قوم کے سرداروں اور جماعت میں تھا۔ کہنے لگا: میرے قریب آؤ اور اپنی حاجت بیان کرو۔ اس کا رنگ اڑا ہوا تھا اور اس پر رعب پڑ گیا تھا۔ ابو نائلہ اور محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہما اس کے رضاعی بھائی تھے۔ انہوں نے کچھ دیر باتیں کیں اور شعر گوئی میں مشغول رہے۔

کعب کچھ کھل گیا اور وہ اس دوران کہنے لگا: تم نے اپنی حاجت نہیں بتلائی۔ ابو نائلہ رضی اللہ عنہ انہیں شعر سنانے لگتے۔ ابو نائلہ رضی اللہ عنہ بھی شاعر تھے۔ کعب نے کہا: تمہاری ضرورت، شاید تم چاہتے ہو کہ ہمارے پاس والے لوگ اٹھ جائیں؟ جب لوگوں نے یہ بات سنی تو وہ اٹھ کھڑے ہوئے۔ حضرت ابو نائلہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے اچھا نہیں لگتا تھا کہ لوگ ہماری راز کی باتیں سنیں۔ لوگ یہ سمجھنے لگے ہیں کہ اس شخص کا ہم پر آنا کوئی مصیبت ہے عرب ہم سے لڑ پڑے اور ہم پر ایک کمان سے تیر برسائے اور ہم سے راہ و رسم ختم کر دیا حتیٰ کہ جانیں مشقت میں پڑ گئیں اور عیال ضائع ہو گئے اور ہم نے صدقہ خیرات لینا شروع کر دیا اور ہم

نہیں پاتے جو ہم کھائیں۔

کعب نے کہا: اللہ کی قسم! اے ابن سلامہ! میں بھی تمہیں یہی بیان کرنے والا تھا کہ عنقریب یہی صورت حال پیش آنے والی ہے۔ ابو نائلہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرے ساتھ میرے چند لوگ ہیں۔ وہ بھی یہی رائے رکھتے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ میں انہیں آپ کے پاس لے آؤں۔ پھر ہم آپ سے غلہ یا کھجوریں خریدیں اور آپ اس بارے میں ہم سے اچھا معاملہ کریں اور ہم تیرے پاس وہ چیز بطور رہن رکھوائیں گے جس میں آپ کو اعتماد ہو۔ کعب نے کہا: میرے سرسبز و شاداب درخت عجوہ کھجوریں اگاتے ہیں جن میں داڑھ چھپ جاتی ہے، یعنی وہ خوب موٹی ہوتی ہیں اور اللہ کی قسم! اے ابو نائلہ! میں ایسا نہیں کہ تمہیں ایسی بری حالت میں دیکھ کر مجھے خوشی ہو اور تم معزز لوگوں میں سے ہو۔ تم میرے بھائی ہو۔ ہم نے اکٹھے دودھ پیا ہے۔ سلکان نے کہا: جو میں نے تمہیں محمد کی بات کی ہے اس کے بارے میں کسی کو مت بتلانا۔ کعب نے کہا: میں اس کا ایک حرف بھی ذکر نہیں کروں گا۔ پھر کہا: اے ابو نائلہ! مجھے سچ سچ بتلاؤ، تم اس کے بارے میں کیا چاہتے ہو؟ انہوں نے کہا: ان کی رسوائی اور ان سے علیحدگی۔

کعب کہنے لگا: اے ابو نائلہ! تم نے تو مجھے خوش کر دیا، پھر تم میرے پاس کیا چیز رہن رکھواؤ گے، کیا اپنی اولاد اور اپنی عورتیں؟ انہوں نے کہا: کیا تم ہمیں رسوا کرنا چاہتے ہو اور ہمارے معاملے کو ظاہر کرنا چاہتے ہو، بلکہ ہم تمہارے پاس ہتھیار رہن رکھوائیں گے جو تمہیں پسند ہیں۔ اس نے کہا: ہتھیاروں میں وفا ہوتی ہے۔

سلکان رضی اللہ عنہ نے یہ بات اس لیے کی تاکہ جب وہ اسلحہ لے کر آئیں تو وہ انہیں اجنبی نہ سمجھے۔ پھر ابو نائلہ رضی اللہ عنہ اس کے پاس سے ایک متعینہ تاریخ لے کر نکلے اور اپنے ساتھیوں کے پاس آئے۔ ان سب نے اتفاق کر لیا کہ وہ اس کے پاس آئیں گے۔ جب اس کی مقررہ تاریخ کی شام ہوئی تو وہ عشاء کے وقت نبی کریم ﷺ کے پاس آئے، پھر آپ کو بتلایا۔ آپ بقیع تک ان کے ساتھ چل کر آئے۔ پھر انہیں روانہ کیا اور فرمایا: اللہ کی برکت اور مدد کے ساتھ جاؤ۔ کہا جاتا ہے: جب انہوں نے عشاء کی نماز پڑھ لی تو آپ نے انہیں روانہ کر دیا۔ یہ خوب روشن رات تھی اور ہجرت کے ۲۵ ویں ماہ ربیع الاول کی چودہ تاریخ تھی۔

فرماتے ہیں: پھر وہ چلے گئے اور ابن اشرف کی طرف آ گئے۔ جب وہ اس کے قلعے کے پاس پہنچے تو ابو نائلہ نے اسے آواز لگائی۔ ابن اشرف کی نئی نئی شادی ہوئی تھی۔ وہ کود کر اٹھا۔ اس کی بیوی نے اس کی چادر کے ایک کونے کو پکڑا اور پوچھنے لگی: آپ کہاں جا رہے ہیں؟ آپ ایک جنگجو آدمی ہو اور تمہارے جیسا اس وقت میں نہیں اترتا۔ اس نے کہا: میں نے وعدہ کیا ہے اور وہ میرا بھائی ابو نائلہ ہے۔ اللہ کی قسم! اگر وہ مجھے سویا ہوا پاتا تو مجھے بیدار نہ کرتا۔ پھر اس نے اپنے ہاتھ میں چادر لی اور کہنے لگا: اگر جوان کو مارنے کے لیے بھی بلایا جائے تب بھی وہ لبیک کہتا ہے۔ پھر وہ ان کی طرف اتر آیا۔ انہیں خوش آمدید کہا اور وہ بیٹھ گئے۔

پھر وہ تھوڑی دیر باتیں کرنے لگے۔ پھر انہوں نے اسے کہا: اے ابن اشرف! کیا تم شرج عجوز تک چلو گے، پھر ہم اس میں بقیہ رات بیٹھ کر باتیں کریں گے؟ پھر وہ نکلے اور چلنے لگے، جب وہ شرج کی جانب چلے گئے تو ابو نائلہ رضی اللہ عنہ نے اپنا ہاتھ کعب کے سر میں داخل کر دیا۔ پھر کہا: تیرا ناس ہو، اے ابن اشرف! تم نے کیسا عمدہ عطر لگایا ہوا ہے۔ کعب پسی ہوئی مشک کو پانی اور عنبر کے

ساتھ ملا کر تیل لگاتا۔ حتیٰ کہ وہ اس کی کنپٹیوں پر جم جاتا اور اس کے گھنگریالے خوبصورت بال تھے۔

پھر انہوں نے تھوڑی دیر ہاتھ پھیرا اور اسی طرح واپس کیا۔ حتیٰ کہ جب وہ مطمئن ہو گیا اور ان کے ہاتھ اس کے بالوں میں گھومنے لگے تو انہوں نے اس کے سر کی چوٹیوں کو مضبوطی سے پکڑ لیا اور اپنے ساتھیوں سے کہا: اللہ کے دشمن کو قتل کر دو۔ انہوں نے اپنی تلواروں سے اسے مارنا شروع کر دیا۔

انہوں نے اس پر کپڑا ڈالنا چاہا تو ایسا نہ ہو سکا اور چادر آپس میں ایک دوسرے سے لپٹ گئی۔ وہ ابونائلہ سے چپک گیا۔

حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: مجھے یاد آیا کہ میرے پاس تو ایک خنجر ہے جو میری تلوار میں ہے۔ میں نے اسے نکالا اور اس کی ناف میں رکھ دیا۔ پھر میں نے اس پر زور دیا تو میں نے اس کی شرم گاہ تک اسے کاٹ دیا۔ تب اللہ نے دشمن نے چیخ ماری۔ ادھر یہودیوں کا کوئی قلعہ ایسا نہ رہا جس میں آگ نہ بھڑک گئی ہو۔ بنو حارثہ کے یہود میں سے ایک بنوسنینہ نامی یہودی تھا۔ ان دونوں کے درمیان تین میل کا فاصلہ تھا۔ کہنے لگا: میں یثرب میں خون بہنے کی بو محسوس کر رہا ہوں۔ لوگوں میں سے کسی نے حارث بن اوس کو اپنی تلوار دے ماری اور وہ کعب کو مار رہے تھے۔ جس سے اس کی پنڈلی میں زخم ہو گیا۔

پھر جب وہ فارغ ہوئے تو انہوں نے اس کے سر کو الگ کر لیا اور اسے اپنے ساتھ اٹھا کر لے گئے۔ پھر وہ تیزی سے نکلے۔ انہیں یہودیوں کے پہرہ داروں کا ڈر تھا۔ حتیٰ کہ بنو امیہ بن زید تک پہنچ گئے۔ پھر قریظہ گئے اور ان کی آگ قلعوں میں بلند ہو رہی تھی۔ پھر بعاث تک پہنچے۔ حتیٰ کہ جب وہ حرۂ عریض میں پہنچے تو حارث کا خون پھوٹ پڑا۔ اس نے ان پر دیر کر دی۔ انہوں نے پکار کر انہیں کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میری جانب سے سلام کہنا۔ انہیں ان پر ترس آیا اور انہوں نے اسے بھی اٹھا لیا۔ حتیٰ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ گئے۔ جب وہ بقیع غرقد پہنچے تو انہوں نے نعرۂ تکبیر لگایا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس رات کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔ جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بقیع میں ان کی تکبیر سنی تو اللہ اکبر کہا اور جان گئے کہ انہوں نے اسے قتل کر دیا ہے۔ پھر وہ پہنچ گئے۔ وہ دوڑے آ رہے تھے۔ انہوں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد کے دروازے پر پایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چہرے کامیاب ہو گئے۔ انہوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! اور آپ کا چہرہ بھی، پھر انہوں نے اس کا سر آپ کے قدموں میں ڈال دیا۔ آپ نے اس کے قتل پر الحمد للہ کہا۔

پھر وہ اپنے ساتھی حارث کو لائے۔ آپ نے اس کے زخم میں لعاب مبارک لگایا۔ ان کی گویا ساری تکلیف ہی جاتی رہی۔

اسی بارے میں عباد بن بشر نے اشعار کہے:

میں نے اسے چیخ کر بلایا تو وہ میری آواز کی وجہ سے پریشان نہیں ہوا اور وہ محل کے اوپر چڑھ کر جھانکنے لگا۔ میں نے دوبارہ آواز دی تو اس نے کہا: یہ پکارنے والا کون ہے؟ میں نے کہا: تیرا بھائی عباد بن بشر۔ محمد نے کہا: ہماری طرف جلدی سے آؤ۔ ہم تمہارے پاس آئے ہیں تاکہ تم ہمیں شکریہ کا موقع دو اور ہماری مہمان نوازی کرو اور ہمیں سہارا دو۔ ہم فاقہ کشی کی حالت میں تمہارے پاس آئے ہیں۔ ہمیں آدھا غلہ اور کھجوریں دے دو۔

اور یہ ہماری زر ہیں بطورِ رہن ہیں۔ انہیں پورے ایک ماہ یا آدھے ماہ کے لیے لے لو۔ پھر کہا: رشتہ دار محتاج اور بھوکے ہو گئے۔ وہ فقر کے بغیر ہی مالداری سے محروم ہو گئے۔ وہ ہماری جانب تیزی سے اترا اور ہمیں کہا: تم کسی معاملے کے لیے آئے ہو۔ اور ہمارے دائیں ہاتھوں میں تیز دھاری والے ہتھیار تھے۔ جنہیں میری جماعت نے کفار پر آزمایا تھا۔ ابن مسلمہ مرادی نے اس سے معانقہ کیا۔ اس میں ببر شیر جیسی پکڑ تھی۔ اس نے مضبوطی سے اپنی تلوار اس پر سونت لی اور ابو عبس بن جبر نے اس کا خون ٹپکا دیا۔ میں اور میرے دونوں ساتھی مل گئے۔

جب ہم نے اس کا خون ٹپکا دیا۔ میں اور میری دونوں ساتھی مل گئے۔ جب ہم نے اس خبیث کو بکرے کی طرح ذبح کر دیا۔ اس کے سر کو لے کر معزز لوگوں کی ایک جماعت گزری۔ جو صدق و نیکی میں اپنا ثانی نہیں رکھتے اور اللہ ہمارا چھٹا تھا۔ سو ہم افضل نعمت اور باعزت مدد پر اس کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

ابن ابی حبیبہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: میں نے ان اشعار کے کہنے والے کو دیکھا ہے۔

حضرت ابن ابوزناد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اگر ابن ابی حبیبہ کا قول نہ ہوتا تو میں سمجھتا کہ یہ پکی بات ہے۔

کہتے ہیں: پھر ابن اشرف کے قتل والی رات کی اگلی صبح اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں جو بھی کسی یہودی پر قابو پائے تو اسے قتل کر ڈالے۔ یہودی ڈر گئے اور ان کے بڑے لوگوں میں سے کوئی بھی باہر نہ آیا اور نہ وہ نکلے۔ انہیں رات کو ابن اشرف کی طرح مارے جانے کا ڈر لاحق ہو گیا۔

یہودِ بنو حارثہ میں سے ابن سنینہ نامی ایک یہودی تھا۔ یہ حویصہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا حلیف تھا۔ وہ مسلمان ہو گئے تھے۔ محیصہ ابن سنینہ کے پاس آیا اور اسے قتل کر دیا۔ حویصہ محیصہ کو مارنے لگے اور وہ اس سے عمر میں بڑے تھے۔ اے اللہ کے دشمن! کیا تم نے اسے قتل کر دیا؟ اللہ کی قسم! اس کے مال کی کتنی چربی تیرے پیٹ میں ہے۔ محیصہ نے کہا: اللہ کی قسم! جس ذات نے مجھے اس کے قتل کا حکم دیا تھا اگر وہ مجھے تیرے قتل کا حکم دیتے تو میں تجھے بھی قتل کر دیتا۔ انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! اگر محمد تمہیں میرے قتل کا حکم دیتے تو کیا تم مجھے بھی قتل کر دیتے؟ انہوں نے فرمایا: ہاں۔ حویصہ نے کہا: اللہ کی قسم! جو دین اس انتہاء کو پہنچ سکتا ہے وہ بڑا ہی بہترین دین ہے۔ اس دن حویصہ بھی مسلمان ہو گئے۔ پھر محیصہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ یقینی بات ہے۔ میں نے کسی کو اس کا انکار کرتے نہیں دیکھا۔

میری ماں کا بیٹا مجھے ملامت کرتا ہے اگر مجھے اس کے قتل کا حکم دیا جاتا تو میں سفید تلوار سے اس کی کنپٹی تک کاٹ دیتا۔ ایسی تیز تلوار سے جو نمک کے رنگ کی طرح سفید ہے۔ اسے خوب اچھی طرح تیز کیا گیا ہے۔ جب بھی تو اسے آزمائے گی تو وہ جھوٹی نہیں پڑے گی اور مجھے اس چیز کی خوشی نہیں کہ میں فرمانبردار ہو کر تجھے قتل کر دوں اور میرے لیے بصری اور مارب کا درمیانی علاقہ ہو۔

چنانچہ یہودی اور ان کے ساتھ والے مشرکین گھبرا گئے۔ وہ صبح کے وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہنے لگے: رات کو ہماری ساتھی کے پاس لوگ آئے اور وہ ہمارا سردار تھا۔ یہ بلا جرم اور بغیر کسی وجہ کے دھوکے سے قتل ہوا ہے۔ ہم اسے جانتے

ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر وہ اسی پر برقرار رہتا جس پر دیگر لوگ ہیں تو اس کے ساتھ یہ سب نہ ہوتا۔ لیکن اس نے ہمیں تکلیف پہنچائی اور شعر گوئی میں ہماری بے عزتی کی اور جو بھی تم میں سے یہ کام کرے گا تو اس کے لیے تلوار ہوگی۔

آپ ﷺ نے انہیں اس کی دعوت دی کہ آپس میں ایک معاہدہ لکھ لیا جائے جس سے وہ باز رہیں۔ چنانچہ انہوں نے اپنے اور آپ کے درمیان رملہ بنتِ حارث کے گھر میں کھجور کے درخت کے نیچے ایک معاہدہ لکھ لیا۔ پھر یہود باز آ گئے اور ڈر گئے اور ابن اشرف کے قتل کے دن سے انہیں رسوائی ملی۔

حضرت ابراہیم بن جعفر رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد سے نقل فرماتے ہیں کہ مروان بن حکم نے جو مدینہ پر امیر تھا اور اس کے پاس یامین نضری کا بیٹا تھا، سے کہا: ابن اشرف کیسے قتل ہوا؟ ابن یامین نے کہا: دھوکے سے۔ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ سخت بڑھاپے کی حالت میں وہاں بیٹھے ہوئے تھے۔ فرمانے لگے: اے مروان! کیا تیرے نزدیک اللہ کے رسول ﷺ دھوکہ دے سکتے ہیں؟ اللہ کی قسم! ہم نے اسے رسول اللہ ﷺ کے حکم سے ہی قتل کیا ہے۔ اللہ کی قسم! مجھے اور تجھے گھر کی چھت نے ٹھکانہ نہیں دیا سوائے مسجد کے اور تم اے ابن یامین! اللہ کے لیے مجھ پر لازم ہے اگر مجھے موقع ملا اور میں تجھ پر قادر ہوا اور میرے ہاتھ میں تلوار ہوئی تو میں تیرا سر قلم کردوں گا۔ چنانچہ ابن یامین بنو قریظہ میں نہیں ٹھہرتا تھا، حتیٰ کہ وہ اپنا قاصد بھیجتا جو محمد بن مسلمہ کو دیکھتا۔ اگر وہ اپنی زمینوں میں مشغول ہوتے تو یہ اترتا اور اپنی ضرورت پوری کرتا۔ پھر چلا جاتا۔ وگرنہ اترتا ہی نہیں۔

ایک مرتبہ حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ ایک جنازے میں تھے اور ابن یامین بقیع میں تھا۔ انہوں نے ایک عورت کی قبر پر تر ٹہنیاں دیکھیں۔ وہ آئے اور انہیں اٹھا لیا۔ لوگ کھڑے ہو گئے۔ انہوں نے کہا: اے ابوعبدالرحمن! آپ کیا کر رہے ہیں؟ ہم آپ کے لیے کافی ہیں۔ پھر وہ اس کی طرف اٹھے اور اسے ایک ایک چھڑی مارنے لگے، حتیٰ کہ وہ ساری چھڑیاں اس کے چہرے اور سر پر توڑ دیں۔ حتیٰ کہ اسے صحیح حالت میں نہ چھوڑا۔ پھر اسے چھوڑا اور وہ نیم مردہ ہو گیا تھا۔ پھر فرمایا: اللہ کی قسم! اگر میں تلوار پر قادر ہوتا تو اس سے تیری جان لے لیتا۔

ذی امر میں غزوۂ غطفان کا بیان

یہ ۲۵ ویں ماہ ربیع الاول میں ہوا۔

رسول اللہ ﷺ ربیع الاول کی بارہ تاریخ کو جمعرات کے دن نکلے۔ پھر گیارہ دن غائب رہے۔

حضرت عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہ و دیگر حضرات سے کچھ زیادتی کے ساتھ منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو یہ بات معلوم ہوئی کہ ذی امر مقام میں ثعلبہ اور محارب کا ایک لشکر اکٹھا ہو رہا ہے اور وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ کے اطراف میں حملہ آور ہوں۔ انہیں انہی میں سے ایک شخص نے اکٹھا کیا تھا۔ جس کا نام دعثور بن حارث بن محارب تھا۔

چنانچہ رسول اکرم ﷺ نے مسلمانوں کو تیار کیا اور آپ ۴۵۰ افراد کو لے کر لے نکلے اور ان کے پاس گھوڑے تھے۔ آپ منقی کے راستے پر ہولیے۔ پھر آپ خبیت کی گھاٹی پر سے گزرے۔ پھر ذی قصہ کی گھاٹی کی طرف نکلے۔ وہاں ان میں سے ایک شخص ملا۔ اس کا نام جبار تھا اور یہ بنو ثعلبہ میں سے تھا۔ لوگوں نے پوچھا: تم کہاں کا ارادہ رکھتے ہو؟ اس نے کہا: یثرب جارہا ہوں۔ پوچھا: یثرب میں کیا کام ہے؟ کہنے لگا: میں چاہتا ہوں کہ اپنے لیے ٹھکانہ تلاش کروں اور دیکھوں۔ پوچھا: کیا تم کسی لشکر پر سے گزرے ہو یا تمہیں اپنی قوم کی کوئی خبر پہنچی ہے؟ اس نے کہا: نہیں۔ مگر مجھے یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ دعثور بن حارث چند لوگوں کو لے کر اپنی قوم سے الگ ہو گیا ہے۔ انہوں نے اسے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ نے اسے اسلام کی دعوت دی۔ اس نے اسلام قبول کرلیا اور عرض کیا: اے محمد! وہ لوگ آپ سے ہرگز جنگ نہیں کریں گے۔ جب وہ آپ کے نکلنے کا سنیں گے تو پہاڑوں کی چوٹیوں پر بھاگ جائیں گے۔

میں آپ کے ساتھ چلتا ہوں اور ان کی خفیہ جگہوں کی آپ کو خبر دوں گا۔ نبی کریم ﷺ انہیں ساتھ لے کر نکلے اور انہیں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے ساتھ ملا لیا۔ اس نے ایسا راستہ اختیار کیا جس میں آپ کو ٹیلے کی جانب سے ان پر اتار دیا۔ دیہاتی آپ سے ڈر کر بھاگ کھڑے ہوئے اور پہاڑوں پر چڑھ گئے اور اس سے پہلے وہ اپنے مال مویشیوں کو بھی پہاڑوں کی چوٹیوں پر چھوڑ آئے تھے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ کو کسی کی ہزیمت کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔ صرف آپ پہاڑوں کی چوٹیوں میں انہیں دیکھ رہے تھے۔ آپ وادی ذی امر میں اتر آئے اور ان کے کیمپوں میں پڑاؤ ڈال دیا۔ وہاں خوب بارش ہوئی۔ رسول اللہ ﷺ اپنی حاجت کے لیے گئے تو آپ کو بھی بارش لگی اور آپ کے کپڑے بھیگ گئے۔ آپ ﷺ نے وادی ذی امر اپنے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان تقسیم کر دی۔

توکل علی اللہ کی بہترین مثال

پھر آپ نے اپنے کپڑے اتارے اور انہیں خشک ہونے کے لیے جھاڑا اور درخت پر ڈال دیا۔ پھر اس کے نیچے لیٹ گئے۔ دیہاتی آپ کے ہر عمل کو بغور دیکھ رہے تھے۔ دیہاتیوں نے دعثور سے کہا: (وہ ان کا سردار تھا اور ان میں سب سے زیادہ بہادر تھا) محمد نے تجھے موقع دیا ہے اور وہ اپنے صحابہ سے الگ ہوا ہے۔ اگر وہ اپنے صحابہ کو مدد کے لیے بلائے تو نہیں بلا سکتا۔ اب تم انہیں قتل کر سکتے ہو۔ اس نے ان کی تلواروں میں سے ایک تیز دھاری تلوار لی۔ پھر تلوار سونتے سامنے آیا اور نبی کریم ﷺ کے سر مبارک پر تلوار ابھار کر کہنے لگا: اے محمد! آج تجھے مجھ سے کون بچائے گا؟ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: اللہ!!! حضرت جبریل علیہ السلام نے اس کے سینے میں دھکا دیا۔ تلوار اس کے ہاتھ سے گر گئی۔ رسول اللہ ﷺ نے اسے اٹھا لیا اور اس کے سر پر کھڑے ہو گئے اور فرمایا: تمہیں آج مجھ سے کون بچائے گا؟ کہنے لگا: کوئی نہیں۔ پھر کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں۔ اللہ کی قسم! میں کبھی آپ کے خلاف لشکر اکٹھا نہیں کروں گا۔

آپ ﷺ نے تلوار اسے دے دی، پھر وہ پیٹھ پھیر کر جانے لگا۔ پھر متوجہ ہوا اور کہنے لگا: اللہ کی قسم! آپ مجھ سے بہتر ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میں تیری بنسبت اس کا زیادہ حق دار ہوں۔ پھر وہ اپنی قوم کے پاس آیا۔ انہوں نے کہا: وہ کہاں گیا جو تم کہہ رہے تھے۔ انہوں نے تجھے موقع بھی دیا اور تلوار تمہارے ہاتھ میں تھی؟ فرمایا: اللہ کی قسم! ایسا ہی تھا مگر میں نے ایک لمبے قد والے سفید مرد کو دیکھا۔ اس نے میرے سینے میں دھکا دیا اور میں پیٹھ کے بل گر پڑا۔ میں جان گیا کہ وہ فرشتہ ہے اور میں نے گواہی دے دی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں۔ اللہ کی قسم! میں کبھی ان کے خلاف لوگوں کو جمع نہیں کروں گا اور وہ اپنی قوم کو اسلام کی طرف دعوت دینے لگا۔

اس بارے میں یہ آیت نازل ہوئی: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ هَمَّ قَوْمٌ اَنْ يَّبْسُطُوْٓا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ فَكَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ "اے ایمان والو! اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو جو اس نے تم پر کی، جب ایک قوم نے ارادہ کیا کہ تمہاری طرف اپنے ہاتھ بڑھائیں، پھر اللہ نے ان کے ہاتھوں کو آپ سے ہٹا دیا......" الآیۃ۔

نبی کریم ﷺ گیارہ راتیں غائب رہے اور آپ نے مدینہ پر حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو نائب مقرر فرمایا۔

فرع کی جانب بحران میں غزوۂ بنو سلیم کا بیان

یہ غزوہ ۲۷ ویں ماہ جمادی الاولیٰ کے شروع میں پیش آیا۔ آپ ﷺ دس دن غائب رہے۔

حضرت زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جب رسول اللہ ﷺ کو یہ خبر پہنچی کہ بنو سلیم کا ایک بہت بڑا لشکر بحران میں ہے تو آپ ﷺ نے اس کی تیاری کی اور کسی کو اس کی وجہ نہیں بتائی۔ پھر آپ اپنے تین سو صحابہ رضی اللہ عنہم کو لے کر نکلے۔ آپ مسلسل چلتے رہے۔ حتیٰ کہ جب آپ بحران سے ایک رات کے فاصلے پر تھے تو آپ بنو سلیم کے ایک آدمی سے ملے۔ لوگوں نے اس سے اس کی

قوم اوران کے لشکر کے بارے میں پوچھا۔ اس نے بتلایا کہ وہ کل شام بکھر گئے اور اپنے پانی کی طرف چلے گئے۔ آپ ﷺ نے حکم فرمایا اور اسے بھی ایک شخص کے ساتھ قید کرلیا گیا۔ پھر آپ چلے، حتیٰ کہ جب آپ بحران آئے تو وہاں کوئی نہیں تھا۔ آپ وہاں چند دن ٹھہرے، پھر لوٹ گئے اور کسی قسم کی ہزیمت کا سامنا نہیں ہوا۔ آپ ﷺ نے اس شخص کو بھی چھوڑ دیا۔

حضرت محمد بن سہل رحمہ اللہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے اس موقع پر ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو اپنا نائب مقرر فرمایا۔

سریہ قردہ کا بیان

اس میں حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ یہ پہلا سریہ ہے جس میں حضرت زید رضی اللہ عنہ امیر بن کر نکلے۔ آپ رضی اللہ عنہ ۲۷ ویں ماہ یکم جمادی الاخری کو تشریف لے گئے۔

حضرت محمد بن حسن بن اسامہ بن زید رضی اللہ عنہم اپنے گھر والوں سے نقل فرماتے ہیں کہ قریش شام کے راستے میں چلنے سے ڈر گئے تھے۔ انہیں رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کا خوف تھا اور وہ ایک تاجر قوم تھی۔ صفوان بن امیہ کہنے لگا: محمد اور اس کے ساتھیوں نے ہمیں ہماری جائے تجارت سے روک دیا ہے۔ ہم نہیں جانتے ہم اپنے ساتھیوں کا کیا کریں، وہ ساحل سے بھی نہیں گزرتے اور ساحل والوں نے بھی ان سے معاہدہ کرلیا ہے اوران کے عام لوگ بھی ان کے ساتھ مل گئے ہیں۔ ہم نہیں جانتے ہم کہاں سے جائیں اور اگر ہم ٹھہرے رہے تو ہم اپنا اصل مال بھی کھا جائیں گے اور ہم ایسے علاقے میں رہ رہے ہیں کہ اس میں ہمارے لیے خرچہ نہیں ہے۔ ہم اس میں صرف اس صورت میں رہ سکتے ہیں کہ گرمیوں میں شام کی طرف تجارت کریں اور سردیوں میں حبشہ کی طرف۔

اسود بن مطلب نے اسے کہا: ساحل کو چھوڑو۔ عراق کا راستہ اختیار کرو۔ صفوان کہنے لگا: میں اس راستے کو نہیں پہچانتا۔ ابو زمعہ کہنے لگا: میں تمہیں ایک شخص کے بارے میں بتلاؤں گا جو تمہاری راہنمائی کرے گا۔ وہ اس پر چلا ہوا ہے اور وہ پوشیدہ راستہ ہے اگر اللہ نے چاہا۔

اس نے پوچھا: وہ کون ہے؟ کہنے لگا: فرات بن حیان عجلی۔ اس نے یہ راستہ عبور کیا ہے اور اس پر سفر کیا ہے۔ صفوان نے کہا: اللہ کی قسم! یہ ٹھیک رہے گا۔ پھر اس نے فرات کی طرف پیغام بھیجا۔ وہ اس کے پاس آیا۔ اس نے کہا: میں شام جانا چاہتا ہوں مگر محمد نے ہماری تجارت میں رکاوٹ ڈال دی ہے۔ اس لیے کہ ہمارے قافلوں کا راستہ وہی ہے۔ میں عراق کے راستے سے جانا چاہتا ہوں۔ اسے محمد کے کسی ساتھی نے نہیں دیکھا۔ وہ گرم اور صحرائی علاقہ ہے۔ صفوان نے کہا: یہی تو میں چاہتا ہوں۔ صحرائی ہونے میں حرج نہیں ہے اس لیے کہ ابھی سردی کا موسم ہے اور ہمیں پانی کی زیادہ ضرورت نہیں ہے۔ چنانچہ صفوان بن امیہ نے تیاری کی۔ ابوزمعہ نے اس کے ساتھ ۳۰۰ مثقال سونا اور ایک نقر چاندی بھیجی اور اس کے ساتھ قریش کے آٹھ دس جوانوں کو بھی بھیجا۔ عبداللہ بن ابو ربیعہ اور حویطب بن عبدالعزی بھی قریش کے جوانوں میں اس کے ساتھ نکلے۔ صفوان بہت سامال لے کر

نکلا۔ ایک نقر چاندی، چاندی کے برتن، جن کا وزن ۳۰ ہزار درہم کی مالیت کا تھا اور وہ ذاتِ عرق کی طرف سے نکلے۔

ادھر نعیم بن مسعود اشجعی مدینہ آیا اور وہ اپنی قوم کے دین پر تھا۔ وہ بنونضیر میں کنانہ بن ابوحقیق کے ہاں مہمان ٹھہرا۔ اس نے اس کے ساتھ شراب پیا اور اس کے ساتھ سلیط بن نعمان بن اسلم نے بھی شراب کیا اور ان دنوں شراب حرام نہیں ہوا تھا۔ وہ بنونضیر کے ہاں آتا رہتا تھا اور ان کے ساتھ شراب پی لیتا تھا۔ نعیم نے صفوان کے قافلے کے ساتھ نکلنے کا ذکر کردیا اور یہ بھی بتلا دیا کہ اس کے ساتھ اتنا اتنا مال ہے۔ وہ اسی وقت نبی کریم ﷺ کی طرف نکل کھڑا ہوا اور آپ کو بتلا دیا۔ آپ ﷺ نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو سو سواروں کے ساتھ بھیجا۔ وہ چوڑائی میں ان کی طرف بھاگے اور قافلے کو پکڑ لیا۔ لوگوں میں سے سردار جنگل کی طرف بھاگ گئے۔ انہوں نے ایک یا دو آدمیوں کو قیدی بنایا اور قافلے کو لے کر نبی کریم ﷺ کے پاس آگئے۔ آپ ﷺ نے اس کے پانچ حصے کیے اور پانچویں حصے کی مالیت ان دنوں ۲۰ ہزار درہم کی قیمت کے برابر تھی۔ باقی مال آپ نے سریہ والوں پر تقسیم فرما دیا۔ قیدیوں میں فرات بن حیان بھی تھا۔ اسے آپ کے پاس لایا گیا۔ اسے کہا گیا: اسلام قبول کرلے۔ اگر تو مسلمان ہوگیا تو ہم تیرے قتل سے رک جائیں گے۔ پھر وہ مسلمان ہوگیا۔ آپ نے اس کے قتل کا ارادہ ترک کردیا۔

غزوۂ احد

غزوہ احد، ہجرت کے ۳۲ ویں ماہ کے آغاز میں، سات شوال کو پیش آیا اور آپ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن اُم مکتوم رضی اللہ عنہ کو مدینہ میں اپنا نائب مقرر فرمایا۔

علامہ محمد بن عمر الواقدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے بہت سے لوگوں نے یہ حدیث کچھ کمی بیشی کے ساتھ بیان کی۔ جن میں سے کچھ کو یہ حدیث دوسروں کے مقابلے میں زیادہ یاد تھی۔ جب میں نے سب کی روایات کو جمع کیا تو تفصیل کچھ اس طرح بنی کہ جب بدر میں شریک مشرکین واپس مکہ پہنچے تو پتہ چلا کہ سابقہ دستور کے مطابق ابوسفیان کا لایا ہوا قافلہ دار الندوہ ہی میں کھڑا ہے اور حصہ داروں کی عدم موجودگی کے باعث قافلہ کا سامان بھی تقسیم نہیں کیا گیا۔ چنانچہ قریش کے سرکردہ حضرات ابوسفیان کے پاس جا پہنچے، جن میں اسود بن مطلب بن اسد، جبیر بن مطعم، صفوان بن امیہ، عکرمہ بن ابی جہل، حارث بن ہشام، عبداللہ بن ابی ربیعہ، حویطب بن عبدالعزیٰ اور حجیر بن ابی اہاب شامل تھے اور ابوسفیان سے کہنے لگے۔

قریشی سردار: ابوسفیان! یہ تمہارا لایا ہوا قافلہ ساز و سامان سمیت تمہارے سامنے ہے اور ابھی تک یہیں ٹھہرا ہوا ہے۔ تم یہ بھی جانتے ہو کہ یہ سامان اہل مکہ کا کل ساز و سامان اور تمام جمع پونجی ہے۔ اہل مکہ اس بات پر بخوشی تیار ہیں کہ یہ مال محمد (ﷺ) کے خلاف جنگ میں لگا دیا جائے۔ کیونکہ آپ کے علم میں ہے کہ گزشتہ جنگ میں ہمارے باپ، بیٹے، قوم کے نوجوان اور اہل قبیلہ کس طرح قتل کر دیے گئے ہیں۔

ابوسفیان: کیا اہل قریش اس پر بخوشی تیار ہیں؟

قریشی سردار: جی ہاں۔

ابوسفیان: تو پھر سب سے پہلے میں اس تجویز کو منظور کرتا ہوں۔ میں اکیلا نہیں بلکہ بنو عبد مناف بھی میرے ساتھ تیار ہیں۔ خدا کی قسم! میں تو بدلہ و انتقام کی آگ میں جل رہا ہوں کیونکہ میرا بیٹا حنظلہ اور قوم کے سردار بدر میں قتل ہوئے ہیں۔

قافلہ وہیں دار الندوہ میں کھڑا رہا تا آنکہ قریشِ مکہ مقامِ احد کی طرف نکلنے کے لیے تیار ہو گئے۔ جس کے لیے انہوں نے قافلہ کا سامان بیچ کر بڑی مقدار میں سونا جمع کر لیا اور ابوسفیان کے حوالے کر دیا گیا۔

ایک روایت میں ہے کہ لوگ ابوسفیان سے کہنے لگے کہ قافلہ کا سامان فروخت کر کے منافع الگ کر لو۔ جبکہ یہ قافلہ ہزار اونٹوں اور پچاس ہزار دینار پر مشتمل تھا اور اہل عرب کی عادت تھی کہ تجارت کی غرض سے شام ہی جایا کرتے تھے جس میں وہ ہر دینار پر ایک دینار نفع کما لیتے تھے لہٰذا کہیں اور نہ جائے۔

ابوسفیان نے بنوزہرہ کا سامان روک لیا اور مخرمہ بن نوفل اور ان کے باپ کی اولاد اور بنوعبد مناف بن زہرہ کا سامان ان کے سپرد کر دیا لیکن مخرمہ بن نوفل نے سامان لینے سے انکار کر دیا تا آنکہ بنوزہرہ کا سامان واپس نہ کر دیا جائے۔ اخنس بن شریق کہنے لگا کہ بنوزہرہ کا سامان ان کے حوالے کیوں نہیں کیا جا رہا۔ ابوسفیان نے کہا: کیونکہ یہ لوگ جنگ بدر میں راستے سے ہی واپس آ گئے تھے۔ اخنس بولا: تم نے ہی تو پیغام بھیجا تھا کہ واپس چلے جاؤ کیونکہ ہم قافلہ کو صحیح سلامت نکال لائے ہیں اور یہی ہمارا مقصد تھا، اب اس کے علاوہ کسی اور چیز کی تلاش میں مت نکلو تو ہم لوٹ آئے۔

اس طرح اخنس کے کلام کے نتیجے میں بنوزہرہ اپنا مال وصول کرنے میں کامیاب ہو گئے اور مکہ کے دیگر لوگوں نے بھی اپنا اپنا مال وصول کر لیا (جس میں زیادہ تر ضعفاء تھے نہ کہ امراء) اس سے پتہ چلتا ہے کہ مکہ والوں نے تجارتی نفع مکمل طور پر جنگ کی تیاری کے لیے دے دیا۔ انہیں کے بارے میں اللہ رب العزت کا ارشاد گرامی ہے:

ترجمہ: بلاشبہ یہ کافر لوگ اس لیے مال خرچ کرتے ہیں تا کہ اللہ کی راہ میں رکاوٹ ڈال سکیں۔

جب سب کا جنگ کے لیے نکلنے پر اتفاق ہو گیا تو ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ ہمیں قبائل عرب سے ملاقات کر کے ان کو اپنے ساتھ شامل کر لینا چاہیے کیونکہ عبد مناف تو ہمیں تنہا نہیں چھوڑیں گے اور عبد مناف ہمارے اقرباء اور ہمارے ساتھ چلنے والے عرب دیہاتیوں کے ساتھ بہتر سلوک کرنے والے لوگ ہیں۔ لہٰذا اس پر اتفاق ہوا کہ قریش کے چار آدمی قبائل عرب کے پاس جائیں اور ان کو جنگ میں ہماری مدد کی ترغیب دیں۔ اس مقصد کے لیے عمرو بن العاص، ہبیرہ بن ابی وہب، ابن الزبعری اور ابوعزہ جمحی کا انتخاب ہوا۔ جس میں سے تین آدمی تو تیار ہو گئے مگر ابوعزہ نے ساتھ جانے سے انکار کر دیا اور کہا کہ بدر کے دن محمد (ﷺ) نے مجھ پر ایک خصوصی احسان فرمایا تھا جو کسی اور پر نہیں اور وہاں میں نے حلف اٹھایا تھا کہ آئندہ میں کسی کو تمہارے خلاف جنگ میں شرکت کے لیے برانگیختہ نہیں کروں گا۔ اب صفوان بن امیہ آیا اور نکلنے کی استدعا کی۔ مگر ابوعزہ نے پھر یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ میں نے محمد ﷺ سے بدر کے دن عہد کیا تھا کہ ان کے خلاف کبھی دشمن کو نہیں بھڑکاؤں گا اور میں اپنے اس وعدہ کو ہر صورت پورا کروں گا کیونکہ جو احسان میرے ساتھ کیا تھا کسی اور کے ساتھ نہیں کیا۔ باقی قیدیوں کو یا تو قتل کر دیا یا پھر فدیہ لے کر چھوڑا گیا۔

صفوان بن امیہ پھر گویا ہوا اور نکلنے کو کہا اور کہا کہ اگر تم زندہ سلامت جنگ سے واپس آ گئے تو تمہاری خواہش کے مطابق تمہیں مال عطا کروں گا اور اگر قتل ہو گئے تو تمہارے اہل خانہ کی کفالت میرے ذمہ ہو گی۔ مگر ابوعزہ مسلسل انکار کرتا رہا اور اگلا دن آ گیا اور صفوان بن امیہ مایوس ہو کر واپس پلٹ گیا۔ پھر اس سے اگلے دن صفوان بن امیہ، جبیر بن مطعم کے ہمراہ ابوعزہ کے پاس آیا اور سابقہ کلام دہرایا اور ابوعزہ انکار پر مصر رہا۔ اب جبیر بن مطعم بولا اور کہا کہ مجھے امید نہ تھی کہ میری زندگی میں کبھی ایسا بھی ہو گا کہ ابووہب تمہارے پاس کسی کام سے آئے اور تم اس سے انکار کر دو۔ اب ابوعزہ نے کہا کہ میں نکلنے کے لیے تیار ہوں۔

ابوعزہ نے عرب کو یہ کہہ کر اکٹھا کرنا شروع کر دیا۔

جنگوں میں ثابت قدم رہنے والے اے قبیلہ عبد مناف!

تم بھی لوگوں کے محافظ ہو اور تمہارے باپ دادا بھی محافظ تھے اور ابوعزہ کے ساتھ بقیہ تین آدمی بھی نکل پڑے اور پورے عرب کو جمع کر لیا اور بنوثقیف والے بھی سب کے سب نکل آئے۔

غزوۂ احد میں قریشی عورتوں کی شرکت

جنگ کے لیے نکلنے سے پہلے قریش کا عورتوں کو ساتھ لے جانے میں اختلاف پڑ گیا۔

مجھے بکیر بن مسمار نے بیان کیا ہے کہ سب سے پہلے صفوان بن امیہ نے رائے دی اور ساتھ لے جانے کا کہا اور مزید کہا کہ سب سے پہلے میں تیار ہوں۔ کیونکہ معرکہ بدر کا زخم ابھی تازہ ہے اور مقتولین بدر کی یاد تازہ کرنے میں عورتوں سے بہتر کوئی ذریعہ نہیں۔ ہم تو مر مٹنے والے لوگ ہیں۔ جب تک انتقام نہ لے لیں گھروں کو واپس نہیں جائیں گے یا پھر وہیں خاک ہو جائیں گے۔

عکرمہ بن ابی جہل بولا اور کہا کہ تمہاری دعوت پر سب سے پہلے میں لبیک کہتا ہوں۔ ادھر سے عمرو بن العاص نے بھی ایسی ہی بات کی۔ دریں اثناء نوفل بن معاویہ الدیلی سامنے آیا اور کہنے لگا: میری رائے ہرگز یہ نہیں ہوگی کہ تم اپنی عزت و آبرو کو دشمن کے سامنے پیش کرو اور مجھے تو یہ بھی خوف ہے کہ کہیں تمہیں جنگ میں شکست نہ ہو جائے اور تم اپنی عورتوں کے سامنے ذلیل و رسوا ہو جاؤ۔

صفوان بن امیہ نے اس رائے کو مسترد کر دیا اور کہا کہ: نہیں ایسا کبھی نہیں ہوگا۔ اب نوفل نے ابوسفیان کے پاس آ کر اپنی بات کو دہرایا۔ اس پر ہند بنت عتبہ (ابوسفیان کی بیوی) نے چلا کر کہا: بخدا تم تو جنگ بدر سے صحیح سالم اپنے گھر آ گئے تھے، ہم تو ہر صورت جنگ میں حصہ لیں گی کیونکہ بدر کی طرف جانے والے رستے ہی سے عورتوں کو واپس کر دیا گیا تھا جس کے نتیجے میں اس دن ہمارے بہت سے قریبی رشتہ دار ہلاک ہو گئے تھے۔ ابوسفیان نے کہا: میں قریش کی رائے کی مخالفت نہیں کر سکتا کیونکہ میں بھی ان قریش میں سے ہی ہوں جیسے قریش کریں گے وہی میرا فیصلہ ہوگا۔ بالآخر قریش کی عورتیں بھی مردوں کے ہمراہ جنگ کے لیے نکل پڑیں۔

جس کی تفصیل یہ ہے کہ ابوسفیان بن حرب دو عورتوں کے ہمراہ نکلا: ہند بنت عتبہ اور امیمہ بنت سعد بن وہب بن اشیم بن کنانہ۔ صفوان بن امیہ بھی اپنے ساتھ دو عورتیں لے آیا: برزہ بنت مسعود الثقفی (جو کہ عبداللہ اکبر کی والدہ ہے) اور اپنی بیوی بغول بنت معدل بن کنانہ (یہ عبداللہ بن صفوان اصغر کی والدہ ہے)۔ طلحہ بن ابی طلحہ اپنی بیوی سلافہ بنت سعد بن شہید اوسی کو ساتھ لے کر نکلا (جو کہ اولاد طلحہ یعنی مسافع، حارث، کلاب اور جلاس کی ماں ہے)۔

اور عکرمہ بن ابی جہل، اپنی بیوی ام جہیم بنت حارث بن ہشام کے ساتھ نکلا جو کہ عبداللہ بن عمرو بن العاص کی ماں بھی ہے۔ خناس بنت مالک بن مضرب اپنے بیٹے ابوعزیز بن عمیر العبدری کے ساتھ جنگ میں شریک ہوئی۔ حارث بن سفیان بن عبدالاسد

کے ساتھ اس کی بیوی رملہ بنت طارق بن علقمہ تھی۔ کنانہ بن علی بن ربیعہ بن عبدالعزی کے ساتھ اس کی بیوی، ام حکیم بنت طارق تھی، سفیان بن عویف کے ساتھ اس کی بیوی قتیلہ بنت عمرو بن ہلال تھی اور مسک الذئب کے دونوں بیٹے اپنی ماں دغنیّہ کے ہمراہ نکلے۔ غراب بن سفیان بن عویف اپنی بیوی عمرہ بنت حارث بن علقمہ کے ساتھ جنگ میں شریک ہوا اور یہی وہ عورت تھی جس نے قریشی جھنڈے کو گرنے کے بعد تھام لیا تھا۔ یہاں تک کہ قریش نے دوبارہ جھنڈے کو اپنے ہاتھ میں لے لیا۔

راوی کہتے ہیں کہ سفیان بن عویف نے اپنے دس بیٹوں کے ہمراہ جنگ میں شرکت کی اور بنو کنانہ بھی سب کے سب امڈ آئے۔

جس دن قریش مکہ سے جنگ کے لیے روانہ ہوئے اس وقت قریش کے پاس تین جھنڈے تھے جو کہ دارالندوہ ہی میں تیار کیے گئے تھے۔ ایک جھنڈا سفیان بن عویف کے ہاتھ میں، دوسرا جھنڈا عرب دیہاتیوں میں سے کسی آدمی کے ہاتھ میں اور تیسرا جھنڈا طلحہ بن ابی طلحہ کے ہاتھ میں تھا۔

یہ بھی منقول ہے کہ قریش کی پوری جماعت ایک جھنڈے کے ساتھ نکلی جو کہ طلحہ بن ابی طلحہ کے ہاتھ میں تھا۔ ابن واقد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہی قول ہمارے نزدیک راجح وقوی ہے۔

قریشی لشکر کی تیاری

جس وقت قریشی لشکر روانہ ہوا تو اس وقت قریش اور ان کے ساتھ شامل ہونے والے قبائل کی تعداد ۳۰۰۰ تھی۔ جس میں ۱۰۰ آدمی بنو ثقیف سے تعلق رکھتے تھے اور یہ قافلہ مکمل تیاری کے ساتھ اسلحہ سے لیس ہو کر نکل پڑا۔ جس میں ۲۰۰ گھوڑے ۳۰۰۰ اونٹ اور ۷۰۰ زرہ پوش آدمی تھے۔

اس موقع پر حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے ایک خط لکھا اور اسے مہر بند کر کے، بنو غفار کے ایک آدمی کے حوالے کر دیا اور یہ کہہ کر روانہ کر دیا کہ تین دن کے اندر اندر یہ خط رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچا دے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات سے آگاہ کیا کہ قریش نے تمہاری طرف جنگ کے لیے نکلنے پر اتفاق کر لیا ہے۔ تو جب تک وہ آپ کے پاس پہنچیں آپ جو انتظامات کرنا چاہیں کر لیں اور نکلتے وقت ان کی تعداد تین ہزار تھی۔ جس میں دو سو گھوڑے اور تین ہزار اونٹ اور سات سو زرہ پوش فوجی بھی ہیں۔ جن کے پاس ہر قسم کا اسلحہ بھی موجود ہے۔

بنو غفار کا وہ قاصد جب وہاں پہنچا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں موجود نہ تھے، بلکہ قباء میں تشریف رکھتے تھے۔ قباء میں موجودگی کی خبر ملنے پر وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نکل پڑا اور بالآخر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد قباء کے دروازے پر دراز گوش پر سوار پایا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف خط بڑھا دیا۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خط پڑھ کر سنایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خط کے متن کو صیغہ راز میں رکھنے کی تاکید فرمائی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سعد بن ربیع کے گھر تشریف لے گئے اور فرمایا: کیا گھر میں کوئی اور بھی ہے؟ سعد نے جواب دیا: نہیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد کو حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے خط کے بارے میں اطلاع دی تو سعد

کہنے لگے: امید ہے کہ اس میں خیر و بھلائی ہی ہوگی اور مدینہ کے یہود و منافقین میں شدید خوف و ہراس پھیل گیا اور کہنے لگے کہ محمد ﷺ کے پاس ضرور کوئی بری خبر آئی ہے۔ آپ ﷺ وہاں سے واپس مدینہ تشریف لے گئے اور سعد کو راز فاش نہ کرنے کی تاکید کی۔

جب آپ ﷺ تشریف لے گئے تو سعد بن ربیع کی بیوی باہر آئی اور کہنے لگی کہ آپ کو رسول اللہ ﷺ نے کیا بتلایا ہے؟ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تیرا ناس ہو! تجھے اس چیز سے کیا غرض؟ اس نے کہا کہ میں تمہاری گفتگو سن رہی تھی اور اس نے حضرت سعد کے سامنے ساری گفتگو دہرا دی۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور کہا: جب میں نے رسول اللہ ﷺ کو کلام کرنے کا کہا، اس وقت تو میں نے نہیں دیکھا کہ تم ہماری گفتگو سن رہی ہو۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی کو گریبان سے پکڑا اور اسے جلدی سے حضور ﷺ کے پاس لے گئے۔ بالآخر حضور ﷺ کو مقام جسر میں جا ملے جبکہ بیوی کا تھکن سے برا حال ہو چکا تھا۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! میری بیوی نے مجھ سے آپ کی گفتگو کے بارے سوال کیا تو میں نے انکار کر دیا تو یہ کہنے لگی کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی ساری بات سن لی ہے اور پھر ساری گفتگو دہرا بھی دی تو میں خوف زدہ ہو گیا کہ اگر راز فاش ہو گیا تو آپ مجھے راز فاش کرنے کا الزام نہ دیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اس کو جانے دو اور قریشی قافلہ کی آمد کی خبر لوگوں میں عام ہو گئی۔

عمرو بن سالم خزاعی بنو خزاعہ کی ایک مختصر سی جماعت لے کر مکہ سے بدھ کے دن نکل آیا اور قریش کو مقام ذی طوی میں پڑاؤ ڈالے ہوئے پایا۔ عمرو بن سالم نے رسول اللہ ﷺ کو ساری خبر پہنچا دی۔ پھر جب واپس گئے تو قریشی لشکر کو مقام رابغ میں موجود پایا۔ رابغ مدینہ سے چند راتوں کے فاصلے پر ہے اور بنو خزاعہ قریشی لشکر کے رستے سے ہٹ گئے۔

مجھے عبداللہ بن عمرو بن زہیر بیان کرتے ہیں کہ جب ابوسفیان مقام ابواء میں پہنچا تو اسے بتلایا گیا کہ عمرو بن سالم اور اس کے ساتھی گزشتہ رات کو مکہ واپس چلے گئے ہیں۔ ابوسفیان نے کہا: میں حلفاً کہتا ہوں کہ یہ لوگ محمد ﷺ کے پاس گئے تھے اور ان کو ہماری آمد کی اطلاع کر آئے ہیں اور ہماری تعداد بتلا کر انہیں خوب ڈرا دھمکایا ہے۔ اب وہ لوگ قلعہ بند ہو جائیں گے۔ میرا خیال نہیں کہ ہم ان کا کچھ بگاڑ سکیں۔ صفوان کہنے لگا: اگر وہ لوگ ہمارے روبرو نہ نکلے تو ہم اوس و خزرج کے باغات کا رخ کریں گے اور انہیں کاٹ کر پھینک دیں گے۔ نہ ان کے پاس کوئی مال رہے گا اور نہ اس نقصان کی کبھی تلافی کر سکیں گے اور اگر مقابلے کے لیے میدان میں نکل آئے تو ہم تعداد، اسلحہ اور ساز و سامان کے لحاظ سے ان سے زیادہ مضبوط ہیں اور ہمارے پاس گھوڑوں کی اضافی طاقت بھی ہے جو کہ ان کے پاس نہیں۔ مزید یہ کہ ہم بدلہ و انتقام کی جنگ لڑیں گے جبکہ ان کی صورتحال کچھ اور ہے۔

جب آپ ﷺ ہجرت کر کے مدینہ پہنچے تو ابو عامر الفاسق اوس کے پچاس آدمی لے کر مکہ چلا آیا اور قریش کے ساتھ ہی مکہ میں قیام پذیر ہو گیا۔ اس ابو عامر الفاسق نے ایک دن اپنی قوم سے کہا کہ محمد ﷺ مدینہ میں آ گئے ہیں۔ لہٰذا ہمیں چاہیے کہ

ہم قریش کی مدد کریں۔

چنانچہ ابو عامر الفاسق قریش کے پاس گیا اور انہیں مسلمانوں کے خلاف ابھارنے لگا اور کہنے لگا کہ تم ہی برحق ہو اور محمد ﷺ کا لایا ہوا دین بے اصل اور من گھڑت ہے۔ نتیجتاً قریش کا مسلمانوں کے ساتھ معرکہ بدر پیش آیا لیکن ابو عامر الفاسق ان کے ساتھ جنگ میں شریک نہ ہوا اور جب قریش اُحد کے دن نکلے تو ابو عامر بھی ساتھ ہولیا اور قریش سے کہنے لگا: اگر میں اپنی قوم کے لوگوں کے پاس گیا تو ان کے دو آدمی بھی تمہارے خلاف جنگ اور مقابلے کے لیے نہیں نکلیں گے اور یہ میرے ساتھ میری قوم کے پچاس افراد ہیں تو انہوں نے ابو عامر کی تصدیق کی اور مدد کی لالچ کرنے لگے۔

اوچھے ہتھکنڈے

اس لشکر جرار کے ساتھ عورتیں بھی اپنے ساتھ ڈھول اور باجے گاجے لے کر نکل پڑیں جو اشعار پڑھ کر اور مقتولین بدر کا زخم تازہ کر کے مردوں کو جوش دلا رہی تھیں۔ قریش جب بھی کسی چشمہ یا تالاب پر پڑاؤ ڈالتے تو حسب ضرورت وہاں کثیر المقدار اونٹوں میں سے کچھ اونٹ ذبح کر لیتے۔ اس طرح قریشی لشکر کا سرکشی اور جنگی نشے سے مخمور سفر جاری رہا۔ جس میں ذخیرہ شدہ مال بھی گاہے بگاہے استعمال میں لاتے رہے۔

مشرکین کے ناپاک ارادے

قریشی لشکر جب مقام ابواء پہنچا تو کچھ سرکردہ لوگوں نے رائے دی: اے لشکرِ قریش! تم اپنے ساتھ اپنی عزت و ناموس کی چیز (عورت) لے کر نکلے ہو، اب ہمیں ان کے بارے خطرہ بھی ہے۔ لہٰذا اس کا حل یہ ہے کہ ہم سب مل کر محمد (ﷺ) کی والدہ کی قبر کھود کر نعش اپنے قبضے میں لے لیتے ہیں۔ کیونکہ عورتیں تو ہماری عزت و آبرو ہیں۔ مبادا اگر تمہاری کوئی عورت گرفتار کر لی جائے تو تم یہ کہہ سکو گے: اے محمد ﷺ! یہ تمہاری ماں کی ہڈیاں ہیں۔ اگر وہ اپنی ماں کا فرماں بردار اور احسان مند ہوا تو ضرور ان کے بدلے میں تمہاری گرفتار شدہ عورتیں آزاد کر دے گا اور بالفرض اگر ان کے ہاتھ ہماری کوئی عورت نہیں آتی تو اگر محمد (ﷺ) اپنی ماں سے حسن سلوک کرنے والا ہوا تو ہم محمد (ﷺ) سے ان ہڈیوں کے بدلے بڑا معاوضہ وصول کر سکیں گے۔

ابوسفیان نے اس سے متعلق اہل رائے سے مشورہ مانگا تو وہ کہنے لگے: ایسی باتوں کا تذکرہ مناسب نہیں۔ اگر ہم نے ایسا کیا تو بنو بکر اور بنو خزاعہ ہماری قبریں اکھاڑ پھینکیں گے۔

قریش کا لشکر مکہ سے روانگی کے دسویں روز، جمعرات کی صبح کو مقام ذوالحلیفہ میں پہنچا اور یہ ہجرت کے بعد ۳۲ ویں ماہ کا آغاز یعنی شوال کا پانچواں دن تھا اور قریشی لشکر کے ساتھ اس وقت ۳۰۰۰ اونٹ اور ۲۰۰ گھوڑے تھے۔ جب مقام ذوالحلیفہ میں پہنچے تو شہسواروں نے وہیں مقام وطاء میں پڑاؤ ڈال لیا۔

آپ ﷺ نے جمعرات کی شب فضالہ کے دو بیٹے، انس و مونس کو لشکر کفار کے حالات کی خبر گیری کے لیے بھیجا اور یہ

دونوں مقام عقیق میں قریش کے لشکر کے ساتھ جا ملے اور ان کے ساتھ ہی رہے یہاں تک کہ انہوں نے مقامِ وطاء میں پڑاؤ ڈال لیا اور پھر ان دونوں نے رسول اللہ ﷺ کو آ کر مکمل اطلاعات فراہم کیں اور ان دنوں مسلمانوں نے مقام عرض میں اپنے باغات کاشت کر رکھے تھے (عرض احد کے قریب وطاء سے مقام جرف تک کاشت والی زمین کا نام ہے جسے بنو سلمہ، بنو حارثہ، بنوظفر اور بنو عبدالاشہل کاشت کیا کرتے تھے اور ان دنوں مقام جرف میں کنوؤں کا پانی اتنا وافر تھا کہ کنویں سے پانی نکالنے والا جانور اور اس کا مالک بغیر کسی توقف کے پانی نکالتے جاتے اور تھوڑی ہی دیر میں اونٹ کی رسی میں کثرت استعمال سے بل پڑ جاتے تھے اور اس طرح حضرت معاویہ بن ابی سفیان کے بنائے ہوئے کنوؤں کا پانی ان باغات کی نذر ہو جاتا اور جمعرات کا دن ہی اہل مدینہ کی کاشتکاری کا دن تھا، مشرکین جب ان کھیتوں میں آئے تو اپنے گھوڑوں اور اونٹوں کو تیار شدہ کھیتوں میں آزادا چھوڑ دیا۔

حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ کے مقام عرض میں ۲۰ ملازم تھے جو فصلوں کو سیراب کیا کرتے تھے۔ اب مسلمانوں کو اپنے مال مویشی، ملازمین اور آلاتِ زراعت کے بارے خوف محسوس ہونے لگا۔ قریش نے جمعرات کے دن صبح سے شام تک اونٹ کھیتوں میں چرائے اور شام ہوئی تو اونٹوں کو جمع کر کے ان کے سامنے کٹا ہوا چارہ ڈال دیا اور اسی رات یعنی شب جمعہ کو اپنے گھوڑوں کو بھی چارہ دیا۔ جمعہ کے دن بار برداری والے اونٹ اور گھوڑے کھیتوں میں کھلے چھوڑ دیے۔ اس طرح زمین چٹیل میدان نظر آنے لگی جس میں سبزہ کا نام ونشان تک نہ تھا۔

جب قریش احد کے قریب پڑاؤ ڈال کر مطمئن ہو گئے تو آپ ﷺ نے حباب بن منذر بن جموح رضی اللہ عنہ کو قریشی لشکر کی طرف جاسوس بنا کر بھیجا۔ حضرت حباب رضی اللہ عنہ وہاں آئے اور جو دیکھنا چاہتے تھے وہ دیکھ کر اندازہ لگا لیا اور واپس پلٹ گئے۔ آپ ﷺ نے حضرت حباب کو خفیہ طور پر یہ کہہ کر بھیجا تھا کہ مسلمانوں کے سامنے حالات کی اطلاع مت دینا۔ ہاں اگر ان کی تعداد کم ہو تو پھر کوئی پابندی نہیں حضرت حباب رضی اللہ عنہ نے واپس آ کر علیحدگی میں رسول اللہ ﷺ کو خبر دی تو آپ ﷺ نے فرمایا: کیا دیکھا؟ فرمایا: میرے اندازے کے مطابق ان کی تعداد تین ہزار کے قریب قریب ہے کچھ اس سے کم یا زیادہ ہو سکتے ہیں۔ ۲۰۰ گھوڑے اور زرہیں، جو میں نے دیکھیں تقریباً سات (۷۰۰) سو تھیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تم نے وہاں عورتیں بھی دیکھیں؟ فرمایا: جی اور ان کے ساتھ ڈھول، دف اور طبلے بھی تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ان عورتوں کا مقصد صرف نوجوانوں کو لڑائی پر اکسانا اور بدر میں قتل ہونے والوں کی یاد تازہ کرنا ہے۔ مجھے بھی ایسے ہی خبر ملی ہے۔ مگر لوگوں کے سامنے ایک لفظ بھی نہ کہنا۔ اللہ ہمارے لیے کافی ہے اور وہ بہترین ساز گار ہے۔ اے اللہ! ہم بوقت جنگ تیری ہی نصرت کے طلبگار ہیں۔

سلمہ بن سلامہ بن وقش رضی اللہ عنہ جمعہ کے دن نکلے۔ جب وہ مقامِ عرض کے قریب پہنچے تو اچانک قریش کا دس شہسواروں پر مشتمل ایک چھوٹا سا دستہ نمودار ہوا اور سلمہ کے پیچھے گھوڑے دوڑا دیے۔ حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ نے میدان میں بلند جگہ پر کھڑے ہو کر خوب تیراندازی کی یہاں تک کہ وہ لوگ واپس پلٹ گئے۔ اب حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ مقام عرض کے قریب اپنی زمین میں آئے اور وہاں کھیتی کے کونے سے زمین میں مدفون ایک آہنی زرہ اور تلوار نکالی اور تلوار و زرہ لے کر نکل پڑے اور بنو عبدالاشہل کے پاس

پہنچ گئے اور مکمل واقعہ ان کے گوش گزار کیا۔ ۵ شوال کو جمعرات کے دن یہ لوگ یہاں آئے تھے اور ۷ شوال کو ہفتہ کے دن معرکہ احد پیش آیا۔

اوس وخزرج کے سردار حضرت سعد بن معاذ، اسید بن حضیر اور سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہم نے مسجد نبوی کے دروازے پر مسلح پہرہ دیا اس خوف سے کہ کہیں مشرکین رات کو حملہ نہ کردیں۔ چنانچہ اس طرح صبح تک مسجد نبوی اور مدینہ منورہ کا پہرہ جاری رہا۔ نیز اسی رات یعنی شب جمعہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب دیکھا۔ صبح ہوئی تو تمام مسلمانوں کو اکٹھا کر کے خطاب کیا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خواب

محمد بن صالح نے مجھے یہ حدیث محمود بن لبید کے واسطے سے اس طرح بیان کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر چڑھے، اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کی، پھر فرمایا: اے لوگو! میں نے رات ایک خواب دیکھا ہے میں نے دیکھا کہ جیسے میں کسی مضبوط زرہ میں ہوں اور میری تلوار ذوالفقار کی دھار میں کچھ شکستگی سی ہے۔ مزید ایک گائے دیکھی جو ذبح کی جاری ہے اور میں ایک مینڈھے پر سوار اسے قتل کررہا ہوں، لوگ کہنے لگے: اے اللہ کے رسول آپ نے اس کی کیا تعبیر نکالی؟ فرمایا مضبوط زرہ سے مراد مدینہ ہے لہٰذا مدینہ میں ہی ٹھہرو اور میری تلوار کے ٹوٹ جانے سے مراد میری ذات کو نقصان پہنچنا ہے اور گائے کے ذبح ہونے سے مراد میرے کچھ صحابہ رضی اللہ عنہم کا شہید ہونا اور مینڈھے (سے قتل مراد ہے) جس کو ہم ان شاء اللہ قتل کریں گے۔

اور عمر بن عقبہ کی روایت میں سعید حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے یوں نقل کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ میری تلوار میں شکستگی سے مراد میرے اہل بیت کے کسی آدمی کا قتل ہونا ہے۔

محمد بن عبداللہ نے زہری کے واسطے سے مسور بن مخرمہ سے مجھے یہ حدیث اس طرح بیان کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے اپنی تلوار کی دھار دیکھی تو کراہت محسوس ہوئی اور اس سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور کا زخمی ہونا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابہ رضی اللہ عنہم سے مشورہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ سے مشورہ مانگا اور خود فرمایا کہ اس خواب کی روشنی میں میری رائے تو یہ ہے کہ مدینہ سے باہر نہ نکلا جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیان کردہ تعبیر اور رائے پر عمل کیا جائے اور مدینہ کے اندر ہی رہ کر جنگ لڑی جائے۔

رئیس المنافقین ابن ابی کی رائے

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے سن کر منافقین کا سردار عبداللہ بن ابی ابن سلول کھڑا ہوا اور کہنے لگا: اے اللہ کے رسول! ہم زمانہ جاہلیت میں بھی جب لڑا کرتے تھے تو اپنی عورتوں اور اور بچوں کو محفوظ قلعوں میں بند کردیتے تھے اور ساتھ ان کو پتھر بھی پکڑا دیتے تھے، خدا کی قسم، بعض دفعہ بچے ایک مہینہ تک بھی دشمن کے خلاف لڑائی کے لیے پتھر جمع کرتے رہتے تھے اور ہم مدینہ کے

اردگرد عمارتوں کا جال بچھا دیتے تھے جس سے مدینہ ایک مضبوط قلعہ کی شکل اختیار کر جاتا تھا۔ جب دشمن لڑائی کے لیے مدینہ میں داخل ہوتا تو ان گھروں اور قلعوں کے اوپر سے عورتیں اور بچے سنگ باری کرتے اور مدینہ کی گلیوں میں دشمن سے ہم تلوار سے نبرد آزما ہوتے تھے۔ اے اللہ کے رسول! آج تک مدینہ کو کبھی فتح نہیں کیا جاسکا۔ اور جب بھی ہم جنگ کے لیے مدینہ سے باہر نکلے ہمیں ہزیمت اٹھانی پڑی اور جب بھی دشمن ہمارے پاس آیا تو ہم کامیاب ہوئے۔ اس لیے اے اللہ کے رسول! ان کو اپنے حال پر چھوڑ دیجیے۔ اگر وہ پڑے رہے تو ان کے لیے یہ بدترین جگہ ثابت ہوگی اور اگر بغیر لڑائی کے واپس چلے گئے تو ناکام و نامراد، مغلوب ہو کر واپس لوٹیں گے جنہیں کسی قسم کا نفع حاصل نہ ہوگا۔ اے اللہ کے رسول! اس معاملے میں میری بات پر ضرور عمل کیجیے گا کیونکہ یہ میری زندگی کا تجربہ ہے اور یہ بات میری قوم کے اکابرین، جنگ آزمودہ، تجربہ کار حضرات کی میراث ہے جو وراثت میں مجھے ملی ہے۔

رسول اللہ ﷺ اور مہاجرین وانصار میں سے کبار صحابہ کا بھی یہی مشورہ تھا جو عبداللہ بن ابی نے پیش کیا چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ مدینہ میں ہی ٹھہرو اور بچوں اور عورتوں کو قلعوں میں بند کر دو اگر وہ لوگ جنگ کے لیے ہمارے پاس مدینہ میں آ گئے تو ہم مدینہ کی گلیوں میں ان سے قتال کریں گے اور ہم ان کی بنسبت مدینہ کی گلیوں سے زیادہ واقف ہیں اور پھر ان محفوظ اور بند قلعوں کے اوپر سے ان پر پتھراؤ کریں گے۔ کیونکہ مدینہ کے اردگرد عمارتوں کا جال بچھا ہے جس سے شہر مدینہ ایک مضبوط قلعہ بن چکا ہے۔

نوجوان صحابہ رضی اللہ عنہم کا جذبہ جہاد

لیکن جنگ بدر میں شرکت سے محروم نوجوان صحابہ رضی اللہ عنہم کا خیال کچھ اور تھا۔ وہ رسول اللہ ﷺ سے مطالبہ کرنے لگے کہ مدینہ سے باہر نکل کر مقابلہ کیا جائے۔ ان کا شوقِ شہادت و جذبہ قتال بڑھنے لگا اور کہنے لگے: اے اللہ کے رسول! ہمیں لے کر دشمن کے پاس چلیے ہم ان سے وہاں قتال کریں گے۔

چنانچہ کچھ سن رسیدہ اور پختہ عمر کے لوگوں نے بھی یہی رائے دی جن میں حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ، سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ، نعمان بن مالک بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ وغیرہ اوس وخزرج کے لوگ شامل تھے۔ کہنے لگے: کہیں ایسا نہ ہو کہ دشمن یہ سمجھے کہ ہم بزدل لوگ ہیں جو ان سے لڑنا نہیں چاہتے اس طرح تو ان کے حوصلے ہمارے خلاف مزید بلند ہو جائیں گے اور آئندہ بھی ہم پر وہ اس طرح کی جرأت کریں گے۔ جنگ بدر میں ہماری تعداد ۳۰۰ میں تھی، پھر بھی اللہ نے کامیابی دی۔ آج تو ہماری تعداد بھی بڑھ چکی ہے۔ ہم تو اس دن کے شدت سے منتظر تھے اور اس دن کے لیے اللہ جل شانہ سے دعائیں مانگا کرتے تھے۔ آج اللہ نے ہمارے دروازے پر اس نعمت کو لا کھڑا کر دیا ہے۔ آپ ﷺ کو ان کا یہ اصرار ناگوار گزرا جو کہ اسلحہ پہنے کسی طاقتور سانڈ کی طرح اپنی تلواریں لہرا رہے تھے اور ایک دوسرے کو نام لے لے کر پکار رہے تھے اور دشمن کو للکار رہے تھے۔

حضرت مالک بن سنان رضی اللہ عنہ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے والد مالک بن سنان رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ کے رسول! ہمیں دو کامیابیوں میں سے ایک ضرور ملے گی یا تو اللہ تعالیٰ ہمیں ان پر فتح دے گا اور ان کو ذلیل ورسوا کرے گا اور اسی کے ہم طلبگار ہیں، تو یہ فتح بدر کے ساتھ ایک اور فتح ہو جائے گی۔ جس کے بعد ان میں سے کچھ زیادہ لوگ باقی نہیں رہیں گے اور دشمن کی ساکھ بالکل ختم ہو جائے گی اور دوسری صورت یہ ہے کہ اللہ رب العزت ہمیں شہادت سے نوازیں۔ خدا کی قسم! مجھے ان دونوں میں سے کسی کی بھی پروا نہیں جو بھی حاصل ہو وہ خیر ہی خیر ہوگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی جواب ارشاد نہ فرمایا، بلکہ خاموش رہے۔

حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی چچا، حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کہنے لگے: اس ذات کی قسم! جس نے آپ پر کتاب اتاری، میں اس وقت تک کھانا نہ کھاؤں گا جب تک کہ مدینہ سے باہر ان سے قتال نہ کرلوں۔ منقول ہے کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ جمعہ کے دن بھی روزے سے تھے پھر ہفتہ کے دن بھی روزے سے تھے بالآخر جب دشمنوں کے سامنے صف آرا ہوئے تو اس وقت بھی روزے سے تھے۔

حضرت نعمان بن مالک رضی اللہ عنہ

بنوسالم میں سے نعمان بن مالک بن ثعلبہ گویا ہوئے: اے اللہ کے رسول! میں گواہی دیتا ہوں کہ ذبح کی جانے والی گائے سے مراد آپ کے صحابہ ہیں اور میں بھی ان صحابہ میں سے ایک ہوں تو آپ ہمیں کیوں جنت سے محروم کرنا چاہتے ہیں۔ خدا کی قسم! میں ضرور بضرور جنت میں داخل ہوں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیسے؟ عرض کیا: کیونکہ میں اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہوں اور میدانِ جنگ سے بھاگتا نہیں ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نے سچ کہا اور اسی دن نعمان بن مالک رضی اللہ عنہ شہید کر دیے گئے۔

حضرت ایاس بن اوس بن عتیک رضی اللہ عنہ

حضرت ایاس بن اوس بن عتیک نے کہا: ہم بنوعبدالاشہل بھی اس ذبح شدہ گائے کا مصداق ہیں اور ہم امید کرتے ہیں کہ میدانِ جنگ میں ہم ان کو کاٹ پھینکیں گے یا وہ ہمیں ذبح کر چھوڑیں گے، اس طرح وہ جہنم رسید ہو جائیں گے اور ہم جنت میں چلے جائیں گے۔ نیز ہم یہ بھی پسند نہیں کرتے کہ قریش واپس جا کر یہ کہیں کہ ہم نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو یثرب کے قلعوں میں بند کر کے رکھ دیا۔ اس سے ان کی جرأت مزید بڑھ جائے گی۔ اے اللہ کے رسول! انہوں نے ہمیں ہماری سرزمین پر آ کر للکارا ہے اگر ہم مقام عرض کی حفاظت نہ کر سکے تو کچھ کاشت بھی نہیں کر سکیں گے اور زمانہ جاہلیت میں بھی عرب ہماری طرف پیش قدمی

کرتے تھے مگر ایسا سوچ بھی نہیں سکتے تھے اور ہم ساز و سامان اور تلواروں سمیت مقابلے کے لیے نکلتے اور اپنا دفاع کرتے تھے۔ اب تو ہم اس کے زیادہ حق دار ہیں جب کہ اللہ رب العزت نے ہماری نصرت بھی فرمائی ہے اور ہم اپنا مقصد بھی جان چکے ہیں لہٰذا ہم اپنے آپ کو گھروں میں بند کر کے قتال نہیں کریں گے۔

حضرت خیثمہ رضی اللہ عنہ

حضرت ابوسعد بن خیثمہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے: اے اللہ کے رسول! قریش نے اس جنگ کے لیے ایک سال کا انتظار کیا اور ہر قسم کی تیاری مکمل کی، اردگرد کے تمام لشکروں کو جمع کیا اور قرب و جوار کے قبائل اور قبائلی عرب کو ساتھ لے کر ہمارے خلاف جنگ کے لیے نکلے ہیں۔ حتیٰ کہ انہوں نے اپنے گھوڑوں اور اونٹوں کو ہماری سرزمین پر لا کھڑا دیا۔ اب وہ ہمیں گھروں میں محصور کر دیں اور اس طرح وہ صحیح سالم واپس لوٹ جائیں اور ان کے جسموں پر خراش تک کا نشان نہ ہو۔ اس طرح تو وہ جری اور بہادر ہو جائیں گے اور آئندہ بھی ہم پر مسلسل چڑھائی کریں گے اور مدینہ کے گردونواح کے علاقے حاصل کر لیں گے اور ہمارے اوپر اپنے نگران و جاسوس چھوڑ جائیں گے۔ اس کے ساتھ ساتھ قریش نے ہمارے کھیتوں کا جو حشر کیا ہے وہ ہم سب کو معلوم ہے۔ ہمارے اس فعل سے ہمارے گردونواح اور قرب و جوار کے عرب بھی ہمیں آنکھیں دکھائیں گے۔ جب وہ دیکھیں گے کہ ہم نے باہر نکل کر اپنا دفاع نہیں کیا تو وہ ہم پر شیر ہو جائیں گے۔

لہٰذا ہمیں چاہیے کہ ہم باہر نکل کر اپنا دفاع کریں۔ ممکن ہے اللہ تعالیٰ ہمیں کامیابی و کامرانی سے ہمکنار کرے جیسا کہ اللہ کی عادت ہے۔ یا پھر ہم شہادت سے سرفراز ہو جائیں گے۔ اے اللہ کے رسول! میں جنگ بدر میں شرکت کی خواہش کے باوجود بھی شریک نہ ہو سکا اور شرکت کے لیے میں نے جب قرعہ ڈالا تو وہ میرے بیٹے کے نام نکلا اور مرتبہ شہادت پا گیا حالانکہ میں بھی شہادت کا بے حد طلبگار تھا۔

گزشتہ رات میں نے اپنے بیٹے کو نہایت حسین شکل و صورت میں دیکھا جو جنت کے باغات و نہروں میں سیر و تفریح کر رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ ہمارے ساتھ جنت میں چلے آؤ۔ میں نے اپنے رب کے کیے ہوئے وعدے کو حق اور سچ پایا۔ اب تو جنت میں اپنے بیٹے کی رفاقت کا شدت سے منتظر ہوں۔ میں بوڑھا ہو چکا، میری ہڈیاں کمزور پڑ گئی ہیں اور اپنے رب کی ملاقات کا خواہش مند ہوں۔ اے اللہ کے رسول! اللہ سے دعا کیجیے اللہ مجھے شہادت نصیب فرمائے اور جنت میں اپنے بیٹے سعد کی مرافقت اور ہم نشینی عطا فرمائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے دعا فرمائی اور وہ بھی جنگِ احد میں شہید ہو گئے۔

حضرت انس بن قتادہ رضی اللہ عنہ

حضرت انس بن قتادہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میدان جنگ میں ہمیں دو کامیابیوں میں سے ایک ضرور ملے گی یا تو شہادت سے سرفراز ہو جائیں گے یا پھر کافروں کو قتل کر کے مالِ غنیمت سے مالا مال ہو جائیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

مجھے خوف ہے کہ کہیں تم شکست سے دو چار نہ ہو جاؤ۔

آپ ﷺ کی تیاری اور صحابہ کو وعظ و نصیحت

جب صحابہ رضی اللہ عنہم کا باہر نکل کر جنگ کرنے پر اصرار شدت اختیار کر گیا تو آپ ﷺ نے جمعہ کی نماز پڑھائی جس میں لوگوں کو وعظ و نصیحت کی۔ لوگوں کو جہاد و قتال کا حکم دیا اور فرمایا کہ اگر صبر کرو گے اور ثابت قدم رہو گے تو کامیابی تمہارا مقدر بنے گی۔ جب آپ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو دشمن کی طرف نکلنے کا حکم دیا تو سب میں خوشی کی لہر دوڑ گئی لیکن بہت سے لوگوں کو باہر نکل کر جنگ کرنا، ناگوار گزرا۔ پھر آپ ﷺ نے دشمن کے خلاف تیاری مکمل کرنے کا حکم دیا اور لوگوں کو عصر کی نماز پڑھائی۔ نماز کے بعد تمام لوگ جمع ہو گئے۔ بالائی مدینہ والے بھی حاضر ہو گئے اور اپنی عورتوں کو قلعوں میں ہی چھوڑ دیا۔ بنو عمرو اور بنو؟؟؟ بھی مکمل طور پر مسلح ہو کر آ گئے۔

آپ ﷺ حجرہ مبارکہ میں تشریف لے گئے۔ آپ ﷺ کے ساتھ حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما بھی تھے۔ حضرات شیخین نے نبی کریم ﷺ کو جنگی لباس زیب تن کیا۔ عمامہ شریف باندھا اور باقی ماندہ لوگ حجرہ شریف سے منبر نبوی ﷺ تک قطار باندھے نبی کریم ﷺ کا انتظار کرنے لگے۔ اتنے میں سعد بن معاذ اور اسید بن حضیر رضی اللہ عنہما تشریف لائے اور کہا کہ تم نے نبی کریم ﷺ کو نکلنے پر مجبور کیا اور اس پر اصرار کیا۔ ایسا کرنا تمہارے لیے بالکل نامناسب تھا۔ آپ ﷺ پر آسمانوں سے وحی اترتی ہے۔ لہٰذا ابھی بھی معاملہ تمہارے ہاتھ میں ہے۔ مناسب ہوگا کہ تم اس کو آپ ﷺ پر چھوڑ دو۔ پھر جیسا حکم دیں اسے بجا لاؤ اور جو حضور ﷺ کی رائے اور خواہش ہو اس کی اطاعت کرو۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی اس بات کے بعد لوگوں میں چہ میگوئیاں شروع ہو گئیں۔ کچھ لوگ حضرت سعد رضی اللہ عنہ والی بات دہرا رہے تھے اور کچھ لوگ ابھی بھی علی وجہ البصیرۃ نکلنے کے لیے تیار تھے اور کچھ لوگ باہر نکل کر جنگ کرنے کو بالکل ناپسندیدہ فعل کہہ رہے تھے کہ اتنے میں نبی کریم ﷺ سر مبارک پر خود پہنے، کمر پر زرہ سجا کر گھر سے باہر تشریف لائے۔ اس زرہ کو نبی کریم ﷺ نے چمڑے سے بنے ہوئے تلوار کے پٹے سے کمر پر مضبوطی سے کس کر باندھ لیا۔ جو بعد میں آپ ﷺ کے آزاد کردہ غلام ابورافع کی نسل میں رہی اور سر پر عمامہ باندھا ہوا اور تلوار لٹکائی ہوئی تھی۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کی ندامت

جب آپ ﷺ مکمل طور پر اسلحہ پہنے باہر تشریف لائے تو اب صحابہ کو اپنے کیے پر ندامت محسوس ہوئی اور جو نبی کریم ﷺ کو نکلنے پر مجبور کر رہے تھے، کہنے لگے کہ ہمارے لیے مناسب نہیں تھا کہ ہم آپ ﷺ کو ایسے کام پر مجبور کریں جو آپ ﷺ کی خواہش کے بھی خلاف ہو اور وہ صحابہ جو وہیں رہ کر لڑنے کا مشورہ دے رہے تھے، ان میں سے اہل رائے حضرات نے بھی ندامت کا احساس دلایا۔ اب نوجوان صحابہ کہنے لگے: اے اللہ کے رسول ہمارے لیے مناسب نہ تھا کہ ہم آپ کی رائے اور خواہش کی خلاف ورزی کرتے اور آپ کو مجبور کرتے۔ لہٰذا معاملہ اللہ تعالیٰ کے اور اس کے بعد آپ کے سپرد ہے جیسا

آپ کرنا چاہیں ہم اس کے لیے تیار ہیں۔

نبی کریم ﷺ کا حتمی فیصلہ

آپ ﷺ نے ساری بات سن کر فرمایا: پہلے میں نے بھی تم کو اسی پر آمادہ کیا تھا لیکن تم نے انکار کیا اور باہر نکلنے پر اصرار کیا۔ کسی نبی کے شایانِ شان نہیں کہ وہ جنگی لباس پہن لے، پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی اور اس کے دشمنوں کے درمیان فیصلہ ہونے سے پہلے اسے اتار دے اور یہی سابقہ انبیاء کی سنت رہی ہے کہ وہ جب جنگ کی نیت سے خود پہن لیتے تو حکم خداوندی آنے سے پہلے اسے اتارتے نہ تھے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: اب اللہ کا نام لے کر نکلو، جو میں نے تم کو حکم دیا ہے اس کی پیروی کرو! اگر تم ثابت قدم رہے تو کامیابی تمہارا مقدر ہوگی۔

یعقوب بن محمد ظفری نے اپنے والد کے واسطہ سے مجھے یہ حدیث بیان کی ہے کہ مالک بن عمرو بخاری جمعہ کے دن وفات پاگئے تھے۔ آپ ﷺ مکمل طور پر جنگی سامان پہن کر باہر نکلے تو ان کی میت جنازگاہ میں رکھی ہوئی تھی۔ آپ ﷺ نے نمازِ جنازہ پڑھائی پھر سواری پر سوار ہو کر احد کی طرف نکل پڑے۔

اسامہ بن زید نے اپنے والد سے حدیث بیان کی ہے کہ احد کی طرف جاتے ہوئے جعال بن سراقہ نے سوال کیا۔ اے اللہ کے رسول! مجھے خبر ملی ہے کہ میں کل قتل کر دیا جاؤں گا اور ابن سراقہ کا شدت تکلیف سے سانس پھولا ہوا تھا۔ آپ ﷺ نے اس کے سینے پر ہاتھ مارتے ہوئے فرمایا: کیا آئندہ آنے والا سارا زمانہ کل کا مصداق نہیں ہے۔ پھر آپ ﷺ نے تین نیزے منگوائے اور ہر ایک کے ساتھ ایک جھنڈا باندھ دیا۔ اوس والوں کا جھنڈا حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں دیا۔ خزرج والوں کا حباب بن منذر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں اور ایک روایت کے مطابق سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ اور مہاجرین کا جھنڈا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں دیا اور بعض روایات کے مطابق مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں دیا۔

مجاہدین اسلام مقام شیخین میں

پھر آپ ﷺ نے اپنا گھوڑا منگوایا اور اس پر سوار ہو گئے اور کمان و تیر کو اپنے ہاتھ میں لیا اور مسلمان بھی اسلحہ سے مکمل طور پر لیس اپنا اسلحہ لہراتے ہوئے جا رہے تھے۔ جن میں (۱۰۰) سو آدمی زرہ پوش تھے۔ جب آپ ﷺ سوار ہو کر نکلے تو زرہ پہنے ہوئے سعد بن عبادہ اور سعد بن معاذ رضی اللہ عنہما آپ ﷺ کے آگے آگے دوڑ رہے تھے اور دیگر لوگ نبی کریم ﷺ کے دائیں بائیں منزل مقصود کی طرف پیش قدمی کر رہے تھے۔ بالآخر یہ عظیم الشان جماعت مقامِ بدائع پھر زقاق حسی سے ہوتی ہوئی مقام شیخین تک جا پہنچی۔

شیخین ان دو ٹیلوں کا نام ہے جہاں پر زمانہ جاہلیت میں بوڑھا نابینا مرد اور بوڑھی نابینا عورت بیٹھ کر باتیں کیا کرتے تھے جس کی وجہ سے یہ جگہ شیخین کے نام سے مشہور ہوگئی۔

لشکر کا معائنہ اور کمسنوں کی واپسی

آپ ﷺ چلتے چلتے پہاڑی کی بلندی پر جا پہنچے۔ یہاں پہنچ کر آپ ﷺ نے مڑ کر دیکھا کہ ایک بڑا مسلح فوجی دستہ جنگ میں شرکت کے لیے تیار کھڑا ہے جن کی حرکت کی آواز آپ ﷺ کو پیچھے سے سنائی دی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ لشکر کہاں سے آیا؟ اور کس کے ساتھ؟ صحابہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! یہ عبداللہ بن ابی کے یہودی دوست ہیں اور ان کے ساتھ ابن ابی کا معاہدہ بھی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: مشرک کے خلاف جہاد کے لیے دوسرے مشرک سے تعاون نہیں لیا جاسکتا۔

جب آپ ﷺ مقامِ شیخین پر لشکر سمیت جا پہنچے تو کم سن صحابہ رضی اللہ عنہم کو حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ کم سن صحابہ میں عبداللہ بن عمر، زید بن ثابت، اسامہ بن زید، نعمان بن بشیر، زید بن ارقم، براء بن عازب، اسید بن ظہیر، عرابہ بن اوس، ابوسعید خدری، سمرہ بن جندب اور رافع بن خدیج رضی اللہ عنہم شامل تھے۔ آپ ﷺ نے سب کو کم عمری کے باعث واپس کر دیا اور جنگ میں شرکت کی اجازت نہ دی۔

دو کم سنوں کا شوقِ شہادت

رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ظہیر بن رافع رضی اللہ عنہ نے سفارش کرتے ہوئے کہا: اے اللہ کے رسول! رافع اچھا تیر انداز ہے اور میں بھی اپنے پنجوں کے بل کھڑے ہو کر اپنے آپ کو بڑا ظاہر کرنے لگا تو آپ ﷺ نے سفارش اور میرے اس عمل کے نتیجے میں مجھے اجازت مرحمت فرما دی۔ جب مجھے اجازت مل گئی تو سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ نے اپنے سوتیلے باپ مری بن سنان حارثی سے کہا: ابا جان! رسول اللہ ﷺ نے رافع کو اجازت دے دی اور مجھے واپس کر دیا ہے، کیوں؟ حالانکہ میں رافع سے زیادہ بہادر ہوں اور لڑائی میں اسے پچھاڑ سکتا ہوں، مری بن سنان نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ آپ نے رافع کو اجازت دے دی اور میرے بیٹے کو واپس کر دیا حالانکہ میرا بیٹا اسے پچھاڑ سکتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: دونوں کشتی کرو۔ چنانچہ کشتی میں سمرہ بن جندب نے رافع بن خدیج کو گرا دیا۔ اس طرح رسول اللہ ﷺ نے سمرہ کو بھی اجازت دے دی۔ سمرہ کی والدہ بنو اسد سے تعلق رکھتی تھیں۔

ابن ابی کی منافقت

عبداللہ بن ابی لشکر کے ایک طرف اپنے ساتھیوں کے پاس آیا تو اس کے منافق دوست اور حلفاء کہنے لگے: اے عبداللہ بن ابی! تم نے رسول اللہ کو خیر خواہنہ نصیحت بھی کی اور مشورہ بھی پیش کیا اور یہ بھی بتلایا کہ یہ ہمارے تجربہ کار لوگوں کی رائے ہے اور پھر رسول اللہ کی رائے بھی یہی تھی لیکن انہوں نے اس سب کے باوجود تمہاری بات قبول کرنے سے انکار کر دیا اور ان لڑکوں کی بات پر عمل کیا۔ اس طرح مسلمانوں کے سامنے ابن ابی کا نفاق و دغابازی کھل کر سامنے آگئی۔

یہ رات نبی کریم ﷺ نے مقام شیخین میں گزاری اور ابن ابی نے اپنے منافق ساتھیوں کے ساتھ رات بسر کی۔

وہ مدینہ کی گلیوں تک پہنچ گئے۔ ابو جابر رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا: خدا کی تم پر لعنت ہو بہت جلد اللہ تعالیٰ نبی اور اس کے مومن ساتھیوں کو تمہاری مدد و نصرت سے مستغنی کر دے گا۔ ابن ابی یہ کہتا ہوا واپس چلا گیا کہ کیا یہ (پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم) میری نافرمانی کرتا ہے اور بچوں کی بات پر عمل کرتا ہے؟ عبداللہ بن عمرو بن حرام بھی تیزی سے واپس پلٹے اور لشکر میں جا پہنچے۔ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صفوں کو منظم فرما رہے تھے بعد میں جب صحابہ رضی اللہ عنہم کو کچھ نقصان اٹھانا پڑا تو ابن ابی بغلیں بجانے لگا اور مسلمانوں کے لیے چھپی ہوئی عداوت، بغض اور کینہ کو ظاہر کرنے لگا اور پھر کہنے لگا کہ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) نے میری بات نہیں مانی اور ایسے لوگوں کی پیروی کی جو اہل رائے میں سے ہی نہیں ہیں۔

لشکر اسلام میدان احد میں

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے میدان میں جنگ بندی شروع کر دی چنانچہ پچاس ماہر تیر انداز مجاہدین کے دستہ کو عینین کی پہاڑی (جبل احد) پر تعینات فرمایا جن کے امیر عبداللہ بن جبیر یا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہما تھے لیکن میرے نزدیک عبداللہ بن جبیر والا قول زیادہ راجح ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کی صف بندی کی تو احد پہاڑ کو پشت پر رکھ کر مدینہ کی طرف رخ کیا اور عینین (جبل احد، جبل رماۃ) کو بائیں طرف رکھا۔ جب لشکر قریش اس جگہ پہنچا تو مدینہ ان کے پیچھے اور احد پہاڑ ان کے سامنے تھا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ عینین کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پشت پر رکھا جبکہ سورج مشرکین کی نظروں کے بالکل سامنے اور مسلمانوں کی نگاہوں سے اوجھل تھا۔ لیکن پہلا قول زیادہ راجح ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کی طرف رخ کیا اور احد کو پشت پر رکھا۔

یعقوب بن محمد ظفری حصین بن عبدالرحمن کے واسطے سے محمود بن عمرو بن یزید بن السکن سے حدیث نقل کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احد پہنچے تو لوگ بھی اس وقت مقام عینین ہی میں قیام پذیر تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبل احد کو اوٹ میں لے کر اپنی پشت کو محفوظ کر لیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم قتال ملنے تک لڑنے سے باز رکھا جب عمارہ بن یزید بن السکن نے یہ بات سنی تو فرمایا کہ بنو قیلہ کے لوگوں کی عزت اس وقت تک ہے جب تک ہم لڑائی شروع نہ کر دیں۔

لشکر قریش کی صف بندی

لشکر قریش بھی صف آرا ہو گیا۔ میمنہ پر خالد بن ولید، میسرہ پر عکرمہ بن ابی جہل بطور سپہ سالار تعینات تھا اور اس لشکر کے دونوں اطراف ۲۰۰ گھوڑے تھے اور شہسواروں کی نگرانی اور سپہ سالاری صفوان بن امیہ کے ذمہ تھی۔ یہ بھی منقول ہے کہ عمرو بن العاص کے ذمہ تھی اور تیر اندازوں پر عبداللہ بن ابی ربیعہ تعینات تھے، جن کی تعداد سینکڑوں تھی۔ قریش کا جھنڈا طلحہ بن ابی طلحہ کے ہاتھ میں تھما دیا گیا (طلحہ بن ابی طلحہ کا نام عبداللہ بن عبدالعزیٰ بن عثمان بن عبدالدار بن قصی تھا) جھنڈا دیتے ہوئے ابوسفیان نے چلا کر کہا: اے بنو عبدالدار! ہمیں معلوم ہے کہ تم ہی میدانِ جنگ میں علم برداری کے زیادہ حق دار ہو لیکن تمہیں یاد

ہوگا کہ بدر کے دن ہمیں علم کے گر جانے کے باعث ہی شکست سے دوچار ہونا پڑا تھا کیونکہ فوج پر درحقیقت جھنڈے کی جانب سے ہی زد پڑتی ہے (اس دن بھی جھنڈا تمہارے ہی ہاتھ میں تھا) لہٰذا یا تو آج ٹھیک طور سے جھنڈے کو سنبھالو یا ہمارے اور جھنڈے کے درمیان سے ہٹ جاؤ۔ ہم تو زخم خوردہ لوگ انتقام کی غرض سے مر مٹنے کے لیے آئے ہیں۔ ابوسفیان نے مزید کہا کہ علم کے گر جانے کے بعد کوئی بھی قوم زیادہ دیر تک میدان میں نہیں ٹھہر سکتی۔ بنوعبدالدار ابوسفیان کی باتوں سے کافی سیخ پا ہوئے اور کہنے لگے کہ کیا ہم جھنڈا کسی اور کے سپرد کر دیں؟ نہیں ایسا کبھی نہیں ہوسکتا۔ باقی رہی بات جھنڈے کی حفاظت کی تو تم دیکھ لوگے کہ ہم کیسے حفاظت کرتے ہیں پھر انہوں نے نیزہ ابوسفیان کی طرف بڑھایا اور بنوعبدالدار نے مل کر جھنڈا تھام لیا اور ابوسفیان کو تھوڑا سخت سست کہا۔ ابوسفیان کہنے لگا: کیا ہم ایک اور جھنڈا نہ بنالیں؟ کہنے لگے: بنالیں، لیکن وہ جھنڈا بھی بنوعبدالدار کے ہاتھ ہی میں رہے گا۔

اسلامی لشکر کی تنظیم اور صحابہ کو وعظ و نصیحت

آپ ﷺ صفوں کے درمیان پیدل چلتے جاتے تھے اور صفیں سیدھی کرتے جاتے تھے اور اپنے صحابہ کو لڑائی پر برانگیختہ کر رہے تھے۔ کسی کو ذرا آگے ہونے کا حکم دیتے کسی کو ذرا پیچھے ہٹنے کا حکم دیتے۔ حتیٰ کہ اگر کسی کا سینہ بھی باہر نکلا ہوا محسوس ہوتا تو اسے صف میں برابر ہونے کا حکم دیتے۔ گویا صحابہ کو صف میں اس طرح سیدھا کھڑا کر رہے تھے جیسے نیزے کی مدد سے صفیں برابر کر رہے ہوں۔ جب صفیں برابر ہوچکیں تو رسول اللہ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ مشرکین کا جھنڈا کس کے ہاتھ میں ہوگا؟ فرمایا: بنوعبدالدار میں سے کسی کے پاس۔ فرمایا: ہم ان سے زیادہ وفادار اور پاسدار قوم ہیں، مصعب بن عمیر کہاں ہیں؟ مصعب بن عمیر سامنے آئے۔ فرمایا: جھنڈا تھام لو۔ حضرت مصعب رضی اللہ عنہ نے جھنڈا لے لیا اور لے کر رسول اللہ ﷺ کے سامنے آگئے۔

پھر رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا: اے لوگو! میں تمہیں بھی وہی نصیحت کروں گا جو اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں مجھے نصیحت فرمائی۔ احکامات خداوندی کی پیروی کرو اور اللہ کی حرام کردہ چیزوں سے اجتناب کرو۔ آج کے دن تم اجر و ثواب کی جگہ کھڑے ہو جو آخرت میں تمہارے لیے ذخیرہ کیا جا رہا ہے۔ یہ سب کچھ اس شخص کے لیے ہوگا جس نے واجبات کو پہچانا اور پھر صبر پیہم، جہد مسلسل اور یقین محکم کے ساتھ اپنے نفس کو اس پر کاربند رکھا۔ اس لیے کہ دشمن سے جہاد و قتال کرنا بہت تکلیف دہ کام ہے۔ اس پر بہت کم لوگ صبر کر پاتے ہیں ہاں جس کو اللہ توفیق دے اور راہنمائی کرے اس کے لیے یہ سب آسان ہو جاتا ہے۔ بے شک اللہ کی ذات فرمانبرداروں کے ساتھ ہے اور نافرمانوں کے ساتھ ان کا شیطان ہے۔ لہٰذا کسی بھی نیک کام کے شروع میں صبر کا دامن نہ چھوٹنے پائے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے جو وعدہ کیا ہے اسے تلاش کرو اور جس چیز کا تم کو حکم ملا ہے اسے بجا لاؤ۔ میں تمہاری ہدایت و کامیابی کا بہت متمنی و حریص ہوں اور یاد رکھو باہمی اختلاف و تنازعہ اور کسی کام کو بروقت نہ کرنا انسان کے عجز و کمزوری کی علامت ہے جو اللہ کی ذات کو بالکل پسند نہیں۔ نہ ہی ایسے کام پر اللہ کی طرف سے

کامیابی وکامرانی کا وعدہ ہے۔

اے لوگو! مجھے بتلایا گیا ہے کہ جو غلط روش اختیار کرے گا اللہ اس کے اور اپنی ذات کے درمیان دوریاں پیدا کردے گا اور جو اللہ کی رضا کی خاطر حرام کاموں اور غلط روی سے دور ہٹے گا اللہ اس کے تمام گناہ معاف کردے گا جو مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے دس مرتبہ اس پر رحمت بھیجتے ہیں۔ جس نے کسی مسلمان یا کافر کے ساتھ بھلائی کا معاملہ کیا اس کا اجر و بدلہ اللہ کے ذمہ واجب ہوگیا جو یا تو دنیا میں ہی یا آخرت میں پالے گا۔ جو اللہ کی ذات اور آخرت کے دن پر ایمان لاتا ہے اسے چاہیے کہ جمعہ کے دن صلوٰۃ جمعہ کا اہتمام کرے، سوائے بچوں عورتوں، مریضوں یا غلاموں کے۔ جس نے نمازِ جمعہ سے لاپرواہی برتی اللہ بھی اس سے بے پرواہی برتے گا اور اللہ تو سب سے بڑا غنی اور قابل تعریف ہے۔ میرے علم میں تو ایسا کوئی عمل نہیں ہے جو تمہیں جنت کے اور اللہ کے قریب کرتا ہو اور میں نے تم کو بتلایا نہ ہو اور نہ ہی ایسا عمل میرے علم میں ہے جو جہنم کے قریب لے جانے والا ہو اور میں نے تم کو پہلے سے ہی اس عمل سے باز رہنے کی تاکید نہ کی ہو۔

جبرئیل امین نے میرے سینے میں یہ بات بھی القا کی ہے کہ کسی ذی روح کو اس وقت تک موت نہیں آئے گی جب تک وہ اپنا پورا رزق وصول نہ کرلے۔ اس کے رزق میں سے کچھ کمی نہ ہوگی اگرچہ وہ کتنی سستی اور لاپرواہی کا اظہار کرے۔ تم اپنے پروردگار سے ڈرتے رہو اور احسن انداز میں رزق مانگو کہیں ایسا نہ ہو کہ اللہ نے جو اپنے بندوں کے لیے رزق تیار کر رکھا ہے اس کی تاخیر تمہیں اپنے رب کی نافرمانی پر اکسائے۔ اس کا حصول اتباع خداوندی کے بغیر ناممکن ہے۔

اللہ رب العزت نے حلال وحرام کو واضح اور کھول کھول کر بیان کردیا ہے البتہ کچھ چیزیں ان دونوں کے درمیان مشتبہات ہیں جن کو بہت سے لوگ نہیں جانتے سوائے اس شخص کے جس نے اپنا دامن بچائے رکھا۔ جس نے مشتبہات کو چھوڑ دیا اس نے اپنی آبرو کو بچالیا۔ جو مشتبہات میں پڑھ گیا اس کی مثال اس چرواہے جیسی ہے جو کسی چراگاہ کے اردگرد کنارے پر ریوڑ چرا رہا ہو، قریب ہے کہ وہ اس میں گر جائے۔ ہر بادشاہ کی کوئی چراگاہ ہوتی ہے اور سنو اللہ رب العزت کی چراگاہ اس کے محارم (حرام کردہ اشیاء) ہیں اور (مسلمانوں میں سے ایک مسلمان جسم میں بمنزلہ سر کے ہے) جب سر کو تکلیف پہنچتی ہے پورا بدن تلملا اٹھتا ہے، والسلام علیکم۔

قریش کی سیاسی چال بازی

ابن ابی سبرہ، مطلب بن عبداللہ سے، خالد بن رباح کے واسطے سے نقل کرتے ہیں کہ مشرکین میں سب سے پہلا وہ شخص جو جنگ کے لیے آگے بڑھا وہ ابوعامر الفاسق تھا۔ ابوعامر الفاسق میدان احد میں قبائلی عرب، اہل مکہ کے غلاموں اور اپنی قوم کے پچاس آدمیوں کے ہمراہ مسلمانوں کے سامنے آیا۔ اس کا نام عبد عمرو تھا۔ ابوعامر نے آواز لگائی: اے اہل اوس! میں ابوعامر ہوں، مسلمانوں نے جواب میں کہا: او فاسق! تیرے لیے ہمارے پاس اعزاز و اکرام کی کوئی جگہ باقی نہیں رہی۔ ابوعامر مایوس

ہو کر کہنے لگا: میرے مدینہ سے آنے کے بعد میری قوم (میرے قبیلے کے لوگ) بگڑ گئے ہیں۔ چنانچہ ابو عامر الفاسق اس کے ساتھ آئے ہوئے غلام اور مسلمان ایک دوسرے پر پتھراؤ کرنے لگے اور پتھراؤ کا یہ سلسلہ جانبین سے تھوڑی دیر تک جاری رہا۔ بالآخر ابو عامر اور اس کے رفقاء واپس چلے گئے اور مشرکین میں سے طلحہ بن ابی طلحہ نے مبارزے کی دعوت دی۔ ایک قول کے مطابق غلاموں نے جنگ میں شرکت نہیں کی بلکہ وہ صرف لشکر کی حفاظت پر مامور تھے۔

جوش دلانے کے لیے عورتوں کی سرتوڑ کوشش

معرکہ قتال کے پیش آنے سے پہلے مشرکین کی عورتوں نے مشرکین کی صفوں کے سامنے ڈھول دف اور باجے گاجے بجانا شروع کر دیے، پھر صفوں کے پیچھے چلی گئیں۔ جب وہ لوگ ہمارے قریب آگئے تو صفوں کے پیچھے کھڑے ہو کر مشرکین کو لڑائی پر ابھارنے لگیں اور دوران جنگ اگر کوئی بھی آدمی واپسی کی راہ لیتا تو مقتولینِ بدر کا زخم تازہ کر کے اسے جوش دلاتیں۔

منافقین میں سے ایک شخص قزمان بھی تھا جو احد کی لڑائی میں شرکت کے لیے قافلہ کے ساتھ نہیں گیا تھا۔ جب صبح ہوئی تو بنو ظفر کی عورتوں نے اس کو عار دلائی اور اس سے کہا: اے قزمان! سب لوگ جنگ میں شرکت کے ارادے سے جا چکے ہیں۔ کیا تم اپنے کیے پر پشیمان نہیں ہو؟ تم کوئی مرد نہیں بلکہ عورت ہو پوری قوم جنگ کے لیے جا چکی اور تم ابھی تک گھر میں بیٹھے ہو۔ عورتوں نے اسے جنگ کے لیے خوب تیار کیا اور جوش دلایا۔ وہ گھر گیا اپنی کمان، ترکش اور تلوار ہاتھ میں لیے میدانِ جنگ میں پہنچ گیا۔ قزمان کی شجاعت سے ہر شخص واقف تھا۔ وہ تیزی سے نکل کر رسول اللہ ﷺ کے پاس اس وقت جا پہنچا جب آپ ﷺ صفیں درست فرما رہے تھے وہ صفوں کے پیچھے سے ہوتا ہوا پہلی صف میں جا پہنچا پھر پہلی صف میں ہی رہا اور قزمان ہی وہ شخص تھا جس نے اسلامی لشکر کی جانب سے سب سے پہلا تیر چلایا تھا۔ وہ تیر اس قدر قوت اور تیزی سے پھینکتا تھا جیسے کوئی نیزہ مارا ہو اور اس تیر کی سرعت رفتار سے ایسی آواز پیدا ہوتی تھی جیسے جوان اونٹ کے سینے سے کوئی آواز آ رہی ہو۔ پھر اس نے تلوار تھام لی اور شجاعت و بہادری کے خوب جوہر دکھلائے اور آخر میں اپنے آپ کو خود ہی قتل کر لیا۔

رسول اللہ ﷺ جب قزمان کا ذکر کرتے تو فرماتے ''قزمان جہنمیوں میں سے ہے۔'' جب جنگ کے ایک موقع پر مسلمانوں کا رش کم ہوا تو قزمان نے اپنی تلوار کی نیام توڑ ڈالی اور کہنے لگا: فرار ہونے سے بہتر ہے میدانِ جنگ میں موت آ جائے۔ اے آل اوس! خوب قتال کرو جیسے میں کر رہا ہوں۔ اس طرح وہ تلوار لیے مشرکین کے لشکر کے عین وسط میں جا گھسا اور نظروں سے اوجھل ہو گیا حتیٰ کہ کہا جانے لگا: قزمان قتل ہو گیا ہے۔ پھر تھوڑی دیر بعد نمودار ہوا اور کہنے لگا: میں بنو ظفر کا نوجوان ہوں۔ دوران جنگ اس نے سات مشرکوں کو ٹھکانے لگایا اور خود بھی زخموں سے چورا چور ہو گیا بالآخر زخموں کی تاب نہ لا سکا اور زمین پر گر پڑا۔ قتادہ بن نعمان قریب سے گزرے تو فرمایا: اے جواد و کریم شخص! قزمان نے آواز پر لبیک کہا۔ قتادہ نے فرمایا: شہادت مبارک ہو! کہنے لگا: اے ابو عمرو! خدا کی قسم! میں نے دین کی خاطر قتال نہیں کیا۔ میں نے تو صرف اپنے شہر و بستیوں کے

دفاع میں جہاد کیا ہے۔ تا کہ کہیں یہ لوگ جنگی جنون کے ساتھ اتراتے ہوئے ہمارے گھروں تک نہ پہنچ جائیں۔ آپ ﷺ کے سامنے جب اس کے زخموں کا ذکر ہوا تب آپ نے اس کے جہنمی ہونے کی خبر دی، قزمان زخموں کی تاب نہ لاسکا اور خودکشی کر کے جہنم واصل ہوگیا آپ ﷺ نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ کبھی کبھار فاسق و فاجر اور گنہگار شخص سے بھی دین کی نصرت فرما دیتا ہے۔''

رسول اللہ ﷺ کا دفاعی منصوبہ

نبی کریم ﷺ نے تیر اندازوں کو مخاطب کر کے فرمایا: پشت کی جانب کو دشمنوں سے محفوظ رکھنا، ہمیں خوف ہے کہ وہ ہم پر پیچھے سے حملہ ضرور کریں گے۔ اپنی جگہ کو ہرگز نہ چھوڑنا اگر تم دیکھو کہ ہم نے لشکر کفار کو شکست دے دی ہے اور ان کے مرکز تک جا پہنچے ہیں پھر بھی اپنی جگہ نہ چھوڑنا۔ اگر تم ہمیں قتل ہوتا دیکھو تو نہ ہماری مدد کو آنا اور نہ ہمارا دفاع کرنا۔ اے اللہ! میں تجھے ان پر گواہ بناتا ہوں اور دشمنوں کے گھوڑوں کو تیر اندازی سے دور رکھنا۔ کیونکہ گھوڑا تیر اندازی کے سامنے نہیں ٹھہر سکتا۔

لشکر قریش دو اطراف میں تھے۔ میمنہ، جس پر خالد بن ولید مقرر تھا۔ دوسرا میسرہ جس کی کمان عکرمہ بن ابی جہل کر رہا تھا۔

رسول اللہ ﷺ نے جھنڈا مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں دیا۔ اوس والوں کا جھنڈا اسید بن حضیر کو اور خزرج کا سعد یا حباب بن منذر رضی اللہ عنہم کے حوالے کیا۔ تیر انداز جبل رماۃ پر جانبازی و دلیری سے لشکر اسلام کی پشت محفوظ رکھے ہوئے تھے اور خوب تیر اندازی کر کے مشرکین کے گھوڑوں کو بھگا رہے تھے۔ ایک تیر انداز صحابی کہتے تھے کہ ہم نے غور سے اپنے تیروں کو دیکھا تھا کوئی بھی تیر ایسا نہیں تھا جس کا وار خالی گیا ہو وہ کسی بھی آدمی یا گھوڑے پر جا کر لگتا تو اسے زمین بوس کر دیتا۔

قریش میں انتقام کی بھڑکتی آگ

جب جنگ کا وقت قریب آیا تو لوگ بھی حرکت میں آ گئے مشرکین نے اپنے علمبردار طلحہ بن ابی طلحہ کو میدان میں اتارا۔ صفیں سیدھی کر لیں اور عورتوں کو مردوں کے پیچھے لا کھڑا کر دیا جو دف اور ڈھول بجا کر لشکر قریش کو لڑائی کے لیے برانگیختہ کر رہی تھیں ہند اور اس کی سہیلیاں مقتولینِ بدر کا زخم تازہ کر کے مردان جنگ میں شعلہ جنگ کو مزید ہوا دے رہی تھیں اور کہہ رہی تھیں:

ہم طارق کی بیٹیاں ہیں قالینوں پر چلنے والی ہیں۔

''اگر پیش قدمی کرو گے گلے لگائیں گی۔ اگر بھاگو گے تو الگ ہو جائیں گی اور ہمیشہ کے لیے روٹھ جائیں گی۔''

پہلا مبارز

مشرکین کی طرف سے طلحہ بن ابی طلحہ نے میدانِ جنگ میں نکل کر لشکر اسلام کو للکارا۔ اِدھر سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مبارزہ کی دعوت دی۔ اس طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ اور طلحہ بن ابی طلحہ میدانِ جنگ کے اول دو مبارز آمنے سامنے آ گئے۔ دوسری جانب رسول اللہ ﷺ مرکز میں جھنڈے کے نیچے، اوپر تلے دو زرہ پہنے اور سر پر ٹوپی کے اوپر خود پہنے تشریف فرما تھے۔ حضرت

علی رضی اللہ عنہ اور طلحہ بن ابی طلحہ ایک دوسرے پر جھپٹ پڑے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کو گرالیا اور تلوار سے سر پر اس زور سے وار کیا کہ طلحہ کی کھوپڑی کھلتی چلی گئی اور تلوار کے وار نے جبڑوں تک پہنچ کر دم لیا۔ اس زور کے حملے کی تاب نہ لاتے ہوئے طلحہ گر پڑا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ واپس آ گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کسی نے عرض کیا: طلحہ کو فوراً ہی کیوں نہ مار ڈالا؟ فرمایا: جب میں نے اس کو زمین پر گرایا تو اس کا ستر کھلنے کی وجہ سے مجھے حیا آ گئی اور رحم آ گیا اور مجھے تو پہلے سے معلوم تھا کہ اللہ رب العزت اس کو ضرور ہلاک کرے گا کیونکہ یہی تو لشکر قریش کا مینڈھا ہے۔

یہ بھی منقول ہے کہ پہلے طلحہ نے وار کیا جس کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی ڈھال پر روک لیا۔ طلحہ نے بھی ایک مضبوط زرہ پہن رکھی تھی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کی پنڈلی پر وار کیا اور پاؤں کاٹ کر الگ کر دیے۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کا کام تمام کرنا چاہا لیکن اس نے رحم کی اپیل کی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے چھوڑ دیا۔ پھر کسی مسلمان کا وہاں سے گزر ہوا اور اس کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ ایک قول کے مطابق حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خود ہی اس کو مار ڈالا تھا۔ جب طلحہ جہنم واصل ہوا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوش ہوئے اور مسلمانوں کے ساتھ مل کر نعرہ تکبیر بلند کیا اس کے بعد اسلامی لشکر نے لشکر قریش پر اس زور سے حملہ کیا کہ مشرکین کی صفیں درہم برہم کر کے رکھ دیں اور ابھی تو صرف کبش الکتیبہ (لشکر قریش) کا مینڈھا ہی قتل ہوا تھا۔

دوسرا مبارز

پھر قریش کا علم ابوشیبہ عثمان بن ابی طلحہ نے تھام لیا جو عورتوں کے سامنے رجزیہ اشعار پڑھتے ہوئے کہہ رہا تھا:

جھنڈے والوں پر فرض ہے کہ نیزہ خون سے رنگین ہو جائے یا ٹوٹ جائے۔ عثمان بن ابی طلحہ پرچم تھامے آگے بڑھا جس کو عورتیں دف بجا کر لڑائی پر ابھار رہی تھیں۔ مجاہدینِ اسلام میں سے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے اس پر وار کیا اور تلوار اس کے شانے پر اس زور سے چلائی کہ ہاتھ اور کندھے کو کاٹ کر الگ کر دیا اور تلوار کاٹتی ہوئی تہہ بند تک جا پہنچی اور ہر سربستہ راز فاش ہو گیا اور یہ کہتے ہوئے واپس چلے آئے کہ میں حُجاج کے خدمت گزار اور ساقی عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔

تیسرا مبارز

قریش کا تیسرا علمبردار ابوسعد بن ابی طلحہ میدانِ جنگ میں اتر آیا۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے اس کے گلے میں تیر مار کر کام تمام کر دیا۔ اگرچہ ابوسعد نے زرہ اور خود پہنا ہوا تھا لیکن حلق نظر آ رہا تھا۔ تیر لگنے سے زبان ایسے لٹک گئی جیسے کتا ہو اور یہ بھی منقول ہے کہ جب ابوسعد جھنڈا اٹھائے میدان میں آیا تو عورتیں کہنے لگیں:

''اے پشتوں کے محافظ بنو عبدالدار! دشمن پر ایسا وار کرو جو کاٹ کر رکھ دے۔''

سعد بن ابی وقاص کہتے ہیں: میں نے اس کا دایاں ہاتھ کاٹ کر الگ کر دیا اس نے جھنڈا بائیں ہاتھ میں لے لیا، میں نے بائیں کو بھی تن سے جدا کر دیا۔ اس نے جھنڈا دونوں بازوؤں سے تھام لیا اور سینے سے لگا لیا اور اپنی کمر اس پر جھکا دی۔ سعد رضی اللہ عنہ

کہتے ہیں کہ کمان کے سرے کو زرہ وخود کے درمیان پھنسا دیا۔ میں نے جھپٹ کر اس کی خود اتار کر دور پھینک دی اور اسے موت کے گھاٹ اتار دیا، پھر میں اس کا جنگی ساز و سامان جلدی سے اتارنے لگا۔ اتنے میں سبیع بن عبد عوف اور اس کے ساتھ ایک مختصر سی جماعت میری طرف بڑھی اور مجھے اس کے حاصل ہونے والے مالِ غنیمت سے باز رکھا جو لشکر میں سے کسی بھی آدمی کا عمدہ ترین سامان تھا جس میں ایک کشادہ زرہ، جنگی ٹوپی اور عمدہ تلوار شامل تھی لیکن حرمانِ قسمت کہ میرے ہاتھ اس کا سامان نہ آسکا۔ آخری قول زیادہ راجح ہے جس سے اس بات پر بھی اتفاق ہو گیا کہ ابوسعد کو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے ہی قتل کیا تھا۔

چوتھا مبارز

پھر پرچم قریش اولاد طلحہ میں سے مسافع بن طلحہ بن ابی طلحہ نے اٹھا لیا اور عاصم بن ثابت ابی اقلح رضی اللہ عنہ نے اسے تیر مارا اور کہا: یہ لو! میں ابو اقلح کا بیٹا ہوں۔ انہی زخموں نے بعد میں اس کو قتل کر ڈالا، زخموں سے چور مسافع جب اپنی ماں سلافہ بنت سعد ابن الشہید کے پاس عورتوں میں پہنچا تو اس کی ماں نے پوچھا: بیٹے! کس نے تجھے زخمی کیا؟ کہنے لگا: معلوم نہیں، بس اتنا کہتے ہوئے میں نے سنا تھا وہ کہہ رہا تھا: یہ لو! میں ابو الاقلح کا بیٹا ہوں، سلافہ کہنے لگی، اقلحی؟ بخدا! یہ تو ہمارے ہی قبیلہ کا آدمی ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت عاصم رضی اللہ عنہ نے کہا کہ لو! میں ابن کسرہ ہوں۔ زمانہ جاہلیت میں ان کو بنو کسر الذہب کہا جاتا تھا۔ جب ماں نے حملہ کرنے والے کے بارے پوچھا تو اس نے کہا: معلوم نہیں، البتہ میں نے اس کو یہ کہتے ہوئے سنا تھا: لو! میں کسرہ کا بیٹا ہوں۔ خدا کی قسم! یہ کسریٰ میں سے کوئی ہے اور ہمارا ہی کوئی آدمی ہے سلافہ نے نذر مان لی کہ وہ عاصم بن ثابت کی کھوپڑی میں شراب پیے گی اور جو سر لے کر آئے گا اس کو سو اونٹ انعام میں دے گی۔

پانچواں مبارز

پھر طلحہ کا دوسرا بیٹا کلاب بن طلحہ بن ابی طلحہ جھنڈا ہاتھ میں لیے میدان میں آیا۔ اس کو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

چھٹا مبارز

اس کے بعد جلاس بن طلحہ بن ابی طلحہ نے پرچم ہاتھ میں لیا اور اس کو طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ نے قتل کر دیا۔

ساتواں مبارز

ساتواں مبارز اَرطاۃ بن شرحبیل جھنڈا اٹھائے میدان میں آیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے قتل کر ڈالا۔

آٹھواں مبارز

جھنڈا پھر شریح بن قارظ کے ہاتھ میں آیا جس کا قاتل نامعلوم ہے۔

نواں مبارز

قریشی پرچم برداروں کی موت کا سلسلہ جاری رہا کہ آخر کار قریشی جھنڈا قریشی غلام صواب نے سنبھالا، اس کے قاتل کے بارے میں مختلف اقوال ہیں۔ بعض کا کہنا ہے: سعد بن ابی وقاص نے قتل کیا، ایک قول کے مطابق حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قتل کیا اور راجح قول یہ ہے کہ قزمان (منافق) نے اسے قتل کیا۔ قزمان صواب پر جھپٹ پڑا اور اس کا داہنا ہاتھ کاٹ ڈالا۔ اس نے جھنڈا بائیں ہاتھ میں لے لیا، قزمان نے بایاں بھی کاٹ ڈالا، پھر قزمان نے کمر کو جھکا کر جھنڈے کو اپنے بازوؤں کے درمیان لے لیا اور پکار کر کہا: اے بنوعبدالدار! اب تو میں نے کوئی کسر باقی نہیں چھوڑی۔ قزمان نے صواب پر وار کر کے اسے بھی قتل کر ڈالا۔

مبارزین کے قتل کے بعد میدانِ احد میں جنگ کا منظر

اللہ رب العزت نے جس انداز میں میدانِ احد میں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کی اور کامیابی سے ہمکنار کیا اس کی کوئی نظیر نہیں ملتی۔ حالانکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے پر عمل نہ کرنا اور باہمی اختلاف کے واقعات پیش آ چکے تھے۔ لشکر قریش میں علمبرداروں کا صفایا ہو چکا تھا اور مشرکین شکست خوردہ دوڑے جا رہے تھے واپس مڑ کر بھی نہ دیکھتے تھے اور مشرکین کی عورتیں جو ہر موقع پر فرح و مسرت سے سرشار دف اور ڈھول بجا رہی تھیں اب ان کی حالت یہ تھی کہ ہائے بربادی! ہائے بربادی! کہتی ہوئی بھاگی جا رہی تھیں۔ احد میں شریک ہونے والے بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اس قسم کی روایات منقول ہیں، سب کا کہنا تھا کہ خدا کی قسم! جیسے میں اپنی آنکھوں سے ہند اور اس کی سہیلیوں کو شکست خوردہ بھاگتا ہوا دیکھ رہا ہوں۔ اگر کوئی ان کو پکڑنا چاہتا تو کوئی رکاوٹ نہ ہوتی۔

خالد بن ولید جب بھی کارروائی کے لیے میسرہ کی جانب سے آگے بڑھتا تو بڑھتا ہی چلا جاتا لیکن شکست خوردہ ہی واپس لوٹتا۔ بالآخر وہ پہاڑی کی جانب سے حملہ کرنے کے لیے آگے بڑھتا تو جبل رماۃ پر تعینات تیرانداز واپس لوٹا دیتے اور خالد بن ولید نے ایسا کئی بار کیا۔ لیکن بالآخر مسلمانوں کو تیراندازوں کی جانب سے ہی نقصان اٹھانا پڑا حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح الفاظ میں سمجھایا تھا کہ اپنی جگہ پر کھڑے رہنا اور ہماری پشت محفوظ رکھنا۔ اگرچہ تم دیکھو کہ ہم مال غنیمت اکٹھا کر رہے ہیں تب بھی ہمارے ساتھ شریک نہ ہونا۔ اگر تم دیکھو کہ ہم قتل کر دیے گئے ہیں پھر بھی مدد کے لیے نہ آنا۔ جب مشرکین شکست سے دوچار ہوئے اور مسلمانوں نے ان کا پیچھا کیا۔ وہ جہاں چاہتے اسلحہ چھوڑ دیتے حتیٰ کہ ان مشرکین کو ان کے مرکز سے بھی نکال باہر پھینکا اور مرکز پر بھی دھاوا بول کر سامان قبضہ میں لے لیا۔ پہاڑ کی چوٹی پر تعینات کچھ تیرانداز ایک دوسرے سے کہنے لگے: اب ہم یہاں کیوں بلا مقصد کھڑے ہیں؟ اللہ رب العزت نے دشمن کو پسپا کر دیا ہے اور یہ ہمارے بھائی ان کے مرکز تک جا پہنچے ہیں۔ لہٰذا تم بھی جاؤ اور اپنے بھائیوں کے ساتھ مالِ غنیمت اکٹھا کرو۔

لیکن ان میں سے کچھ کہنے لگے: کیا تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان یاد نہیں کہ ہماری پشت سے ہماری حفاظت کرنا اور اپنی

جگہ سے بالکل نہ ہٹنا۔ اگرچہ تم ہم کو قتل ہوتا دیکھو تو مدد کو نہ آنا اور اگر تم دیکھو کہ مالِ غنیمت اکٹھا کر رہے ہیں تب بھی ہمارے پاس نہ آنا۔ بس ہماری پشت محفوظ رکھنا۔ دوسروں نے کہا: آپ ﷺ کی یہ مراد نہیں تھی۔ اب تو اللہ رب العزت نے مشرکین کو شکست دے کر ذلیل و رسوا کر کے رکھ دیا ہے۔ لہٰذا لشکر کے ساتھ جا ملو اور ان کے ساتھ مل کر کافروں کا بچا کھچا مال جمع کرو۔ جب تیر انداز صحابہ کرام کا اختلاف بڑھ گیا تو ان کے امیر عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیا اور وہ اس دن اپنے سفید لباس کے باعث بالکل نمایاں نظر آ رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کی جس کا وہ لائق ہے، پھر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات کی تعمیل کا حکم دیا اور رسول اللہ ﷺ کے حکم کی مخالفت کرنے سے بھی منع فرمایا، لیکن انہوں نے بات نہ مانی اور چل پڑے۔ جس کے نتیجے میں امیر عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ دس تیر انداز صحابہ کے علاوہ اور کوئی باقی نہ بچا جن میں حارث بن انس بن رافع بھی تھے۔ حارث کہنے لگے: اے لوگو! اپنے نبی سے کیے ہوئے وعدے کی پاسداری کرو اور امیر کی اطاعت کرو۔ مگر وہ لوگ نہ مانے اور لشکرِ قریش کے مرکز کی طرف چل دیے اور مالِ غنیمت اکٹھا کرنے میں جت گئے۔ جبلِ رماۃ تقریباً خالی ہو گیا اس وقت تک مشرکین کی صفیں درہم برہم ہو چکی تھیں لیکن اب جنگ کی ہوا کا رخ بدلنے لگا اور مشرکین کا گروہ چکر کاٹ کر دوبارہ لوٹ آئے اور پلٹ کر اس وقت مسلمانوں پر حملہ کیا جبکہ وہ مالِ غنیمت لوٹنے اور جمع کرنے میں مصروف تھے۔

صفوان بن امیہ کے آزاد کردہ غلام نسطاس (جو بعد میں اسلام لے آئے تھے اور کیا خوب اسلام لائے) فرماتے ہیں کہ میں غلام تھا اور میں بھی ان لوگوں میں سے تھا جو مشرکین کے مرکز میں پیچھے رہ گئے تھے اور اس دن وحشی اور بنو عبدالدار کے غلام صواب کے علاوہ کسی اور غلام نے قتال نہیں کیا۔

معرکۂ احد کی کہانی......ابوسفیان کی زبانی

میدان کارزار سجنے سے پہلے ابوسفیان نے قریش کو خطاب کرتے ہوئے کہا: اے گروہِ قریش! اپنے لڑکوں اور غلاموں کو پیچھے ساز و سامان کی حفاظت کے لیے مرکز میں ہی چھوڑ جاؤ جو تمہارے سامان پر پہرہ دیں گے۔ ابوسفیان کہتے ہیں: ہم نے سامان جمع کر کے ایک جگہ رکھ دیا اور اونٹوں کو باندھ دیا اور لوگ دائیں بائیں سے اپنا سامان اکٹھا کر کے لانے لگے اور کجاوے کو چمڑے کی بنی چادروں سے ڈھانپ دیا۔ لوگوں نے اکٹھے ہو کر قتال شروع کر دیا۔ پھر جب ہماری جماعت شکست سے دوچار ہوئی تو محمد ﷺ کے مجاہد صحابہ نے ہمارے مرکزِ جنگ تک پہنچ کر ہمارا گھراؤ کر لیا جس وقت ہم کجاوں میں چھپے بیٹھے تھے اور مجھے بھی گرفتار کر لیا گیا اور انہوں نے لشکر میں بدترین قسم کی لوٹ مار کی حتی کہ ایک آدمی نے سوال کیا کہ صفوان بن امیہ کا مال کہاں ہے؟ میں نے کہا: وہ تو صرف معمولی سا لے کر آیا ہے جو کجاوے میں رکھا ہے اب وہ شخص میرے ساتھ وہاں تک پہنچا اور میں نے اس کو صندوق سے ۱۵۰ مثقال نکال کر دیے۔ ہمارے تمام جنگجو بھاگ چکے تھے اور ہم بھی ناامید ہو چکے تھے اور عورتیں بھی ایک طرف اپنی جگہوں پر سہمی بیٹھی تھیں اگر کوئی انہیں گرفتار کرنا چاہتا تو بآسانی کر لیتا اور تمام کا تمام قریشی مال مجاہدینِ اسلام کے ہاتھ

آ گیا اور ہم بھی اسی طرح سرِ تسلیم خم کیے بیٹھے تھے کہ یکا یک میں نے پہاڑ کی طرف سے کچھ شہسواروں کو ابھرتے ہوئے دیکھا جو بڑی تیزی سے میدان میں داخل ہو گئے اور ان کو وہاں پر روکنے والا کوئی نہ تھا۔ کیونکہ جس سرحد پر تیر اندازوں کو بطور پہرہ دار بٹھایا گیا تھا وہ خالی ہو چکی تھیں اور سرحدوں کے محافظ مال اکٹھا کرنے کے لیے نیچے آ چکے تھے اور میں دیکھ رہا تھا کہ ان میں سے ہر ایک ادنیٰ قسم کے درا ہم بھی بغل میں لیے پھر رہا تھا، ہر کسی کے ہاتھ یا بغل میں کوئی نہ کوئی چیز تھی جسے اس نے پکڑ رکھا تھا۔ جب ہمارے شہسوار میدانِ جنگ میں پلٹے تو بڑے اطمینان سے غارت گری کرتے ہوئے آگے بڑھتے جا رہے تھے اور ایسی تلوار چلائی کہ جس کی کاٹ سے بڑے خوفناک حادثات اور قتل کے واقعات رونما ہوئے اور مسلمان ہر طرف بکھر گئے اور لوٹا مال ہاتھوں سے نکلنے لگا اور ہمارے مرکز سے دور ہونے لگے۔ ہم نے دوبارہ اپنا سامان قبضہ میں لیا اور کچھ بھی باقی نہ چھوڑا۔ اپنے قیدی بھی چھڑوا لیے اور میدان جنگ سے خوب سونا لوٹا اور میں نے مسلمانوں میں سے ایک آدمی کو دیکھا جس نے صفوان بن امیہ کو اتنی سختی سے دبایا، قریب تھا کہ اس کی جان نکل جاتی اور وہ مر جاتا۔ پھر میں نے اپنا خنجر نکالا اور اسے مار ڈالا اور وہ زمین پر ڈھیر ہو گیا۔ بعد میں میں نے اس کے بارے پوچھا کہ وہ کون تھا پتہ چلا کہ بنو ساعدہ کا کوئی آدمی تھا۔ پھر اللہ نے مجھے ہدایت اسلام عطا کی اور میں اسلام لے آیا۔

مسلمانوں کی مالِ غنیمت سے محرومی

ابن ابی سبرہ اسحاق بن عبداللہ کے واسطے سے عمر بن حکم سے نقل کرتے ہیں کہ کوئی ایسا صحابی ہمارے علم میں نہیں آیا جس نے مالِ غنیمت اکٹھا کیا ہو (سونا وغیرہ) اور اس کے پاس باقی بھی رہا ہو کیونکہ مشرکین نے ہمیں مکمل طور پر گھیر لیا تھا اور دونوں لشکر آپس میں گڈمڈ ہو گئے۔ ہاں دو صحابی ایسے تھے جو مالِ غنیمت حاصل کرنے میں کامیاب رہے: ایک عاصم بن ثابت بن ابی اقلح جن کو میدانِ جنگ سے ایک پٹکا ملا جس میں پچاس دینار تھے۔ انہوں نے اس پٹکے کو لباس کے نیچے ازار بند کے قریب باندھ لیا اور دوسرے عباد بن بشر تھے جن کو ایک تھیلی ملی جس میں تیرہ مثقال تھے اس تھیلی کو قمیص کی جیب میں ڈالا اور قمیص کے اوپر زرہ کو مضبوطی سے باندھ رکھا تھا۔ دونوں رسول اللہ ﷺ کے پاس لے کر آئے مگر آپ ﷺ نے خمس نہیں نکالا بلکہ بطور تحفہ ان کو عطا کر دیا۔

رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب تیر انداز اپنے مقررہ مقام سے ہٹ گئے صرف چند افراد باقی رہ گئے، خالد بن ولید نے پہاڑ کو تیر اندازوں سے خالی پایا تو خالد بن ولید شہسواروں سمیت واپس پلٹا اور عکرمہ بن ابی جہل بھی پیچھے پیچھے چلا آیا اور باقی ماندہ تیر اندازوں پر جھپٹ پڑے اور انہیں تیر مار مار کر زخمی کر دیا۔ حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ نے بھی خوب تیر اندازی کی حتیٰ کہ ان کا ترکش خالی ہو گیا۔ پھر نیزے سے دفاع کیا اور وہ بھی ٹوٹ گیا۔ پھر حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ نے اپنی تلوار نیام سے باہر نکالی اور لڑتے لڑتے جامِ شہادت نوش فرما گئے۔ جعال بن سراقہ اور ابو بردہ بن نیار نے اپنی آنکھوں سے حضرت عبداللہ بن جبیر

کو شہید ہوتے دیکھا اور یہ دونوں صحابی جبل رماۃ سے سب سے آخر میں میدانِ جنگ میں آئے تھے۔ اس وقت مشرکین گھوڑوں کی پشتوں پر دوبارہ لڑائی کے لیے سوار ہو چکے تھے جبکہ ادھر مجاہدینِ اسلام کی صفیں بکھر چکیں تھیں۔ اسی دوران ابلیس ملعون جعال بن سراقہ کی صورت میں نمودار ہوا اور بلند آواز سے پکارا: إِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ قُتِلَ محمد (ﷺ نعوذ باللہ) قتل کر دیے گئے ہیں اور تین مرتبہ یہی کلمات دہرائے۔ ابلیس کے جعال بن سراقہ کی صورت میں سامنے آنے سے وہ دن جعال بن سراقہ پر بڑا مشکل اور آزمائش سے بھرپور گزرا۔ جبکہ ابن سراقہ مسلمان کے ساتھ مل کر بڑی دلیری اور سرفروشی کے ساتھ لڑ رہے تھے اور اس وقت وہ ابو بردہ بن نیار اور خوات بن جبیر کے پہلو میں موجود تھے۔ اللہ کی قسم! مشرکین کی جانب سے اس شدت کا حملہ مسلمانوں پر ہوا کہ اس سے پہلے دیکھنے میں نہیں آیا اور مسلمان جعال بن سراقہ کو ٹھکانے لگانے کے لیے لپکے کیونکہ ان کا خیال تھا کہ انہوں نے ہی حضور ﷺ کے قتل ہونے کی افواہ اڑائی تھی۔ مگر ابو بردہ بن نیار اور خوات بن جبیر نے بطور عینی شاید کے بتلایا کہ جعال اس وقت ہمارے قریب ہی موجود تھے جب قتل نبی ﷺ کی خبر مشہور ہوئی اور بلاشبہ اعلان کرنے والا جعال نہیں بلکہ کوئی اور آدمی تھا۔ رافع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ بعد میں میں نے بھی ان کے حق میں یہی گواہی دی۔

رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمیں اپنی ہی لغزشوں اور نبی ﷺ کی حکم عدولی کے نتیجے میں نقصان اٹھانا پڑا۔ مسلمان کافروں کے ساتھ ایسے گڈمڈ ہوئے کہ لاشعوری میں ایک دوسرے کی گردنیں اڑانے لگے کیونکہ اب مسلمان اندھا دھند وار کر رہے تھے اور اضطراب کی کیفیت سے دوچار تھے۔

افراتفری میں باہم دست و گریبان

جنگ احد میں حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ کو دو زخم پہنچے، ایک ابو بردہ رضی اللہ عنہ کی جانب سے لاعلمی میں اور ابو بردہ ساتھ یہ بھی کہہ رہے تھے۔ یہ لو! میں انصاری نوجوان ہوں۔ پھر ابو زعنہ نے دائرہ قتال سے نکل کر لاشعوری میں ابو بردہ پر دو وار کیے اور ساتھ یہ بھی کہا: لو میں ابو زعنہ ہوں۔ مگر بعد میں ان کو پہچان لیا۔ چنانچہ ابو بردہ جب بھی ان سے ملتے تو کہتے دیکھو تم نے میرے ساتھ کیا کیا۔ ابو زعنہ جواب میں کہتے: تم نے اسید بن حضیر پر جس طرح لاشعوری میں حملہ کیا تھا میرے ساتھ بھی بالکل یہی صورت حال پیش آئی لیکن یہ سب زخم اللہ کے راستے میں آئے ہیں۔

آپ ﷺ کے سامنے جب روداد بیان کی گئی تو فرمایا: یہ سب کچھ اللہ کے راستے میں پیش آیا۔ لہٰذا ابو بردہ! پریشانی کی کوئی بات نہیں بلکہ تمہارے لیے تو اللہ کے ہاں اجر و ثواب لکھا جا چکا۔ حتیٰ کہ اللہ کی راہ میں کوئی مسلمان تجھے قتل بھی کر دیتا تب بھی تم شہید ہوتے جیسے تمہیں کسی مشرک نے قتل کیا ہو۔

اسی طرح حسیل بن جابر اور رفاعہ بن وقش دو عمر رسیدہ صحابی بلند ٹیلوں پر عورتوں کے قریب بیٹھے جنگ کا نظارہ کر رہے تھے۔ ایک نے دوسرے سے کہا: تیرا ناس ہو! ہمارے جسموں میں کچھ باقی تو بچا نہیں، خدا کی قسم ہم آج نہیں تو کل ضرور موت کے منہ

میں چلے جائیں گے اور موت بالکل ہمارے سروں پر منڈلا رہی ہے۔ موت کا اتنا بھی وقت نہیں ہے جتنا وقت کسی جانور کی پیاس لوٹنے تک ہوتا ہے۔ کیا ہی اچھا ہو گا کہ ہم تلوار لیے رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ جنگ میں شریک ہو جائیں، شاید اللہ ہمیں بھی شہادت سے سرفراز فرمائے۔ رافع کہتے ہیں کہ وہ دونوں کبیر السن حضرات دن کے وقت رسول اللہ ﷺ کے ساتھ میدان احد میں اتر گئے۔ ان میں سے رفاعہ تو مشرکین کے ہاتھوں شہید ہو گئے اور حسیل بن جابر کا قصہ یہ ہوا کہ وہ مسلمانوں کی تلواروں کے نرغے میں آ گئے اور مسلمانوں کو اس وقت سے کچھ ہوش نہ تھا جب سے وہ کفار کے ساتھ گڈ مڈ ہو گئے تھے۔ حذیفہ رضی اللہ عنہ پکار پکار کر کہہ رہے ہیں۔ میرے باپ! میرے باپ! مگر ایک نہ سنی گئی اور وہ شہید ہو گئے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے: اللہ تمہاری بخشش فرمائے وہی سب سے بڑا مہربان ہے۔ اس کے بعد حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کا مقام رسول اللہ ﷺ کے ہاں مزید بلند ہو گیا اور آپ ﷺ نے دیت کی ادائیگی کا حکم دیا اور منقول ہے کہ ان کو قتل کرنے والے عتبہ بن مسعود تھے۔ مگر حذیفہ رضی اللہ عنہ نے دیت لینے سے انکار کر دیا اور دیت کا مال مسلمانوں پر صدقہ کر دیا۔

حباب بن منذر بن جموح رضی اللہ عنہ زور سے چلائے۔ اے آل سلمہ! انہوں نے یک زبان ہو کر جواب دیا: لبیک اے خدا کی طرف بلانے والے، لبیک اے خدا کی طرف بلانے والے! اس دن جبار بن صخر نے لاشعوری میں ان کے سر میں کوئی وزنی چیز دے ماری۔ اس طرح مسلمان ایک دوسرے کے دست و گریبان ہو گئے۔ پھر پہچان کے لیے اُمِتْ، اُمِتْ کا لفظ اپنا شعار بنا لیا اور ایک دوسرے کو نقصان پہنچانے سے باز آ گئے۔

ملائکہ میدان احد میں

زبیر بن سعد عبداللہ بن فضل سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو جھنڈا پکڑا دیا مگر حضرت مصعب رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے۔ پھر اس جھنڈے کو ایک فرشتے نے حضرت مصعب رضی اللہ عنہ کی شکل و صورت میں تھام لیا۔ آپ ﷺ حضرت مصعب رضی اللہ عنہ کو مخاطب ہو کر فرمانے لگے: مصعب آگے بڑھو، فرشتے نے مڑ کر نبی کریم ﷺ کی طرف دیکھا اور فرمایا: میں مصعب نہیں ہوں۔ آپ ﷺ سمجھ گئے کہ یہ فرشتہ ہے جو اللہ کی طرف سے آیا ہے اور ابو معشر کو بھی اسی طرح کی بات کہتے ہوئے سنا۔

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے منقول ہے: میں میدان احد میں تیر اندازی کر رہا تھا تو میں نے دیکھا کہ خوب رو حسین نوجوان مجھے تیر واپس لا کر میرے ہاتھ میں دے رہا ہے جس کو میں پہچانتا نہیں تھا اور بعد میں بھی اس کا پتہ نہ چل سکا میرا گمان ہے کہ وہ کوئی فرشتہ تھا۔

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے ہی منقول ہے کہ میں نے سفید لباس پہنے دو آدمیوں کو دیکھا۔ ان میں سے ایک رسول اللہ ﷺ کی دائیں جانب اور دوسرا بائیں جانب تھا اور بڑی دلیری و جان سپاری سے لڑ رہے تھے۔ ان کو نہ تو میں نے پہلے کبھی

دیکھا تھا نہ ہی بعد میں۔

عبید بن عمیر فرماتے ہیں کہ قریش احد سے واپس ہوئے تو اپنی مجالس میں کامیابی پر تبصرہ کرنے لگے اور کہنے لگے کہ ہم نے آج وہ چتکبرے گھوڑے اور سفید لباس والے وہ آدمی نہیں دیکھے جو بدر میں دیکھے تھے۔ عبید بن عمیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ احد کے دن فرشتے قتال میں شریک نہیں ہوئے۔

عمر بن الحکم سے منقول ہے کہ احد کے دن رسول اللہ ﷺ کی فرشتوں کے ذریعے مدد نہیں کی گئی جو بدر میں تھی۔

مجاہد سے منقول ہے کہ فرشتوں نے شرکت تو کی مگر قتال میں حصہ نہیں لیا۔

مجاہد رحمہ اللہ سے ایک دوسری روایت میں منقول ہے کہ فرشتوں نے بدر کے علاوہ کسی جنگ میں لڑائی میں حصہ نہیں لیا۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نصرت کا وعدہ تھا لیکن میدان میں ثابت قدمی اختیار کرنے کی صورت میں۔ جب تیر انداز اپنے مقررہ مقام سے ہٹ گئے تو فرشتوں نے بھی قتال نہیں کیا۔

ابو بشر مازنی سے منقول ہے کہ جب شیطان بد بخت نے چلا کر کہا کہ محمد (ﷺ) قتل کر دیے گئے تو لشکر اسلام میں خوف و ہراس کی لہر دوڑ گئی اور مسلمان بکھر گئے اور بھاگ کر پہاڑ پر چڑھنے لگے۔ سب سے پہلے نبی کریم ﷺ کی زندگی و سلامتی کا اعلان کرنے والے کعب بن مالک تھے۔ کعب رضی اللہ عنہ خود کہتے ہیں: میں نے زور زور سے کہنا شروع کر دیا مگر آپ ﷺ نے اپنے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر اشارہ فرمایا کہ خاموش رہو۔

کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے ایک اور حدیث میں منقول ہے کہ جب لوگ میدانِ جنگ میں تتر بتر ہو گئے تو سب سے پہلے میں نے رسول اللہ ﷺ کو پہچانا اور مسلمانوں کو ان کے زندہ سلامت ہونے کی خوشخبری دی۔ میں اس وقت لوگوں میں موجود تھا آپ ﷺ نے کعب بن مالک کا جنگی لباس منگوایا جو کہ زرد یا زردی مائل تھا۔ آپ ﷺ نے کعب کا لباس پہن لیا اور اپنا سامان اتار کر کعب کو پہنا دیا۔ پھر کعب رضی اللہ عنہ نے بڑی سخت جنگ لڑی اور ان کے جسم پر سترہ زخم آئے۔

کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے ان کے بیٹے نقل کرتے ہیں کہ احد کے دن میں نے سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ کو خود کے نیچے آنکھوں سے پہچانا۔ میں نے انصار کو مخاطب کر کے کہا۔ اے گروہِ انصار! خوشخبری ہو رسول اللہ ﷺ اِدھر موجود ہیں۔ آپ ﷺ نے مجھے خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔

اعرج سے منقول ہے کہ جب شیطان نے محمد ﷺ کے قتل ہونے کی افواہ اڑائی تو ابو سفیان بن حرب نے کہا: اے لشکرِ قریش تم میں سے کس نے محمد (ﷺ) کو قتل کیا ہے۔ ابن قمیہ نے کہا: میں نے۔ ابو سفیان نے کہا کہ پھر تو ہم تجھے اپنا سردار تسلیم کر لیں گے جیسے عجمی لوگ اپنے بہادروں کے ساتھ کرتے ہیں۔ ابو سفیان ابو عامر الفاسق کو ساتھ لیے میدان کا چکر لگانے لگا تا کہ محمد ﷺ کو مقتولین کے درمیان دیکھ سکے۔ خارجہ بن زید بن ابو زبیر کے پاس سے گزر ہوا تو کہنے لگا: ابو سفیان کیا تمہیں معلوم ہے کہ مقتول کون ہے؟ ابو سفیان نے کہا: نہیں۔ کہنے لگا: یہ خارجہ بن زید بن ابی زہیر خزرجی بنو حارث بن خزرج کا سردار ہے۔

اس کے قریب عباس بن عبادہ بن نضلہ کے پاس آئے تو ابو عامر کہنے لگا یہ ابن توقل، معزز گھرانے کا شریف آدمی ہے پھر ذکوان بن عبد قیس کے پاس سے گزر ہوا تو کہنے لگا: یہ ان کے سرداروں میں سے تھا۔ جب اپنے بیٹے حنظلہ کے پاس پہنچا تو ابوسفیان نے دریافت کیا کہ ابو عامر! یہ کون ہے؟ کہنے لگا: یہ ان میں سے مجھے سب سے محبوب و عزیز ہے، یہ حنظلہ بن ابو عامر ہے۔ ابوسفیان نے کہا کہ محمد (ﷺ) کہیں پڑے نظر نہیں آئے اگر ابن قمیئہ نے قتل کیا ہوتا تو ہم ضرور دیکھ لیتے۔ ابن قمیئہ نے جھوٹ بولا ہے۔ پھر ابوسفیان خالد بن ولید سے ملے تو پوچھا کہ کیا واقعی محمد (ﷺ) قتل ہو گئے ہیں؟ خالد کہنے لگے: میں نے تو انہیں اپنے ساتھیوں کے ساتھ پہاڑ پر چڑھتے دیکھا ہے۔ ابوسفیان نے کہا: یہ سچ ہے، ابن قیمئہ نے جھوٹ بولا جو سمجھ رہا ہے کہ میں نے ان کو قتل کر دیا ہے۔

ابوسفیان سے منقول ہے کہ میں نے محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو کہتے ہوئے سنا کہ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اور کانوں سے رسول اللہ ﷺ کو اس دن فرماتے ہوئے سنا جب لوگ پہاڑ کی طرف بھاگے چلے جا رہے تھے اور پیچھے مڑ کر نہ دیکھتے تھے۔ آپ ﷺ کسی سے فرما رہے تھے: او فلاں! میرے پاس آؤ! او فلاں! میرے پاس آؤ! میں اللہ کا رسول (یہاں) ہوں لیکن ان دونوں میں سے کسی نے بھی توجہ نہ دی اور چلتے چلے گئے۔

ابوبکر بن عبداللہ بن ابوجہم سے منقول ہے کہ جب حضرت خالد بن ولید شام میں تھے تو اپنا قصہ اس طرح بیان کیا کرتے تھے: تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے مجھے ہدایت (اسلام) عطا فرمائی۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ میں نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو میدان احد میں دیکھا تھا جب شکست کھا کر واپس ہو رہے تھے اور عمر رضی اللہ عنہ اکیلے ہی تھے کوئی بھی ساتھ نہ تھا اور میرے ساتھ ایک لشکر جرار موجود تھا لیکن اس لشکر میں سے میرے علاوہ کسی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو نہ پہچانا، میں نے ان سے دور رہنے کو ہی مناسب سمجھا کیونکہ مجھے ڈر تھا کہ اگر ان کو چھیڑ چھاڑ کی تو پتہ نہیں میرے ساتھی ان کے سامنے ٹھہر سکیں گے یا نہیں؟ اس وقت میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ اپنی قوم کے پاس جا رہے تھے۔

نافع بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ میں نے مہاجرین میں سے کسی کو یہ کہتے ہوئے سنا فرما رہے تھے: میں نے جنگ احد میں شرکت کی، میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ پر ہر طرف سے تیر برسائے جا رہے ہیں اور آپ ﷺ درمیان میں موجود ہیں اور ہر تیر کو ان سے دور ہی روک لیا جاتا تھا اور میں نے عبداللہ بن شہاب زہری کو اس دن کہتے ہوئے سنا: مجھے محمد کے بارے بتلاؤ اگر وہ آج بچ کر نکل گئے اور صحیح سالم لوٹ گئے تو میری بربادی کا وقت آچکا۔ حالانکہ آپ ﷺ اس کے قریب اکیلے ہی کھڑے تھے۔ وہ حضور ﷺ کے پاس سے گزر کر آگے نکل گیا اور جب عبدالسبن شہاب صفوان بن امیہ سے ملا تو صفوان نے کہا تو ہلاک ہو کیا تمہیں موقع نہیں ملا تھا کہ تم محمد (ﷺ) کو قتل کر کے فساد کو جڑ سے ہی اکھاڑ دیتے۔ عبداللہ بن شہاب نے پوچھا: کیا آپ نے ان کو دیکھا ہے؟ صفوان نے کہا: جی وہ تمہارے قریب ہی موجود تھے، عبداللہ نے قسم اٹھا کر کہا: میں نے ان کو نہیں دیکھا تھا۔ خدا کی قسم! وہ ہمارے ہاتھوں سے مکمل طور پر محفوظ رہے۔ ہم چار آدمی یہ عہد و پیمان کر کے نکلے تھے کہ آج

ضرور قتل کریں گے لیکن ہم تو ان کے قریب بھی نہ پھٹک سکے۔

نملہ بن ابی نملہ سے منقول ہے (ابو نملہ کا نام عبداللہ بن معاذ تھا اور ان کے والد معاذ، براء بن معرور کے ماں شریک بھائی تھے) فرماتے ہیں: جب مسلمانوں کی میدانِ جنگ میں صفیں ٹوٹ گئیں اور وہ ہر طرف بکھر گئے تو میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کوئی بھی موجود نہیں ہے سوائے ایک مختصر سی جماعت کے۔ انصار اور مہاجرین پر مشتمل صحابہ رضی اللہ عنہم کی یہ مختصر سی جماعت آنحضرت ﷺ کا مکمل طور پر احاطہ کیے ہوئے تھی اور آپ ﷺ کو دائرے میں لے کر محفوظ مقام کی طرف لے گئے۔ کیونکہ اب مسلمانوں کی نہ کوئی جماعت باقی رہی نہ ہی کوئی علمبردار باقی رہا تھا۔ مشرکین مسلمانوں کو کبھی آگے کی طرف دھکیلتے اور کبھی پیچھے کی طرف۔ کبھی اکٹھے ہو جاتے کبھی بکھر جاتے۔ لوگوں میں کوئی ایسا آدمی ڈھونڈے سے بھی نہ ملتا تھا جو مشرکین کی یلغار روک سکے۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کی طرف نظر دوڑائی۔ اس وقت آپ ﷺ صحابہ رضی اللہ عنہم کے آگے آگے تشریف لے جا رہے تھے۔ پھر تمام مشرکین لشکر سمیت واپس لوٹ گئے اور مدینہ میں لوگوں میں مختلف قسم کی خبریں پھیلا دیں جس سے لوگوں کا اضطراب اور بڑھ گیا۔ پھر جب آپ ﷺ سب کے سامنے صحیح سالم نمودار ہوئے تو ایسے لگا کہ جیسے ان کو کوئی پریشانی ہی نہیں تھی۔

ابراہیم بن محمد بن شرحبیل اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ احد میں جھنڈا حضرت مصعب رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھا جب مسلمانوں کے پاؤں اکھڑ گئے، وہ اس وقت بھی ثابت قدم رہے۔ ابن قمیہ شہسوار آیا اور حضرت مصعب رضی اللہ عنہ کا داہنا ہاتھ کاٹ کر الگ کر دیا۔ حضرت مصعب رضی اللہ عنہ کہہ رہے تھے کہ محمد ﷺ نہیں مگر رسول اور ان سے پہلے کئی رسول گزر چکے'' اور جھنڈا بائیں ہاتھ میں لے لیا اور کمر کے بل جھک گئے اس نے بایاں بھی الگ کر دیا انہوں نے جھنڈے کو اپنے بازوؤں اور سینے کی مدد سے جھک کر تھام لیا اور فرمایا: "وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل" محمد ﷺ نہیں ہیں مگر رسول اور ان سے پہلے بھی کئی پیغمبر گزر چکے ہیں۔ پھر ابن قمیہ نے تیسری مرتبہ اس زور سے حملہ کیا کہ نیزہ ٹوٹ گیا اور حضرت مصعب رضی اللہ عنہ گر پڑے اور جھنڈا بھی گر پڑا۔ بنو عبدالدار کے دونو جوان سویبط بن حرملہ اور ابو روم آگے بڑھے اور ابو روم نے علم تھام لیا پھر یہ علم مسلمانوں کے مدینہ لوٹ جانے تک ابو روم ہی کے ہاتھ میں رہا۔

موسیٰ بن یعقوب، مقداد سے نقل کرتے ہیں کہ جب ہم لڑائی کے لیے صف آرا ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے جھنڈے تلے بیٹھ گئے۔ پھر جب مشرکین کے علمبردار قتل ہونے کے بعد مشرکین کو شکست کھانی پڑی اور مسلمانوں نے مرکز پر حملہ کر کے سارا مال لوٹ لیا۔ پھر مشرکین نے پیچھے سے پلٹ کر مسلمانوں پر زوردار حملہ کیا جس سے لوگ بکھر گئے۔ آپ ﷺ نے علمبرداروں میں منادی کروائی تو حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے جھنڈا تھام لیا اور شہید ہو گئے۔

اہل خزرج کا جھنڈا سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے پاس تھا اور آپ ﷺ اس کے نیچے کھڑے تھے اور صحابہ آپ ﷺ کے ارد گرد جمع تھے۔ آپ ﷺ نے دن کے آخری پہر مہاجرین کا جھنڈا ابو الردم عبدری کے ہاتھ میں دیا اور میں نے دیکھا کہ اوس کا جھنڈا اسید بن حضیر کے ہاتھ میں تھا اور جنگ کے دوران ایک وقت تک دور سے ہی تیر اندازی کرتے رہے۔ اور صفوں کے بکھر

جانے کے باوجود لڑتے رہے۔

مشرکین نے یاللعزیٰ! اور یا آل ہبل! کے نعرے بلند کیے اور خدا کی قسم! ہمارا (مسلمانوں کا) بری طرح خون بہایا حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ زخمی ہوگئے، لیکن اس ذات کی قسم جس نے آپ ﷺ کو حق دے کر بھیجا ہے! آپ ﷺ ایک بالشت بھی میدانِ جنگ سے پیچھے نہ ہٹے۔ بلکہ دشمن کے روبرو کھڑے رہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت کبھی آپ کے قریب آجاتی تو دوسرے لمحے یہی جماعت تتر بتر ہوجاتی، اس دوران مجھے یہ بھی دیکھنے کا موقع ملا کہ آپ ﷺ تیر اندازی اور سنگ باری کررہے ہیں جس سے بالاخر مشرکین آپ ﷺ سے دور ہوگئے۔

جاں نثار صحابہ رضی اللہ عنہم

آپ ﷺ اپنی جگہ ثابت قدم رہے اور آپ کے ساتھ صحابہ بھی تھے، سات مہاجرین میں سے اور سات انصار میں سے جن کی تفصیل یہ ہے:

ابوبکر، عبدالرحمن بن عوف، علی بن ابی طالب، سعد بن ابی وقاص، طلحہ بن عبید اللہ، ابوعبیدہ بن الجراح، زبیر بن العوام، انصار میں سے حباب بن منذر، ابودجانہ، عاصم بن ثابت، حارث بن الصمہ، سہل بن حنیف، اُسید بن حضیر، سعد بن معاذ۔ یہ بھی منقول ہے کہ اسید بن حضیر اور سعد بن معاذ کی جگہ سعد بن عبادہ اور محمد بن مسلمہ تھے۔

اس دن آپ ﷺ کے ہاتھ پر ۸ صحابہ نے موت تک لڑنے کی بیعت کی تین مہاجر اور پانچ انصار تھے۔ علی رضی اللہ عنہ، زبیر رضی اللہ عنہ، طلحہ رضی اللہ عنہ، ابودجانہ رضی اللہ عنہ، حارث بن الصمہ رضی اللہ عنہ، حباب بن المنذر رضی اللہ عنہ، عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ، سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ لیکن ان میں سے کوئی شہید نہ ہوا اور آپ ﷺ باری باری سب کو پکارتے رہے اور وہ لڑتا لڑتا وسط میدان میں جا پہنچتا۔

عتبہ بن جبیرہ، یعقوب بن عمرو بن قتادہ سے بیان کرتے ہیں کہ اس دن ۳۰ آدمی آپ ﷺ کے ساتھ رہے ہر ایک کہتا تھا: میری جان آپ پر قربان۔ آپ پر سلامتی ہمیشہ سایہ فگن رہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے منقول ہے کہ جب میدانِ کارزار خوب گرم ہوگیا اور لڑائی مرکز لشکر تک جا پہنچی، حضرت مصعب بن عمیر اور ابودجانہ نے آپ کا خوب دفاع کیا اور زخم انتہا کو پہنچ گئے تو آپ ﷺ فرمانے لگے: ''ہے کوئی آدمی جو اپنی جان کا سودا کرے۔ انصار کے پانچ آدمی تیار ہوگئے جن میں سے عمارہ بن زیاد بن سکن بھی تھے۔ حضرت عمارہ بن سکن نے خوب ڈٹ کر قتال کیا اتنے میں مسلمانوں کی ایک اور جماعت جنگ کی طرف واپس آگئی اور جوش وخروش سے لڑے حتیٰ کہ خدا کے دشمنوں کو بکھیرنے میں کامیاب ہوگئے۔ اس وقت آپ ﷺ نے عمارہ بن زیاد سے فرمایا: قریب آؤ، قریب آؤ! حضرت عمارہ رضی اللہ عنہ قریب آئے اور آپ ﷺ کے قدموں میں اپنی جان جان آفریں کے سپرد کرڈالی۔ آپ ﷺ نے لوگوں کو پھر سے جہاد کی ترغیب دی اور لڑائی کے لیے آمادہ کیا۔ مشرکین میں سے کچھ آدمی ایسے تھے جنہوں نے مسلمانوں کے خلاف بڑی شدت سے تیر

اندازی کی تھی۔ ان میں سے حبان بن العرقہ ابو اسامہ الجشمی پیش پیش تھے۔ آپ ﷺ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے فرمانے لگے: اے سعد تیر مارو! تم پر میرے ماں باپ قربان ہوں۔ دریں اثناء حبان بن العرقہ نے ایک تیر مارا جو ام ایمن رضی اللہ عنہا کے دامن میں جا لگا جو اس دن زخمیوں کو پانی پلانے کے لیے حاضر ہوئی تھی۔ جس سے وہ سنبھل نہ سکی اور گر کر ستر کھل گیا اور مشرک نے زوردار قہقہہ لگایا۔ ان کا ہنسنا نبی کریم ﷺ پر بہت شاق گزرا۔ آپ ﷺ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو ایک بے پھل تیر تھمایا اور فرمایا ''مارو'' حضرت سعد کا تیر حبان کے وسط حلق میں جا لگا اور وہ فوراً زمین پر چت گر پڑا اور اس کا ستر کھل گیا۔ سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ اس پر اتنا ہنسے کہ آپ کے ڈاڑھ مبارک نظر آنے لگے۔ پھر فرمایا کہ سعد نے بدلا چکا دیا۔ اللہ تمہاری دعا قبول کرے اور نشانہ مزید پختہ فرمائے۔

جنگ احد میں ابو اسامہ الجشمی کے بھائی مالک بن زہیر الجشمی نے بھی تیر اندازی میں حصہ لیا۔ ابو اسامہ الجشمی وہی تھا جس نے حبان بن العرقہ کے ساتھ مل کر اصحاب رسول ﷺ کا بے دریغ قتل کیا۔ جن کا طریقہ واردات کچھ اس طرح تھا کہ کسی ٹیلے کے پیچھے چھپ کر تیر مار رہے تھے۔ اسی دوران سعد بن ابی وقاص نے مالک بن زہیر کو ٹیلے کے پیچھے تیر اندازی کرتے دیکھ لیا۔ پھر جب اس نے دوبارہ سر اٹھایا تو سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے تیر مار کر آنکھ پھوڑ ڈالی اور تیر گدی سے پار نکل گیا۔ شدت تکلیف سے اٹھ کھڑا ہوا اور زمین پر گر پڑا اور وہیں ڈھیر ہو گیا۔

اس دن رسول اللہ ﷺ نے بھی اپنی کمان سے تیر چلائے اور بالآخر کمان ناکارہ ہو گئی، پھر یہ کمان قتادہ بن نعمان نے لے لی اور انہی کے پاس رہی۔

حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ کی آنکھ نکل کر رخسار پر آ گئی۔ قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! میرے نکاح میں نوجوان خوبصورت عورت ہے جسے میں پسند کرتا ہوں اور وہ مجھے پسند کرتی ہے۔ کہیں میری آنکھ کی وجہ سے وہ مجھ سے نفرت نہ کرنے لگے۔ آپ ﷺ نے دوبارہ آنکھ کو اسی جگہ رکھ دیا اور بصارت لوٹ آئی۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ جب بوڑھے ہو گئے تو صبح و شام ان کی زبان پر ایک ہی بات ہوتی۔ خدا کی قسم! یہ آنکھ دونوں میں سے زیادہ خوبصورت اور زیادہ بینائی والی ہے۔

رسول اللہ ﷺ بنفس نفیس قتال میں شریک ہوئے اور مسلسل تیر اندازی کی۔ جس سے کمان کا سرا ٹوٹ گیا اور اس کی تانت بھی ٹوٹ گئی۔ آپ ﷺ کے ہاتھ میں بالشت بھر ڈور باقی رہ گئی۔ حضرت عکاشہ بن محصن نے کمان کی ڈور باندھنے کے لیے کمان آپ سے لے لی۔ پھر کہنے لگے: اے اللہ کے رسول! یہ ڈور چھوٹی پڑ گئی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اسے کھینچو! پوری ہو جائے گی۔ حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا: ''میں نے ڈور کھینچی۔ حتیٰ کہ وہ کمان کو پوری آ گئی بلکہ کمان کے سرے پر دو تین بل آسانی سے آ گئے پھر آپ ﷺ نے کمان ہاتھ میں لے کر تیر اندازی شروع کر دی اور ابو طلحہ رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے سامنے ڈھال بنے کھڑے رہے۔ پھر میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ

کی کمان ٹکڑے ٹکڑے ہوگئی۔ جسے حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ نے اپنے قبضہ میں لے لیا۔

غزوہ احد میں حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے اپنے تمام کے تمام تیر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پھیلا دیے۔ حضرت ابوطلحہ بلند آواز کے مالک ماہر تیر انداز تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بھرے لشکر میں ابوطلحہ کی آواز چالیس آدمیوں پر بھاری ہے۔ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے ترکش میں پچاس تیر تھے جو انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پھیلا دیے اور بلند آواز سے پکارنے لگے: اے اللہ کے رسول! میری جان آپ پر قربان ہو جائے۔ پھر ایک ایک کر کے تیر چلانے لگے۔ دوران تیر اندازی آپ صلی اللہ علیہ وسلم ابوطلحہ کے پیچھے کھڑے شانوں کے قریب سے تیر لگنے کی جگہ کا مشاہدہ فرما رہے تھے۔ ابوطلحہ کہتے: اے اللہ کے رسول! اللہ تعالیٰ مجھے آپ پر فدا کر دے۔ میں اپنے تن من سے آپ کی حفاظت کروں گا۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم زمین سے لکڑی اٹھاتے تو ابوطلحہ سے فرماتے۔ اے ابوطلحہ! اس (لکڑی) کو مارو۔ ابوطلحہ جب مارتے تو وہ لکڑی تیر کی طرح جا کر لگتی۔

تیر انداز صحابہ کرام

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تیر انداز صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یہ تھے:

سعد بن ابی وقاص، سائب بن عثمان بن مظعون، مقداد بن عمرو، زید بن حارثہ، حاطب بن ابی بلتعہ، عتبہ بن غزوان، خراش بن الصمہ قطبہ بن عامر بن حدیدہ، بشر بن براء بن معرور، ابو نائلہ سلکان بن سلامہ، ابوطلحہ، عاصم بن ثابت بن ابی الاقلح، قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہم۔

اس دن ابورہم غفاری کے حلق میں تیر جا لگا۔ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعاب دہن لگایا تو شفایاب ہو گئے ابورہم المنحور کے نام سے جانے جاتے تھے۔

قریش میں سے چار افراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کا عہدِ صمیم لے کر میدان میں اترے تھے۔ عبداللہ بن شہاب عتبہ بن ابی وقاص، ابن قمیئہ، ابی بن خلف۔

عتبہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر چار پتھر مارے جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دندان مبارک شہید ہو گئے اور رخسار مبارک زخمی ہو گیا اور خود کی کڑیاں رخسار مبارک میں گھس گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو گھٹنوں پر بھی چوٹ آئی۔ ابو عامر الفاسق کے کھودے ہوئے گڑھے مسلمانوں کے لیے خندق کی صورت اختیار کر گئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی گڑھے کے قریب ہی لاشعوری میں کھڑے تھے (جس سے اچانک گر گئے)۔

ہمارے نزدیک زیادہ ثقہ بات یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رخسار مبارک زخمی کرنے والا ابن قمیئہ تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لب مبارک اور دانت زخمی کرنے والا عتبہ بن ابی وقاص تھا۔ ابن قمیئہ یہ کہتا ہوا آ رہا تھا کہ مجھے محمد کے بارے بتلاؤ! بخدا اگر مجھے مل گئے تو ضرور قتل کروں گا اور اپنی تلوار لے کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ آور ہوا اور عتبہ بن ابی وقاص تیر اندازی کرنے کے ساتھ ساتھ

اپنی تلوار کو بھی لہرا رہا تھا۔ آپ ﷺ کے جسم مبارک پر دو زر ہیں تھیں۔ آپ ﷺ سامنے کی طرف موجود گڑھے میں گر پڑے اور گھٹنے زخمی ہو گئے۔ ابن قمیہ کے وار سے کوئی زخم تو نہ لگا لیکن تلوار کے بھاری بھر کم ہونے کی وجہ سے زور کا جھٹکا ضرور لگا۔ جس سے آپ ﷺ گر پڑے۔ پھر آپ ﷺ اٹھ کھڑے ہوئے جبکہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کمر کو سنبھالا دیے ہوئے تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ ہاتھ تھامے ہوئے تھے۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ سیدھے کھڑے ہو گئے۔

ابو بشیر المازنی روایت کرتے ہیں کہ میں جنگ احد میں جب شریک ہوا تو میں نوجوان لڑکا تھا۔ میں نے دیکھا کہ ابن قمیہ تلوار لے کر رسول اللہ ﷺ پر حملہ آور ہوا۔ جس کے نتیجے میں رسول اللہ ﷺ اپنے سامنے گڑھے میں گھٹنوں کے بل گر گئے اور سب کے نظروں سے اوجھل ہو گئے۔ میں چونکہ ابھی لڑکا تھا میں نے زور زور سے چلانا شروع کر دیا۔ صحابہ آپ ﷺ کے پاس آئے۔ پھر میں نے دیکھا کہ طلحہ بن عبید اللہ نے آپ ﷺ کی کمر کو سہارا دیا اور رسول اللہ ﷺ اٹھ کھڑے ہوئے۔

یہ بھی منقول ہے کہ آپ ﷺ کی پیشانی زخمی کرنے والا ابن شہاب تھا۔ آپ کے دندان مبارک اور ہونٹ مبارک زخمی کرنے والا عتبہ بن ابی وقاص تھا اور رسول اللہ ﷺ کے رخسار مبارک میں خود کی کڑیاں داخل کرنے والا ابن قمیہ تھا اور پیشانی پر زخم سے بہنے والے لہو سے آپ ﷺ کی ریش مبارک تر ہو گئی۔

ابو حذیفہ کے غلام سالم رسول اللہ ﷺ کے چہرہ انور سے خون صاف فرما رہے تھے جب آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ وہ قوم کیسے فلاح پا سکتی ہے جس نے اپنے پیغمبر کے ساتھ ایسا سلوک کیا ہو۔ پیغمبر لوگوں کو اللہ کی طرف بلاتا۔ اس پر اللہ رب العزت نے درج ذیل آیات نازل فرمائیں:

لیس لک من الامر شیئ او یتوب علیھم.

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: خدا کا غضب نازل ہوا ایسی قوم پر جنہوں نے اللہ کے پیغمبر کا چہرہ زخمی کیا اور اللہ غضبناک ہوں ایسے شخص پر جو اللہ کے پیغمبر کے ہاتھوں مارا جائے۔ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ کی یہ بد دعا سن کر اپنے بھائی عتبہ کے بارے میں دل کو قرار آ گیا۔ جتنا میں اپنے کافر بھائی عتبہ کی موت کا منتظر تھا اتنا کسی اور کا نہیں۔ حالانکہ میرے علم میں نہیں تھا کہ وہ بد اخلاق والدین کا نافرمان ہوگا۔

میدانِ جنگ میں اپنے بھائی کے تعاقب میں دو مرتبہ میں صفوں کو چیرتا ہوا نکل گیا لیکن وہ مجھے لومڑی کی طرح چکمہ دے جاتا۔ جب تیسری مرتبہ میں ایسا کرنے لگا تو رسول اللہ ﷺ نے مجھے فرمایا: او اللہ کے بندے! تم کیا چاہتے ہو؟ کیا تم چاہتے ہو کہ اپنے آپ کو قتل کر ڈالو! میں باز آ گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے اللہ! ان میں سے کسی پر بھی سال نہ گزرنے پائے، خدا کی قسم! جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کو پتھر مارے تھے یا زخمی کیا تھا ان میں سے کوئی بھی سال مکمل نہ کر سکا۔ عتبہ اپنی موت مر گیا۔ ابن قمیہ کے بارے اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ میدانِ جنگ میں مارا گیا۔ بعض کہتے ہیں: احد کے دن ابن قمیہ نے تیر مارا جو مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو جا لگا اور ابن قمیہ کہنے لگا: لو یہ تیر! اور میں ابن قمیہ ہوں۔ اس طرح حضرت مصعب رضی اللہ عنہ کو

شہید کر دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اسے ذلیل و رسوا کرے۔ ایک دن دودھ دوہنے کے مقصد سے بکری کے قریب ہوا جو اس نے باندھ رکھی تھی تو بکری نے سینگ مارا اور وہیں جہنم واصل ہو گیا۔ بعد میں لوگوں کو پہاڑوں میں کسی جگہ مردہ حالت میں ملا۔ یہ سب آپ ﷺ کی بد دعا کا نتیجہ تھا۔

یہ دشمن خدا جب اپنے ساتھیوں کے پاس گیا تو ان کو بتلانے لگا کہ میں رسول اللہ ﷺ کو قتل کر آیا ہوں۔ اس شخص کا تعلق قبیلہ بنوفہر کی شاخ بنو الادرم سے تھا۔

عبداللہ بن حمید بن زہیر نے جب رسول اللہ ﷺ کی یہ حالت دیکھی جو موقع کو غنیمت جانتے ہوئے زرہ پہن کر، گھوڑے کو ایڑ لگاتا ہوا چلا آیا اور کہنے لگا: میں ابن زہیر ہوں! مجھے محمد کا پتہ دو، خدا کی قسم! یا مر جاؤں گا یا مار ڈالوں گا۔ ابو دجانہ رضی اللہ عنہ اس کے سامنے آئے اور کہا: پہلے اس شخص سے مقابلہ کرو جو اپنی جان کے بدلے محمد ﷺ کی جان کی حفاظت کرنا چاہتا ہے۔

ابو دجانہ رضی اللہ عنہ نے اس کے گھوڑے پر وار کیا اور گھوڑے کی کونچیں کاٹ ڈالیں۔ گھوڑا وہیں ڈھیر ہو گیا۔ پھر تلوار لے کر اس کے سینے پر جا بیٹھے اور کہنے لگے: لو! میں ابن خرشہ ہوں۔ آپ ﷺ نے دیکھ کر فرمایا: اے اللہ! تو ابن خرشہ سے راضی ہو جا جیسا کہ میں اس سے راضی ہوں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ احد کے دن جب رسول اللہ ﷺ کے رخسار مبارک میں خود کی دو کڑیاں جا گھسیں میں دوڑتا ہوا رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور ایک اور آدمی بھی مشرقی جانب سے تیز رفتاری سے آیا میں نے دل ہی دل میں کہا خدا کرے کہ طلحہ بن عبید اللہ ہو۔ یہاں تک کہ ہم دونوں رسول اللہ ﷺ کے پاس اکٹھے ہو گئے۔ میں نے دیکھا وہ تو ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ تھے۔ مجھ سے پہلے بول پڑے اور کہنے لگے: میں تمہیں خدا کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ چہرہ انور سے کڑیاں کھینچنے کی سعادت میرے لیے کیوں نہیں چھوڑ دیتے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: میں نے چھوڑ دی۔ آپ ﷺ فرمانے لگے: اپنے ساتھیوں کا بھی خیال رکھو آپ ﷺ کی مراد طلحہ بن عبید اللہ تھے۔

چنانچہ ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے اپنے سامنے کے دو دانتوں سے خود کی ایک کڑی کو زور سے کھینچا۔ کڑی باہر آئی تو ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ پشت کے بل جا گرے اور دونوں دانت بھی باہر آ گئے، پھر دوسری کڑی دوسرے دو دانتوں سے کھینچی۔

یہ بھی منقول ہے کہ اس سعادت کو حاصل کرنے والے عقبہ بن وہب بن کلدہ رضی اللہ عنہ تھے۔ ایک اور قول ہے کہ ابو الیسر تھے۔ لیکن راجح قول عقبہ بن وہب بن کلدہ والا ہے۔

ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا رخ انور احد کے دن خود کی دو کڑیاں داخل ہونے کی وجہ سے زخمی ہو گیا۔ جب کڑیاں نکالی گئی تو خون ایسے بہنے لگا جیسے کسی مشکیزہ سے پانی پھوٹ پھوٹ کر بہہ رہا ہو۔ مالک بن سنان رضی اللہ عنہ نے دم مبارک چوسنا شروع کر دیا اور جلدی سے پی گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جو شخص ایسا آدمی دیکھنا چاہے جس میں میرا خون موجود ہو وہ مالک بن سنان رضی اللہ عنہ کو دیکھ لے، جب حضرت مالک رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ کیا تم نے خون پیا ہے؟ فرمانے لگے: جی ہاں،

میں نے رسول اللہ ﷺ کا لہو مبارک پیا ہے۔ اس لیے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جس شخص کے خون کے ساتھ میرا خون مل گیا اس پر جہنم کی آگ حرام ہے۔

ابو سعید سے منقول ہے کہ مقام شیخین سے واپس لوٹا دیے جانے والے کم سن صحابہ میں، میں بھی شامل تھا۔ ہم کو جنگجوؤں کے ساتھ آگے بڑھنے کی اجازت نہ ملی۔

جب ہمیں خبر پہنچی کہ رسول اللہ ﷺ زخمی ہیں اور حالت جنگ میں لوگ آپ کے اردگرد سے ہٹ گئے تھے تو ہم بنی خدرہ کے نوجوان لڑکوں کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی تلاش میں نکلے اور ہم رسول اللہ ﷺ کی سلامتی کے خواہاں تھے اور ہماری خواہش تھی کہ آپ ﷺ کی سلامتی کی خبر لے کر گھروں کو لوٹیں۔ راستے میں ہم نے لوگوں کو وادئ قناۃ سے واپس پلٹتے دیکھا۔ ہمارا مقصد تو صرف آپ ﷺ کی ذات مبارک کو دیکھنا ہے۔ جب آپ ﷺ نے مجھے دیکھا تو فرمایا: سعد بن مالک ہو؟ میں نے کہا: جی ہاں! میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں۔ میں آنجناب ﷺ کے قریب ہو گیا اور آپ کے گھٹنے مبارک کو بوسہ دیا۔ اس وقت آپ ﷺ اپنے گھوڑے پر ہی سوار تھے، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہیں بہترین بدلہ عطا فرمائے۔

پھر میں نے آپ ﷺ کے چہرہ انور کی طرف غور سے دیکھا تو دونوں رخساروں پر درہم کے بقدر زخم کا نشان تھا اور پیشانی مبارک پر بھی بالوں کے قریب زخم تھا۔ نچلے ہونٹ سے بھی خون بہہ رہا تھا دائیں طرف کے سامنے والے دندان مبارک بھی متاثر تھے۔ ان زخموں پر سیاہ رنگ کی کوئی چیز نظر آئی تو میں نے استفسار کیا یہ آپ کے چہرۂ انور پر کیسی چیز ہے؟ پتہ چلا کہ یہ سیاہ چیز جلی ہوئی چٹائی ہے جو لگائی گئی ہے۔ پھر میں نے پوچھا: آپ کے رخسار مبارک کو کس نے زخمی کیا؟ کہا گیا: ابن قمیہ نے۔ میں نے پوچھا پیشانی؟ جواب ملا: ابن شہاب نے۔ میں نے پوچھا: ہونٹ کس نے زخمی کیا؟ کہا گیا: عتبہ نے۔

میں نے آپ ﷺ کے آگے آگے تیز چلنا شروع کیا۔ حتیٰ کہ آپ ﷺ دروازے پر پہنچ گئے اور اترنے میں کافی مشقت اٹھانا پڑی۔ میں نے دیکھا کہ گھٹنے زخمی ہونے کے سبب سعد بن عبادہ اور سعد بن معاذ کے سہارے گھر میں تشریف لے گئے۔ جب سورج غروب ہوا تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان کہی۔ آپ ﷺ اسی حالت پر سعد بن معاذ اور سعد بن عبادہ کے سہارے گھر سے باہر تشریف لائے۔

پھر آپ ﷺ واپس گھر لوٹ گئے۔ لوگ مسجد میں آگ جلائے زخموں کے علاج میں مصروف تھے۔ شفق غائب ہونے کے بعد حضرت بلال رضی اللہ عنہ چوکھٹ نبوی پر بیٹھے ہی انتظار کرتے رہے۔ رات کا جب ایک تہائی حصہ بیت چکا تھا۔ پھر حضرت بلال نے آواز لگائی اے اللہ کے رسول! نماز۔ آپ ﷺ بیدار ہوئے اور باہر تشریف لائے۔

ابو سعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ چلنے میں اتنی مشقت محسوس نہیں کر رہے جیسا کہ گھر میں داخل ہوتے وقت محسوس کر رہے تھے۔ میں نے آپ ﷺ کے ساتھ عشاء کی نماز ادا کی۔ پھر آپ ﷺ گھر چلے گئے۔ اس وقت لوگ مسجد سے لے کر گھر تک صفوں میں کھڑے ہو گئے۔ آپ ﷺ اکیلے چلتے ہوئے گھر میں داخل ہو گئے اور میں بھی گھر آ گیا

اور اہل خانہ کو آپ ﷺ کی سلامتی کی خوشخبری سنائی۔ اس پر انہوں نے اللہ تعالیٰ کی تعریف کی اور سو گئے۔ ادھر مسجد نبوی میں نبی کریم ﷺ کے دروازے پر اوس اور خزرج کے سرکردہ لوگ پہرہ دینے میں مصروف تھے اس خوف سے کہ کہیں قریش دوبارہ پلٹ کر حملہ نہ کر دیں۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا عورتوں کے ساتھ نبی کریم ﷺ کے پاس تشریف لائیں۔ جب زخموں سے بھرا ہوا چہرہ دیکھا تو آنحضرت ﷺ کے گلے لگ گئیں اور آپ ﷺ کے چہرہ مبارک سے خون صاف کرنے لگیں۔ آپ ﷺ فرمانے لگے: خدا کا غضب نازل ہو ایسی قوم پر جنہوں نے اپنے پیغمبر کا چہرہ خون آلود کر ڈالا۔ حضرت علی ﷺ برتن میں پانی لے کر آئے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ یہ تلوار سنبھالو اچھی طرح سے اور خود پانی لینے چلے گئے۔ آپ ﷺ نے پانی پینا چاہا کیونکہ پیاس بہت شدید تھی لیکن بدبو پیدا ہو جانے کی وجہ سے پانی نوش نہ فرما سکے اور فرمایا: یہ تو بے رنگ و بو اور بدمزہ پانی ہے۔ آپ ﷺ نے اس پانی سے کلی فرما کر دہن مبارک کا خون صاف کیا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اپنے والد محترم کے چہرہ سے خون دھویا۔

اسی دوران جب آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تلوار خون آلود دیکھی تو فرمایا: جس طرح تم نے تلوار کا حق ادا کیا ہے اسی طرح عاصم بن ثابت، حارث بن الصمہ، سہل بن حنیف نے بھی تلوار کا خوب حق ادا کیا ہے اور ابو دجانہ کی تلوار پر تو کوئی انگشت بھی نہیں بلند کر سکتا۔

آپ ﷺ جب پانی نوش نہ فرما سکے تو محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ عورتوں کے ساتھ پانی کی تلاش میں نکلے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ان چودہ عورتوں کے ساتھ اپنے سر اور کمر پہ کھانے پینے کا سامان لاد کر لائیں تھیں تا کہ زخمی کو پانی پلا سکیں اور ان کا علاج کر سکیں۔

کعب بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: غزوہ احد میں، میں نے حضرت عائشہ اور ام سلیم بنت ملحان کو اپنی کمروں پر مشکیزہ اٹھائے ہوئے دیکھا۔ اسی طرح حضرت حمنہ بنت جحش بھی پیاسوں کو پانی پلا رہی تھی اور مریضوں کے علاج میں مصروف تھی۔ ام ایمن رضی اللہ عنہا زخمیوں کو پانی لا لا کر پلاتیں۔ محمد بن مسلمہ کو ان کے پاس بھی پانی نہ ملا اس وقت تو رسول اللہ ﷺ کی پیاس آخری حدوں کو چھو رہی تھی۔ چنانچہ حضرت محمد بن مسلمہ پانی کی تلاش میں ایک بہتے ہوئے نالے کی طرف گئے اور مقام حسی سے مشکیزہ بھر لائے (حسی آج کل تیمیین کے عالی شان گھروں کے پاس ایک نہر کا نام ہے) حضرت محمد وہاں سے میٹھا پانی لے کر آئے۔ آپ ﷺ نے پانی پیا اور حضرت محمد بن مسلمہ کے لیے دعائے خیر کی۔

خون ابھی تک رکا نہ تھا۔ آپ ﷺ فرمانے لگے: جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے دیکھا کہ خون رک نہیں پا رہی حالانکہ وہ مسلسل خون کو دھو رہی تھیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ ڈول کے ساتھ پانی بہا رہے تھے۔ اب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے چٹائی کا ایک ٹکڑا لیا اسے جلا کر راکھ بنائی، پھر یہ راکھ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے زخموں پر لگا دی۔ اس طرح خون بند ہو گیا۔ ایک قول یہ ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے جلی ہوئی اون زخموں پر لگا کر خون روکا۔

آپ ﷺ اپنے چہرہ انور پر آنے والے زخموں کا پرانی ہڈی سے علاج کرتے رہے حتیٰ کہ زخموں کا اثر جاتا رہا۔ آپ ﷺ ایک مہینہ یا اس سے بھی زیادہ اس چوٹ کی تکلیف برداشت کرتے رہے، جو ابن قمیئہ نے آپ کے کندھے پر ماری تھی اور چہرے پر آنے والے زخموں کا بھی پرانی ہڈی کے ساتھ مسلسل علاج کرتے رہے۔

ابی بن خلف کا قتل

حضرت سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ احد کے دن ابی بن خلف اپنے گھوڑے کو دوڑاتا ہوا جب نبی کریم ﷺ کے پاس پہنچا تو آپ ﷺ کے کچھ صحابہ اس کو قتل کرنے کے لیے سامنے آ گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: پیچھے ہٹ جاؤ! آپ ﷺ نیزہ ہاتھ میں لیے کھڑے ہوئے اور اس کی خود اور زرہ کے درمیان خالی جگہ پر وار کیا۔ ابی بن خلف گھوڑے سے نیچے آ گرا اور کوئی پسلی بھی ٹوٹ گئی۔ اس کے قافلہ والے بڑی مشقت کے ساتھ اس کو ساتھ لیے واپس پلٹے اور وہ رستے میں ہی مر گیا اور اس بارے میں آیت اتری:

وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللهَ رَمٰى.

عبداللہ بن کعب بن مالک اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ابی بن خلف، بدر کے موقع پر قید ہونے والے اپنے بیٹے کو چھڑوانے آیا تو کہنے لگا: اے محمد! میرے پاس ایک گھوڑا ہے، جسے میں روزانہ دانہ کھلا کر موٹا تازہ کر رہا ہوں۔ اس پر سوار ہو کر تجھے قتل کروں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں بلکہ میں تجھے اس پر ان شاء اللہ قتل کروں گا۔ ایک روایت میں ہے کہ اس نے یہ بات مکہ میں کہی تھی۔ آپ ﷺ کو اس بات کا علم مدینہ میں ہوا تو فرمایا۔ ان شاء اللہ میں ہی اسے قتل کروں گا۔

آپ ﷺ کی عادت مبارکہ تھی کہ دورانِ قتال اوپر کی طرف التفات نہ فرماتے تھے اس لیے آپ نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم سے کہہ رکھا تھا: مجھے ڈر ہے کہ ابی بن خلف کہیں میرے پیچھے سے آ کر حملہ نہ کر ڈالے۔ جب تم اسے دیکھو تو مجھے اطلاع دو۔

یکایک ابی بن خلف گھوڑے کو ایڑ لگاتا ہوا آیا اور آپ ﷺ کو پہچان لیا۔ اونچی اونچی آواز سے چلانے لگا: اے محمد! اگر آج تم بچ نکلے تو میرے بچنے کا کوئی موقع باقی نہیں۔ لوگ کہنے لگے: اے اللہ کے رسول! جب آپ کے سر پر آ کھڑا ہو گا تو پھر آپ کیا کر سکیں گے اور وہ پہنچ چکا۔ اگر آپ اجازت دیں تو ہم میں سے کوئی مقابلے کے لیے آ جائے۔ مگر آپ ﷺ نے انکار کیا اور ابی بن خلف قریب آ گیا۔ آپ ﷺ نے حضرت حارث بن صمہ کے ہاتھ سے چھوٹا سا نیزہ لیا۔ پھر اس کو صحابہ کے درمیان ایسے حرکت دی جیسے اونٹ اپنے جسم کو زور سے حرکت دیتا ہے۔ اس سے صحابہ کرام اس طرح دور ہٹ گئے جیسے اونٹ کے بدن کو حرکت دینے سے مکھیاں اڑ جاتی ہیں اور پھر آپ ﷺ محتاط ہوئے، نیزہ لیا اور اس کی گردن پر دے مارا۔ وہ ابھی تک اپنے گھوڑے پر ہی تھا۔ شدت تکلیف سے ایسے آواز نکالنے لگا جیسے بیل نکالتا ہے۔ اس کے دوست احباب کہتے: اے ابو عامر! تجھے کوئی زیادہ تکلیف تو نہیں پہنچی۔ ہے اگر یہ زخم ہماری آنکھ کو لگتا تب بھی اتنی تکلیف نہ ہوتی۔ کہنے لگا: لات اور عزیٰ کی قسم! اگر میری

تکلیف حجاز والوں پر تقسیم کردی جائے تو سب کے سب مر جائیں۔ کیا انہوں نے کہا نہیں تھا کہ میں تجھے قتل کروں گا۔ انہوں نے ابی بن خلف کو اٹھایا اور اس کام نے ان کو آپ ﷺ کا پیچھا کرنے سے مشغول کر دیا اور آپ ﷺ اپنے ساتھیوں سے جا ملے۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے نیزہ زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے لیا تھا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ ابی بن خلف وادی رابغ میں مرا۔ میں ایک دفعہ رات کے کسی پہر مقام رابغ میں چلا جا رہا تھا۔ یکا یک ایک آگ دیکھی جو دہک رہی تھی، میں خوفزدہ ہو گیا۔ اس دوران اس آگ میں سے ایک آدمی بیڑیاں کھینچتا ہوا نمودار ہوا۔ وہ شدت پیاس سے چیخ و پکار کر رہا تھا اور ایک دوسرا آدمی کہہ رہا تھا: اس کو پانی مت دینا۔ یہ اللہ کے رسول ﷺ کے ہاتھوں قتل ہونے والا ابی بن خلف ہے۔ میں نے کہا: دفع ہو جاؤ! دور ہو جا۔ ایک روایت میں ہے کہ مقامِ سرف میں اس کی موت ہوئی۔

منقول ہے کہ جب آپ ﷺ نے زبیر بن عوام سے نیزہ پکڑا تو ابی بن خلف آپ ﷺ پر وار کرنے کے لیے آگے آ گیا۔ اوپر سے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے اپنے آپ کو رسول اللہ ﷺ اور دشمن خدا کے درمیان حائل کر دیا اور اس کے چہرے پر وار کیا۔ آپ ﷺ نے خود اور زرہ کے درمیان خالی جگہ پا کر نشانہ لے کر نیزہ مارا۔ ابی بن خلف وہیں بیل کی طرح آوازیں نکالتے ہوئے ہلاک ہو گیا۔

جب آپ ﷺ واپس لوگوں کی طرف جا رہے تھے تو اس وقت عثمان بن عبداللہ بن مغیرہ مخزومی مکمل طور پر زرہ میں ملبوس ایک چتکبرے گھوڑے پر آیا اور وہ نبی کریم ﷺ کا قصد کر کے آیا تھا۔ بلند آواز سے پکارتا ہوا آیا کہ اگر محمد آج بچ نکلے تو میرے بچ نکلنے کا کوئی رستہ باقی نہ رہے گا۔ آپ ﷺ کھڑے ہو گئے اور ابو عامر الفاسق کے کھودے ہوئے گڑھوں میں اس کا گھوڑا ٹھوکر کھا کر منہ کے بل گرا اور گڑھے سے نکل کر بلا سوار دوڑ پڑا۔ آپ ﷺ کے صحابہ نے اس کو پکڑ کر اس کی کونچیں کاٹ ڈالیں اور حارث بن صمہ حملہ آور کے سامنے آ گئے۔ تھوڑی دیر تک تو ایک دوسرے پر تلوار چلاتے رہے۔ پھر حارث رضی اللہ عنہ نے زرہ سے ذرا نیچے اس کے ٹانگ پر وار کیا وہ وہیں بیٹھ گیا اور حضرت حارث رضی اللہ عنہ نے اس کا کام تمام کر ڈالا۔

ایک بہترین زرہ، خود اور تلوار حضرت حارث بن صمہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ لگ گئی۔ ان کے علاوہ کسی کے بارے میں منقول نہیں کہ اس نے کسی سے اس کا مال چھینا ہو۔ ان دونوں کو تلوار چلاتے جب آپ ﷺ نے دیکھا تو سوال کیا کہ یہ آدمی کون ہے؟ بتلایا گیا کہ عثمان بن عبداللہ بن مغیرہ ہے۔ فرمایا: تمام تعریفیں اس ذاتِ باری کے لیے ہیں جس نے اس کو ہلاک کیا۔

عبداللہ بن جحش بطنِ نخلہ سے اس کو گرفتار کر کے رسول اللہ ﷺ کے پاس لے آئے۔ یہ فدیہ دے کر واپس قریش کی طرف چلا گیا۔ پھر احد میں شریک ہوا اور میدانِ احد میں مارا گیا۔ عبید بن حاجز العامری مشرک اس کے قتل ہونے کا منظر دیکھ رہا تھا۔ چنانچہ عبید بن حاجز درندے کی طرح دوڑتا ہوا آیا اور حضرت حارث بن صمہ رضی اللہ عنہ پر وار کیا جس سے ان کے کندھے پر زخم آیا۔ حضرت حارث رضی اللہ عنہ زخمی ہو کر گر پڑے اور صحابہ رضی اللہ عنہم انہیں اٹھا کر لے آئے۔ دریں اثنا ابو دجانہ نمودار ہوئے اور کچھ وقت

تک ابو دجانہ رضی اللہ عنہ اور اس مشرک کی تلواریں آپس میں ٹکراتی رہیں۔ ان میں سے ہر ایک مدمقابل کے وار کو ڈھال پر روکتا رہا۔ پھر ابو دجانہ نے تلوار چھوڑ کر مشرک کو ہاتھوں میں لے کر زور سے زمین پر پٹخا۔ پھر اس کو بکری کی طرح ذبح کر ڈالا اور واپس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلے گئے۔

منقول ہے کہ سہل بن حنیف تیروں کے ذریعے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع کر رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سہل کو تیر پکڑاؤ، اللہ اس کے ذریعے ہی سے معاملہ آسان فرمائیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھا جس وقت تمام لوگ ہر طرف سے شکست کھا چکے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''عویمر بہترین شہسوار ہے۔''

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بعض روایات میں ہے کہ وہ جنگِ احد میں شریک نہیں ہوئے۔

حارث بن عبداللہ بن کعب بن مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ بات اس شخص نے بتائی ہے جس نے ابو اسیرہ بن حارث بن علقمہ کو بنی عوف کے کسی آدمی سے قتال کرتے دیکھا۔ وہ دونوں ایک دوسرے پر وار کرتے اور ہر ایک دوسرے چتمہ دے جاتا۔ میں نے ان کی طرف دیکھا جیسے دو خونخوار درندے ہوں جو تھوڑی دیر کے لیے رک جاتے اور پھر قتال شروع کر دیتے۔ پھر تلوار چلانے کی بجائے کشتی پر آمادہ ہو گئے۔ ایک دوسرے کو دونوں ہاتھ ڈال کر گرانے کی کوشش کرنے لگے آخر کار دونوں زمین پر آ گرے۔

ابو اسیرہ اس پر چڑھ گیا اور اسے ذبح کر ڈالا جیسے بکری کو ذبح کیا جاتا ہے اور پھر اٹھ کھڑا ہوا۔

اوپر سے خالد بن ولید سفید پیشانی اور ٹانگوں والے سیاہ گھوڑے پر اپنے پیچھے ایک بڑا لشکر لیے نمودار ہوا اور ابو اسیرہ کو پیچھے سے نیزہ مارا۔ میں نے نیزے کی نوک دوسری طرف سینے سے باہر نکلتی ہوئی دیکھی اور ابو اسیرہ فوراً وفات پا گئے۔ خالد بن ولید یہ کہتا ہوا واپس چلا گیا: میں ابو سلیمان ہوں۔

روایات میں ہے کہ اس حضرت طلحہ بن عبید اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع کرتے ہوئے شدید جنگ لڑی۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ فرماتے تھے: میں نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم پسپا ہو چکے ہیں اور مشرکین نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر طرف سے گھیرے میں لے کر دوبارہ حملہ کیا ہے۔ اب مجھے سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑا ہو کر دفاع کروں یا پیچھے کی طرف، آپ کی دائیں طرف سے دشمن کا وار روکوں یا بائیں طرف سے کبھی تو میں سامنے آ کر تلوار چلاتا اور کبھی پیچھے سے دشمن پر حملہ کرتا۔ میں مسلسل اسی طرح دفاع کرتا رہا حتیٰ کہ وہ دور ہو گئے۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: طلحہ نے (جنت) واجب کر لی۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کا ذکر فرماتے تو یوں کہتے: اللہ تعالیٰ طلحہ پر رحم فرمائے کہ احد کے دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے سب سے زیادہ لڑنے والے وہی تھے۔ سوال ہوا: کیسے اے ابو اسحاق؟ فرمایا: طلحہ رضی اللہ عنہ نے اس حال میں بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں چھوڑا جب ہم ادھر ادھر بکھر چکے تھے۔ پھر جب ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پلٹ کر گئے تو دیکھا کہ طلحہ اپنے آپ کو ڈھال بنائے چاروں اطراف سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع کر رہے ہیں۔

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ اے ابو محمد! آپ کی انگلی کو کیا ہوا؟ فرمایا: مالک بن زہیر جشمی نے آپ ﷺ کا نشانہ لے کر تیر مارا اور اس کا نشانہ کبھی خطا نہیں جاتا تھا۔ میں نے آپ ﷺ کے چہرہ اقدس کو بچانے کے لیے ہاتھ آگے کیا تو میری چھنگلیا پر تیر آ لگا۔ جو ہڈی تک پہنچ گیا اور ہاتھ کی انگلی شل یعنی ناکارہ ہوگئی۔ جب آپ رضی اللہ عنہ کو تیر آ لگا تو تکلیف کے سبب منہ سے 'سی' نکل گئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر اس کی جگہ بسم اللہ کہہ دیتے تو فوراً لوگوں کے دیکھتے دیکھتے جنت میں داخل ہو جاتے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: جو کوئی جنتی انسان دنیا میں چلتا پھرتا دیکھنا چاہے وہ طلحہ بن عبید اللہ کو دیکھ لے۔ طلحہ رضی اللہ عنہ ان لوگوں میں سے ہے جنھوں نے اپنا کیا ہوا وعدہ پورا کر لیا ہے۔

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب مسلمان زبردست حملہ کرنے کے بعد پسپا ہو گئے تو بنو عامر بن لوی بن مالک بن مضرب کا ایک آدمی، اسلحہ سے لیس ہو کر سرخی مائل سیاہ گھوڑے پر ہاتھ میں نیزہ لیے نمودار ہوا اور بلند آواز سے پکارنے لگا: میں ماہر تیر انداز نشانہ پر مارنے والا سپاہی ہوں۔ مجھے محمد کے بارے بتاؤ! حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے اس کے گھوڑے پر وار کر کے اس کی کونچیں کاٹ ڈالیں اور وہ وہیں ڈھیر ہو گیا۔ پھر میں نے اس سے نیزہ چھین کر اسی کو دے مارا۔

خدا کی قسم! میں نے کوئی غلطی نہ کی اور نشانہ سیدھا اس کی آنکھ پر جا لگا۔ جس سے وہ بیل کے ڈکارنے جیسی آوازیں نکالنے لگا میں نے اس کو پاؤں کے نیچے دبائے رکھا تا آنکہ اس کے ساتھی پہنچ گئے۔

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو سر میں چوٹ آئی۔ مشرک نے آپ رضی اللہ عنہ پر دو وار کیے، ایک وار سامنے کی جانب سے (جب وہ آ رہے تھے) اور ایک وار پیچھے سے (جب وہ واپس ہو رہے تھے) اس زخم کی وجہ سے ان کا خون بہہ بہہ کر ختم ہو چکا تھا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں غزوۂ احد کے دن نبی کریم ﷺ کے پاس آیا۔ آپ نے فرمایا: اپنے چچا زاد بھائی کی خبر لو۔ پھر آپ طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے۔ اس وقت تک ان کا کافی خون بہہ چکا تھا۔ میں نے بے ہوش پڑے طلحہ رضی اللہ عنہ پر پانی کے چھینٹے مارنا شروع کر دیے۔ اس سے ان کو ذرا افاقہ ہوا۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے فوراً دریافت کیا کہ آپ ﷺ کا کیا حال ہے؟ میں نے کہا: بخیریت ہیں۔ انہوں نے ہی مجھے آپ کی طرف بھیجا ہے۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

الحمد للہ! ''ہر مصیبت ان کی عافیت کے بعد چھوٹی ہے۔''

ضرار بن خطاب الفہری کہتے ہیں: میں نے عمرہ کرتے وقت مروہ کے پاس طلحہ بن عبید اللہ کا مونڈا ہوا سر دیکھا مجھے ان کے سر میں صلیب نما زخم کا نشان نظر آیا۔ ضرار کہنے لگے: خدا کی قسم! میں نے ہی ان کو یہ چوٹیں لگائی تھیں۔ پہلے جب میرے سامنے سے آئے پھر دوسری مرتبہ جب واپس پلٹے۔

منقول ہے کہ جنگ جمل میں جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کچھ لوگ قتل کر ڈالے اور بصرہ واپس آئے۔ عرب کا ایک آدمی آ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کلام کرنے لگا اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہنے لگا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کو جھڑکا اور فرمایا: تو نے احد کے دن ان کی جاں نثاری اور اسلام کے لیے ان کی قربانیاں نہیں دیکھی۔ تو نے احد کے دن رسول اللہ ﷺ کے ساتھ دی جانے والی

اسلام کے لیے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی قربانیاں نہیں دیکھیں۔ وہ شخص خاموش ہوگیا۔ کوئی آدمی کہنے لگا: احد کے دن ان کی کیا قربانیاں ہیں؟ اللہ ان پر رحم کرے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاں اللہ ان پر رحم کرے۔ میں نے ان کو دیکھا کہ وہ اپنے آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ڈھال بنائے ہوئے ہیں اور ہر طرف سے تلواریں اور تیر برس رہے ہیں اور وہ ان تلواروں اور تیروں کے سامنے ڈھال بنے ہوئے ہیں۔ کوئی کہنے لگا کہ اس دن تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کئی صحابہ شہید ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی زخم پہنچے۔

پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے اپنے بارے معلوم ہے کہ اس دن کفار کے ایک گروہ کے ساتھ میں نبرد آزما ہو رہا تھا۔ اور ابو دجانہ ایک گروہ کے ساتھ قتال میں مصروف تھے۔ ایک تیسرا گروہ حضرت سعد بن ابی وقاص کے مدمقابل تھا۔ ہم اس طرح مسلسل لڑتے رہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے سب کو ہم سے دور کر دیا۔ مزید میں نے دیکھا کہ لشکر میں سے ایک بھاری گروہ عکرمہ بن ابی جہل کی معیت میں پیش قدمی کر رہا تھا۔ میں تلوار لے کر اس لشکر کے درمیان تک جا پہنچا اور خوب تلوار چلائی اور تلوار چلاتے چلاتے گروہ کے آخر تک جا پہنچا۔ پھر دوبارہ میں نے پلٹ کر حملہ کیا اور جہاں سے جاتے ہوئے داخل ہوا تھا وہاں سے واپس لوٹ گیا۔ کیونکہ موت کا فیصلہ ابھی نہیں آیا تھا اور اللہ تعالیٰ کا حکم تو آ کر رہے گا۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: عمارہ بن خزیمہ بیان کرتے ہیں کہ یہ روایت مجھے اس شخص نے بیان کی جس نے حباب بن منذر بن جموح کو دیکھا کہ وہ لشکرِ قریش کو بکریوں کی طرح ہانکے چلے جا رہے تھے۔ اس دوران سب نے مل کر حملہ کر دیا اور یوں کہا جانے لگا کہ وہ قتل ہوئے ہیں۔ پھر حضرت حباب رضی اللہ عنہ تلوار ہاتھ میں لیے نمودار ہوئے اور کفار ڈر کے مارے پیچھے ہٹ گئے اور حضرت حباب رضی اللہ عنہ ایک ایک گروہ پر وار کرنے لگے اور وہ لوگ بھاگ کر مجمع میں داخل ہو جاتے۔ حباب رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ گئے۔ اس دن حضرت حباب رضی اللہ عنہ نے اپنی خود میں سبز رنگ کی پٹی باندھ رکھی تھی۔

جنگِ احد میں عبدالرحمن بن ابوبکر گھوڑے پر سوار آہنی زرہ پہنے میدان میں اترے۔ ان کے جسم میں آنکھوں کے علاوہ کچھ دکھائی نہ دیتا تھا۔ میدان میں آ کر دعوت مبارزت دی۔ کون مقابلے کے لیے نکلے گا؟ میں عبدالرحمن بن عتیق ہوں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جواب دینے کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے اور فرمایا: اے اللہ کے رسول! میں مقابلے کے لیے نکلتا ہوں اور اپنی تلوار نیام سے نکال لی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تلوار نیام میں کرو اور اپنی جگہ واپس چلے جاؤ۔ ابھی تمہاری زندگی سے بہت سے فوائد و منافع حاصل کرنا باقی ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں نے شماس بن عثمان کے لیے جنت ہی بدلہ کیا۔ کیونکہ وہ اس دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع کرتے رہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دائیں بائیں کہیں بھی تیر اندازی کرتے تو شماس کو اس طرف تلوار سے دفاع کرتے ملاحظہ فرماتے۔ حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر بے ہوشی طاری ہوگئی اور حضرت شماس رضی اللہ عنہ نے اپنے آپ کو ڈھال بنا دیا۔ اس وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت

شماس رضی اللہ عنہ کو خوشخبری سنائی۔

مسلمانوں کے میدانِ جنگ میں قدم لڑکھڑا جانے کے بعد سب سے پہلے قیس بن محرث انصار کے ایک چھوٹے سے گروہ کے ساتھ میدان جنگ کی طرف پلٹے۔ یہ لوگ بنی حارثہ پہنچ چکے تھے۔ وہاں سے تیزی سے واپس پلٹے اور مشرکین سے ٹکراہوا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم لشکر کے وسط تک جا پہنچے اور ان کو قتل کیے بغیر کوئی بھی واپس نہ پلٹتا۔

قیس بن محرث نے مشرکین کے ساتھ جنگ لڑی اور تلوار سے اپنا دفاع کیا۔ ایک گروہ کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ پھر حضرت قیس بن محرث مشرکین کی نیزوں کی منظم کاروائی کا شکار ہوگئے اور ان کے شکم پر چودہ زخم آئے اور دس زخم جسم پر آئے۔

حضرت عباس بن عبادہ بن نضلہ، خارجہ بن زید بن ابی زہیر، اوس بن ارقم بن زید ایک جگہ تشریف فرما تھے۔ عباس بلند آواز سے کہہ رہے تھے: اے مسلمانو! اللہ اور اس کے نبی کی اطاعت کرو۔ یہ تمام نقصان انہیں اپنے نبی کی نافرمانی کی سبب پہنچا۔ تم سے نصرت کا وعدہ تھا مگر تم نے صبر نہ کیا۔ پھر اپنی جنگی ٹوپی اور زرہ اتار کر خارجہ بن زید سے مخاطب ہوئے کہ آپ کو میری زرہ اور خود کی ضرورت تو نہیں؟ خارجہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نہیں! میرا بھی وہی مطلوب ہے جس کے تم خواہاں ہو۔ پھر سب کے سب میدان جنگ میں کود گئے۔ عباس فرما رہے تھے اگر ہمارے زندگی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی زخم یا تکلیف پہنچی تو روز قیامت ہمارا کیا عذر ہوگا۔ خارجہ گویا ہوئے: ہمارا کوئی عذر ہوگا نہ ہی ہمارے پاس کوئی دلیل۔ عباس رضی اللہ عنہ کو سفیان بن عبدالشمس السلمی نے قتل کیا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اس پر دو وار کیے تھے جس سے دو بڑے بڑے زخم آئے۔ ایک سال تک زخمی ہی رہا پھر وہ شفایاب ہوگیا۔

حضرت خارجہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں نیزہ تھا اور حضرت خارجہ کو دس سے کچھ زیادہ زخم آئے۔ صفوان بن امیہ کا وہاں سے گزر ہوا تو حضرت خارجہ رضی اللہ عنہ کو پہچان لیا اور کہنے لگا: یہ محمد کے سرکردہ ساتھیوں میں سے ہے۔ (اس وقت حضرت خارجہ رضی اللہ عنہ میں زندگی کے کچھ آثار باقی تھے۔) اس نے کام تمام کر دیا اور اوس بن ارقم بن زید قتل ہوگئے۔

صفوان بن امیہ نے اعلان کیا کہ کسی نے خبیب بن یساف کو دیکھا ہے؟ صفوان بن امیہ مسلسل تلاش میں تھا مگر ابھی تک کامیاب نہ ہو سکا اور کہنے لگا کہ اسی آدمی نے میرے والد (امیہ بن خلف کو) جنگ بدر کے لیے برانگیختہ کیا تھا۔ اب میرے دل کو راحت وسکون ملا ہے جبکہ میں نے محمد کے بڑے بڑے ساتھیوں کو قتل کر دیا ہے اور میرے ہی ہاتھوں ابن قوقل، ابن ابی زہیر اور اوس بن ارقم موت کا شکار ہوئے ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگِ احد میں ایک موقع پر فرمایا: ''کون ہے جو اس تلوار کا حق ادا کرے؟'' صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اس کا حق کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کا حق یہ ہے کہ دشمن پر چلائی جائے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں اے اللہ کے رسول! مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعراض فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ اسی شرط کے ساتھ تلوار پیش کی۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے: اے اللہ کے رسول! میں اس تلوار کا حق ادا کروں گا۔ مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے بھی اعراض فرمایا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو قلق محسوس ہوا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تلوار کو تیسری مرتبہ سابقہ شرط کے

ساتھ ایک بار پھر مجمع کے سامنے پیش کیا۔ اب ابودجانہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ کے رسول میں اس کام کے لیے تیار ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تلوار ان کے ہاتھ میں دے دی۔ چنانچہ ابودجانہ رضی اللہ عنہ نے تلوار لے لی اور دشمن سے لڑائی کے وقت تلوار کا حق ادا کیا اور وعدہ پورا کیا۔ ابودجانہ رضی اللہ عنہ کے تلوار لیتے وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ یا حضرت زبیر رضی اللہ عنہ میں سے کسی ایک نے دل ہی دل میں عزم کیا کہ میں ضرور اس شخص کا پیچھا کروں گا جس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تلوار دی اور مجھے نہ دی۔ فرماتے ہیں: چنانچہ میں ابودجانہ رضی اللہ عنہ کے پیچھے ہولیا۔ فرماتے ہیں کہ بخدا میں نے اس سے زیادہ بہادری سے تلوار چلاتے اور سرفروشی سے لڑتے کسی کو نہیں دیکھا۔ وہ تلوار مسلسل چلاتے جا رہے تھے حتیٰ کہ تلوار کند ہوگئی اور تلوار کی کاٹ ماند پڑ گئی۔ ابودجانہ رضی اللہ عنہ نے تلوار کی دھار پتھر پر تیز کی، پھر دشمن کی صفوں میں گھس کر تلوار چلانے لگے بالآخر تلوار کی دھار پر اتنے دندانے پڑ گئے جیسے کوئی درانتی ہو۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابودجانہ رضی اللہ عنہ کو تلوار عطا فرمائی تو حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ تلوار لیے اکڑ کر چلنے لگے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھ کر فرمایا: یہ چال خدا تعالیٰ کو بالکل پسند نہیں سوائے میدان جنگ کے۔"

۴ صحابہ رضی اللہ عنہم کا جنگ میں خاص انداز

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے چار صحابی ایسے تھے جو خاص نشانی لگا کر دشمن کے بیچوں بیچ جا گھستے تھے: ① ابودجانہ رضی اللہ عنہ: یہ اپنے سر پر سرخ پٹی باندھ لیتے تھے اور لوگوں میں مشہور تھا کہ ابودجانہ رضی اللہ عنہ جب سرخ پٹی باندھ کر لڑتا ہے تو خوب لڑتا ہے۔ ② حضرت علی رضی اللہ عنہ: آپ سفید اون باندھا کرتے تھے۔ ③ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ: آپ زرد پٹی باندھا کرتے تھے۔ ④ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کبوتر کا پر بطور نشانی رکھتے تھے۔

ایک مشرک عورت ابودجانہ کے نشانات پر

حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے جنگِ احد کے دن دیکھا کہ ایک عورت جو بری طرح قتال کر رہی ہے اور لوگوں کو ہنکائے چلی جا رہی ہے۔ میں نے اسے آدمی سمجھ کر شمشیر اس کے سر پر سونت لی۔ پھر مجھے اچھا نہ لگا کہ شمشیرِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کسی عورت پر چلاؤں۔ اس عورت کا نام عمرہ بنت حارث تھا۔

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جنگ احد میں مجھے کافی زخم آئے لیکن جب میں نے دیکھا کہ مشرکین نے کس طرح مسلمانوں کے ساتھ بری طرح مثلہ کر رکھا ہے (جسم کے اعضاء کاٹ کاٹ کر الگ کر دیے ہیں، کان، ناک، آنکھ وغیرہ) میں کھڑا ہوا اور مقتولین کے درمیان سے گزرتے ہوئے ایک طرف جا کر کھڑا ہوگیا۔ میں اپنی جگہ پر ہی تھا کہ اتنے میں خالد بن اعلم عقیلی جنگی لباس میں ملبوس نمودار ہوا اور وہ کہہ رہا تھا: ان (مسلمانوں) کو بکریوں کے ریوڑ کی طرح ہانک کر لے جاؤ اور قریش کو مخاطب کر کے پکار رہا تھا: اے قبیلہ قریش! محمد کو جان سے نہ مارنا بلکہ اس کو قید کر کے لاؤ تاکہ ہم اسے سب کچھ دکھا سکیں۔ اسی دوران قزمان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بڑھا اور آپ کے کندھے پر زور کا وار کیا جس کا اثر میں نے بھی دیکھا۔ پھر وہ اپنی تلوار لے

کر واپس پلٹ گیا۔

اس کے بعد ایک اور مشرک نمودار ہوا جس کی میں صرف آنکھیں ہی دیکھ پایا تھا۔ جو ایک ہی وار سے دو ٹکڑے ہو گیا۔ ہم نے پوچھا: وہ کون تھا؟ فرمایا: ولید بن عاص بن ہشام۔ پھر حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے اس دن ایسا بہادر آدمی نہیں دیکھا جو بڑی دلیری سے لڑا پھر جو اس کا خاتمہ ہونا تھا ویسا ہی ہوا۔ کہا گیا: کیسا خاتمہ! فرمایا خودکشی کر کے جہنم واصل ہو گیا۔

حضرت کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک مشرک خود پہنے اعلان کہہ رہا تھا کہ مسلمانوں کو بھیڑ بکریوں کی طرح ہانکو! اسی دوران ایک مسلمان خود پہنے ظاہر ہوا، میں تھوڑا چل کر اس کے پیچھے آ گیا اور وہاں کھڑے مسلمان اور کافر کو دل ہی دل میں تولنے لگا۔ چنانچہ وہ کافر تیاری اور جنگی ساز و سامان سے مکمل طور پر لیس تھا۔ میں نے ان پر نظر جمائے رکھی حتیٰ کہ ان کے درمیان لڑائی شروع ہو گئی۔ مسلمان نے اس کافر کے شانے پر اس زور سے وار کیا کہ تلوار نے کولہوں کے پاس سے جسم کے دو ٹکڑے کر دیے اور وہ مشرک دو ٹکڑے ہو گیا۔ اس مسلمان نے اپنے چہرے سے نقاب ہٹایا تو مجھے (کعب رضی اللہ عنہ کو) مخاطب کر کے کہنے لگا: کعب کیسا لگا آپ کو؟ میں ابودجانہ ہوں۔

رُشید الفارسی (بنو معاویہ کے غلام) کا بنو کنانہ کے ایک مشرک سے سامنا ہوا جو لوہے کی زرہوں میں ملبوس تھا اور کہہ رہا تھا: میں ابن عویم ہوں۔ حاطب کا غلام سعد سامنے آیا تو اسے وار کر کے دو ٹکڑوں میں تقسیم کر دیا۔ اب رشید مقابلہ میں آیا اور اس کے کندھے پر وار کیا اور یہ وار اس شدت کا تھا کہ زرہ کو کاٹتا ہوا جسم کے دو ٹکڑے کر گیا اور رشید نے ساتھ یہ بھی کہا لو! میں فارسی لڑکا ہوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب دیکھ رہے تھے اور سن بھی رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نے یہ کیوں نہ کہا "خُذْهَا وانا الغلام الانصاری"۔ لو! اور میں انصاری لڑکا ہوں؟ پھر رشید کے سامنے اس مشرک کا بھائی آیا جیسے کوئی کتا کسی چیز پر حملہ آور ہوتا ہے اور وہ کہہ رہا تھا: انا ابن عویم میں ابن عویم ہوں۔ رشید نے اس کے سر پر تلوار چلائی۔ جنگی ٹوپی کے ساتھ سر بھی دو ٹکڑے ہو گیا اور رشید نے کہا: خذها وانا الغلام الانصاری لو میں انصاری لڑکا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا پڑے اور فرمایا: اے ابوعبداللہ آپ نے کمال کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوعبداللہ کنیت رکھ دی حالانکہ ان دنوں اس کی اولاد نہ تھی۔

ابونمر کنانی کا بیان ہے: میں احد کے دن اپنے دس بھائیوں کے ساتھ مشرکین کی جانب سے حاضر ہوا۔ ان میں سے چار مارے گئے، کیونکہ ابتداء میں فتح کا رخ مسلمانوں کی جانب تھا۔ اس وقت میں نے اپنے آپ کو اور دیگر ساتھیوں کو بھاگتے ہوئے دیکھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام نے لشکر کے مرکز پر حملہ کر کے لوٹ مار شروع کر دی اور اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ریلا مجھ تک پہنچ گیا۔ پھر ہمارے شہسوار میدان کی طرف پلٹے تو میں نے کہا: خدا کی قسم! یہ کسی وجہ سے ہی پلٹے ہوں گے۔ ہم الٹے پاؤں واپس آ گئے اور ہماری واپسی پر لوگ ایک دوسرے کے دست و گریبان ہو گئے۔ جو بغیر کسی صف بندی کے قتال کر رہے تھے۔ کسی کو معلوم نہ تھا کہ کس پر وار کر رہا ہے۔ نہ مسلمانوں کا کوئی پرچم اٹھانے والا تھا اور ہمارا علم بنو عبدالدار کے ایک آدمی کے پاس تھا۔

اور میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کا نعرہ سن رہا تھا، کہہ رہے تھے: أَمِتْ أَمِتْ میں نے اپنے جی میں کہا: أَمِتْ کیا ہے؟ اور

میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کو ان کے ساتھی گھیرے میں لیے ہوئے ہیں اور تیر ان کے دائیں بائیں سے گزر رہے ہیں۔ کبھی نیچے سے نکل جاتے ہیں تو کبھی پیچھے سے گزر جاتے ہیں۔ اس دن میں نے پچاس تیر چلائے۔ ان میں سے کچھ نشانے پر لگے اور صحابہ رضی اللہ عنہم زخمی ہوئے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے مجھے دین اسلام کی دولت سے مالا مال فرمایا۔

بغیر نماز کے جنت کا حق دار صحابی

عمرو بن ثابت اسلام کے بارے میں متردد تھے۔ جب اس کی قوم کے لوگ اسلام کے بارے میں بات کرتے تو کہتا: اگر تمہاری باتیں مجھے حق معلوم ہوئیں تو کبھی بھی پیچھے نہیں رہوں گا۔ پھر جب احد کا دن آیا۔ آپ ﷺ مقام احد میں ہی تھے جب اسلام کی حقیقت اور حقانیت ان پر واضح ہوگئی۔ اسلام قبول کرلیا اور تلوار لے کر میدان میں آگئے اور قتال کرتے کرتے شہادت سے سرفراز ہوگئے۔ بعد میں مقتولین کے درمیان، ملے اور ان کے جسم پر زخموں کے نشانات بھی تھے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم ان کے قریب آئے جبکہ وہ زندگی کی آخری سانسیں لے رہے تھے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا: اے عمرو! یہاں کیسے آنا ہوا؟ انہوں نے کہا اسلام لے کر آیا۔ میں اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لایا۔ پھر میں نے تلوار لی اور میدانِ جنگ میں آگیا اور اللہ نے مجھے شہادت سے سرفراز فرما دیا ہے۔ حضرت عمرو بن ثابت رضی اللہ عنہ صحابہ کے ہاتھوں میں ہی انتقال فرما گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: عمرو جنتی ہے۔

نماز کے بغیر جنت میں!

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اپنے اردگرد موجود لوگوں سے ایسے شخص کے بارے میں سوال کیا جو بغیر نماز پڑھے جنت کا حق دار بن گیا ہو؟ لوگ خاموش رہے۔ پھر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وہ قبیلہ بنو عبد اشہل کا آدمی عمرو بن ثابت بن وقش ہے۔

مخیریق یہودی عالم تھا۔ ہفتہ کے دن انہوں نے یہودیوں کو اس وقت خطاب کیا، جب رسول اللہ ﷺ مقام احد میں تھے۔ اے گروہ یہود! خدا کی قسم تم جانتے ہو کہ محمد (ﷺ) نبی (برحق) ہیں اور اس کی مدد کرنا تم پر واجب ہے۔ کہنے لگے: آج ہفتہ کا دن ہے۔ مخیریق نے کہا: ہفتہ کے دن میں کیا حرج ہے؟ پھر وہ اسلحہ لے کر نبی کریم ﷺ کے ساتھ میدان جنگ میں آملے اور قتل کر دیے گئے۔ اس موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا: مخیریق یہود کا اچھا آدمی ہے۔

مخیریق یہودی نے احد کی طرف جاتے ہوئے وصیت کی تھی کہ اگر میں وہاں مارا جاؤں تو میرے تمام اموال محمد (ﷺ) کے قبضے میں دے دیے جائیں جہاں مناسب جانیں وہاں خرچ کریں۔

حاطب بن امیہ منافق آدمی تھا۔ اس کا بیٹا یزید بن حاطب حق گو آدمی تھا جو احد کے دن آپ ﷺ کے ساتھ جنگ میں شریک ہوا اور زخمی ہوگیا۔ اس کے خاندان کے لوگ اسے گھر لائے تو باپ کہنے لگا: جس وقت گھر والے چیخ و پکار کر رہے تھے، خدا کی قسم! تم نے ہی اس کو جنگ کے لیے تیار کیا تھا۔ کہنے لگے: کیسے؟ کہا کہ اس کی جان کو خطرے میں ڈال کر میدان میں اسے قتل کروا دیا اور ایک اور چیز کہ تم اس کے لیے جنت کا وعدہ کرتے رہے۔ کون سی جنت؟ بھوسہ کی جنت؟ گھر والے کہنے لگے: خدا

تجھے ہلاک کرے۔ کہنے لگا: ایسا ہی ہے اور اسلام نہ لایا۔

منقول ہے کہ بنوظفر میں قزمان نام کے کئی آدمی تھے معلوم نہیں ہے کہ وہ قزمان کون سا تھا۔ ان کا ایک بڑا باغ تھا۔ قزمان نادار مفلس اور کنوارا نوجوان شخص تھا۔ مشہور بہادر آدمی تھا۔ جس کی شجاعت جنگوں میں جانی پہچانی تھی۔ یہ قزمان میدان احد میں حاضر ہوا اور بے دریغ لڑا۔ چھ یا سات آدمیوں کو موت کے گھاٹ اتارا اور خود زخمی ہو گیا۔ نبی کریم ﷺ سے پوچھا گیا کہ قزمان شدید زخمی ہے وہ شہید ہے؟ فرمایا: جہنمی ہے۔

کچھ لوگ آپ ﷺ کو لے کر قزمان کے پاس آئے۔ قزمان سے کہا گیا: ابو العیداق شہادت مبارک ہو۔ کہنے لگا: تم کس چیز کی خوش خبری دینا چاہتے ہو؟ خدا کی قسم! ہم نے تو صرف قومیت کی خاطر جہاد کیا ہے۔ وہ کہنے لگے کہ ہم تمہیں جنت کی بشارت دیتے ہیں۔ کہنے لگا: جنت کونسی؟ حرمل کی؟ (گھاس پھوس کی) بخدا ہمارا قتال جنت یا جہنم کے لیے نہیں ہے، ہم تو قوم کی خاطر لڑتے ہیں۔ اس نے اپنے ترکش سے ایک تیر نکالا اپنے آپ کو اس سے قتل کرنے لگا۔ جب تیر کا پھل اسے ہلاک نہ کر سکا۔ تو اس نے تلوار نکالی اور اس کے سرے پر اوندھا گیا اور تلوار اس کی پشت کے اس پار نکل گئی۔ جب آپ ﷺ کو بتایا گیا تو فرمایا وہ ''جہنمی ہے۔''

حضرت عمرو بن الجموح رضی اللہ عنہ معذور آدمی تھے۔ ان کے چار بیٹے تھے اور چاروں ہی نبی کریم ﷺ کے ساتھ تمام غزوات میں بہادری سے لڑا کرتے تھے۔ بیٹوں نے چاہا کہ والد کو جنگ احد میں شریک ہونے سے روکیں۔ کہنے لگے: ابا جی! آپ معذور ہیں اور جنگ میں شرکت نہ کرنے پر آپ پر کوئی حرج نہیں ہے۔ آپ کے تمام بیٹے آپ ﷺ کے ساتھ جنگ میں شریک ہونے جا رہے ہیں۔

فرمانے لگے: واہ جی! وہ تو جنت کا رخ کریں اور میں تمہارے پاس یہاں بیٹھا رہوں (گھر والوں کے پاس) ان کی بیوی ہند بنت عمرو بن حرام کہنے لگی: میں دیکھ رہی ہوں کہ میرے خاوند نے ڈھال سنبھالی اور کہنے لگے: اے اللہ! مجھے شہادت کے بغیر (رسوا کر کے) واپس گھر کی طرف نہ لوٹانا۔ حضرت عمرو بن الجموح نکل پڑے اور بیٹے رکنے کا کہہ رہے تھے۔ اتنے میں نبی کریم ﷺ تشریف لائے۔ حضرت عمرو فرمانے لگے: اے اللہ کے رسول! میری اولاد مجھے آپ کے ساتھ نکلنے اور اس راستے پر جانے سے روک رہی ہے۔ خدا کی قسم! میں اسی معذوری کے ساتھ جنت میں جانا چاہتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: آپ کو تو اللہ تعالیٰ نے معذور قرار دیا ہے۔ آپ پر کوئی جہاد فرض نہیں۔ لیکن عمرو بن الجموح شہادت پر مصر رہے اور انکار کر دیا۔ یہ دیکھ کر آپ ﷺ نے بیٹوں سے ارشاد فرمایا: تم ان کو مت روکو۔ شاید کہ اللہ رب العزت انہیں شہادت سے نوازیں۔ بیٹوں نے جانے دیا اور وہ اس دن شہادت سے سرفراز ہوئے۔

ابوطلحہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب غزوہ احد کے دن مسلمان میدان جنگ سے پیچھے ہٹے، پھر پلٹ کر دوبارہ حملہ کیا تو سیدنا عمرو بن الجموح رضی اللہ عنہ صف اول کے لوگوں میں شامل تھے۔ ان کی ٹانگ میں لنگڑاہٹ تھی اور وہ کہہ رہے تھے: میں خدا کی قسم! میں جنت

کا بہت مشتاق ہوں، پھر میں نے ان کے بیٹے کو دیکھا جوان کے پیچھے پیچھے چلا جا رہا تھا۔ اس طرح سب کے سب شہید ہو گئے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کچھ عورتوں کے ہمراہ حالات کی خبر گیری کے لیے نکلیں۔ (یہ اس زمانے کی بات ہے جب پردہ فرض نہ ہوا تھا) جب وہ وادی کی طرف بنو حارثہ کے نشیب میں واقع مقام حرہ کی آخری حدود میں پہنچی تو عبداللہ بن عمرو بن حرام کی بہن ہند بنت عمرو بن حرام سے ملیں جو اونٹ پر اپنے خاوند عمرو بن الجموح، بیٹے خلاد بن عمرو اور اپنے بھائی ابو جابر عبداللہ بن عمرو بن حرم کو ڈال کر لے جا رہی تھیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے استفسار کیا۔ کیا حالات ہیں؟ ہند رضی اللہ عنہ نے کہا: سب خیریت ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحیح سالم ہیں ان کی سلامتی کے بعد ہر مصیبت چھوٹی ہے۔ کچھ مسلمانوں کو اللہ رب العزت نے شہادت سے سرفراز فرمایا ہے اور اللہ تعالیٰ نے کافروں کو غصے سے بھرے واپس لوٹا دیا اور وہ کوئی خیر نہ لے جا سکے۔

اور اللہ تعالیٰ ایمان والوں کی طرف سے قتال کے لیے کافی ہو گیا اور اللہ زبردست قوت والا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا: یہ اونٹ پر کون لوگ ہیں؟ کہنے لگی: بھائی، بیٹا خلاد اور خاوند عمرو بن الجموح ہیں۔ پھر پوچھا: ان کو کہاں لے جا رہی ہو؟ فرمایا: مدینہ میں دفن کرنے جا رہی ہوں اور اونٹ ہانکنے لگیں۔ پھر حضرت ہند رضی اللہ عنہ کا اونٹ بیٹھ گیا۔ میں نے کہا کہ یہ بوجھ زیادہ ہونے کی وجہ سے بیٹھ گیا ہے۔ کہنے لگیں: بوجھ زیادہ ہونے کی وجہ سے نہیں یہ اونٹ دو اونٹوں کے برابر بوجھ بھی اٹھا سکتا ہے۔ مجھے اس کی وجہ کوئی اور لگتی ہے۔ حضرت ہند رضی اللہ عنہ نے اونٹ کو خوب جھڑکا چنانچہ اونٹ کھڑا ہو گیا جب اس کو مدینہ کی طرف چلایا گیا تو دوبارہ بیٹھ گیا۔ پھر حضرت ہند رضی اللہ عنہ نے اس کو احد کی جانب ہانکا تو تیز تیز چلنے لگا۔ حضرت ہند آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائیں اور سارا قصہ آپ کے گوش گزار کیا۔ یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اونٹ خدا کی طرف سے مامور ہے! کیا عمرو بن الجموح رضی اللہ عنہ نے کوئی وصیت کی تھی؟ فرمانے لگیں: جب عمرو احد کی طرف جانے لگے تو قبلہ رخ ہو کر یہ دعا مانگی تھی: اے اللہ! تو مجھے رسوا کر کے واپس گھر مت لوٹانا مجھے شہادت عطا فرما!

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسی وجہ سے اونٹ چل نہیں رہا۔ اے گروہ انصار! بے شک تم میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں کہ اگر وہ اللہ سے کوئی عہد و پیمان کر لیں تو اللہ تعالیٰ انہیں اسے پورا کرنے کی توفیق عطا فرماتا ہے۔ اے ہند! وقت شہادت سے لے کر اب تک فرشتے انہیں مسلسل اپنے سایہ میں لیے ہوئے ہیں، اس انتظار میں ہیں کہ ان کو کہاں دفن کیا جائے؟ تھوڑی دیر بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرو بن الجموح رضی اللہ عنہ کو لحد میں اتار دیا۔ پھر فرمایا: اے ہند! عمرو بن الجموح، بیٹا خلاد اور تمہارا بھائی عبداللہ جنت میں سب اکٹھے ہو گئے ہیں۔ ہند کہنے لگی: اے اللہ کے رسول! میرے حق میں بھی دعا فرمائیے کہ اللہ مجھے بھی ان سے ملا دے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کچھ لوگوں نے احد کے دن صبح شراب پی لی تھی اور پھر میدان احد میں جام شہادت نوش فرما گئے، ان میں سے میرے والد بھی تھے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میدان احد میں سب سے پہلے شہید ہونے والے میرے والد تھے جن کو ابو اعور سفیان بن عبد شمس السلمی نے شہید کیا۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی وقت جنگ کے خاتمہ سے پہلے ہی نماز جنازہ ادا فرمائی۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میرے والد شہید ہوئے تو میری پھوپھی رونے لگی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیوں روتی ہے؟ فرشتے دفن کرنے تک مسلسل ان پر سایہ فگن رہے۔

عبداللہ بن عمرو بن حرام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے جنگ احد سے کچھ دن قبل ایک خواب دیکھا۔ میں نے مبشر بن عبدالمنذر کو کہتے ہوئے سنا کہ تم چند دنوں تک ہمارے پاس آرہے ہو۔ میں نے کہا: تم کہاں ہو؟ کہنے لگے: جنت میں ہم جہاں چاہتے ہیں سیر وتفریح کرتے ہیں۔ میں نے کہا: کیا تم بدر کے دن شہید نہیں ہو گئے تھے؟ کہنے لگے: کیوں نہیں۔ میں دوبارہ پھر زندہ کر دیا گیا ہوں۔ حضرت عبداللہ نے اپنا یہ خواب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے جابر! یہ شہادت ہی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے احد کے دن فرمایا کہ عمرو بن الجموح اور عبداللہ بن عمرو بن حرام کو ایک ہی قبر میں اکٹھا دفن کرو۔ منقول ہے کہ دونوں حضرات کے ساتھ بری طرح مثلہ کیا گیا تھا اور ایک ایک عضو کاٹ کر الگ کر دیا گیا تھا، جسموں کی پہچان ختم ہو چکی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان دونوں کو ایک ہی قبر میں دفن کر دو۔

یہ بھی مروی ہے کہ ان دونوں کو ایک قبر میں دفن کرنے کا جو حکم دیا گیا وہ اس بنا پر تھا کہ ان دونوں میں محبت کے گہرے مراسم قائم تھے۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان دو دوستوں کو اکٹھا ہی دفن کرو۔

شہید کبھی مرتا نہیں

حضرت عبداللہ بن عمرو بن حرام رضی اللہ عنہ کا رنگ سرخی مائل تھا اور پیشانی کے بال نہ تھے، قد مبارک لمبا نہ تھا جبکہ عمرو بن الجموح رضی اللہ عنہ طویل قد کے مالک تھے۔ جب قریب بہنے والا پانی قبروں تک پہنچ گیا تو دونوں کی قبروں کی کھدائی کی گئی (دونوں اپنے قد کے سبب ہی پہچانے جا سکے) دونوں کے جسموں پر دھاری دار چادریں تھیں۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو ان کے چہرے پر زخم آیا تھا چنانچہ ان کی انگلی مبارک چہرے پر موجود زخم پر رکھی ہوئی تھی۔ جب ان کا ہاتھ اس جگہ سے ہٹایا گیا تو خون پھوٹنے لگا۔ پھر ہاتھ دوبارہ اسی جگہ واپس رکھ دیا گیا اور خون گرنا بند ہو گیا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے اپنے والد کو ان کی قبر میں جب دیکھا تو ایسا محسوس ہوا جیسے وہ آرام فرما رہے ہوں اور ان کی حالت میں ذرا بھی تبدیلی نہ آئی تھی۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ کیا تم نے کفن بھی دیکھا فرمایا کہ ان کو تو ایک دھاری دار چادر سے کفن دیا گیا اسی سے ہی چہرہ بھی ڈھانپ دیا گیا اور پاؤں ڈھانپنے کے لیے گھاس وغیرہ استعمال کی گئی۔ ہم نے دیکھا کہ چادر اور پاؤں پر گھاس جوں کی توں باقی تھی۔ حالانکہ دفن کرنے کے بعد سے لے کر اب تک ۴۶ سال گزر چکے تھے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشک کی خوشبو لگانے کے بارے مشورہ کیا مگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے انکار کیا اور فرمایا کہ کسی نئی چیز کا اضافہ مت کرو!

حیاتِ ابدی کی ایک جھلک

مروی ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے جب نہر کظامہ کھودنے کا ارادہ فرمایا تو مدینہ میں اعلان کروایا کہ جس کا مقام احد میں کوئی رشتہ دار مدفون ہو وہ حاضر ہو جائے۔ لوگ اپنے مقتولین کی قبروں کی طرف نکل پڑے۔ لوگوں نے مقتولین کو تر و تازہ حالت میں پایا کہ ان کے جسم میں ویسے ہی لچک تھی جیسے زندہ آدمی ہوں۔ چنانچہ کھدائی کے دوران ایک آدمی کو کن پٹی پر زخم آیا تو خون پھوٹ پھوٹ کر بہنے لگا۔

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس واقعہ کے بعد کوئی منکر کبھی انکار نہ کر سکے گا۔ حضرت عبداللہ بن عمرو اور عمرو بن الجموح ایک قبر میں تھے اور خارجہ بن زید بن ابوزہیر اور سعد بن ربیع ایک قبر میں مدفون ملے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو اور عمرو بن الجموح کی قبر تو وہاں سے ہٹا دی گئی کیونکہ ایک نہر وہاں سے گزر رہی تھی اور خارجہ بن زید اور سعد بن ربیع کی قبر وہیں باقی رہی۔ کیونکہ وہ فاصلے پر تھی اور ان کی مٹی برابر کر دی گئی۔ لوگ جب قبر کھود رہے تھے تو ذرا ذرا کے فاصلے پر مٹی سے خوشبوئیں مہکتی تھیں۔

شہادت میں جو مزہ ہے جنت میں آسکے نہ

رسول اللہ ﷺ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے جابر! کیا تمہیں خوشخبری نہ دوں؟ میں نے کہا: ضرور اے اللہ کے رسول! میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں۔ فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تمہارے والد کو زندہ کر کے کلام کیا اور کہا کہ تم اپنے رب کے سامنے جو چاہو تمنا کرو۔ انہوں نے فرمایا: میری تمنا یہ ہے کہ واپس دنیا میں جاؤں اور تیرے نبی کے ہمراہ قتل کر دیا جاؤں۔ پھر زندہ کیا جاؤں، پھر شہید کر دیا جاؤں۔ اللہ رب العزت نے جواب دیا کہ یہ تو فیصلہ ٹھہر چکا کہ اب واپس نہ جاؤ گے۔

ام عمارہ نسیبہ بنت کعب، غزیہ بن عمرو کی بیوی غزوۂ احد میں اپنے خاوند اور بیٹے کے ہمراہ حاضر ہوئی اور دن کے پہلے حصے میں اپنے ساتھ مشکیزہ لے کر نکلی، مقصد زخمیوں کو پانی پلانا تھا۔ اس دن ام عمارہ نے قتال میں حصہ لیا اور خوب قتال کیا جس کے نتیجہ میں تلوار یا نیزے سے جسم پر ۱۲ زخم آئے۔

باہمت عورت

ام سعید بنت سعد بن ربیع فرماتی ہیں: میں ام عمارہ کے پاس آئی اور کہنے لگی: اے خالہ! تمہاری کیا خبر ہے؟ فرمایا: میں شروع دن میں احد گئی اور لوگوں کی کارکردگی دیکھی۔ میرے پاس مشکیزہ میں پانی تھا۔ میں وہ پانی لے کر رسول اللہ ﷺ کے پاس گئی آپ ﷺ اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کے درمیان تشریف فرما تھے اور اس وقت تک فتح مسلمانوں کے ہاتھ میں تھی۔

پھر جب مسلمان شکست سے دوچار ہوئے تو میں رسول اللہ ﷺ کی جانب چلی گئی اور قتال کرنے لگی۔ کبھی میں تلوار چلا کر رسول اللہ ﷺ کا دفاع کرتی اور کبھی تیر اندازی سے۔ حتیٰ کہ میں زخمی ہو گئی! میں نے ام عمارہ کے کندھے پر ایک گہرا زخم

دیکھا۔ میں نے کہا: اے ام عمارہ! یہ زخم کس نے پہنچایا؟ کہنے لگی: جب تمام لوگ رسول اللہ ﷺ کا ساتھ چھوڑ گئے تو ابن قمیہ رسول اللہ ﷺ کی طرف بڑھا اور پکارنے لگا: محمد کہاں ہیں؟ محمد کے بارے میں بتلاؤ۔ اگر وہ آج بچ کر نکل گئے تو میں نہیں بچ سکوں گا۔ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ اس کے سامنے آئے، کچھ اور لوگ بھی ان کے ساتھ تھے، میں بھی انہیں لوگوں میں شامل تھی۔ ابن قمیہ نے مجھ پر حملہ کیا میں نے بھی اس پر کئی حملے کیے مگر خدا کا دشمن دو زرہیں پہنے ہوئے تھا۔

میں نے کہا: اے ام عمارہ! تمہارا ہاتھ کیسے زخمی ہوا؟ فرمایا کہ یہ جنگِ یمامہ میں زخمی ہوا جب بد دلوگ شکست کھا گئے تو انصار نے آواز لگائی۔ ہمیں بچاؤ۔ پھر انہیں بچا بھی لیا گیا۔ میں بھی ان کے ساتھ تھی۔ دورانِ جنگ ایک بار ہم موت کے دہانے جا پہنچے تھے۔ ایک وقت تک ہم قتال کرتے رہے حتیٰ کہ ابو دجانہ رضی اللہ عنہ باغ کے دروازے پر قتل کر دیے گئے۔ میں بھی اسی باغ میں دشمنِ خدا کو قتل کرنے کے ارادے سے داخل ہوئی۔ مگر ایک آدمی میرے سامنے نمودار ہوا اور میرا ہاتھ کاٹ کر الگ کر دیا۔ مگر خدا کی قسم یہ کٹا ہوا ہاتھ مجھے قتال سے روک نہ سکا نہ ہی جنگ سے پھیر سکا۔ یہاں تک کہ میں نے دیکھا کہ وہ مردار ہو چکا ہے اور میرا بیٹا عبداللہ بن زید المازنی اس کے کپڑوں سے تلوار پونچھ رہا تھا۔ میں نے کہا: کیا تم نے قتل کر دیا؟ کہا: جی ہاں میں سجدہ شکر بجالائی۔

ضمرہ بن سعد اپنی دادی سے نقل کرتے ہیں (ان کی دادی جنگ احد میں مجاہدین کو پانی پلانے میں مصروف تھی) فرماتی ہیں: میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ نسیبہ بنت کعب کا مقام آج کے دن فلاں فلاں سے زیادہ اونچا ہے۔ آپ ﷺ دیکھ رہے تھے کہ نسیبہ کیسے مستعدی سے میدانِ جنگ میں جنگی جوہر دکھا رہی تھی اور ان کو تیرہ زخم آئے۔

پھر جب ان کی وفات کا وقت ہوا تو غسل دینے والوں میں میں بھی شامل تھی۔ میں نے زخم شمار کیے تو وہ ۱۳ زخم تھے اور کہہ رہی تھیں۔ گویا کہ میں ابن قمیہ کو ابھی بھی دیکھ رہی ہوں کہ اس نے ام عمارہ کے شانے پر کیسے وار کیا اور یہ سب سے گہرا زخم تھا جس کا علاج معالجہ ایک سال تک چلتا رہا۔ پھر آواز لگانے والے نے مقام حمراء الاسد کی آواز لگائی۔ انہوں نے کپڑے وغیرہ باندھ کر خون روکنا چاہا مگر کامیاب نہ ہو سکیں اور ہم نے وہ رات اس طرح زخموں کا علاج کرتے گزاری یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔ جب آپ ﷺ مقام حمراء الاسد سے واپس لوٹے تو گھر جانے سے پہلے ان کا حال معلوم کیا۔ چنانچہ عبداللہ بن کعب المازنی کو ام عمارہ کے گھر حالت معلوم کرنے کے لیے بھیجا۔ عبداللہ بن کعب سلامتی کی خبر کے ساتھ واپس لوٹے اور آپ ﷺ سلامتی کی خبر سن کر مسرور ہوئے۔

عبدالجبار بن عمارہ، عمارہ بن غزیہ سے نقل فرماتے ہیں کہ حضرت ام عمارہ فرماتی ہیں: مجھے وہ دن یاد ہے جب تمام لوگ آپ ﷺ کا ساتھ چھوڑ گئے تھے سوائے چند لوگوں کے، جن کی تعداد دس بھی نہ تھی، آپ ﷺ کے ساتھ باقی رہ گئے۔ میں، میرے دو بیٹے اور میرا خاوند آپ ﷺ کا دفاع کر رہے تھے اور حملہ آور دشمن شکست کھا کر واپس لوٹ جاتے تھے۔ آپ ﷺ نے ملاحظہ فرمایا کہ میرے پاس ڈھال نہیں ہے، ایک بھاگتے ہوئے شخص کے پاس ڈھال دیکھی تو فرمایا: اپنی ڈھال اس کو دے دو جو قتال میں مصروف ہے اس نے ڈھال میرے حوالے کر دی اور میں رسول اللہ ﷺ کے لیے ڈھال بن

کر دفاع کرنے لگی۔ شہسواروں نے ہم پر بہت وار کیے اگر وہ بھی ہماری طرح پیادہ ہوتے تو ہم ان کا شکار کر لیتے (ان شاء اللہ) اتنے میں ایک آدمی گھوڑے پر نمودار ہوا اور مجھ پر حملہ کیا۔ میں نے اس کا وار ڈھال پر روک لیا اور واپس پلٹنے لگا۔ میں نے اس کے گھوڑے پر حملہ کرکے اس کی کونچیں کاٹ ڈالیں اور وہ کمر کے بل زمین پر آگرا اور لوگ مقتول کو اٹھانے کے لیے فوری طور پر جمع ہو گئے۔

عورتوں کی بہادری

عبداللہ بن زید سے منقول ہے کہ جنگ احد کے دن مجھے بائیں بازو میں زخم آیا۔ مجھ پر ایک آدمی حملہ آور ہوا اور تیزی سے گزر گیا جیسے وہ قریب ہی نہ آیا ہو اور میرا خون مسلسل بہنے لگا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: زخم پر پٹی باندھو۔ میری والدہ اپنے پہلو میں کئی پٹیاں لیے میرے پاس آئی۔ یہ پٹیاں انہوں نے زخموں پر باندھنے کے لیے تیار کر رکھی تھیں۔ انہوں نے پٹی کی اور رسول اللہ ﷺ کھڑے دیکھ رہے تھے۔ پھر کہنے لگی: اٹھو بیٹا اور جہاد کرو۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے عمارہ! تیری مثل لڑائی کی طاقت و اہلیت کس میں ہے؟ ام عمارہ فرماتی ہیں: اس دوران ایک آدمی [illegible] جس نے مجھ پر حملہ کیا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ ہے وہ شخص جس نے تمہارے بیٹے پر وار کیا تھا۔ فرماتی ہیں: میں تلوار لیے سامنے آگئی اور اونٹ کی پنڈلی پر وار کیا وہ اونٹ بیٹھ گیا۔ پھر میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ مسکرا رہے ہیں حتیٰ کہ ڈاڑھ مبارک نظر آنے لگی۔ پھر فرمایا: ام عمارہ تم نے بدلہ چکا دیا۔ پھر ہم اسلحہ لے کر اس پر چڑھ دوڑے اور اس کا کام تمام کر دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے تجھ کو دشمن پر کامیابی دی اور آنکھوں دیکھا انتقام لے کر تمہاری آنکھیں ٹھنڈی فرمائیں۔

حضرت موسیٰ بن ضمرہ بن سعید اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس کچھ چادریں لائی گئیں جن میں ایک چادر انتہائی عمدہ اور کشادہ تھی۔ کچھ لوگ کہنے لگے: اس چادر کی قیمت اتنی اتنی ہے۔ آپ یہ چادر عبداللہ بن عمر کے نکاح میں آنے والی نئی نویلی دلہن صفیہ بنت ابی عبید کو بھیج دیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ چادر ایسے شخص کو بھیجوں گا جو اس کا سب سے زیادہ حق دار ہے اور وہ ام عمارہ نسیبہ بنت کعب ہے۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو احد کے دن فرماتے ہوئے سنا: ”میں نے جس جانب بھی رخ کیا ام عمارہ کو اپنی خاطر لڑتے ہوئے پایا۔“

واقدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ام عمارہ سے کہا گیا: کیا قریشی عورتوں نے بھی اپنے خاوندوں کے ہمراہ قتال میں شرکت کی تھی۔ فرمانے لگی: اللہ کی پناہ! میں نے نہیں دیکھا کہ کسی عورت نے کوئی تیر یا پتھر تک بھی پھینکا ہو، ہاں میں نے ان کے ہاتھوں میں دف اور ڈھول باجے ضرور دیکھے اور وہ عورتیں ڈھول باجوں سے مقتولین بدر کی یاد تازہ کرکے لوگوں کو جنگ کے لیے ابھار رہی تھیں۔ عورتوں نے ہاتھوں میں سرمہ دانی اور سلائیاں بھی تھام رکھی تھیں۔ جب بھی کوئی شخص واپس بھاگنے لگتا یا اس کے قدم اٹھنے لگتے تو اس کو سلائی اور سرمہ دانی پکڑا دیتی کہ تم تو عورت ہو جنگ کے قابل نہیں ہو۔

اور میں نے انہی عورتوں کو ازاریں اور پائنچے اٹھا کر بھاگتے ہوئے بھی دیکھا جو پیدل مردوں کے پیچھے بھاگی چلی جارہی تھیں اور گرتی جارہی تھیں اور گھوڑوں پر سوار مردوں نے بھاگ کر جان بچائی۔

میں نے اس دن ہند بنت عتبہ کو دیکھا جو بھاری بھرکم بدن والی، حسن اخلاق والی عورت تھی کہ گھوڑے کے قریب سہمی ہوئی بیٹھی ہے اور گھوڑا چلنے کے قابل نہیں اور ان کے ساتھ ایک اور عورت بھی تھے حتیٰ کہ بالآخر لوگ ہم پر حملہ آور ہوئے اور جو تکلیف ونقصان ہمارے مقدر میں تھا وہ ہمیں مل کر رہا اور احد کے دن تیر اندازوں کی غلطی کے سبب جو بھی ہمیں نقصان اٹھانا پڑا اس پر ہم اللہ رب العزت سے ثواب کی امید رکھتے ہیں۔

واقدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حارث بن عبداللہ نے عبداللہ بن زید بن عاصم کو کہتے ہوئے سنا کہ میں جنگ احد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک قتال ہوا۔ جب لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دور ہٹ گئے، میں اپنی والدہ کے ساتھ مل کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع کرنے لگا۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابن ام عمارہ! میں نے کہا: جی اے اللہ کے رسول! فرمایا: تیر پھینکو۔ چنانچہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک مشرک کی طرف پتھر پھینکا جو اس کے گھوڑے کی آنکھ پر جا لگا اور گھوڑے کے بدکنے سے گھوڑے سمیت زمین پر جا گرا۔ پھر میں نے پتھروں کی بارش شروع کردی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم دیکھ کر مسکرا رہے تھے۔ اتنے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میری والدہ کے کندھے پر آئے ہوئے زخم پر جا پڑی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنی والدہ کی پٹی کرو۔ تمہارے پورے گھرانے پر خدا کی برکات کا نزول ہو! تمہاری ماں کا مقام فلاں فلاں سے بلند ہے اور تمہارا سوتیلے باپ کا مقام ومرتبہ فلاں فلاں آدمی سے بہتر ہے اور تمہارا اپنا مقام فلاں آدمی سے بلند ہے۔ ام عمارہ کہنے لگی: اے اللہ کے رسول دعا کیجیے ہم جنت میں آپ کے ساتھی ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ! ان کو جنت میں میرا رفیق بنا۔ ام عمارہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس دعا کے بعد مجھے دنیا کے کسی غم اور کسی تکلیف کی پروانہ رہی۔

غسیل الملائکہ حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ

حنظلہ بن ابو عامر نے عبداللہ بن ابی بن سلول کی بیٹی جمیلہ سے نکاح کیا اور جس صبح قتال کے لیے میدانِ جنگ جانا تھا وہ رات جمیلہ نے حنظلہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ گزاری۔ حضرت حنظلہ بن ابی عامر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے رات گھر میں گزارنے کی اجازت مانگی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت مرحمت فرمادی۔ جب صبح کی نماز ادا کی تو حنظلہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جانا چاہتے تھے۔ لیکن ان کی بیوی نے ٹھہرنے کا اصرار کیا۔ چنانچہ حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ نے حالتِ جنابت میں ہی نکلنے کا ارادہ فرمالیا۔ حضرت جمیلہ رضی اللہ عنہا اس سے پہلے ہی چار لوگوں کی طرف پیغام بھجوا چکی تھیں۔ جن لوگوں نے بعد میں اس بات کی گواہی دی کہ حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ حقوقِ زوجیت ادا کرنے کے بعد گئے ہیں۔ حضرت جمیلہ رضی اللہ عنہا سے بعد میں پوچھا گیا کہ تم نے گواہ کیوں بنائے؟ کہنے لگیں: میں نے شبِ زفاف آسمان میں شگاف دیکھا جس میں حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ غائب ہوگئے اور پھر آسمان بند کردیا

گیا۔ میں سمجھ گئی یقیناً یہ ان کی شہادت کی پیشن گوئی ہے۔

پھر حضرت جمیلہ رضی اللہ عنہا نے گواہی دی کہ حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ نے ان کے ساتھ مباشرت فرمائی تھی۔

حضرت جمیلہ رضی اللہ عنہا عبداللہ بن حنظلہ (جو ابھی ماں کے پیٹ میں ہی تھے) سے حاملہ ہوگئیں۔ پھر حضرت ثابت بن قیس نے حضرت جمیلہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا اور محمد بن ثابت بن قیس پیدا ہوئے۔

حضرت حنظلہ بن ابی عامر رضی اللہ عنہ نے اسلحہ لیا اور میدانِ احد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملے جس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم صفیں درست فرما رہے تھے۔ جب مشرکین کے حملہ کی شدت کم ہوئی اور بکھر گئے حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ ابوسفیان بن حرب کے مدمقابل آگئے اور ابوسفیان کے گھوڑے پر وار کر کے اس کی کونچیں کاٹ ڈالیں گھوڑا وہیں ڈھیر ہوگیا اور ابوسفیان زمین پر آگرا اور زور زور سے چلانے لگا۔ اے قبیلہ قریش! میں ابوسفیان بن حرب ہوں جسے حنظلہ تلوار سے ذبح کرنا چاہتا ہے۔ آواز بہت سے لوگوں تک پہنچی مگر شکست خوردہ ہونے کے سبب کوئی بھی متوجہ نہ ہوا۔ دریں اثنا اسود بن شعوب نے یہ منظر دیکھ لیا۔ اس نے حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ پر تیر سے وار کیا اور حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ نے اس پر تیر سے وار کیا اور پہلے دوسرے وار میں ہی اس کا کام تمام کر دیا۔

ابوسفیان بھاگتا ہوا قریش کے ساتھ جا ملا حضرت حنظلہ اپنے گھوڑے سے اتر کر ابوسفیان کا پیچھا کرنے لگے (ابوسفیان کے قول کے مطابق) پھر جب حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا تو ان کے والد کا گزر ہوا۔ حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ، حمزہ بن عبدالمطلب اور عبداللہ بن جحش کے ساتھ شہید پڑے تھے۔ ابو عامر نے اپنے بیٹے کو مخاطب ہو کر کہا: میں تم کو پہلے سے ہی اس شخص (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کی اتباع سے ڈرایا کرتا تھا۔ بخدا تو والدین کا فرمانبردار اور حسن اخلاق کا مالک تھا تیری موت بھی تیرے ہم پلہ سردار اور معزز لوگوں کے درمیان ہوئی ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے اس مقتول (حمزہ رضی اللہ عنہ) کو اچھا بدلا دیا یا محمد کے صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کسی کو اچھا بدلا ملا تو ضرور بالضرور اللہ تعالیٰ تجھ کو بھی نیک صلہ دے گا۔ پھر اعلان کیا: اے قریش کے لوگو! حنظلہ رضی اللہ عنہ کا مثلہ نہ کیا جائے اگرچہ اس نے میری اور تم سب کی مخالفت ہی کی ہے لیکن جو اس نے بہتر سمجھا اس میں اس نے کوتاہی نہیں کی۔ اس دن تمام لوگوں کا مثلہ کیا گیا اور حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کو چھوڑ دیا گیا۔

ہند پہلی خاتون تھی جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم کا مثلہ کیا اور دوسری عورتوں کو بھی مثلہ کرنے کا حکم دیا۔ (کان، ناک کاٹنے کا) کوئی عورت ایسی نہ تھی جس نے اعضائے انسانی کے بڑے بڑے ہار بنا کر نہ پہنے ہوں۔ سوائے حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کے سب کے ساتھ مثلہ کیا گیا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے حنظلہ کو دیکھا کہ فرشتے اس کو آسمان و زمین کے درمیان چاندی کے صاف شفاف برتنوں میں بارش کے پانی سے غسل دے رہے ہیں۔

ابو اسید الساعدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لے گئے تو دیکھا کہ ان کے سر سے پانی ٹپک رہا ہے۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جا کر خبر دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کی بیوی کی طرف پیغام بھیجا تو انہوں نے

فرمایا کہ حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ جب نکلے تھے تو حالتِ جنابت میں تھے۔

حضرت وہب بن قابوس مزنی اور ان کے بھائی حارث بن عقبہ بن قابوس جبل مزینہ سے بکریاں لے کر مدینہ میں پہنچے تو باقی رہ جانے والے مختلف لوگوں سے سوال کیا کہ لوگ کہاں ہیں؟ انہوں نے کہا: مقام احد میں رسول اللہ ﷺ مشرکین قریش سے قتال کے ارادہ سے نکلے ہیں۔ کہنے لگے: یہاں رہ کر کف افسوس ملنے سے کچھ فائدہ نہیں۔ چنانچہ وہ دونوں رسول اللہ ﷺ کے پاس احد میں جا ملے اور وہاں پر لوگوں کو قتال کرتے ہوئے پایا۔ اس وقت تک جنگ رسول اللہ ﷺ اور مجاہدین اسلام کے حق میں تھی۔ پھر دونوں نے مسلمانوں کے ساتھ مل کر مالِ غنیمت لوٹا اور دوسری جانب سے خالد بن ولید اور عکرمہ بن ابی جہل نے مسلمانوں پر چڑھائی کر دی اور سب خلط ملط ہو گئے پھر دونوں بھائیوں نے بہت سخت جنگ کی۔

مشرکین کا ایک گروہ لڑائی کے لیے سامنے آ گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اس کا مقابلہ کون کرے گا۔ وہب بن قابوس نے کہا: میں اے اللہ کے رسول اور تیر اندازی کر کے دشمن کے لشکر کو تتر بتر کر دیا اور واپس آ گئے۔ پھر ایک دوسرا دستہ نمودار ہوا اور آپ ﷺ نے فرمایا: اس کو کون روکے گا؟ حضرت مزنی کھڑے ہوئے اور فرمایا: میں اے اللہ کے رسول! پھر تلوار لے کر دشمن کو واپس کر دیا۔ پھر ایک اور لشکر سامنے آیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ان کا مقابلہ کون کرے گا؟ حضرت مزنی نے فرمایا: اے اللہ کے رسول میں۔ فرمایا: اٹھو! اور جنت کی بشارت حاصل کر لو۔ حضرت مزنی رضی اللہ عنہ خوشی سے جھوم کر اٹھے اور فرمانے لگے: بخدا! اب واپس نہیں پلٹوں گا۔ پھر دشمن کی صفوں میں جا گھسے اور تلوار چلانے لگے اور رسول اللہ ﷺ اور مسلمان ان کے جوہر دیکھنے لگے اور حضرت مزنی رضی اللہ عنہ دشمنوں کی صفوں کو چیرتے ہوئے اس پار نکل گئے (آپ ﷺ نے دیکھ کر دعا دی: اے اللہ! اس پر رحم فرما) پھر واپس پلٹے اور دشمن کی تلواروں کے نرغے میں آ گئے اور سب کی تلواروں کا رخ حضرت مزنی رضی اللہ عنہ کی طرف ہو گیا اور انجام کار شہید ہو گئے اور ۲۰ زخم آئے اور ہر زخم ان کی موت کا سامان بننے کے لیے کافی تھا۔ پھر حضرت مزنی رضی اللہ عنہ کا بری طرح مثلہ کیا گیا۔ پھر ان کے بھتیجے کھڑے ہوئے اور اسی طرح قتال کیا۔ بالآخر وہ بھی شہادت پا گئے۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فرماتے تھے: میری سب سے پسندیدہ موت وہ ہے جو حضرت مزنی رضی اللہ عنہ کو آئی۔

بلال بن حارث مزنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم سعد بن ابی وقاص کے ساتھ جنگ قادسیہ میں شریک ہوئے۔ جب اللہ تعالیٰ نے ہم پر فتح و نصرت کے دروازے کھولے اور مال غنیمت تقسیم کر دیا گیا لیکن قابوس بن مزینہ کا ایک فرد باقی رہ گیا۔ بلال کہتے ہیں: جب حضرت سعد رضی اللہ عنہ نیند سے بیدار ہوئے تو میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ انہوں نے پوچھا: بلال؟ میں نے کہا: جی! فرمایا: خوش آمدید! یہ آپ کے ساتھ کون ہیں؟ میں نے کہا: یہ ہمارے خاندان کا ایک فرد قابوس ہے۔ حضرت سعد کہنے لگے: آپ کا اس مزنی نوجوان سے کیا تعلق ہے جو غزوہ احد میں شہید ہوا تھا؟ فرمایا: میں ان کا بھتیجا ہوں۔ حضرت سعد نے انہیں خوش آمدید کہا اور فرمایا: اللہ تعالیٰ آپ کو خوش و خرم رکھے۔

ہمیں یاد ہے کہ جب مشرکین نے مسلمانوں کو ہر طرف سے گھیرے میں لے لیا اور رسول اللہ ﷺ ہمارے وسط میں

تھے۔ اور دشمن کے دستے ہر طرف سے باری باری نمودار ہو رہے تھے اور آپ ﷺ فرما رہے تھے۔ اس دستہ کو کون روکے گا؟ ہر مرتبہ حضرت مزنی رضی اللہ عنہ جواب دیتے: اے اللہ کے رسول اور پھر اس لشکر کو واپس کر دیتے۔ مجھے وہ آخری مرتبہ کا نہیں بھولتا جب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اٹھو اور جنت کے حق دار بن جاؤ۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: خدا جانتا ہے کہ میں صرف طلب شہادت میں ان کے پیچھے پیچھے چل پڑا جس طرح وہ شہادت کے طالب تھے۔ ہم لشکر کے وسط میں جا پہنچے اور دوبارہ پھر پلٹ کر حملہ کیا۔ مشرکین کے وار سے وہ راہی دارِ آخرت ہوئے اور میری صرف خواہش ہی رہی کہ میں بھی شہید ہو جاتا لیکن چونکہ موت کا وقت نہ تھا اس لیے ایسا نہ ہو سکا۔

پھر حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فوراً ان کا مقررہ حصہ طلب فرمایا اور اعزاز و اکرام سے ان کے حوالے کیا اور فرمایا: چاہو تو ہمارے ہاں مستقل قیام کرو چاہو تو گھر لوٹ جاؤ! حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مناسب ہو گا کہ میں واپس چلا جاؤں اور پھر واپس آ گئے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ان کی شہادت کے بعد وہاں کھڑے دیکھا اور آپ فرما رہے تھے: اللہ بھی تم سے راضی ہو گیا میں بھی تم سے راضی ہوں۔ پھر میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ قبر پر قدموں کی طرف کھڑے ہیں اور مجھے معلوم ہے کہ زخموں کی وجہ سے یہ قیام کس قدر نبی کریم ﷺ کے لیے مشکل تھا۔ حتیٰ کہ ان کو قبر میں اتار دیا گیا۔ اس وقت ان پر سبز دھاری دار چادر تھی۔ آپ ﷺ نے چادر سر کی جانب کھینچی اور سر کو ڈھانپ دیا۔ چادر ان کی نصف پنڈلی تک آ رہی تھی۔ پھر آپ ﷺ نے ہم کو گھاس وغیرہ جمع کرنے کا حکم دیا۔ ہم نے یہ گھاس ان کے پاؤں پر ڈال دی۔ پھر آپ ﷺ واپس تشریف لے گئے۔ حضرت مزنی رضی اللہ عنہ جس حالت میں اللہ تعالیٰ سے جا ملے ہیں اس سے بہتر میرے نزدیک کوئی حالت نہیں ہو گی۔

جب شیطان نے میدانِ جنگ میں حضور اقدس ﷺ کے شہید ہو جانے کی افواہ اڑائی تو لوگ بکھر گئے، کچھ مدینہ واپس آ گئے اور مدینہ میں سب سے پہلے نبی کریم ﷺ کی خبر دینے والے ابو عبادہ سعد بن عثمان تھے۔

اس کے بعد لوگ آنا شروع ہو گئے جب وہ اپنے اہل و عیال کے پاس پہنچے تو عورتیں کہنے لگیں: کیا تم رسول اللہ ﷺ کو چھوڑ کر بھاگ آئے ہو؟ حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ نے بھی یہی جملہ دہرایا: کیا تم رسول اللہ ﷺ کو چھوڑ کر بھاگ آئے ہو؟ پھر حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ نے میدان جنگ سے بھاگنے والوں کو سخت سست کہا۔ آپ ﷺ حضرت ابن ام مکتوم کو مدینہ میں اپنا نائب مقرر فرما کر گئے تھے جن کی ذمہ داری لوگوں کو نمازیں پڑھانا تھا۔ پھر فرمایا: مجھے احد کا راستہ بتلاؤ۔ لوگوں نے رستہ بتلا دیا۔ رستہ میں چلتے ہوئے جس شخص سے بھی ملاقات ہوئی اس سے آپ ﷺ کی خیریت دریافت فرمائی۔ حتیٰ کہ لوگوں کے پاس جا پہنچے اور آپ ﷺ کی سلامتی کی خبر سن کر واپس تشریف لے آئے۔

جنگِ احد سے فرار ہونے والوں میں سے حارث بن حاطب، ثعلبہ بن حاطب، سواد بن غزیہ، سعد بن عثمان، عقبہ بن عثمان شامل ہیں، جبکہ خارجہ بن عامر مقامِ ملل میں پہنچ چکے تھے۔ اوس بن قیظی بنو حارثہ کی اس جماعت کے ساتھ تھے جو مقام شقرہ میں

پہنچ چکی تھی۔ جب یہ لوگ ام ایمن رضی اللہ عنہا کے سامنے سے گزرے تو ام ایمن نے ان کے چہروں پر مٹی پھینکی اور فرمایا: یہ تکلہ لے لو اور جا کر اون کاتو اور اپنی تلوار مجھے دیدو۔ چنانچہ سیدہ ام ایمن رضی اللہ عنہا تلوار لے کر چند عورتوں کی معیت میں میدانِ جنگ جا پہنچی۔

بعض راویوں کا کہنا ہے کہ مسلمان بھاگے ضرور تھے مگر پیاط کی حدود سے تجاوز نہ کیا تھا بلکہ پہاڑ کے دامن میں ہی تھے جہاں پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی موجود تھے۔

منقول ہے کہ حضرت عبدالرحمن اور عثمان رضی اللہ عنہ کے درمیان مکالمہ ہوا۔ چنانچہ اس کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت عبدالرحمن نے ولید بن عقبہ کی طرف پیغام بھیجا اور فرمایا کہ اپنے بھائی کے پاس جاؤ اور ان کو میرا پیغام دے دو، میرا خیال نہیں ہے کہ آپ کے علاوہ کوئی اور یہ پیغام پہنچانے کی اہلیت رکھتا ہے؟ حضرت ولید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ضرور! فرمایا: جاؤ ان سے کہو کہ عبدالرحمن کہتے ہیں کہ میں بدر میں حاضر ہوا لیکن تم جنگ بدر میں شریک نہیں ہوئے۔ میں جنگ احد میں ثابت قدم رہا مگر تمہارے پاؤں اکھڑ گئے اور تم بھاگ گئے۔ میں بیعۃ الرضوان میں حاضر خدمت تھا مگر تم غائب تھے۔ ولید بن عقبہ نے آ کر ساری بات کہہ دی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ انہوں نے سچ کہا۔

جنگ بدر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی کے عذر سے میدان میں حاضر نہ ہو سکا لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر میرے لیے مالِ غنیمت میں حصہ مقرر فرمایا۔ گویا میں حاضر ہی ہوا۔ جنگ احد میں، میں فرار ہوا مگر اللہ تعالیٰ نے مجھ سے درگزر فرمایا۔ بقیہ رہی بات بیعۃ الرضوان کی تو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قاصد بن کر مکہ والوں کے پاس گیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: بے شک عثمان اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت میں مصروفِ عمل ہے۔ نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک ہاتھ کو دوسرے پر رکھ کر بیعت فرمائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بایاں ہاتھ میرے داہنے ہاتھ سے افضل ہے۔

جب ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ واپس لوٹے تو عبدالرحمن نے کہا: میرے بھائی نے سچ کہا۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھا تو فرمایا: یہ ان لوگوں میں سے ہے جن سے اللہ نے درگزر فرمایا ہے اور اللہ تعالیٰ نے کبھی درگزر فرما کر مؤاخذہ نہیں کیا۔ حالانکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ میدان سے بھی بھاگے تھے۔ ایک آدمی نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں سوال کیا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے جواب میں ارشاد فرمایا: ان سے احد کے دن بہت بڑا گناہ ہوا مگر اللہ نے درگزر فرمایا (اور وہ غلطی میدانِ جنگ سے فرار تھا) لیکن انہوں نے تمہارے درمیان چھوٹی سی غلطی کی اس پر تم نے ان کو قتل کر دیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ احد کے دن جب حملہ ہوا تو امیہ بن ابو حذیفہ بن مغیرہ لوہے کی آہنی زرہ پہنے ہوئے نمودار ہوا جس زرہ میں سے صرف اس کی آنکھیں ہی دیکھی جا سکتی تھیں اور وہ پکار رہا تھا: آج یوم بدر کا بدلہ چکانے کا دن ہے؟ مسلمانوں میں سے کوئی شخص سامنے آیا اور امیہ نے اسے قتل کر ڈالا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں اس کے سامنے ڈٹ گیا میں نے اس کی کھوپڑی پر وار کیا۔ مگر اس نے سر پر خود اور اس

کے نیچے جنگی ٹوپی پہن رکھی تھی۔ میرا وار خالی گیا اور تلوار پھسل گئی کیونکہ میں قد میں بھی ذرا چھوٹا تھا۔ وہ بھی تلوار سے مجھ پر وار کرتا رہا میں اس کا وار چمڑے کی ڈھال پر روکتا رہا اس کی تلوار ڈھال میں الجھ گئی۔ میں نے موقع پا کر اس کی زرہ کے نیچے ٹانگوں پر وار کیا اور پاؤں کاٹ کر الگ کر دیے اور وہ گر پڑا۔ اس نے اپنی تلوار کو ڈھال سے چھڑوایا اور گھٹنوں کے بل بیٹھ کر تلوار لڑانے لگا۔ حتیٰ کہ مجھے اس کی بغل کے نیچے خالی جگہ نظر آئی۔ میں نے تلوار وہاں دے ماری۔ اس نے تھوڑی حرکت کی اور پھر اس کا کام تمام ہو گیا اور میں بھی واپس لوٹ آیا۔

اس دن نبی کریم ﷺ فرما رہے تھے: میں شریف النسل، کریم آدمی کا بیٹا ہوں اور یہ بھی فرمایا:

انا النبی لا کذب أنا ابن عبد المطلب

میں نبی ہوں یہ بات جھوٹ نہیں میں عبد المطلب کا بیٹا ہوں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ چند مسلمان لوگوں کے ساتھ تشریف فرما تھے جب ہم ان کے پاس آئے تو حضرت انس رضی اللہ عنہ کے چچا انس بن نضر بن ضمضم کا ان کے پاس سے گزر ہوا۔ فرمایا: کیوں بیٹھے ہو؟ کہنے لگے: آپ ﷺ قتل کر دیے گئے ہیں۔ فرمایا: تو پھر رسول اللہ ﷺ کے بعد زندہ رہ کر کیا کرو گے؟ اٹھو اور اس راہ پر جان دے دو جس پر حضرت رسول اللہ ﷺ نے جان دے دی۔ پھر حضرت انس رضی اللہ عنہ سے قتال کیا اور شہید ہو گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے امید ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اکیلے ان کو پوری جماعت کی صورت میں اٹھائیں گے۔ ان کے چہرہ پر ستر زخم آئے۔ زخموں کی وجہ سے چہرہ پہچانا نہ جاتا تھا۔ ان کی بہن نے ان کے خوبصورت پوروں یا خوبصورت چہرے سے ان کی شناخت کی۔

مالک بن دخشم، خارجہ بن زید بن ابی زہیر کے پاس سے گزرے تو دیکھا کہ وہ پیٹ میں ۱۳ شدید زخم آنے کی وجہ سے زمین پر پڑے تھے۔ ہر زخم میں موت کا کافی سامان تھا۔ مالک بن دخشم نے فرمایا کیا آپ کے علم میں ہے کہ محمد (ﷺ) قتل ہو گئے ہیں۔ خارجہ نے فرمایا: اگر واقعۃً وہ شہید ہو گئے ہیں تو اللہ کی ذات تو زندہ ہے جو فنا ہونے والی نہیں۔ حضرت محمد ﷺ اللہ کا دین پہنچا چکے اب تم ان کے دفاع میں قتال کرو۔

پھر مالک بن دخشم کا گزر سعد بن ربیع کے پاس سے ہوا۔ سعد بن ربیع کو ۱۲ زخم آئے تھے۔ ہر زخم موت کا داعی تھا۔ انہوں نے فرمایا: کیا تمہارے علم میں ہے کہ محمد ﷺ شہید ہو گئے ہیں۔ سعد بن ربیع نے فرمایا: میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد اپنے رب کا پیغام پہنچا چکے۔ لہٰذا دین کا دفاع کرو کیونکہ اللہ کی ذات تو حی لا یموت ہے۔

ایک منافق کہنے لگا کہ اللہ کے رسول شہید ہو گئے ہیں۔ سو تم اپنی قوم قبیلہ کی طرف واپس لوٹ جاؤ جو گھروں میں موجود ہیں۔

عبداللہ بن عمار، حارث بن فضیل خطمی سے نقل کرتے ہیں کہ جب مسلمان کفار کے سامنے ٹھہر نہ سکے اور بکھر گئے۔ مسلمانوں کی جمعیت جاتی رہی تو ثابت بن دحداحہ بلند آواز سے چلانے لگے: اے انصار کے گروہ توجہ! توجہ! میں ثابت بن دحداحہ ہوں۔ اگر بالفرض محمد قتل کر دیے گئے ہیں تو اللہ رب العزت کی ذات ہمیشہ کے لیے زندہ ہے۔ تم اپنے دین کے دفاع میں

قتال کرو۔ اللہ تمہاری مدد و نصرت فرمائے گا۔ انصار کا ایک مختصر سا دستہ اٹھا اور ثابت بن دحداحہ اس دستہ کے ساتھ مل کر قتال کرنے لگے۔ رؤسائے قریش پر مشتمل ایک بھاری دستہ مدمقابل آ گیا جس میں خالد بن ولید، عمرو بن العاص، عکرمہ بن ابی جہل، ضرار بن الخطاب شامل تھے۔ ایک دوسرے وار کرنے لگے۔ دریں اثناء خالد بن ولید نے ثابت بن دحداحہ کے تیر مارا اور موت کے گھاٹ اتار دیا اور حضرت ثابت بن دحداحہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ انصاری بھی شہید ہو گئے۔

ایک قول کے مطابق یہ دستہ میدان احد میں شہید ہونے والے آخری مسلمان تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چند ساتھیوں سمیت ایک علیحدہ جگہ پر تشریف لے گئے جہاں جنگ وجدال کی صورت نہ تھی۔

جنت کے سچے طالب

غزوہ احد سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس یتیم انصاری جھگڑا لے کر آیا۔ یہ جھگڑا ایک کھجور کے درخت کے بارے میں اس انصاری اور ابولبابہ رضی اللہ عنہ کے درمیان تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابولبابہ کے حق میں فیصلہ فرمایا۔ یتیم انصاری اس فیصلہ پر بہت پریشان ہوا اور جزع فزع کرنے لگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابولبابہ سے درخواست کی کہ درخت اس کو دے دیں، لیکن وہ نہ مانے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ابولبابہ سے فرمانے لگے: آپ کو اس کے بدلے جنت میں درخت ملے گا۔ مگر ابولبابہ رضی اللہ عنہ پھر بھی انکار پر مصر ہو گئے۔ ابن دحداحہ نے کہا: اے اللہ کے رسول! آپ کا کیا خیال ہے اگر میں یہ درخت لے کر اس یتیم کو دے دوں تو میرے لیے کیا ہوگا؟ فرمایا: جنت میں درخت ملے گا۔ ثابت بن دحداحہ رضی اللہ عنہ نے ابولبابہ بن عبدالمنذر رضی اللہ عنہ سے درخت خریدا، ایک دوسرے درخت کے بدلے اور پہلے والا یتیم لڑکے کو دے دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابن دحداحہ کے لیے جنت میں پھلوں سے لدا درخت ہوگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول سے ان کی شہادت کی امید بڑھ گئی اور وہ میدان احد میں شہید ہو گئے۔

تذکرہ ضرار بن الخطاب

ضرار بن الخطاب ایک لمبا نیزہ تھامے گھوڑے پر نمودار ہوا اور سامنے آتے ہی عمرو بن معاذ کو نیزہ مارا۔ یہ نیزہ ان کا جسم چھید کر پار ہو گیا اور عمرو بن معاذ چہرے کے بل گر پڑے۔ ضرار کہتے تھے: ایسے آدمی کو کبھی نہ بھولنا جس نے تیرا حور العین سے نکاح کروایا۔ ضرار یہ بھی کہتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے دس کا میں نے نکاح کروایا۔

ابن واقد فرماتے ہیں: میں نے ابن جعفر رحمہ اللہ سے دریافت کیا کہ کیا ضرار بن الخطاب نے دس آدمیوں کو قتل کیا تھا؟ فرمایا: ہمیں جو بات پہنچی ہے اس کے مطابق صرف تین آدمی قتل کیے تھے۔

ضرار بن الخطاب جب غزوہ احد بیان کرتے یا غزوہ احد کا منظر سامنے آ جاتا اور انصار کی حالت یاد آ جاتی تو ان کا دل نرم پڑ جاتا۔ انصار کی اسلام کی معاونت، شجاعت اور ان کا آگے بڑھ بڑھ کر قربان ہونا یاد آ جاتا اور فرماتے: جب میری قوم کے سرکردہ اور معزز لوگ (مشرکین کے سردار) بدر کے دن ہلاک ہو گئے تو میں پوچھتا: ابوالحکم کو کس نے مارا؟ جواب ملتا: ابن عفراء

نے۔ میں پوچھتا: امیہ بن خلف کو کس نے قتل کیا؟ جواب ملا: خبیب بن یساف نے۔ میں سوال کرتا: عقبہ بن ابی معیط کو کس نے قتل کیا؟ جواب ملا: عاصم بن عاصم بن ثابت بن ابی افلح نے۔ میں نے سوال کیا کہ فلاں آدمی کو کس نے قتل کیا۔ اس کا نام بھی بتلا دیا گیا، پھر میں نے سوال کیا: سہیل بن عمرو کو کس نے گرفتار کیا؟ جواب ملا: مالک بن دخشم نے۔

پھر جب ہم (حالتِ کفر میں) جنگ احد کے لیے روانہ ہوئے تو میں کہہ رہا تھا: اگر وہ (مدینہ والے) اپنے قلعوں میں پناہ گزین ہوگئے تو وہ مضبوط قلعے ہیں ہم کو ان تک رسائی حاصل نہ ہوسکے گی۔ کچھ دن ٹھہر کر واپس آجائیں گے۔ اگر وہ اپنے قلعوں کو چھوڑ کر آگئے تو ہم کو کامیابی ملے گی کیونکہ ہماری نفری ان سے زیادہ ہے۔ نیز ہم جذبہ انتقام لے کر نکلے ہیں۔ ہم اپنے ساتھ عورتوں کو لائے ہیں تاکہ وہ بدر کے مقتولین کی یاد کا زخم تازہ کر کے ہمیں شوق دلائیں۔ ہماری سواریاں ساز و سامان اور اسلحہ مسلمانوں سے کہیں بڑھ کر ہے۔ پھر مسلمانوں کا یہ فیصلہ طے پایا کہ باہر نکل کر دوبدو لڑا جائے۔ پھر ہم آمنے سامنے آگئے اور جنگ شروع ہوگئی خدا کی قسم! ہم تھوڑی دیر بھی ان کے سامنے نہ ٹھہر سکے اور شکست خوردہ پیٹھ دکھا کر بھاگنے لگے۔ میں نے دل ہی دل میں کہا: یہ تو بدر کی شکست سے بھی ذلت آمیز شکست ہے۔

میں نے خالد بن ولید کو مشورہ دیا کہ ان پر دوبارہ حملہ کیا جائے۔ خالد بن ولید نے فرمایا: آپ کو کوئی جگہ خالی نظر آرہی ہے جہاں سے ہم دشمن پر حملہ کرسکیں۔

میری نظر فوراً جبل رماۃ پر جا لگی جواب تیر اندازوں سے خالی ہو چکا تھا۔ میں نے کہا: ابوسلیمان! اپنے پیچھے دیکھیے! خالد بن ولید نے گھوڑے کی لگام پھیری اور ہم پلٹ گئے۔ جب ہم جبل رماۃ پر پہنچے تو سوائے چند لوگوں کے کوئی اور وہاں نظر نہ آیا۔ ہم نے ان کو ٹھکانے لگا دیا اور پھر دوبارہ میدانِ جنگ میں مالِ غنیمت لوٹتے مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔ گھوڑوں کے ساتھ مسلمانوں پر چڑھ دوڑے جس سے مسلمان ہر سو بکھر گئے اور ہم نے جہاں چاہا اپنی مرضی سے تلوار چلائی۔ میں اوس اور خزرج کے اکابر کو تلاش کرنے لگا جنہوں نے بدر میں ہمارے اعزاء و اقرباء کو قتل کیا تھا لیکن ان میں سے کوئی بھی نہ مل سکا، سب بھاگ چکے تھے۔ تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ انصار ایک دوسرے کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے دوبارہ جمع ہوگئے اور سب خلط ملط ہوگئے۔ ہم چونکہ گھوڑوں پر سوار تھے اس لیے وہ ہمارے سامنے ڈٹ گئے اور جانیں لٹاتے رہے۔ یہاں تک کہ کسی نے میرے گھوڑے کے پاؤں کاٹ ڈالے میں پیدل لڑنے لگا اور دس افراد کو قتل کیا۔

ان میں سے ایک آدمی ایسا تھا کہ میں نے خون کی مہک سے اس کی دائمی موت کو سر پر منڈلاتے ہوئے دیکھا لیکن وہ ابھی تک مجھے پکڑے ہوئے تھا چھوڑ نہیں رہا تھا حتیٰ کہ ہر طرف سے اس پر تیروں کی برسات شروع ہوگئی اور وہ گر پڑا۔ پس تمام تعریفیں اس ذات کے لیے ہیں جس نے میرے ہاتھوں اسے عزت بخشی اور مجھے ان کے ہاتھوں ذلیل ہونے سے بچالیا۔

رسول اللہ ﷺ نے احد کے دن فرمایا: ذکوان بن عبد قیس کے بارے کسی کو علم ہے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے اللہ کے رسول! میں نے ایک شہسوار کو ان کا پیچھا کرتے ہوئے دیکھا اور ان سے جاملا اور کہہ رہا تھا: آج یا میں نہیں یا تم نہیں! اس نے

گھوڑے سے ہی ان پر وار کیا (جبکہ حضرت ذکوان پیادہ تھے) اور کہا لو! میں ابن علاج ہوں۔ پھر میں اس کی طرف لپکا ابھی تک وہ گھوڑے پر ہی سوار تھا میں نے تلوار مار کر اس کی ٹانگ نصف ران سے الگ کر دی اور پھر اس کو گھوڑے سے نیچے گرا کر کام تمام کر دیا۔ یہ آدمی حکم بن اخنس بن شریق بن علاج بن عمرو بن وہب الثقفی تھا۔

خوات بن جبیر فرماتے ہیں: جب مشرکین نے پلٹ کر حملہ کیا اور پہاڑ تک پہنچ گئے جواب پہرہ داروں سے خالی ہو چکا تھا سوائے عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کے اور ان کے ساتھ ۱۰ آدمیوں کا ایک مختصر سا دستہ تھا۔

جب خالد بن ولید اور عکرمہ بن ابی جہل گھوڑے سمیت پلٹے تو اپنے ساتھیوں سے کہنے لگے: ہر طرف پھیل جاؤ تا کہ یہ مسلمان ہمارے ہاتھ سے نکل نہ جائیں۔ پس یہ تیر انداز دشمن کے سامنے صف بستہ ہو کر، سورج کی طرف رخ کر کے لڑنا شروع ہو گئے تھوڑی دیر تک جان فروشی سے قتال کیا حتیٰ کہ دستے کے امیر حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے اور دیگر زخمی۔ جب حضرت عبداللہ بن جبیر شہید ہو گئے تو مشرکین نے ان کا جنگی سامان اتار لیا اور بری طرح سے مثلہ کیا۔ تیر ان کے پیٹ میں ایسے پیوست ہوئے کہ ناف سے داخل ہو کر ستر کے قریب سے پار ہو گئے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی تمام انتڑیاں باہر آ چکی تھیں۔ پھر جب مسلمان ذرا سنبھلے اور دوبارہ حملہ کیا تو اس وقت میں ان کے پاس سے اسی حالت میں گزرا۔

اس دن میری ایسی جگہ بے اختیار ہنسی نکل گئی جہاں آج تک کوئی نہیں ہنسا اور ایک جگہ مجھے اونگھ محسوس ہوئی جو کسی نے محسوس نہیں کی ہوگی اور ایک ایسی جگہ میں نے بخل سے کام لیا جس میں کسی نے بھی بخل نہیں دکھایا ہوگا۔ پوچھا گیا: کیا تفصیل ہے؟ کہا: میں نے عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کو ان کی دونوں بغلوں سے اور ابو حنہ نے دونوں ٹانگوں سے اٹھایا ہوا تھا اور ان کے زخم پر میں نے عمامہ سے پٹی باندھ رکھی تھی۔ ہم اس کو اٹھائے ہوئے تھے اور مشرکین ایک طرف موجود تھے کہ اچانک زخم سے عمامہ کھل گیا اور اس کی انتڑیاں باہر آ گئیں۔ میرا وہ ساتھی گھبرا گیا اور مڑ مڑ کر پیچھے دیکھنے لگا کہ کہیں دشمن تو نہیں آ گیا اس پر مجھے ہنسی آ گئی۔

ایک آدمی نے تیر ہاتھ میں لے کر میری گردن میں مارنے کا ارادہ کیا اس وقت مجھ پر نیند غالب آ گئی اور تیر بھی ہٹ گیا۔

جب میں نے اس کو کسی گڑھے میں پھینکنے کا ارادہ کیا اس وقت میرے پاس میری کمان تھی اور پہاڑ کے دامن میں جگہ سخت ہونے کی وجہ سے ہم وادی کی طرف چل دیے۔ میں نے تانت بندھی کمان کے ساتھ جگہ کو کریدنا اور کھودنا شروع کیا۔ میں نے کہا: میں اپنی تانت کیوں خراب کروں۔ میں نے اس کو ایک طرف رکھا اور اس کی کمان کو استعمال کیا اور اس پر احسان کرتے ہوئے اس کو چھوڑ کر واپس آ گئے۔ مشرکین ابھی تک ایک طرف بیٹھے تھے لیکن اب جنگ ختم ہو چکی تھی۔ تھوڑی دیر بعد وہ بھی واپس چلے گئے۔

سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ

فرماتے ہیں: وحشی حارث بن عامر بن نوفل کی بیٹی یا جبیر بن مطعم کا غلام تھا۔ حارث کی بیٹی نے کہا: میرا باپ بدر میں مارا

گیا ہے۔ اگر تو تین میں سے کسی ایک کو مار دے تو تم آزاد ہو! وہ تین یہ ہیں: ① محمد (ﷺ) ② حمزہ ③ علی رضی اللہ عنہما۔ کیونکہ میرے گمان کے مطابق ان لوگوں میں میرے باپ کے برابر یہی تین لوگ ہیں اور کوئی نہیں۔ وحشی کہنے لگا: جہاں تک تعلق ہے اللہ کے رسول کا۔ یہ تو میری قدرت میں نہیں۔ دوسرے نمبر پر۔ حمزہ ہیں ان کی دہشت کا یہ عالم ہے کہ اگر وہ سو بھی رہے ہوں تو خوف سے میں ان کو بیدار بھی نہیں کر سکتا۔ باقی رہ گئے علی تو ان کی میں کوشش کروں گا۔

اسی دوران کہ جب میں علی کی تلاش میں تھا تو اچانک علی رضی اللہ عنہ نمودار ہوئے، لیکن وہ انتہائی محتاط، کثیر التجارب اور چوکنا آدمی نظر آ رہے تھے۔ میں نے کہا: یہ میرا شکار نہیں ہے۔ پھر میں نے دیکھا کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ لوگوں کو کاٹ کاٹ کر زمین پر گرا رہے ہیں۔ میں نے ایک چٹان کی پناہ لی اور ایک ٹیلے کے پیچھے چھپ کر بیٹھ گیا۔ مکہ میں شریف بن علاج بن عمرو بن وہب الثقفی کی باندی تھی، جس کا نام اُم انمار تھا۔ یہ عورتوں کے ختنہ کا کام کیا کرتی تھی۔ اس کا بیٹا سباع بن ام انمار حضرت حمزہ کے سامنے آیا تو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "اے ختنہ کرنے والی عورت کے بیٹے! کیا تو بھی آج ہم پر حملہ کر رہا ہے" ادھر سامنے آ! حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے اس کو اٹھا کر زمین پر دے مارا اور گھٹنہ ٹیک کر اس کو بکری کی طرح ذبح کر دیا۔ پھر سرنگوں کر کے تیزی سے میری طرف بڑھے کیونکہ وہ مجھے دیکھ چکے تھے۔ جب وہ پانی کے نالے کے قریب پہنچے تو ان کا قدم پھسل گیا۔ میں نے اپنے نیزہ کو حرکت دی اور چلا دیا یہاں تک کہ میں نے اپنی مالکہ کو خوش کر دیا کہ میں نے ان کی کوکھ پر مارا جو ان کے مثانہ کے پار نکل گیا۔

اس کے کچھ ساتھی اس پر پلٹے اور ابو عمارہ کہہ کر آواز دی مگر انہوں نے کوئی جواب نہ دیا۔ میں نے کہا: بخدا! یہ آدمی مر چکا۔ مجھے ہند یاد آ گئی۔ میری اس کے باپ، چچا اور بھائی میں سے کسی سے ملاقات بھی نہ ہوئی تھی۔ جب حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں کو موت کا یقین ہو گیا وہ تو واپس چلے گئے اور مجھے نہیں دیکھا۔ میں دوبارہ گیا اور پیٹ چاک کر کے جگر نکال لیا اور یہ جگر لے کر ہند بنت عتبہ کے پاس آیا اور کہا کہ اگر میں نے تمہارے باپ کے قاتل سے بدلا لے لیا ہو تو کیا انعام؟ کہنے لگی: میرا تمام ساز و سامان۔ میں نے کہا: لو! یہ حمزہ کا جگر ہے۔ ہند نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے جگر کو منہ میں چبایا اور پھر پھینک دیا۔ مجھے نہیں معلوم کہ وہ نگل نہ سکی یا ناپسند محسوس کیا۔ ہند نے اپنا زیور وغیرہ اتار کر مجھے دے دیا، پھر کہا: جب تم مکہ آؤ گے تو ۱۰ دینار اس وقت مل جائیں گے۔ پھر کہنے لگی: مجھے اس کی لاش دکھاؤ، میں نے دکھائی۔ ہند نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا بری طرح مثلہ کیا، کان ناک اور دیگر اعضاء مستورہ تک کاٹ ڈالے اور ان کے ہار بنا کر مکہ لے کر آئی جس میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا جگر بھی شامل تھا۔

عبید اللہ بن عدی بن خیار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ہم شام جنگ کے لیے گئے۔ ہم عصر کے بعد مقامِ حمص سے گزرے۔ ہم نے وحشی کے بارے معلومات حاصل کیں۔ انہوں نے کہا: ابھی ان سے ملاقات ممکن نہیں وہ صبح تک شراب کے نشے میں مخمور رہتے ہیں۔ ہم ۸۰ افراد نے اس غرض سے ساری رات انتظار کیا جب صبح کی نماز ادا کی ہم ان کے گھر پہنچے تو دیکھا کہ ایک طویل العمر آدمی ہے جس کے لیے نشست کے بقدر قالین بچھایا گیا تھا۔ ہم نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور مسیلمہ ملعون کے قتل کی تفصیلات دریافت کیں۔ ان کو یہ بات ناگوار گزری اور اس بات سے احتراز کرنا چاہا۔ جب ہم

نے بتلایا کہ ہم نے رات صرف اسی مقصد کے لیے ٹھہرے تھے۔ پھر حضرت وحشی رضی اللہ عنہ نے تفصیل بیان کی کہ میں جبیر بن مطعم بن عدی کا غلام تھا جب لوگ مقام احد کی طرف روانہ ہوئے تو اس نے مجھے طلب کیا اور کہا: تمہارے علم میں ہے کہ حمزہ بن عبدالمطلب نے بدر کی لڑائی میں طعیمہ بن عدی کو قتل کیا تھا۔ جس کی وجہ سے ہماری عورتیں آج تک شدید غم و غصے میں ہیں۔ اگر تم حمزہ بن عبدالمطلب کو موت کے گھاٹ اتار دو تو تم آزاد ہو!

چنانچہ میں لوگوں کے ساتھ تیر لے کر نکلا۔ دریں اثنا میں ہند بنت عتبہ کے پاس سے گزرا۔ کہنے لگی: اے ابودسمہ! (کالے رنگ والے) آج ہمیں دشمن سے نجات دلا دو جب ہم احد پہنچے تو میں نے دیکھا کہ حمزہ لوگوں کے آگے نکل کر دشمنوں کو دھمکیاں دے رہا تھا اور بری طرح قتل کر رہا تھا اسی دوران اس نے مجھے دیکھ لیا۔ میں اس وقت کسی درخت کی اوٹ میں تھا۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ میری طرف بڑھے لیکن سباع الخزاعی درمیان میں حائل ہوگیا۔ حضرت حمزہ اس کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا: او عورتوں کا ختنہ کرنے والی عورت کی اولاد! تو بھی آج ہم پر چڑھ دوڑا ہے، میرے پاس آ۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اس کی طرف لپکے، اس کو اتنا اٹھایا کہ تلوے نظر آنے لگے اور پھر زور سے زمین پر پٹخ کر کام تمام کر دیا۔

پھر تیزی سے میری جانب بڑھے آگے پانی کی نالی سے ٹھوکر کھا کر گر پڑے، میں نے فوراً ان کی زرہ سے کھلی ہوئی جگہ کو نشانہ بنایا اور تیر ناف سے ہوتا ہوا دونوں ٹانگوں کے درمیان سے پار ہوگیا، جس سے وہ ہلاک ہوگئے۔ پھر میں ہند بنت عتبہ کے پاس آیا اور اس نے مجھے انعام کے طور پر اپنے کپڑے اور زیور اتار کر دے دیے۔

اور مسیلمہ کی ہلاکت کا قصہ یہ ہے کہ جب ہم حدیقۃ الموت میں داخل ہوئے اور میری نظر مسیلمہ پر پڑی تو میں نے اس کو تیر کا نشانہ بنایا اور ایک انصاری آدمی نے آگے بڑھ کر کام تمام کر دیا۔ اب تمہارا رب بہتر جانتا ہے کہ ہم میں سے کس نے اس کو موت کے گھاٹ اتارا۔ البتہ میں نے ایک عورت کو بلند آواز سے پکارتے ہوئے ضرور سنا جو گھروں کے اوپر سے چلا چلا کر کہہ رہی تھی کہ مسیلمہ کو وحشی نے قتل کر دیا۔

عبیداللہ کہتے ہیں: میں نے وحشی سے کہا: کیا تم مجھے پہچانتے ہو؟ وحشی نے ایک بار پھر میری طرف نظر دوڑائی۔ پھر کہا: عدی کے بیٹے ہو اور تمہاری ماں کا نام عاتکہ بنت ابی العیص ہے۔ میں نے تصدیق کی۔ پھر وحشی کہنے لگے: خدا کی قسم! میں نے ایک بار تجھے اٹھا کر تیری ماں کو ہودج میں پکڑایا تھا جس میں وہ تجھے دودھ پلاتی تھی اس کے بعد سے آج تک میں نے تجھے نہیں دیکھا۔ اسی وقت ہی میں نے تیرے تلوے دیکھے تھے اور ہند نے اپنے پازیب، کنگن اور پاؤں کی انگلیوں میں موجود چاندی کا زیور اور انگوٹھیاں میرے حوالے کر دیں۔

حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب رضی اللہ عنہا

حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک بلند مکان میں موجود تھے

کہ اتنے میں یہود کا ایک گروہ آیا اور ہماری طرف تیر اندازی کرنے لگا۔ میں نے کہا: اے ابن فریعہ! مقابلہ کرو۔ حضرت حسان نے فرمایا: میری طاقت سے باہر ہے۔ عدم استطاعت کے باعث ہی میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ احد میں شریک نہیں ہوا۔ ایک یہودی گھر کی طرف چڑھ آیا۔ میں نے کہا: تلوار مجھے دیدو اور تمہاری ذمہ داری ختم۔ انہوں نے تلوار تھما دی۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے اس کی گردن پر تلوار چلائی اور سرتن سے علیحدہ کر کے یہودیوں کی طرف اچھال دیا۔ جب انہوں نے یہ منظر دیکھا تو بھاگ گئے۔ فرماتی ہیں: میں دن کے ابتدائی حصے میں گھروں میں اوپر سے جھانک رہی تھی۔ میں نے دیکھا کہ دشمن کے پاس چھوٹے چھوٹے تیر بھی ہیں جو چلائے جا رہے ہیں۔ میں نے کہا: کیا یہ بھی ان کے اسلحہ میں شامل ہے۔ میری بھائی پر اسی تیر سے حملہ ہوا اور مجھے پتہ بھی نہ چلا۔

فرماتی ہیں: پھر میں دن ڈھل جانے کے بعد رسول اللہ ﷺ کے پاس گئی اور کہا: میں بلند جگہ پر کھڑی مسلمانوں کی ہزیمت اور تتر بتر ہو جانے کے مناظر دیکھ رہی تھی۔ حضرت حسان رضی اللہ عنہ ٹیلوں کے پاس واپس لوٹ آئے۔ پھر جب دیکھا کہ مسلمان غالب آچکے ہیں تو قلعہ کی دیوار پر کھڑے ہو گئے۔ کہتی ہیں: میں تلوار ہاتھ میں لے کر نکلی۔ جب بنو حارثہ میں پہنچی تو میں نے انصار کی چند عورتوں کو دیکھا جن کے ساتھ ام ایمن رضی اللہ عنہا بھی تھیں۔

ہم چلتے چلتے رسول اللہ ﷺ کے پاس آگئے۔ اس وقت صحابہ کرام منتشر تھے، سب سے پہلے میں اپنے بھتیجے علی رضی اللہ عنہ سے ملی انہوں نے کہا: اے پھوپھی! واپس چلی جا۔ اس وقت لوگ بکھرے پڑے ہیں۔ میں نے کہا: رسول اللہ ﷺ کی کیا خبر ہے؟ فرمایا: الحمد للہ خیریت سے ہیں۔ میں نے کہا: مجھے بتلاؤ کہاں ہیں تاکہ میں دیکھ سکوں۔ انہوں نے مشرکین سے چھپا کر مجھے ہلکا سا اشارہ کیا۔ میں آپ ﷺ کے پاس پہنچی اس وقت آپ ﷺ کو زخم آئے ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا: میرے چچا حمزہ رضی اللہ عنہ کی کیا خبر ہے؟ میرے چچا حمزہ کی کیا خبر ہے؟ حارث بن صمہ گئے اور آنے میں دیر کر دی۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ شعر پڑھتے ہوئے نکلے۔

اے رب کریم! حارث بن صمہ ہمارا دوست ہے، اس کا ذمہ ہم پر ہے۔ جو ایک بڑے سردار کی تلاش میں بھٹک گیا ہے جس راستے میں جنت کا مل جانا یقینی ہے۔

واقدی فرماتے ہیں: میں اس وقت ابو زناد کی عمر میں تھا۔ جب میں نے اصبغ بن عبد العزیز سے سنا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حارث کو جا ملے اور حمزہ رضی اللہ عنہ شہادت پا گئے۔ چنانچہ انہوں نے واپس آکر نبی کریم ﷺ کو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر سنائی آپ ﷺ تشریف لائے اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے رو برو کھڑے ہو کر کہنے لگے: اس سے زیادہ سخت اور ہولناک، غمناک و غضبناک واقعہ میں نے آج تک نہیں دیکھا۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا بھی آگئیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے زبیر! اپنی والدہ کو سنبھالو! اس وقت حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے لیے قبر کشائی کی جا رہی تھی۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے اپنی والدہ سے لوٹ جانے کی اپیل کی۔

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: جب تک میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت نہ کرلوں اس وقت تک واپس نہیں جاؤں گی۔

جب انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا تو فرمایا: اے اللہ کے رسول! میرا ماں جایا حمزہ کہاں ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: لوگوں میں ہے! فرمانے لگیں: میں ان کو دیکھ کر ہی واپس پلٹوں گی۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے انہیں روک کر رکھا، یہاں تک حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ دفن کر دیے گئے اور آپ ﷺ نے فرمایا: اگر عورتوں کی حالت کے غیر ہونے کا خوف نہ ہوتا تو حمزہ رضی اللہ عنہ کی لاش کو پرندوں اور درندوں کے لیے چھوڑ دیتا۔ پھر قیامت کے دن حمزہ کو انہیں درندوں کے پیٹوں اور پرندوں کے پوٹوں سے اکٹھا کیا جاتا۔

صفوان بن امیہ نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو دیکھا جو مسلسل لوگوں کو شکست دے رہے تھے۔ صفوان بن امیہ نے سوال کیا: یہ کون ہے؟ جواب ملا: حمزہ بن عبدالمطلب ہے۔ کہنے لگا: میں نے آج ان کی قوم میں اس سے زیادہ ہوشیار اور چاق و چوبند آدمی نہیں دیکھا۔ اس دن حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ گدھ (پرندہ) کے بال کو بطور علامت استعمال کر رہے تھے۔

اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا شیر

منقول ہے کہ جب حمزہ رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے تو صفیہ بنت عبدالمطلب ان کی تلاش میں نکلی، لیکن انصار درمیان میں حائل ہو گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: انہیں چھوڑ دو۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کے پاس بیٹھ گئی، جب وہ رونے لگتی تو نبی کریم ﷺ بھی رو پڑتے اور ایک ساتھ ہی ہچکیاں بند جاتیں آپ ﷺ نے فرمایا: اس جیسی تکلیف کبھی نہ پہنچے گی۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: تمہیں خوشخبری ہو ابھی جبریل میرے پاس آئے تھے اور مجھے بتلا کر گئے ہیں کہ حمزہ بن عبدالمطلب کا نام ساتوں آسمانوں میں حمزہ بن عبدالمطلب اسد اللہ و اسد رسولہ لکھا گیا ہے!

ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نے جب دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت اور ان کے ساتھ ہونے والے مثلہ کی وجہ سے شدید غم و غصہ میں ہیں تو انہوں نے قریش کو برا بھلا کہنا شروع کر دیا۔ آپ ﷺ نے تین مرتبہ حضرت ابو قتادہ کو اشارہ کر کے فرمایا: بیٹھ جاؤ، پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں اس پر تمہارے لیے ثواب کا امیدوار ہوں۔ مزید فرمایا: اے ابو قتادہ! اہل قریش امانت دار لوگ ہیں جو ان کی لغزشیں تلاش کرے گا اللہ اس کو اس میں مبتلا کرے گا اگر تم نے لمبی عمر پائی تو تم اپنے اعمال کو ان کے اعمال کے مقابلے میں حقیر جانو گے۔ اگر مجھے قریش کے عجب، تکبر اور خود پسندی میں مبتلا ہو جانے کا ڈر نہ ہوتا تو میں ان کو بتلاتا کہ ان کے لیے اللہ رب العزت کے ہاں کیا کچھ ہے؟ ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: خدا کی قسم! اے اللہ کے رسول میں صرف اللہ کی رضا اور اس کے رسول کی خوشنودی کی غرض سے غضبناک ہوا ہوں، کیونکہ انہوں نے بھی برا بھلا کہا تھا! آپ ﷺ نے فرمایا: قریش نبی کے لیے برے لوگ ثابت ہوئے۔

عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اے اللہ کے رسول! آپ دیکھ رہے ہیں کہ یہ لوگ اب آ چکے ہیں اور میں نے اللہ رب العزت سے دعا مانگی ہے: ''اے اللہ! میں تجھے قسم دیتا ہوں کہ جب کل کو دشمن میرے مدمقابل آ گئے تو وہ مجھے بری طرح قتل

کریں، مجھے چیر پھاڑ دیں گے اور میرے اعضاء کاٹ کاٹ کر الگ کر دیں، پھر میں تجھے شہید ہو کر اس حالت میں ملوں۔ پھر تو کہے: تمہارے ساتھ ایسا کیوں کیا گیا؟ میں کہوں: تیری رضا کے لیے اور آپ سے میری استدعا ہے کہ میری وفات کے بعد میرے پورے ترکہ کے آپ وارث ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں ٹھیک ہے!

حضرت عبداللہ نکل پڑے اور قتال کیا، پھر شہید ہو گئے اور ان کے ساتھ بری طرح مثلہ کیا گیا۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کو ایک ہی قبر میں دفن کیا گیا۔ اس کے مال کے آپ ﷺ والی بنے اور اس مال سے ان کی والدہ کے لیے خیبر میں کوئی مال وغیرہ خرید لیا۔

عورت کے لیے خاوند کا مقام

حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کی بہن حمنہ بنت جحش رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کے پاس تشریف لائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے حمنہ! صبر سے کام لو اور ثواب کی امید رکھو! کہنے لگی: کس پر اے اللہ کے رسول؟ فرمایا: اپنے ماموں حمزہ رضی اللہ عنہ کے بارے۔ حضرت حمنہ رضی اللہ عنہا نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور ان کے لیے دعائے مغفرت فرمائی اور شہادت کی مبارکباد دی۔

پھر آپ ﷺ نے فرمایا: صبر اختیار کرو اور ثواب کی امید رکھو کہنے لگی: کس پر اے اللہ کے رسول؟ فرمایا: اپنے بھائی پر۔

انہوں نے انا للہ پڑھی اور فرمایا: اللہ ان کی بخشش فرمائے اور انہیں جنت مبارک ہو! پھر آپ ﷺ نے تیسری مرتبہ فرمایا: صبر کرو اور ثواب کی امید کرو۔ فرمایا: کس پر؟ فرمایا: مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ پر۔ اس پر حضرت حمنہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ہائے میرا غم۔ ایک روایت میں ہے: واعقراہ۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: عورت کے ہاں جو مقام اور درجہ اس کے خاوند کا ہے وہ کسی اور کا نہیں، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: تم نے اپنے خاوند کی شہادت سن کر یہ الفاظ کیوں کہے، کہنے لگیں: اے اللہ کے رسول! شہادت سے مجھے بچے یتیم نظر آنے لگے اس لیے میں خوف زدہ ہو گئی۔ آپ ﷺ نے دعا مانگی کہ اللہ تعالیٰ ان کی وفات کے بعد ان کے بچوں کے ساتھ بہتر معاملہ فرمائے۔ چنانچہ حضرت حمنہ نے حضرت طلحہ بن عبید اللہ سے نکاح کیا جس سے محمد بن طلحہ پیدا ہوئے۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ لوگوں میں سے اپنی اولاد کے ساتھ سب سے اچھا سلوک کرتے تھے۔ حضرت حمنہ رضی اللہ عنہا جنگ احد میں عورتوں کے ہمراہ پانی پلانے کی غرض سے روانہ ہوئی تھیں۔

بنو دینار کی ایک عورت سمیراء بنت قیس گھر سے نکلیں۔ حضرت سمیرا کے دو بیٹے نعمان بن عبد عمرو اور سلیم بن حارث جنگ احد میں شہید ہو گئے تھے۔ جب ان کی شہادت کی خبر والدہ کو ملی تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کا حال دریافت فرمایا؟ لوگوں نے بتلایا: الحمد للہ! تمہاری خواہش کے مطابق صحیح سالم ہیں۔ کہنے لگیں: مجھے ان کا دیدار کراؤ۔

لوگوں نے آپ ﷺ کی طرف اشارہ کیا۔ عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ کی سلامتی کے بعد ہر مصیبت چھوٹی ہے! پھر اپنے دونوں بیٹوں کو اونٹ پر سوار کر کے واپس مدینہ کو چل پڑیں۔ رستہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ملاقات ہوئی۔ حضرت

عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا: کیا خبر ہے؟ فرمایا: اللہ کے رسول کی خبر یہ ہے کہ وہ عافیت سے ہیں اور کچھ لوگ اللہ کی راہ میں شہید ہو گئے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے کافروں کو غصے کی حالت میں واپس لوٹا دیا، اس طرح کہ ان کو کچھ خیر حاصل نہ ہوئی اور اللہ تعالیٰ مومنین کی طرف سے قتال کے لیے کافی ہو گیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے دریافت فرمایا کہ یہ تمہارے ساتھ کون ہیں؟ فرمایا: میرے بیٹے اور یہ کہہ کر اونٹ کو چلنے کا حکم دیا۔

حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ اور عشق رسول

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سعد بن ربیع کی خبر کون لے کر آئے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وادی کے ایک طرف اشارہ کر کے فرمایا: میں نے وہاں پر سعد کے جسم میں بارہ نیزے دیکھے تھے۔ چنانچہ حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ ان کی تلاش میں نکل پڑے۔ ایک روایت میں ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کا نام آتا ہے۔ حضرت محمد بن مسلمہ فرماتے ہیں: میں مقتولین کے درمیان سعد بن ربیع کو تلاش کر رہا تھا۔ جب میں وادی میں ان کے پاس سے گزرا میں نے ان کو پکارا مگر انہوں نے میری آواز کا جواب نہ دیا۔ پھر میں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے تمہاری طرف بھیجا ہے۔ حضرت سعد نے اس طرح سانس لیا جیسے آگ کی بھٹی نے سانس لیا ہو۔ پھر فرمایا: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں؟ میں نے کہا: جی ہاں! انہوں نے ہمیں بتایا ہے کہ تمہیں بارہ نیزے لگے ہیں۔ کہنے لگے: جی ہاں مجھے بارہ نیزے لگے جس میں سے ہر ایک پیٹ کے اندر تک جا پہنچا۔ اپنی قوم انصار کو سلام پہنچانا اور ان کو اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر کیا ہوا وعدہ یاد دلاؤ جو بیعت عقبہ میں کیا تھا۔ خدا کی قسم! اگر تمہاری زندگی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی زخم پہنچا تو کل کو تمہارے پاس اللہ کے سامنے پیش کرنے کے لیے کوئی عذر نہ ہوگا۔ فرماتے ہیں: میں ان کے پاس ہی کھڑا رہا یہاں تک کہ وہ وفات پا گئے۔ میں نے واپس آکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تفصیلات سنائیں۔ فرماتے ہیں: میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبلہ رو ہو کر ہاتھ بلند کر کے دعا فرمائی: اے اللہ! تو سعد بن ربیع سے جب ملے تو تو اس سے راضی ہو!

جب ابلیس نے میدانِ جنگ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل ہونے کی افواہ اڑائی تو لوگ غمگین ہو گئے اور ہر طرف بکھر گئے۔ لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گزرتے تھے مگر مڑ کر نہ دیکھتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو پکار پکار کر بلا رہے تھے۔ یہاں تک کہ جس نے جنگ کے وسط میں پہنچنا تھا وہ جا پہنچا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھیوں کی تلاش میں ایک طرف نکل آئے۔

موسیٰ بن محمد بن ابراہیم اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کے پاس پہنچے تو وہ ایک جماعت کی شکل میں موجود تھے۔

ضمرہ بن سعد رضی اللہ عنہ سے بھی یہی الفاظ مروی ہیں۔ مزید فرمایا کہ صحابہ کرام پہاڑ کے دامن میں اپنے مارے جانے والے ساتھیوں کو یاد کر رہے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں جو خبر مل رہی تھی وہ ایک دوسرے کو بتلا رہے تھے۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: سب سے پہلے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچانا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر پر جنگی ٹوپی موجود تھی۔ میں نے

زور زور سے چلانا شروع کر دیا کہ یہ رسول اللہ ﷺ زندہ سلامت ہیں۔ آپ ﷺ نے انگشت مبارک ہونٹوں پر رکھ کر مجھے خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ پھر آپ ﷺ نے میری خود طلب فرمایا جو مکمل طور پر زرد تھی یا کچھ حصہ زرد تھا۔ آپ ﷺ نے اپنی خود اتار کر میری خود پہن لی اور آپ ﷺ حضرت سعد بن عبادہ اور سعد بن معاذ رضی اللہ عنہما کے درمیان قوم کے پاس تشریف لائے۔ نبی کریم ﷺ زرہ کی وجہ سے ذرا جھک کر چل رہے تھے۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ طلحہ بن عبید اللہ پر سہارا لیے ہوئے تھے۔ اس دن نبی کریم ﷺ نے زخمی ہونے کی وجہ سے ظہر کی نماز بیٹھ کر ادا کی۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھ میں آپ کو اٹھانے کی طاقت موجود ہے۔ چنانچہ وہ نبی ﷺ کو احد کے راستے ایک چٹان تک لے گئے۔ آپ ﷺ یہاں پر ہی موجود رہے۔ پھر حضرت طلحہ نے رسول اللہ ﷺ کو بلند کیا یہاں تک کہ آپ چٹان کے اوپر تشریف فرما ہو گئے۔ پھر اپنے ساتھیوں کے پاس تشریف لے آئے جو جنگ میں ان کے ساتھ ثابت قدم رہے تھے۔ جب مسلمانوں نے ان کے ساتھ کچھ لوگوں کو دیکھا تو واپس مڑے یہ گمان کرتے ہوئے کہ یہ لوگ مشرکین میں سے ہیں۔ یہاں تک کہ ابو دجانہ نے سر پر موجود سرخ عمامہ سے اشارہ کر کے بتلایا جس سے وہ سمجھ گئے اور سب کے سب واپس پلٹ آئے یا بعض واپس آ گئے۔

منقول ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ اپنے ساتھ ثابت قدم رہنے والی جماعت کے ساتھ نمودار ہوئے جن میں سے سات انصار میں سے تھے اور سات مہاجرین میں سے تو دیگر صحابہ کرام نے پہاڑ کا رخ کر لیا۔ آپ ﷺ ابو بکر رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھ کر مسکرائے اور فرمایا کہ ان کی طرف اشارہ کرو۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اشارہ کیا مگر بے سود رہے حتیٰ کہ ابو دجانہ نے اپنے سر سے سرخ پٹی اتار کر لہرائی اور پہاڑ کے اوپر چڑھ گئے اور بلند آواز سے پکارنے لگے: چنانچہ صحابہ کرام ٹھہر گئے بالآخر تمام مسلمان جمع ہو گئے۔ اسی دوران ابو بردہ بن نیار رضی اللہ عنہ نے کمان میں تیر چڑھایا اور قوم کی طرف پھینکنا چاہا لیکن جب انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا تو ایسا محسوس ہوا جیسے انہیں کوئی مصیبت پہنچی ہی نہ ہو۔

اسی دوران شیطان نے جب دیکھا کہ دشمن مسلمانوں سے دور بھاگ چکا ہے اس نے وسوسے ڈالنے شروع کر دیے۔ رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں ابو مسعود انصاری کے پاس موجود تھا اور وہ اپنی قوم کے مقتولین کا ذکر فرما رہے تھے اور ان کے بارے میں پوچھ رہے تھے۔ ان کو بتلایا گیا کہ خارجہ بن زہیر اور سعد بن ربیع شہید ہوئے ہیں۔ ان کو بہت رحم آیا اور انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا۔ اسی طرح دیگر لوگ بھی اپنے اقرباء و قریبی رشتہ داروں کے بارے میں ایک دوسرے سے سوال کر رہے اور بتلا رہے تھے۔ دریں اثنا اللہ تعالیٰ نے مشرکین کو دوبارہ مسلمانوں پر مسلط کر دیا تا کہ ان کا غم وغصہ جاتا رہے۔ اچانک مسلمانوں کا دشمن ان کے سر پر آ کھڑا ہوا اور مشرکین جوق در جوق پلٹنے لگے۔ مسلمان جن باتوں میں مصروف تھے سب بھول بھال گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے ہم کو قتال کی ترغیب دی۔ میں فلاں، فلاں کو دیکھ رہا تھا کہ وہ پہاڑ کے قریب دوڑے چلے جا رہے تھے۔ جب شیطان نے نبی کریم ﷺ کی وفات کی افواہ اڑائی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: میں پہاڑی بکری کی طرح بھاگ کر

پہاڑ پر جا چڑھا۔

میں نبی کریم ﷺ کے پاس گیا اور آپ فرمارہے تھے:

وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رسول قد خَلَتْ من قبله الرسُلِ۔

''نہیں ہیں محمد مگر اللہ کے رسول تحقیق ان سے پہلے بھی کئی رسول گزر چکے ہیں۔''

ابوسفیان پہاڑ کے دامن میں موجود تھا۔ مزید آپ ﷺ نے فرمایا: اے اللہ! یہ مشرکین ہم پر غالب نہ آجائیں۔ اس سے مشرکین بکھر گئے۔

میدانِ جنگ میں اونگھ باعث رحمت ہے

ابواسید ساعدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میدانِ جنگ میں اونگھ آنے سے پہلے غم و آلام کی وجہ سے ہماری حالت ایسی تھی کہ اگر کوئی چاہتا تو باآسانی ہم پر حملہ آور ہوسکتا تھا۔ پھر ہم پر اونگھ طاری کردی گئی اور ہم سو گئے حتیٰ کہ اسلحہ کے ٹکرانے کی آواز سے ہم گھبرا گئے اور نیند کے بعد ایسا محسوس ہورہا تھا۔ جیسے اس سے پہلے ہمیں کوئی مصیبت پہنچی ہی نہ ہو!

طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم کو اس وقت نیند نے آلیا جب لوگوں کی تلواریں آپس میں ٹکرارہی تھیں۔

زہیر بن عوام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: احد کے دن ہم پر اونگھ طاری ہوگئی سب کی ٹھوڑیاں سینوں کو چھورہی تھیں اور میں بھی آدھی نیند میں معتب بن قشیر کو کہتے ہوئے سن رہا تھا:

لو كان لنا من الامر شئي ما قتلنا ههنا۔

اسی بارے میں آیت نازل ہوئی:

لو كان لنا من الامر شئي ما قتلنا هٰهنا۔

ابوالیسر فرماتے ہیں: میری قوم کے ۱۴ آدمی رسول اللہ ﷺ کے پاس موجود تھے۔ ہم پر اونگھ طاری ہوچکی تھی۔ ہر آدمی نیند سے خراٹے لے رہا تھا اور دوسری طرف تلواریں چل رہی تھیں۔ میں نے دیکھا کہ بشر بن براء بن معرور کی تلوار اس کے ہاتھ سے گر گئی اور انہیں پتہ بھی نہ چلا انہوں نے اپنے منہ کا نقاب درست کیا اور پھر تلوار اٹھالی۔ مشرکین ہمارے پاس ہی موجود تھے۔

ابوطلحہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم پر اونگھ طاری کردی گئی، میں بھی نیند محسوس کرنے لگا حتیٰ کہ تلوار میرے ہاتھ سے گر گئی اور یہ نیند صرف اہل ایمان اور پختہ یقین والوں کو آئی تھی جبکہ منافق لوگ اس سے محروم رہے جس پر منافق کے دل میں جو بات تھی وہ باہر اگلتا رہا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور ابوسفیان کا مکالمہ

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عارضی شکست کھانے کے بعد جب دوبارہ جمع ہو گئے تو ابوسفیان نے واپسی کا ارادہ کرلیا، اپنے گھوڑے پر

سوار پہاڑ کے قریب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پاس آیا اور بلند آواز سے کہنے لگا: أُعْلُ هُبَلُ! اے ہبل! تو بلند رہے۔ پھر چلا کر کہا: ابن ابی کبشہ (حضور ﷺ) کہاں ہے؟ ابن ابی قحافہ کہاں ہے؟ ابن الخطاب کہاں ہے؟ سنو! زمانہ کے احوال بدلتے رہتے ہیں، جنگ ڈول کی مانند ہے۔ تمہارا حنظلہ میرے حنظلہ کے بدلے میں ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے اللہ کے رسول! کیا میں جواب دے سکتا ہوں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیوں نہیں! جواب دو۔

ابوسفیان نے کہا: أُعْلُ هُبَل! حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ اعلیٰ واجل۔ ابوسفیان نے کہا: ہبل نے ہم پر احسان کیا تمہارا کیا جواب ہے؟ پھر کہا: ابن ابی کبشہ کہاں ہے؟ ابن ابی قحافہ کہاں ہے؟ ابن خطاب کہاں ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ ہیں رسول اللہ۔ یہ ہیں ابوبکر اور یہ رہے عمر۔ ابوسفیان نے کہا: آج کا دن بدر کا بدلہ ہے خبردار زمانہ منقلب ہے اور جنگ ڈول کی مانند ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ بدلے کا بدلہ نہیں بلکہ ہمارے شہداء جنت میں گئے اور تمہارے مردار جہنم واصل ہوگئے۔ ابوسفیان نے کہا: اگر ایسا ہوا تو ہم خسارے میں رہے۔ ابوسفیان نے کہا: ہمارے پاس عزیٰ ہے تمہارے پاس کوئی عزیٰ نہیں ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ ہمارا معین و مددگار ہے جبکہ تمہارا کوئی مددگار نہیں ہے۔ ابوسفیان نے کہا: ہبل نے ہم پر احسان کیا۔ اے ابن خطاب! اس کا جواب لاؤ! پھر کہنے لگا: اے ابن خطاب ذرا کھڑے ہو جاؤ۔ میں تم سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں! ابوسفیان نے کہا: اے عمر! میں تمہیں تمہارے دین کی قسم دے کر پوچھتا ہوں، کیا ہم نے محمد کو قتل کر دیا؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہرگز نہیں۔ بے شک وہ تمہاری گفتگو سن رہے ہیں۔ ابوسفیان نے کہا: میرے نزدیک تم ابن قمیئہ سے زیادہ سچے ہو جس نے ہمیں آکر قتل ہونے کی خبر دی تھی۔ پھر ابوسفیان نے آواز بلند کر کے کہا: تم اپنے مقتولین کو دیکھو گے کہ ان کا بری طرح مثلہ کیا گیا ہے اور انہیں دردناک طریقے سے قتل کیا گیا ہے۔ سنو یہ ہمارے سرداروں کی رائے نہ تھی۔ پھر ابوسفیان کی جاہلیت کی غیرت نے انگڑائی لی اور کہنے لگا: اگر ایسا کیا بھی ہے تو ہم ناخوش بھی نہیں ہیں۔

پھر ابوسفیان نے کہا: آئندہ جنگ اگلے سال مقامِ بدر صفراء پر ہوگی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تھوڑی دیر توقف فرمایا اور رسول اللہ ﷺ کے جواب کا انتظار کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کہو منظور ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جی بہتر۔ پھر ابوسفیان اپنے ساتھیوں کے پاس واپس چلا گیا اور انہوں نے سفر شروع کر دیا۔ آپ ﷺ اور تمام مسلمان خوف زدہ ہوگئے اور ان کا خوف مزید بڑھتا گیا کہ یہ مشرکین کہیں مدینہ پر چڑھائی کر کے بچوں اور عورتوں کو قتل نہ کر دیں۔

نبی کریم ﷺ نے سعد بن ابی وقاص کو ان کے پیچھے روانہ کیا اور فرمایا: حالات کی خبر لے کر آؤ۔ اگر وہ لوگ اونٹوں پر سوار اور گھوڑوں کو پیچھے باندھ کر لے جا رہے ہوں تو سمجھو وہ سفر کا ارادہ رکھتے ہیں اگر وہ گھوڑوں پر سوار اونٹوں کو کھینچے لے جا رہے ہوں تو یہ مدینہ پر حملہ کا ارادہ رکھتے ہیں۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر انہوں نے مدینہ کا قصد کیا تو ہم ان

کا پیچھا کریں گے اور وہیں پکڑ کر کام تمام کر دیں گے۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں دوڑتا ہوا پیچھے ہولیا اور دل میں تہیہ کر لیا کہ اگر صورت حال خوف زدہ ہوئی تو واپس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ جاؤں گا۔ میں ابتداء ہی سے تیز دوڑتا ہوا گیا اور ان کے نشانات کے راستے پر چلتا گیا۔ یہاں تک کہ جب وہ مقام عقیق میں جا پہنچے تو میں غور سے ان کا مشاہدہ کر رہا تھا وہ اونٹوں پر سوار تھے اور گھوڑوں کو پیچھے باندھ رکھا تھا، میں سمجھ گیا اپنے شہر کی طرف سفر کا ارادہ رکھتے ہیں۔ وہ تھوڑی دیر مقام عقیق میں ٹھہرے اور مدینہ پر چڑھائی کے بارے سوچنے لگے۔ صفوان بن امیہ نے کہا: تم فتح یاب ہو چکے ہو اب واپس چلے جاؤ۔ کامیابی تمہیں مل چکی ہے اب تم دوبارہ حملے کی نیت سے مدینہ میں مت داخل ہو۔ کیونکہ معلوم نہیں ہے کہ کیا نتائج نکلتے ہیں اور بدر کے دن جب تم بھاگے تھے خدا کی قسم مسلمان کامیابی کے بعد تمہارے پیچھے نہیں آئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: گویا صفوان نے ان کو منع کر دیا۔

جب حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے ان کو اس حالت میں روانہ ہوتے دیکھا اور وہ نظروں سے اوجھل ہو گئے تو وہ واپس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے جیسے کوئی شکست خوردہ قائد لوٹ رہا ہو اور آ کر فرمایا: اے اللہ کے رسول! وہ لوگ مکہ کی طرف روانہ ہو گئے ہیں۔ وہ اونٹوں پر سوار تھے اور گھوڑوں کو پیچھے باندھ رکھا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا کہہ رہے ہو؟ حضرت سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے سارا قصہ سنا دیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے لے کر الگ ہو گئے اور فرمایا۔ کیا سچ کہہ رہے ہو؟ میں نے کہا: جی ہاں! اے اللہ کے رسول۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تمہیں پریشان اور غمگین کیوں دیکھ رہا ہوں؟ میں نے کہا: مجھے ناگوار گزرا کہ میں اپنی قوم کے پاس دشمن کے واپس چلے جانے کی خبر خوش ہو کر لاؤں۔ اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سعد زیرک آدمی ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ سعد رضی اللہ عنہ جب واپس لوٹے تو بلند آواز سے مشرکین کے واپس چلے جانے کی خبر دینے لگے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کیا کہ آواز پست رکھو۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنگ چال بازی کا نام ہے ان کے واپس چلے جانے کے بعد لوگوں کے سامنے اس طرح خوشی کا اظہار مت کرو ان کو تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے واپس لوٹا دیا ہے۔

واقدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ابو جعفر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم دیکھو کہ مشرکین مدینہ کا ارادہ رکھتے ہیں تو میرے کان میں آ کر خبر دینا سب کے سامنے بات نہ کھولنا۔ حضرت سعد چلے گئے جب دیکھا کہ وہ اونٹوں پر سوار واپس جا رہے ہیں تو خوشی سے پھولے نہ سما رہے تھے اور واپس آ کر بلند آواز سے ان کے واپس چلے جانے کا اعلان کرنے لگے۔

ابوسفیان جب واپس مکہ پہنچا تو گھر جانے کی بجائے ہبل بت کے پاس گیا اور کہا: تو نے ہم پر انعام کیا ہماری مدد کی اور محمد کے بارے ہمارے دل ٹھنڈے کر دیے اور ساتھ ہی اپنا سر بھی مونڈ لیا۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ جنگ احد میں مسلمان اور مشرکین کے درمیان جنگ کا اختتام کیسے ہوا؟ انہوں نے فرمایا: تمہارا کیا مقصد ہے؟ اللہ تعالیٰ نے اسلام و اہل اسلام کو غلبہ دیا اور کفر اور کافروں کو ہلاک فرمایا۔ پھر فرمایا: جب ہم نے دوبارہ پلٹ کر ان پر حملہ کیا تو خوب قتال کیا اور بہت سے لوگوں کو جہنم واصل کیا۔ مشرکین ہر سو بکھر گئے ان کے ایک

گروہ نے اکٹھے ہوکر مشورہ کیا کہ ہم غالب آچکے ہیں، اچھا ہوگا ہم واپس چلے جائیں۔

کیونکہ ہمیں معلوم ہے ابن ابی ایک تہائی لوگوں کے ساتھ پہلے ہی واپس جا چکا ہے۔ اب اوس اور خزرج کے لوگ باقی رہ گئے ہیں۔ جن کے حملے سے ہم اب محفوظ نہیں رہ سکتے۔ ہمارے آدمی اور گھوڑے بھی اکثر زخمی ہیں اس طرح وہ واپس چلے گئے۔

شہدائے اُحد کے نام

سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ جنگ احد میں ۷۰ انصاری شہید ہوئے۔ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے بھی یہی منقول ہے۔

مجاہد فرماتے ہیں۔ چار قریش میں سے تھے اور باقی سب انصار میں سے۔ مزنی ان کا بھتیجا اور ہبیت کے دو بیٹے۔ ۴۷ متفق علیہ ہیں۔ بنو ہاشم میں سے حمزہ بن عبدالمطلب ہیں جن کو بلا اختلاف وحشی نے قتل کیا۔ بنو امیہ میں سے عبداللہ بن جحش بن رئاب کو ابوالحکم بن اخنس بن شریق نے قتل کیا۔ دوسری روایت میں ہے کہ قریش میں سے پانچ افراد تھے۔

بنو اسد کے سعد حاطب کے مولی، بنو مخزوم میں سے شماس بن عثمان بن شرید جن کو ابی بن خلف نے قتل کیا۔ یہ بھی منقول ہے کہ ابو سلمہ بن عبدالاسد کو جنگ احد میں زخم آئے اور انہی زخموں سے بعد میں وہ وفات پا گئے اور ان کو موجودہ بئر عبدالصمد بن علی سے غسل دیا گیا۔ بنو عبدالدار سے مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو ابن قمیہ نے قتل کیا۔

بنو سعد بن لیث سے ہبیت کے دو بیٹے عبداللہ اور عبدالرحمن، مزینہ کے دو آدمی وہب بن قابوس اور ان کا بھتیجا حارث بن عقبہ بن قابوس انصار کے قبیلہ بنو عبدالاشہل کے بارہ آدمی شہید ہوئے۔

عمرو بن معاذ بن نعمان کو ضرار بن الخطاب نے شہید کیا۔ حارث بن انس بن رافع۔ عمارہ بن زیاد بن سکن۔ سلمہ بن ثابت بن وقش، ان کو ابو سفیان نے قتل کیا۔ عمرو بن ثابت بن وقش ان کو ضرار بن الخطاب نے قتل کیا۔ رفاعہ بن وقش ان کو خالد بن ولید نے قتل کیا۔ یمان حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے والد جو مسلمانوں کے ہاتھوں غلطی سے شہید ہو گئے۔ یہ بھی منقول ہے کہ عتبہ بن مسعود نے غلطی سے قتل کیا۔ سیفی بن قیظی ضرار بن الخطاب کے ہاتھوں شہید ہوئے۔ حباب بن قیظی اور عباد بن سہل کو صفوان بن امیہ نے قتل کیا۔

بنو عبدالاشہل کے نزدیک اہل راتج میں سے اہاس بن اوس بن عتیک بن عبدالاعلم بن زعوراء بن جشم کو ضرار بن الخطاب نے اور عبید بن تیہان کو عکرمہ بن ابی جہل اور حبیب بن قیم نے قتل کیا۔

بنو عمرو بن عوف کی شاخ بنو ضبیعہ بن زید سے ابو سفیان بن الحارث بن قیس بن زید بن ضبیعہ شہید ہوئے۔ یہ وہی تھے جنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا تھا: کیا میں قتال کے بعد اپنی بیٹیوں کے ہاں واپس چلا جاؤں گا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ رب العزت نے سچ فرمایا۔

بنو امیہ بن زید بن ضبیعہ سے حنظلہ بن ابو عامر جن کو اسود بن شعوب نے قتل کیا۔

بنوعبید بن زید سے انیس بن قتادہ، ابوالحکم بن اخنس بن شریق کے ہاتھوں شہید ہوئے اور رسول اللہ ﷺ کے جرنیل تیر اندازوں کے سپہ سالار عبداللہ بن جبیر بن نعمان کو عکرمہ بن ابی جہل نے قتل کیا۔

بنوغنم بن سلم بن مالک بن اوس سے ابوسعد خیثمہ کو ہبیرہ بن ابی وہب نے شہید کیا۔

بنوعجلان میں سے عبداللہ بن سلمہ کو ابن الزبعری نے قتل کیا۔

بنومعاویہ میں سے سبیق بن حارث بن بیشہ کو ضرار بن الخطاب نے شہید کیا۔

بنوحارث بن خزرج سے خارجہ بن زید بن ابوزہیر صفوان بن امیہ کے ہاتھوں شہید ہوئے۔ خارجہ اور سعد بن ربیع دونوں کو ایک ہی قبر دفنایا گیا۔ اوس بن ارقم بن زید بن قیس بن نعمان بن ثعلبہ بن کعب۔

بنوابجر (جو بنوخدرہ بھی کہلاتے ہیں) سے مالک بن سنان بن ابجر جو ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے والد تھے۔ ان کو غراب بن سفیان نے قتل کیا اور سعد بن سوید بن قیس بن عامر بن عمار بن ابجر اور عتبہ بن ربیع بن رافع بن معاویہ بن عبید بن ثعلبہ۔

بنوساعدہ سے ثعلبہ بن سعد بن مالک بن خالد بن نمیلہ، حارثہ بن عمرو اور نفث بن قردہ بن البدی۔

بنوطریف سے عبداللہ بن ثعلبہ اور قیس بن ثعلبہ اور جھینہ کے دو حلیف طریف اور ضمرہ۔

بنوعوف بن خزرج کی شاخ بنوسالم سے تعلق رکھنے والے بنومالک بن عجلان ابن یزید بن غنم بن سالم سے نوفل بن عبداللہ کو سفیان بن عوفی نے قتل کیا اور عباس بن عبادہ بن نضلہ کو سفیان بن عبد شمس السلمی نے قتل کیا۔ نعمان بن مالک بن ثعلبہ بن غنم کو صفوان بن امیہ نے قتل کیا۔ نعمان اور عبدہ بن الحسحاس ایک ہی قبر میں دفن کیے گئے اور مجذر بن زیاد کو حارث بن سوید غیلہ نے قتل کیا۔

ابووجزہ سے منقول ہے کہ تین افراد جنگ احد میں ایک ہی قبر میں دفن کیے گئے: نعمان بن مالک مجذر بن زیاد اور عبدہ بن الحسحاس اور مجذر بن زیاد۔

مجذر بن زیاد رضی اللہ عنہ کی شہادت

مجذر بن زیاد کے قتل کا قصہ یہ ہے کہ حضیر بنوعمرو بن عوف کے پاس آیا اور سوید بن صامت، حواث بن جبیر اور ابولبابہ بن عبدالمنذر سے اور ایک روایت کے مطابق سہل بن حنیف سے گفتگو کی اور کہا کہ آپ لوگ میرے پاس تشریف لائیں تو میں شراب اور اونٹ سے تمہاری ضیافت کروں گا اور تم لوگ کچھ دن میرے پاس ہی قیام کرو۔ ان لوگوں نے کہا کہ ہم فلاں فلاں تیرے پاس آئیں گے۔ جب وقت مقرر آ گیا تو یہ لوگ اس کے پاس جا پہنچے وہاں تین دن قیام کیا اور اس نے شراب اور اونٹ کے گوشت سے ان کی ضیافت کی۔ یہاں تک کہ گوشت کا رنگ تبدیل ہو گیا۔ سوید بن صامت ان دنوں کافی بوڑھے تھے۔ جب تین دن گزر گئے تو یہ لوگ کہنے لگے: ہمارا خیال ہے کہ اب ہم گھروں کو واپس چلے جائیں۔ حضیر نے کہا: جیسے تم لوگوں کی مرضی!

اگر رہنا پسند کرو تو ٹھہر جاؤ اگر جانا چاہتے ہو تو چلے جاؤ۔ دونوں نوجوان بوڑھے سوید کو اٹھا کر نکل پڑے جو شراب سے کافی بوجھل ہو چکا تھا۔ مقام حرہ کے قریب سے گزرتے ہوئے مشرق کی جانب بنوسالم کے سامنے بنوغصینہ کے قریب جا پہنچے۔ سوید پیشاب کی نیت سے بیٹھ گیا وہ ابھی تک نشہ سے مخمور تھا۔ سوید کو ایک خزرجی آدمی نے دیکھ لیا وہ خزرجی آدمی مجذر بن زیاد کے پاس آیا اور سوال کرنے لگا: کیا تم کو مال غنیمت چاہیے؟ اس نے پوچھا: کیا ہے؟ خزرجی نے کہا: سوید ہے خالی ہاتھ اسلحہ وغیرہ بھی نہیں مزید اس نے شراب پی ہوئی ہے۔ چنانچہ مجذر بن زیاد ننگی تلوار لے کر نکلا جب سوید کے دو ساتھیوں نے مجذر کو دیکھا تو دونوں بھاگ گئے کیونکہ ان کے پاس بھی اسلحہ نہیں تھا اور ان دنوں اوس اور خزرج کے درمیان جنگ چل رہی تھی۔ لہٰذا وہ دونوں تیزی سے بھاگ اٹھے اور بوڑھا شیخ وہیں باقی رہ گیا کوئی حرکت نہ کر سکتا تھا مجذر بن زیاد سر پر آ کھڑا ہوا اور کہنے لگا: اللہ نے آج مجھے تم پر مکمل قدرت دے دی ہے۔ سوید نے کہا: مجھ سے کیا چاہتے ہو؟ کہنے لگا: تمہیں قتل کرنا چاہتا ہوں اور جب تم واپس اپنی ماں کے پاس جاؤ تو جا کر کہنا میں سوید بن صامت کو قتل کر کے آیا ہوں۔ اس کے قتل سے واقعہ بعاث کا زخم دوبارہ تازہ ہو گیا۔ پھر جب رسول اللہ ﷺ مدینہ تشریف لائے تو حارث بن سوید اور مجذر بن زیاد بن صامت اسلام لے آئے اور دونوں جنگ بدر میں شریک ہوئے۔ جنگ کے دوران حارث مجذر کی تلاش میں رہا تا کہ موقع پا کر اپنے مقتول باپ کا بدلہ چکا سکے لیکن مجذر اس کے ہاتھ نہ لگا۔ پھر جب احد کا دن آیا اور مسلمانوں نے شدت کا حملہ کیا اس حملہ میں حارث بن سوید نے مجذر کے پیچھے سے آ کر تلوار گردن پر مار کر کام تمام کر دیا۔

آپ ﷺ مدینہ واپس تشریف لے آئے۔ پھر حمراء الاسد تشریف لے گئے جب حمراء الاسد سے واپس ہوئے تو حضرت جبریل علیہ السلام وحی لے کر تشریف لے آئے اور بتلایا کہ حارث بن سوید نے مجذر کو قتل کیا ہے۔ مزید حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حارث بن سوید کے قتل کا حکم دیا۔

آپ ﷺ شدید گرمی کے دن میں فوراً قباء روانہ ہوئے۔ حالانکہ اس دن قباء تشریف لے جانا رسول اللہ ﷺ کا معمول نہ تھا۔ آپ ﷺ ہفتہ اور سوموار کے دن قباء جایا کرتے تھے۔

جب قباء پہنچے تو مسجد میں پہنچ کر نماز ادا کی۔ انصار کو جب خبر ہوئی تو ان کو آپ ﷺ کا اس دن یوں اچانک قباء تشریف لے آنا عجیب محسوس ہوا چنانچہ انہوں نے آ کر سلام کیا۔ آپ ﷺ وہیں بیٹھے لوگوں کے ساتھ باتوں میں مصروف رہے اور لوگوں کو غور سے دیکھتے رہے، بالآخر حارث بن سوید رنگین لحاف لپیٹے نمودار ہوا۔ جب آپ ﷺ نے دیکھا تو عویم بن ساعدہ کو طلب فرمایا اور اس سے فرمایا۔ حارث بن سوید مسجد میں آ گیا ہے اس نے مجذر بن زیاد کو احد کے دن قتل کیا تھا لہٰذا تم بدلے میں اس کی گردن مار دو!

عویم نے حارث کو پکڑ لیا۔ حارث کہنے لگا: مجھے چھوڑ دو میں رسول اللہ ﷺ سے بات چیت کرنا چاہتا ہوں: عویم نے انکار کر دیا اور اس نے سختی سے اپنے آپ کو چھڑوانا چاہا تا کہ رسول اللہ ﷺ سے بات کر سکے۔ آپ ﷺ کھڑے ہو گئے اور

جانے کی غرض سے سواری مسجد کے دروازے پر طلب فرمالی۔ حارث کہنے لگا: واقعتاً اے اللہ کے رسول! میں نے اس کو قتل کیا ہے۔ لیکن خدا کی قسم میرا اس کو قتل کرنا اسلام سے بھاگنا یا دین اسلام میں شک کی بنیاد پر نہ تھا یہ تو شیطانی غیرت تھی اور ایسا معاملہ تھا جس میں میں اپنے نفس کے سپرد کر دیا گیا تھا۔ میں اللہ اور اس کے رسول کی طرف رجوع کرتا ہوں اور توبہ کرتا ہوں ہر اس گناہ سے جو میں نے کیا۔ میں اس کے قتل کی دیت دینے کے لیے تیار ہوں نیز میں دو مہینے مسلسل روزے رکھوں گا اور ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلاؤں گا میں دوبارہ توبہ کرتا ہوں۔ حارث نے رسول اللہ ﷺ کو تھام لیا۔ جبکہ مجذر کے سب بیٹے وہاں موجود تھے۔ آپ ﷺ نے مقتول کے بیٹوں سے کوئی تعرض نہ فرمایا۔ جب اس نے اپنی بات پوری کر لی تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے عویم! آگے بڑھو اور اس کی گردن الگ کر دو! آپ ﷺ سوار ہو گئے اور عویم نے مسجد کے دروازے پر آ کر تلوار سے اس کی گردن اتار دی۔

یہ بھی منقول ہے کہ جب عویم نے گردن ماری تو حبیب بن یساف نے آپ ﷺ کی طرف دیکھا، وہ آپ ﷺ کے پاس آیا اور حضور ﷺ سے بات کی۔ آپ ﷺ سوار ہو کر اس معاملہ کی مزید تحقیق کے لیے چل پڑے۔ اسی دوران کہ جب آپ ﷺ اپنی سواری پر تھے حضرت جبرئیل تشریف لے آئے اور دوران سفر ہی ساری حقیقت بتلا دی۔ پھر آپ ﷺ نے عویم کو حکم دیا اور اس نے گردن الگ کر ڈالی۔

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے مجمع بن یعقوب اور ان کے بزرگوں سے یہ اشعار سنے ہیں کہ

سوید بن صامت نے اپنی وفات سے پہلے یہ اشعار کہے تھے۔

بنو سلمہ سے، بنو سلمہ کے آزاد کردہ غلام عنترہ کو نوفل بن معاویہ الدیلی نے قتل کیا۔

بلحبلی سے رفاعہ بن عمرو شہید ہوئے۔

بنو حرام سے عبد اللہ بن عمرو بن حرام، سفیان بن عبد شمس کے ہاتھوں شہید ہوئے۔ عمرو بن الجموح اور خلاد بن عمرو بن الجموح اسود بن جعونہ کے ہاتھوں شہید ہوئے ہو حبیب بن عبد حارثہ سے معلی بن نوذان بن حارثہ بن رستم بن ثعلبہ عکرمہ بن ابی جہل کے ہاتھوں شہید ہوئے۔

بنو زریق سے ذکوان بن عبد قیس ابو الحکم ابن اخنس بن شریق کے ہاتھوں قتل ہوئے۔

قبیلہ بنو نجار میں بنو سواد میں سے عمرو بن قیس کو نوفل بن معاویہ الدیلی نے قتل کیا اسی دن ان کے بیٹے قیس بن عمرو، سلیط بن عمرو اور عامر بن مخلد بھی راہیٔ دار آخرت ہوئے۔

بنو عمرو بن مبذول سے ابو اسیرہ بن حارث بن علقمہ بن عمرو بن مالک کو خالد بن ولید نے قتل کیا۔ اسی طرح عمرو بن مطرف بن علقمہ بن عمرو بھی قتل ہوئے۔ بنو مغالہ یعنی بنو عمرو بن مالک سے اوس بن حرام۔

بنو عدی بن نجار سے انس بن نضر بن ضمضم کو سفیان بن عویف نے قتل کیا۔

بنو مازن بن نجار سے قیس بن مخلد اور بنو مازن کا آزاد کردہ غلام یا غیر آزاد شدہ غلام کیسان شہید ہوئے۔

بنو دینار سے سمیراء بنت قیس کے دو بیٹے سلیم بن حارث اور نعمان بن عمرو شہید ہوئے۔

اس طرح بنو نجار کے ۱۲ آدمی شہادت سے سرفراز ہوئے۔

جنگ احد میں ہلاک ہونے والے مشرکین کے نام

بنو اسد سے: عبداللہ بن حمید بن زہیر بن حارث کو ابو دجانہ رضی اللہ عنہ نے ہلاک کیا۔ بنو عبدالدار سے: طلحہ بن ابی طلحہ مشرکین کے علمبردار کو علی بن ابی طالب نے قتل کیا۔ عثمان بن طلحہ کو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے جہنم واصل کیا۔ ابو سعید بن ابی طلحہ کا سعد بن ابی وقاص نے کام تمام کیا۔ مسافع بن طلحہ بن ابی طلحہ کو عاصم بن ثابت بن ابو الاقلح نے موت کے گھاٹ اتارا۔ حارث بن طلحہ کو عاصم بن ثابت نے، کلاب بن طلحہ کو زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ اور جلاس بن طلحہ کو طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ نے جہنم واصل کیا۔

ارطاۃ بن عبد شرجیل کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔ قاسط بن شریح بن عثمان کو ایک روایت کے مطابق قزمان نے قتل کیا۔ اسی طرح ابو عزیز بن عمیر کو بھی قزمان نے قتل کیا۔

بنو زہرہ سے ابو الحکم بن اخنس بن شریق کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ٹھکانے لگایا۔ سباع بن عبد العزیٰ، جس کا صحیح نام عمرو بن نضلہ بن عباس بن سلیم تھا اور ابن ام انمار کے نام سے معروف تھا، کو حمزہ بن عبدالمطلب نے جہنم واصل کیا۔

بنو مخزوم سے: ہشام بن ابی امیہ بن المغیرہ کو قزمان نے قتل کیا اسی طرح ولید بن العاص بن ہشام کو بھی قزمان نے قتل کیا۔ امیہ بن ابو حذیفہ بن المغیرہ کو علی بن ابی طالب نے جہنم واصل کیا۔ خالد بن الاعلم العقیلی کو قزمان نے قتل کیا۔

یونس بن محمد الظفری اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ قزمان نے اچانک نمودار ہو کر مشرکین پر تابڑ توڑ حملے شروع کر دیے۔ دوسری طرف سے خالد بن الاعلم العقیلی سامنے آ گیا۔ قزمان اور خالد دونوں سواری کے بغیر تھے۔ دونوں کی تلواریں ایک دوسرے سے ٹکرانے لگیں۔ خالد بن ولید کا گزر ان کے قریب سے ہوا اس نے قزمان کی طرف تیر پھینکا لیکن نشانے پر نہ لگا اور خالد بن ولید یہ سمجھ کر آگے چل پڑے کہ شاید قزمان کا کام تمام ہو گیا ہے۔ پھر عمرو بن العاص نے مارا لیکن ان کے درمیان شروع ہونے والی جھڑپ مسلسل جاری تھی یہاں تک کہ بالآخر قزمان نے خالد بن الاعلم کو قتل کر دیا اور خود زخموں کی تاب نہ لا کر فوراً جاں بحق ہو گیا۔ عثمان بن عبداللہ بن المغیرہ کو حارث بن صمہ نے قتل کیا۔

بنو عامر بن لوی سے: عبید بن حاجز کو ابو دجانہ نے اور شیبہ بن مالک بن مضرب کو طلحہ بن عبید اللہ نے قتل کیا۔

بنو جمح میں سے: ابی بن خلف کو خود رسول اللہ ﷺ نے قتل کیا۔

مومن بار بار دھوکہ نہیں کھاتا

ابو عزہ شاعر جس کا نام عمرو بن عبداللہ بن عمر بن وہب بن حذافہ بن جمح تھا۔ احد کے دن رسول اللہ ﷺ نے صرف اس کو

قیدی بنایا تھا کسی اور کو نہیں۔ جب پکڑا گیا تو احسان کی درخواست کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: مومن کو ایک سوراخ سے دو مرتبہ نہیں ڈسا جا سکتا۔ نہ ہی تو اب مکہ واپس جا سکے گا ورنہ تو وہاں جا کر رخسار پر ہاتھ پھیر کر کہے گا: میں نے محمد (ﷺ) کو دو مرتبہ بے وقوف بنالیا۔ پھر آپ ﷺ نے عاصم بن ثابت کو گردن مارنے کا حکم دیا۔ چنانچہ انہوں نے فوراً حکم کی تعمیل کی۔

ابو عبداللہ الواقدی فرماتے ہیں: ابوعزہ کے قید کیے جانے کا ایک اور قصہ بھی ہم تک پہنچا ہے۔ بکیر بن سمار فرماتے ہیں: جب مشرکین میدان احد سے واپس ہوئے تو رات کے پہلے پہر مقام حمراء الاسد میں جا ٹھہرے پھر وہاں سے آگے روانہ ہو گئے اور ابوعزہ کو وہیں سوتا چھوڑ گئے۔ یہاں تک کہ دن طلوع ہو گیا اور مسلمان اس جگہ آپہنچے ابوعزہ بیدار ہو چکا تھا۔ عاصم بن ثابت نے ابوعزہ کو گرفتار کرلیا۔ پھر حکم نبوی پر اس کی گردن اتار دی۔

بنو عبد مناۃ بن کنانہ سے: خالد بن سفیان بن عویف، ابوالشعثاء بن سفیان بن عویف، ابوالحمراء بن سفیان بن عویف اور غراب بن سفیان بن عویف تھے۔

شہدائے احد کی نمازِ جنازہ

جب مشرکین احد سے واپس ہوئے تو مسلمان اپنے شہداء کے پاس پہنچے۔ سب سے پہلے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو بارگاہ نبوی میں پیش کیا گیا۔ آپ ﷺ نے نمازِ جنازہ ادا کی۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: میں نے فرشتوں کو دیکھا کہ وہ حمزہ کو غسل دے رہے ہیں کیونکہ حمزہ رضی اللہ عنہ اس دن جنابت سے تھے۔ آپ ﷺ نے کسی شہید کو غسل نہ دیا بلکہ فرمایا: ان شہداء کو خون آلود کپڑوں اور زخموں کے ساتھ ہی کفن دیدو! کیونکہ جو شخص بھی اللہ کے رستے میں زخمی ہو گا وہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کا رنگ خون کا رنگ اور اس کی خوشبو مشک کی خوشبو ہو گی۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ان میتوں کو رکھ دو میں قیامت کے دن ان کے بارے گواہی دوں گا۔ حضرت حمزہ وہ پہلے شہید تھے جن پر چار تکبیروں کے ساتھ نماز جنازہ پڑھی گئی۔

پھر تمام شہداء کو بارگاہ اقدس میں لایا گیا۔ جب بھی کوئی شہید آتا تو اس کو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے پہلو میں رکھا جاتا۔ پھر آپ ﷺ دونوں کی نماز اکٹھے ادا کرتے۔ اس طرح حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی ۷۰ مرتبہ نماز جنازہ ادا کی گئی کیونکہ شہداء بھی ۷۰ ہی تھے۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ ۹،۹ شہیدوں کے ساتھ ۱۰ ویں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ ہوتے اور ان کی نمازِ جنازہ ادا کی جاتی۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ وہیں رہتے اور دیگر شہداء کو اٹھا لیا جاتا، پھر دوسرے ۹ لوگوں کی جماعت آتی ان کو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ رکھ دیا جاتا پھر سب پر نماز پڑھی جاتی۔ اس طرح سات مرتبہ کیا گیا اور کہا گیا ہے کہ آپ ﷺ نے ان پر سات سات، پانچ پانچ، نو نو تکبیریں کہیں۔

طلحہ بن عبید اللہ، عبداللہ بن عباس اور جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے شہدائے احد کی نمازِ جنازہ ادا

کی۔ پھر فرمایا: میں ان پر گواہ ہوں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے اللہ کے رسول! کیا یہ ہمارے بھائی نہیں ہیں؟ جیسے ہم اسلام لائے وہ بھی اسلام لائے۔ ہماری طرح جہاد بھی کیا۔ کیا ایسا نہیں ہے؟ فرمایا: کیوں نہیں! لیکن ان لوگوں نے اپنے حصہ میں کچھ بھی نہیں لیا اور تمہارے بارے مجھے معلوم نہیں کہ میرے بعد کیا کچھ ایجاد کرلو گے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رو پڑے اور عرض کیا: کیا ہم آپ کے بعد ایسا کریں گے؟

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہدائے احد کی نمازِ جنازہ ادا نہیں کی۔

سعید بن مسیب سے بھی اسی طرح کی روایت منقول ہے۔

شہداء کی تدفین

غزوہ احد کے شہداء کی تدفین کرتے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم ارشاد فرمایا: قبروں کو اچھی طرح کشادہ کرکے کھودو! اور دو، دو، تین تین شہداء کو ایک قبر میں دفن کرو اور قاری قرآن صحابی کو قبلہ کی طرف مقدم رکھو۔ چنانچہ صحابہ کرام اس صحابی کو سب سے آگے رکھتے جو زیادہ تلاوت کرنے والا ہوتا۔ ایک ہی قبر میں دفن ہونے والوں میں سے سب سے مشہور عبداللہ بن عمرو بن حرام، عمرو بن جموح، خارجہ بن زید، سعد بن ربیع، نعمان بن مالک، عبیدہ بن حسحاس تھے۔ جب حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو قبر میں اتارا گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر میں چادر سے ڈھانپنے کا حکم دیا۔ چادر سے جب سر ڈھکانا جاتا تو پاؤں مبارک کھل جاتے جب پاؤں پر ڈالی جاتی تو چہرہ مبارک ظاہر ہو جاتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چہرہ ڈھانپ دو! اور پاؤں پر گھاس وغیرہ ڈال دی۔ مسلمان رو پڑے اور کہنے لگے: ہائے افسوس! کیا ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کے لیے بھی چادر نہیں ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عنقریب قریب قریب کے دیہات و آبادیاں فتح ہوں گی۔ لوگ وہاں جائیں گے پھر ان کو اہل خانہ کی طرف بھیجا جائے گا۔ تم مقام حجاز کی ایسے زمین میں ہو جہاں کوئی کاشتکاری اور درخت وغیرہ نہیں ہیں۔ حالانکہ مدینہ ان لوگوں کے لیے بہتر ہے کاش کہ یہ لوگ جان لیں۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ مدینہ کی سختیوں اور مصائب پر صبر کرنے والے کی میں قیامت کے دن ضرور سفارش کروں گا یا گواہی دوں گا۔

حضرت عبدالرحمن بن عوف کھانا لے کر آئے اور کہنے لگے: حمزہ کے لیے کفن نہیں ملا، مصعب بن عمیر شہید ہو گئے، ان کے لیے بھی سوائے ایک چادر کے کفن نہ مل سکا۔ یہ دونوں حضرات فضل و مرتبہ میں مجھ سے بہتر تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرے جس وقت وہ ایک چادر میں شہید پڑے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھ کر فرمایا: میں نے تجھے مکہ میں اس حالت میں دیکھا جب کوئی تجھ سے زیادہ قیمتی اور عمدہ لباس پہننے والا نہیں تھا، نہ ہی تجھ سے زیادہ خوبصورت زلفوں والا تھا اور آج تو ایک چادر میں پراگندہ بالوں کے ساتھ موجود ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لحد میں اتارنے کا حکم دیا اور ان کی قبر میں ان کے بھائی ابوالروم، عامر بن ربیعہ اور سویبط بن عمرو بن حرملہ اترے۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو حضرت علی، زبیر، ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہم نے قبر میں اتارا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم قبر کے قریب ہی بیٹھے رہے۔

اکثر اپنے شہداء کو مدینہ لے جا چکے تھے، اس لیے ان کو پہاڑ کے دامن میں موجود قبرستان میں دفن کیا گیا۔ ان میں سے بہت سے شہداء کو موجودہ دارِ زید بن ثابت کے پاس سوقِ ظہر میں دفن کیا گیا اور بعض شہداء کو بنو سلمہ میں دفن کیا گیا۔ مالک بن سنان کو دار نخلہ کے قریب عباء والوں کی جگہ دفن کیا گیا۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منادی نے آواز لگائی کہ مقتولین کو ان کی قتل گاہ ہی میں دفن کیا جائے۔ اس وقت تک لوگ اپنے شہداء کو دفن کر چکے تھے اس لیے کوئی بھی واپس نہ لا سکا سوائے ایک آدمی کے جس کو منادی کی آواز دفن کرنے سے پہلے پہنچ گئی تھی۔ یہ شماس بن عثمان مخزومی تھے۔ جن کو مدینہ اس حالت میں لے جایا گیا جب ان میں زندگی کے کچھ آثار باقی تھے۔ پھر ان کو ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس لایا گیا۔ ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرمانے لگیں: میرا چچا زاد میرے علاوہ کسی اور کے پاس کیسے؟ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ان کو ام سلمہ کے پاس لے جاؤ۔ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں ہی ان کی وفات ہوئی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو واپس احد لے جانے کا حکم دیا۔ اس طرح حضرت شماس کو انہی کپڑوں میں دفن کر دیا گیا جس میں ان کی موت واقع ہوئی تھی۔ جنگ سے ایک دن اور ایک رات کے بعد ان کی وفات ہوئی اس عرصہ میں انہوں نے کچھ بھی نہیں چکھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ نمازِ جنازہ پڑھی اور نہ ہی ان کو غسل دیا گیا۔

منقول ہے کہ وہاں دفن ہونے والے مسلمانوں کو وادی میں دفن کیا گیا۔ حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ سے جب احد میں واقع یکجا قبروں کے بارے میں پوچھا جاتا تو فرماتے: یہ ان لوگوں کی قبریں ہیں جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں قحط سالی میں وفات پا گئے تھے۔

عباد بن تمیم المازنی بھی ان قبروں کو نہیں مانتے تھے، فرماتے تھے: یہ تو قحط میں ہلاک ہونے والے لوگوں کی قبریں ہیں۔

ابن ابی ذئب اور عبد العزیز بن محمد فرماتے تھے: ہم کو ان اکٹھی قبروں کے بارے میں کچھ علم نہیں یہ تو دیہاتیوں کی قبریں ہیں۔ شہداء کی اکثر قبریں تو وادی، مدینہ اور اس کے گرد و نواح میں گم ہو چکی ہیں۔ البتہ ہمیں حمزہ بن عبد المطلب، سہیل بن قیس، عبد اللہ بن عمرو بن حرام اور عمرو بن جموح کی قبر کے بارے میں حتمی علم ہے۔

شہدائے احد کی قبور کی زیارت

آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال ان قبروں کی زیارت کے لیے تشریف لاتے جب لوگوں سے گفتگو میں مصروف ہوتے تو بلند آواز سے فرماتے: تمہارے صبر کے بدلے میں تم پر سلامتی ہو آخرت کا گھر بہترین بدلہ ہے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا بھی ہر سال یہی معمول رہا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ جب حج یا عمرہ کرنے آتے تو ضرور تشریف لاتے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے: کاش کہ اصحاب جبل کے ساتھ مجھے بھی چھوڑ دیا جاتا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی

فاطمہ رضی اللہ عنہا دو تین دن بعد شہداء کی قبروں کے پاس آتی اور آ کر روتی اور ان کے لیے دعا مانگتی۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ جب اپنے جنگل میں کے پاس تشریف لے جاتے تو شہداء کی قبروں کے پیچھے سے آتے اور تین مرتبہ سلام کہتے۔ پھر اپنے ساتھیوں کے پاس تشریف لے جاتے اور کہتے: تم ایسے لوگوں کو سلام کیوں نہیں کرتے جو تمہارے سلام کا جواب دیتے ہیں۔ ان اہل قبور کو جب بھی کوئی سلام کرتا ہے تو یہ ان کے سلام کا ضرور جواب دیتے ہیں۔ یہ سلسلہ تا قیامت جاری رہے گا۔

شہید زندہ ہے

ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی قبر کے پاس سے گزرے، وہاں رک کر دعا مانگی، پھر قرآنِ مجید کی آیت تلاوت کی:

رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ ۖ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا ۝

پھر فرمایا

''میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ لوگ اللہ کے ہاں قیامت کے دن شہید اٹھائے جائیں گے۔ تم ان کے پاس آیا کرو اور سلام کیا کرو۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے! قیامت تک اگر کوئی شخص بھی ان کو سلام کرے گا تو یہ ضرور اس سلام کا جواب دیں گے۔''

☆ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر کے پاس تشریف لاتے تو دعا مانگتے اور اپنے ساتھ آنے والے سے کہتے: جو بھی ان کو سلام کرتا ہے یہ اس کو ضرور جواب دیتے ہیں۔ لہٰذا ان قبروں کی زیارت کرو اور یہاں آ کر سلام کرنے کے عمل کو مت ترک کرنا۔

☆ ابن ابی احمد کے آزاد کردہ غلام ابوسفیان بیان کرتے ہیں کہ وہ محمد بن مسلمہ اور سلمہ بن سلامہ بن وقش کے ساتھ اشہرج میں میدان احد میں تشریف لے جاتے۔ چنانچہ دونوں وہاں جا کر سب سے پہلے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر پر کھڑے ہو کر سلام کرتے، پھر دیگر قبروں پر حاضری دیتے۔

☆ ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا ہر ماہ قبروں کے پاس جاتیں اور وہاں جا کر سلام کرتیں، ایک دن سلام کی غرض اپنے ساتھ اپنے غلام صبہان کو لے گئیں۔ غلام نے سلام نہ کیا۔ حضرت سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: او کمینے! سلام کیوں نہیں کرتے خدا کی قسم! قیامت تک جب بھی کوئی ان کو سلام کرے گا یہ اس کے سلام کا جواب دیں گے۔

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بھی کثرت سے آیا کرتے تھے۔

☆ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما جب باہر تشریف لے جاتے تو مقام ذباب سے شہداء کی قبروں کے پاس آئے سلام کیا، پھر ذباب واپس گئے اور اپنا راستہ لیا۔ یعنی جنگل کے راستہ پر واپس آ گئے۔ ابن عمرو رضی اللہ عنہ کو ناگوار گزرا کہ قبرستان کو اپنا راستہ

بنائیں، پھر راستے کے ایک طرف چلتے چلتے واپس اپنے راستے پر آجاتے۔

☆ فاطمہ خزاعیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ایک دن میرے ساتھ میری بہن تھی۔ ہم شہداء کی قبروں کے پاس ہی تھے کہ سورج غروب ہوگیا۔ میں نے بہن سے کہا: آؤ حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر پر سلام کہہ کر واپس چلتے ہیں۔ اس نے حامی بھر لی۔ ہم دونوں قبر کے پاس کھڑی ہوگئیں۔ ہم نے کہا: اے رسول اللہ کے چچا! تم پر سلامتی ہو، ہم نے جواب میں سنا: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ۔ یعنی تم دونوں پر بھی سلامتی ہو! دونوں فرماتی ہیں: اس وقت ہمارے قریب کوئی بھی نہیں تھا۔

جامع ترین دعا

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کے دفن کے عمل سے فارغ ہونے کے بعد اپنی سواری طلب فرمائی اور اس پر سوار ہوگئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ موجود دیگر مسلمان بھی ساتھ نکل پڑے جن میں سے اکثر زخمی تھے۔ سب سے زیادہ بنوعبدالاشہل اور بنوسلمہ کے لوگ زخمی تھے۔ آپ کے ساتھ ۱۴ عورتیں بھی تھیں۔ جب مقام حرہ میں پہنچے تو لوگوں کو صفیں بنانے کا حکم دیا تا کہ اللہ کی حمد وثنا کریں۔ لوگوں نے دو صفیں بنالیں۔ سب سے پیچھے عورتوں کی صف تھی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان الفاظ میں دعا مانگی:

''اے اللہ! تمام تعریفیں تیرے لیے ہیں۔ جس معاملے کو تو آسان کردے اس کو مشکل کوئی نہیں کرسکتا۔ اگر تو عطا کرے تو روکنے والا کوئی نہیں اور جس کو تو روک لے وہ کوئی دے نہیں سکتا۔ جسے تو راہِ راست سے بھٹکا دے اس کو سیدھی راہ پر لانے والا کوئی نہیں۔ جسے تو ہدایت دے اس کو کوئی گمراہ نہیں کرسکتا۔ جس کو تو دور کردے اس کو کوئی قریب نہیں کرسکتا۔ جس کو تو قریب کردے اس کو کوئی دور نہیں کرسکتا۔ اے اللہ! میں تجھ سے تیری برکت، رحمت، فضل اور عافیت کا سوال کرتا ہوں۔ یا اللہ! میں تجھ سے تیری برکت، رحمت، فضل اور عافیت کا سوال کرتا ہوں۔ یا اللہ! میں تجھ سے دائمی نعمتوں کا سوالی ہوں جو نہ کبھی ختم ہوں اور نہ ان میں کوئی رکاوٹ پیدا ہو۔ اے اللہ! میں تجھ سے خوف میں امن اور فاقہ کے وقت فراخئ رزق کا سوال کرتا ہوں اور ہر اس چیز سے تیری پناہ چاہتا ہوں جو تو نے ہم کو عطا کی یا ہم سے روکے رکھی۔ اے اللہ! ہمیں اسلام پر موت دینا۔ اے اللہ! تو ایمان کو ہماری پسند بنادے اور ہمارے دلوں کو ایمان سے مزین فرمادے۔ کفر، نافرمانی اور معصیت کو ناپسندیدہ بنا۔ ہمیں ہدایت یافتہ لوگوں میں شامل فرما۔ یا اللہ! اہل کتاب میں سے جو کافر ہوگئے ان کو اپنا عذاب چکھا جو تیرے رسولوں کو جھٹلاتے رہے راہِ راست سے لوگوں کو ہٹاتے رہے۔ اے اللہ! ان پر اپنا عذاب وغضب نازل فرما۔ اے معبودِ برحق! ہماری دعا قبول فرما۔

پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سلامتی معلوم کرنے کے لیے نکل آئیں۔ ام عامر اشہلیہ فرماتی ہیں: ہمیں پتہ چلا کہ ہمارے نوحہ کرتے وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تھے۔ ہم نے نکل کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ابھی تک زرہ میں ہی ملبوس تھے۔ میں نے دیکھ کر کہا: اے اللہ کے رسول! آپ کی سلامتی کے بعد ہر مصیبت چھوٹی ہے۔

کبشہ بنت عبید بن معاویہ بن بلحارث بن خزرج کی کنیت ام سعد بن معاذ ہے۔ دوڑتی ہوئی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس

تشریف لائیں۔ آپ ﷺ اپنے گھوڑے پر سوار تھے اور حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ گھوڑے کی لگام تھامے ہوئے تھے۔ سعد کہنے لگے: اے اللہ کے رسول! یہ میری والدہ ہے۔ آپ ﷺ نے انہیں مرحبا کہا۔ ام سعد آپ ﷺ کے اور قریب آ گئیں اور غور سے دیکھ کر کہنے لگیں: اے اللہ کے رسول! جب آپ کو صحیح سالم دیکھا ہے تو ہر مصیبت آسان ہو گئی ہے۔ آپ ﷺ نے ان سے ان کے بیٹے عمرو بن معاذ کی تعزیت کی۔ پھر فرمایا: اے ام سعد! تمہیں مبارک ہو۔ اپنے گھر والوں کو خوش خبری سنا دو کہ ان کے شہداء جنت میں جمع ہو گئے ہیں۔ (۱۲ آدمی تھے) اور ان شہداء نے اپنے گھر والوں کے لیے شفاعت کی ہے۔ فرمانے لگیں: اے اللہ کے رسول! جو پیچھے چھوڑ گئے ہیں ان کے لیے دعا کر دیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے اللہ! ان کے دل سے غم دور کر دے۔ ان کے نقصان و مصائب کی تلافی کر دے، پیچھے رہ جانے والوں کے لیے اچھا نگہبان عطا کر دے۔

پھر آپ ﷺ نے فرمایا: اے ابو عمرو سواری تیار کرو۔ انہوں نے سواری تیار کی اور لوگوں کے پیچھے پیچھے آ گئے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: اے ابو عمرو! تمہارے گھر کے بہت سے افراد زخمی ہیں۔ کوئی بھی ان میں سے ہر زخمی جب قیامت کے دن آئے گا تو خون اس کے زخموں سے پھوٹ کر بہتا ہوگا جس کی خوشبو مشک کی ہوگی۔ جو زخمی ہے وہ گھر میں ہی قیام پذیر رہے اور اپنے زخموں کا علاج کرے اور ہرگز میرے ساتھ میرے گھر تک کوئی نہ جائے۔

سعد رضی اللہ عنہ نے لوگوں میں آپ ﷺ کا واضح اعلان سنا دیا کہ بنو عبد اشہل میں سے کوئی بھی زخمی نبی کریم ﷺ کے گھر تشریف نہ لے جائے۔ چنانچہ تمام زخمی صحابہ اپنی جگہ ٹھہر گئے اور رات انہوں نے آگ جلاتے اور زخموں کا علاج معالجہ کرتے گزاری۔ زخمیوں کی تعداد کل تیس تھی۔ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ گھر تک تشریف لے گئے۔ پھر حضرت سعد رضی اللہ عنہ عورتوں کے پاس واپس تشریف لے گئے اور ان کو لے کر نبی کریم ﷺ کے پاس آئے۔ اس طرح تمام عورتیں آپ ﷺ کے پاس آ گئیں اور مغرب و عشاء کے درمیان کا وقت آہ و بکا میں گزارا۔ آپ ﷺ ایک تہائی رات گزارنے کے بعد جب نیند سے بیدار ہوئے تو رونے کی آوازیں سنیں۔ فرمایا: یہ میں کیا سن رہا ہوں؟ جواب ملا: انصاری عورتیں حضرت حمزہ پر رو رہی تھیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تم سے اور تمہاری اولاد سے راضی ہو جائے۔ پھر ہم کو واپس اپنے گھروں کو چلے جانے کا حکم دیا۔ فرماتی ہیں: ہم رات گزرنے کے بعد مردوں کے ہمراہ واپس گھروں کو آ گئیں۔ آج تک ہم میں سے کوئی عورت سوائے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے کسی اور پر نہیں روئی۔

ایک روایت میں ہے کہ معاذ بن جبل بنو سلمہ اور عبداللہ بن رواحہ بلحارث بن خزرج کی عورتوں کو ساتھ لے کر آئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میرا یہ مقصد ہرگز نہ تھا اور آئندہ کے لیے نوحہ کرنے سے سختی سے منع فرما دیا۔

مسلمانوں کی حالتِ زار اور منافقین کا غلط رویہ

رسول اللہ ﷺ نے مغرب کی نماز مدینہ میں ادا کی اور جب صحابہ کرام اور خود نبی کریم ﷺ کو بھی زخم آئے تو عبداللہ بن

ابی اور اس کے منافق ساتھی گالیاں بکنے لگے اور برا بھلا کہنے لگے اور مسلمانوں کو مصیبت پہنچنے کے باعث بغلیں بجانے لگے۔

کچھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم واپس آ گئے اکثر ان میں سے زخمی تھے۔ عبداللہ بن عبداللہ بن ابی بھی زخمی حالت میں واپس پلٹا اور زخموں کو داغتے رات گزاری۔ یہاں تک کہ رات گزر گئی اور باپ کہنے لگا: تم اس کے ساتھ کون سا میرے مشورے سے گئے تھے۔ محمد نے میری بات نہیں مانی اور بچوں کی باتوں میں آ گئے۔ خدا کی قسم! مجھے تو پہلے ہی ایسا ہوتا نظر آ رہا تھا۔ بیٹے نے کہا: اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کے ساتھ جو بھی معاملہ کیا اسی میں خیر ہے۔

یہودیوں نے بدکلامی شروع کر دی۔ کہنے لگے: محمد کو تو صرف بادشاہت کی طلب ہے اسی طرح تو کوئی نبی بھی آج تک زخمی نہیں ہوا کہ خود بھی زخم کھائے ہوں ساتھی بھی زخمی ہوئے ہوں۔ منافق لوگ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو منتشر کرنے کی کوششیں کرنے لگے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم سے کہتے تھے: تم میں سے جو قتل ہو گئے ہیں اگر وہ ہمارے ساتھ رہتے تو قتل نہ ہوتے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ باتیں سن لیں۔ وہ فوراً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ گئے تا کہ ایسی باتیں کرنے والے منافقین اور یہود کا سر قلم کرنے کی اجازت لے لیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عمر! اللہ رب العزت اپنے دین کو غالب اور اپنے نبی کو عزت بخشنے والے ہیں۔ یہود کا تو ہم نے ذمہ اٹھایا ہوا ہے لہٰذا میں ان کو قتل نہیں کر سکتا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! یہ منافقین؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا وہ اس بات کا اقرار نہیں کرتے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: کیوں نہیں اے اللہ کے رسول! لیکن وہ یہ سب کچھ صرف تلوار کے خوف سے کرتے ہیں۔ اب تو ان کا معاملہ کھل کر سامنے آ چکا اور جنگ کے موقع پر اللہ تعالیٰ نے دلوں کا کینہ نکال باہر پھینکا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے خطاب کے بیٹے! مجھے لا الٰہ الا اللہ اور محمد رسول اللہ کا اقرار کرنے والوں کو قتل کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

عبداللہ بن ابی لوگوں میں سے معزز فرد ہونے کی وجہ سے ہر جمعہ کو کھڑا ہو جاتا تھا۔ وہ اب بھی اس اعزاز کو کھونا نہیں چاہتا تھا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احد سے مدینہ واپس لوٹے اور جمعہ کے دن منبر پر تشریف فرما ہوئے تو ابن ابی پھر کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا: یہ تمہارے درمیان اللہ کے رسول موجود ہیں۔ ان کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے تمہیں عزت بخشی، ان کا ساتھ دو اور ان کی اطاعت کرو۔ جو کچھ میدان احد میں پیش آیا اس کو دہرانا چاہا۔ کچھ مسلمانوں نے کھڑے ہو کر کہا: اے اللہ کے دشمن! بیٹھ جا۔ ابوایوب اور عبادہ بن صامت حاضرین مجلس میں سے سب سے مضبوط دو آدمی اس کی طرف متوجہ ہوئے۔ البتہ مہاجرین میں سے کوئی کھڑا نہ ہوا۔ ابوایوب نے اس کی داڑھی پکڑی اور عبادہ بن صامت نے گردن میں ہاتھ ڈال کر کہا: تو اس کا اہل نہیں ہے۔ دونوں کے چھوڑنے کے بعد وہ لوگوں کی گردنیں پھلانگتے ہوئے باہر نکل گیا اور وہ کہہ رہا تھا: گویا میں نے کوئی بکواس کی ہے۔ میں تو اس لیے کھڑا ہوا تھا تا کہ مزید ہمت بندھاؤں! رستے میں معوذ بن عفراء ملے۔ پوچھا: کیا ہوا؟ کہنے لگا: میں سابقہ ترتیب کے مطابق کھڑا ہوا تو میری قوم کے کچھ لوگ جو مجھ سے زیادہ طاقت ور تھے، کھڑے ہو کر میرے سامنے آ گئے۔

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: واپس چلے جاؤ تمہارے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم استغفار کریں گے۔ ابن ابی کہنے لگا: مجھے

استغفار کی حاجت نہیں۔ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی:

واذا قیل لھم تعالوا یستغفر لکم رسول اللہ ... الآیۃ.

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جیسے میں سامنے دیکھ رہا ہوں کہ ابن ابی کا بیٹا بھی لوگوں میں تشریف فرما ہے لیکن ایک آنکھ بھی والد کی طرف اٹھا کر نہ دیکھی۔ ابن ابی نے کہنا شروع کر دیا: محمد نے مجھے سہل اور سہیل کے باڑے سے نکال دیا ہے۔

غزوہ احد اور قرآن

علامہ واقدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابو مسور بن مخرمہ نے عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے احد کے بارے معلومات دریافت کیں۔ حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے بھتیجے! اس بارے قرآنِ مجید کی سورہ آل عمران کی ۱۲۰ آیات اتری ہیں:

وَ اِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِيْنَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۟ۙ

نبی کریم ﷺ احد تشریف لے گئے اور وہاں صحابہ کرام کی صفوں کو ایسے سیدھا فرما رہے تھے جیسے ان صفوں سے تیروں کو سیدھا کیا گیا ہو۔ اگر کسی کا سینہ باہر نکلا ہوا دیکھتے تو فرماتے: پیچھے ہو جاؤ۔

اِذْ هَمَّتْ طَّآىِٕفَتٰنِ مِنْكُمْ اَنْ تَفْشَلَا ۙ وَاللّٰهُ وَلِيُّهُمَا ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۟

فرمایا: یہ بنو سلمہ اور بنو حارثہ تھے جو نبی کریم ﷺ کے ساتھ احد جانے کا ارادہ نہ رکھتے تھے۔ پھر پختہ ارادہ کیا اور نکل پڑے۔

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّ اَنْتُمْ اَذِلَّةٌ ۚ

''مطلب ہے تم تھوڑے تھے مسلمانوں کی تعداد تین سو دس سے کچھ اوپر تھی۔''

فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۟ ''اس چیز کا جو تم کو بدر میں کامیابی ملی۔'' اِذْ تَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ یہ احد کا دن تھا۔ اَلَنْ يَّكْفِيَكُمْ اَنْ يُّمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓىِٕكَةِ مُنْزَلِيْنَ ۟ؕ بَلٰٓى ۙ اِنْ تَصْبِرُوْا وَ تَتَّقُوْا۔ یہ آیت نبی کریم ﷺ پر احد جانے سے پہلے نازل ہوئی تھی کہ میں تمہاری ۳۰۰۰ فرشتوں سے مدد کروں گا۔ بَلٰٓى ۙ اِنْ تَصْبِرُوْا وَ تَتَّقُوْا وَ يَاْتُوْكُمْ مِّنْ فَوْرِهِمْ هٰذَا يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓىِٕكَةِ مُسَوِّمِيْنَ ۟ وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى لَكُمْ فرمایا: لیکن مسلمان صبر نہ کر سکے اور بکھر گئے۔ اس لیے رسول اللہ ﷺ کی مدد کے لیے احد کے دن ایک بھی فرشتہ نہ بھیجا گیا۔ مسومین۔ یعنی نشان زدہ وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى لَكُمْ ۔ تاکہ تم کو خوش خبری ملے اور تم مطمئن رہو۔ لِيَقْطَعَ طَرَفًا مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْ يَكْبِتَهُمْ فَيَنْقَلِبُوْا خَآىِٕبِيْنَ ۟ ان میں سے کسی ایک کو نقصان پہنچے گا اور باقی سب نامراد واپس چلے جائیں گے۔ لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَیْءٌ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ اَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَاِنَّهُمْ ظٰلِمُوْنَ ۟ مطلب مراد وہ لوگ ہیں جو احد میں شکست کا شکار ہوئے۔ یہ بھی منقول ہے کہ یہ آیت حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی۔ جب آپ ﷺ نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے کٹے ہوئے اعضاء والے جسم کو دیکھا تو فرمایا: میں یعنی ان کا ضرور مثلہ کروں گا۔ ایک دوسری روایت کے مطابق یہ آیت آپ ﷺ کے بارے نازل ہوئی۔ جب آپ زخمی ہوئے تو فرمایا: وہ قوم کیسے فلاح پائے گی جس نے اپنے نبی کے ساتھ ایسا معاملہ کیا ہو۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰۤوا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً ۪ فرمایا: زمانہ جاہلیت میں اگر کسی کا دوسرے پر حق ہوتا اور وہ اپنا حق (قرض) مقررہ میعاد تک وصول نہ کر پاتا تو قرض خواہ مدت بڑھا دیتا اور جرمانہ دوگنا کر دیتا۔ وَ سَارِعُوْۤا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ مراد اس سے امام کے ساتھ تکبیر اولی میں نماز میں شامل ہونا ہے۔ وَ جَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَ الْاَرْضُ ۙ کہا گیا ہے کہ جنت چوتھے آسمان میں ہے۔ (الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ فِی السَّرَّآءِ وَ الضَّرَّآءِ) السَّرَّآءِ سے آسانی اور الضَّرَّآءِ سے تنگدستی مراد ہے۔

(وَ الْكٰظِمِیْنَ الْغَیْظَ) جس نے تکلیف پہنچائی ہو اس سے۔ (وَ الْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ ؕ) جو لوگوں کو دیا گیا تھا۔ (وَ الَّذِیْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ ۪) (وَ لَمْ یُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَ هُمْ یَعْلَمُوْنَ ۝) کہا جاتا ہے توبہ کرنے کے بعد کوئی گناہ کبیرہ نہیں رہتا اور جس پر انسان دوام اختیار کر لے وہ صغیرہ نہیں رہتا۔ (هٰذَا بَیَانٌ لِّلنَّاسِ) اور ہیرے سے (وَ هُدًى) گمراہی سے (وَّ مَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِیْنَ ۝) (وَ لَا تَهِنُوْا) دشمن سے جنگ کے وقت (وَ لَا تَحْزَنُوْا) جو تم میں سے احد میں شہید ہو گئے یا زخمی ہو گئے ان پر غم کا اظہار نہ کرو۔ (وَ اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ) مراد یہ ہے کہ بدر کے دن تم کو احد سے بڑی اور دہری کامیابی ملی تھی۔ (اِنْ یَّمْسَسْكُمْ قَرْحٌ) مراد زخم ہیں۔ (فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِّثْلُهٗ ؕ) یعنی بدر کے دن کے زخم (وَ تِلْكَ الْاَیَّامُ نُدَاوِلُهَا بَیْنَ النَّاسِ ۚ) ان کو بھی غلبہ حاصل ہو چکا اور تم کو بھی البتہ انجام کار دائمی کامیابی تمہارے لیے ہی ہے۔ وَ لِیَعْلَمَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مراد نبی کے ساتھ قتال کرنے والے ہیں (وَ یَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَآءَ ؕ) (شہدائے احد) (وَ لِیُمَحِّصَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا) یعنی اللہ تعالیٰ آزمائے گا جن لوگوں نے ثابت قدمی سے جنگ لڑی۔ (وَ یَمْحَقَ الْكٰفِرِیْنَ ۝) مراد مشرکین ہیں۔

(اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَ لَمَّا یَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِیْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ) جنہوں نے جنگ احد میں بہادری کے خوب جوہر دکھائے۔ (وَ یَعْلَمَ الصّٰبِرِیْنَ ۝) اس دن کون صبر سے کام لے گا۔

(وَ لَقَدْ كُنْتُمْ تَمَنَّوْنَ الْمَوْتَ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَلْقَوْهُ ۪ فَقَدْ رَاَیْتُمُوْهُ وَ اَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ۝) "تلواریں مردوں کے ہاتھ میں، صحابہ کرام میں سے کچھ لوگ ایسے تھے جو جنگ بدر میں شریک نہیں ہو سکے تھے انہی لوگوں نے اصرار کیا کہ مدینہ سے باہر نکل کر احد میں جنگ لڑی جائے تاکہ اجر و ثواب اور مال غنیمت دونوں میں شریک ہو سکیں۔ پھر جب میدانِ احد سجا تو جس نے بھاگنا تھا وہ بھاگ گیا۔ ایک روایت میں ہے: چند لوگوں نے آپ ﷺ کے میدان احد میں پہنچنے سے پہلے کہا تھا: کاش کہ ہمارا مشرکین کی ایک جماعت سے مقابلہ ہو یا تو ہم ان کو ہلاک کر ڈالیں یا پھر شہادت پا جائیں۔ لیکن میدان احد میں جب موت سامنے نظر آئی تو بھاگ گئے۔

وَ مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ الی آخر الایۃ۔ شیطان نے احد کے دن جعال بن سراقہ ثعلبی کی صورت میں آواز لگائی: "محمد قتل کر دیے گئے۔" اس سے لوگ ہر سو بکھر گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں پہاڑی بکری کی طرح تیز بھاگتے ہوئے پہاڑ پر چڑھا وہاں حضور اکرم ﷺ پر یہ آیت نازل ہو رہی تھی۔

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ الایہ۔ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ واپس بھاگ جانا مراد ہے۔ وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ كِتٰبًا مُّؤَجَّلًا ؕ یعنی کوئی شخص اپنے وقت مقررہ سے پہلے موت کا شکار نہیں ہوسکتا۔ یہ ابن ابی کے قول کی تردید کے لیے آیات نازل ہوئیں۔ جب وہ اپنے ساتھیوں کو لے کر واپس چلا گیا اور میدان احد میں شہادتیں واقع ہوئیں تو کہنے لگا: اگر یہ ہمارے ساتھ ہوتے تو شہید نہ ہوتے اور نہ ہی ان کو موت آتی۔ ان آیات میں اللہ رب العزت نے بتلا دیا کہ موت کا وقت مقرر ہے۔

وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا ۚ مراد یہ ہے کہ جو دنیا کے لیے عمل کرے گا ہم اس کو اس کی مرضی کے مطابق رزق عطا کریں گے۔ وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الْاٰخِرَةِ مقصود آخرت ہی ہے۔ نُؤْتِهٖ مِنْهَا ۚ وَسَنَجْزِي الشّٰكِرِيْنَ ۝ وَكَاَيِّنْ مِّنْ نَّبِيٍّ قٰتَلَ ۙ مَعَهٗ رِبِّيُّوْنَ یعنی بڑی جماعت فَمَا وَهَنُوْا لِمَآ اَصَابَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَمَا ضَعُفُوْا نہ تو انہوں نے میدان میں ہتھیار پھینکے نہ ہی ان کے ارادے کمزور ہوئے۔ وَمَا اسْتَكَانُوْا ؕ دشمن کے سامنے جھکے نہیں وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ ۝ جملہ خبریہ ہے کہ انہوں نے صبر سے کام لیا۔

وَمَا كَانَ قَوْلَهُمْ اِلَّآ اَنْ قَالُوْا رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا . وحسن ثواب الاخرة.

''اللہ تعالیٰ نے ان کو کامیابی و کامرانی سے نوازا اور آخرت میں ان کے لیے جیت واجب کردی۔''

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تُطِيْعُوا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَرُدُّوْكُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ ۝

''اگر تم نے جہاد ترک کرکے یہود و منافقین کی پیروی کی تو تم اپنے دین سے ہاتھ دھو بیٹھو گے۔''

بَلِ اللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ ۚ یعنی اللہ تعالیٰ مومنین کا والی و مددگار ہے۔

سَنُلْقِيْ فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ آپ ﷺ نے فرمایا: میری رعب سے مدد کی گئی ہے۔ ایک مہینے کی مسافت آگے اور اتنی ہی پیچھے۔ وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗٓ اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ بِاِذْنِهٖ ۚ جس کا معنیٰ قتل کرنا ہے۔ اگر تم ثابت قدم رہے تو تمہارا رب پانچ ہزار فرشتوں سے تمہاری مدد کرے گا۔ حَتّٰٓى اِذَا فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ فِي الْاَمْرِ تم نے دشمن کے مقابلے میں کمزوری دکھائی وَتَنَازَعْتُمْ مراد تیر اندازوں کا اختلاف رائے ہے۔ جہاں آپ ﷺ نے ان کو متعین فرمایا تھا مگر انہوں نے حکم عدولی کی۔ نبی کریم ﷺ نے واضح الفاظ میں ارشاد فرمایا تھا: تم اپنی جگہ کو ہرگز نہ چھوڑنا اگر تم دیکھو کہ ہم کو قتل کیا جا رہا ہے پھر بھی ہماری نصرت کو نہ آنا۔ اگر دیکھو کہ ہم مال غنیمت اکٹھا کر رہے ہیں تو ہمارے ساتھ شریک مت ہونا۔

مِّنْ بَعْدِ مَآ اَرٰىكُمْ مَّا تُحِبُّوْنَ ؕ مراد مشرکین کی شکست ہے۔ پھر تم پیٹھ پھیر کر بھاگ گئے۔ مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الدُّنْيَا . دنیا سے مراد لشکر اور اس کا ساز و سامان ہے۔ وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ۚ اس سے مراد تیر انداز لوگ ہیں جو جبل رماۃ پر ثابت قدم رہے اور مال اکٹھا کرنے والوں کو معاف کر دیا۔ اِذْ تُصْعِدُوْنَ جب تم پہاڑ پر چڑھے جا رہے تھے۔ وَلَا تَلْوٗنَ عَلٰٓى اَحَدٍ وَّ الرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ فِيْٓ اُخْرٰىكُمْ مسلمان شکست خوردہ پہاڑ کی طرف بھاگے جا رہے تھے اور رسول اللہ ﷺ پکار رہے تھے: اے

مسلمانو! اللہ کے رسول کی طرف پلٹو! لیکن کوئی بھی واپس نہ ہوا۔ اللہ رب العزت نے یہ سب معاف کر دیا۔ فَاَثَابَكُمْ غَمًّا بِغَمٍّ پہلا غم مسلمانوں کا قتل ہونا اور زخمی ہونا تھا اور دوسرا غم رسول اللہ ﷺ کے قتل ہونے کی خبر تھی جس نے دوسرے سارے غم بھلا دیے، دوسرے قول کے مطابق پہلا غم وہ تھا جب وہ رسول اللہ ﷺ کو شکست کے بعد اکیلا چھوڑ گئے اور دوسرا غم وہ تھا جب مشرکین پہاڑ کی دوسری جانب سے سروں پر آ پہنچے۔ اس نے پہلا غم بھی بھلا دیا۔

تیسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد ایک کے بعد ایک مصیبت کا پیش آنا ہے۔ لِّكَيْلَا تَحْزَنُوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ تاکہ تم فوت شدہ مال غنیمت اور قتل ہونے والے یا زخمی ہونے والے مسلمانوں کو یاد کر کے غمگین نہ ہو جاؤ۔ ثُمَّ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ الْغَمِّ اَمَنَةً نُّعَاسًا يَّغْشٰى طَآىِٕفَةً مِّنْكُمْ ۙ وَ طَآىِٕفَةٌ قَدْ اَهَمَّتْهُمْ اَنْفُسُهُمْ يَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةِ ؕ يَقُوْلُوْنَ هَلْ لَّنَا مِنَ الْاَمْرِ مِنْ شَيْءٍ ؕ قُلْ اِنَّ الْاَمْرَ كُلَّهٗ لِلّٰهِ ؕ يُخْفُوْنَ فِيْۤ اَنْفُسِهِمْ مَّا لَا يُبْدُوْنَ لَكَ ؕ يَقُوْلُوْنَ لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ مَّا قُتِلْنَا هٰهُنَا ؕ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے معتب بن قشیر سے نیند کی حالت میں یہ قول سنا: لَوْ كُنْتُمْ فِيْ بُيُوْتِكُمْ لَبَرَزَ الَّذِيْنَ كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ اِلٰى مَضَاجِعِهِمْ ۚ اگر تم اپنے گھروں میں بھی ٹھہرے رہتے تب بھی جن لوگوں نے قتل ہونا تھا ان کے لیے اس کے علاوہ کوئی اور چارہ کار نہ ہوتا کہ وہ اپنی قتل گاہوں میں پہنچ جائیں۔ وَ لِيَبْتَلِيَ اللّٰهُ مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ وَ لِيُمَحِّصَ مَا فِيْ قُلُوْبِكُمْ ؕ تاکہ ان کے دلوں کی کھوٹ اور کینہ ظاہر کرے۔ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝ جو کچھ وہ اپنے سینوں میں خیر و شر چھپائے ہوئے ہیں۔ سب کچھ اللہ کے علم میں ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ ۙ اِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطٰنُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوْا ۚ

''احد میں جو شکست ہوئی وہ بعض لوگوں کے حکم نبوی سے اعراض کرنے کی وجہ سے ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے درگزر فرمایا۔''

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ قَالُوْا لِاِخْوَانِهِمْ اِذَا ضَرَبُوْا فِي الْاَرْضِ اَوْ كَانُوْا غُزًّى لَّوْ كَانُوْا عِنْدَنَا مَا مَاتُوْا وَ مَا قُتِلُوْا ۚ

یہ آیت ابن ابی کے بارے میں اتری۔ جس میں اللہ رب العزت مومنین کو حکم دے رہے ہیں کہ ابن ابی والی باتیں اپنی زبانوں سے نہ کہو اس کے بارے میں ہی اللہ رب العزت نے فرمایا: كَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۔ لِيَجْعَلَ اللّٰهُ ذٰلِكَ حَسْرَةً فِيْ قُلُوْبِهِمْ ؕ ۔ وَ لَىِٕنْ قُتِلْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوْ مُتُّمْ ۔ يَجْمَعُوْنَ ۝ جو شخص تلوار سے یا دشمن کے مقابلے میں یا سرحد کی پہرہ داری میں مارا گیا دنیا کی ہر چیز سے بہتر ہے۔

لَاِلَى اللّٰهِ تُحْشَرُوْنَ ۝ قیامت کے دن سب اللہ رب العزت کے پاس جمع ہوں گے۔ فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ ۔۔ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ ۪ مراد صحابہ ہیں جو احد کے دن بھاگ گئے تھے۔

فَاعْفُ عَنْهُمْ وَ اسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَ شَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ ۚ اللہ رب العزت نے نبی کریم ﷺ کو حکم دیا کہ جنگ کے

بارے میں اپنے صحابہ سے مشورہ لیں۔ آپ ﷺ کا معمول تھا کہ سوائے جنگ کے معاملے کے کسی اور میں مشورہ نہ کرتے تھے۔

فَاِذَا عَزَمْتَ جب تم کسی بات پر اتفاق کرلو تو فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ۔

وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّغُلَّ ۚ وَمَنْ يَّغْلُلْ يَاْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۚ

یہ آیت بدر کے بارے میں نازل ہوئی۔ لوگوں کو ایک سرخ اونٹوں کا ریوڑ مالِ غنیمت میں ملا۔ بعد میں کہنے لگے کہ وہ ریوڑ تو نبی ﷺ نے اپنے لیے رکھ لیا ہے۔

اَفَمَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَ اللّٰهِ كَمَنْۢ بَآءَ بِسَخَطٍ مِّنَ اللّٰهِ۔ مقصد یہ ہے کہ کیا ایمان والا کافر کے برابر ہے؟ هُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ فضائل و درجات اللہ کے ہاں بہت بلند ہیں۔ لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ۔ یعنی محمد ﷺ کو بھیجا يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ یعنی قرآن کریم: وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ قرآن اور حکمت و دانائی کی باتیں سکھلائے: وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۳﴾

اَوَلَمَّاۤ اَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةٌ قَدْ اَصَبْتُمْ مِّثْلَيْهَا ۙ قُلْتُمْ اَنّٰى هٰذَا ۚ إلى آخر الاية احد کے دن مسلمانوں کو یہ تکلیف پہنچی تھی کہ ستر افراد شہید ہو گئے اور زخمی اس سے علاوہ تھے۔ قُلْتُمْ اَنّٰى هٰذَا ۚ قُلْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اَنْفُسِكُمْ ۚ یعنی تم تیر اندازوں کی رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی سبب بنی۔ قَدْ اَصَبْتُمْ مِّثْلَيْهَا ۙ مسلمانوں نے بدر میں ۷۰ کافروں کو قتل اور ۷۰ کو قیدی بنایا تھا۔ وَمَاۤ اَصَابَكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ مراد غزوہ احد ہے۔

فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَلِيَعْلَمَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿﴾ وَلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ نَافَقُوْا ۚ تا کہ معلوم ہو جائے کہ کون قتل و قتال میں شریک ہوتا ہے اور کون منافقت کرتا ہے؟ وَقِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا قَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوِ ادْفَعُوْا ۚ قَالُوْا لَوْ نَعْلَمُ قِتَالًا لَّاتَّبَعْنٰكُمْ ۚ یہ کہنے والا ابن ابی ہے۔ اَوِ ادْفَعُوْا ۚ یعنی ہمارے ساتھ شامل ہونے سے دشمن پر رعب بڑھے گا یا پھر بددعا ہے کہ واپس چلے جاؤ۔ ابن ابی نے جب احد کے دن یوں کہا: اگر ہم کو علم ہوتا کہ واقعی جنگ ہوگی ہم تمہارے ساتھ نہ آتے، اس پر اللہ رب العزت نے فرمایا: هُمْ لِلْكُفْرِ يَوْمَئِذٍ اَقْرَبُ مِنْهُمْ لِلْاِيْمَانِ ۚ یہ بھی ابن ابی کے بارے نازل ہوئی۔ قُلْ فَادْرَءُوْا عَنْ اَنْفُسِكُمُ الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿﴾ یہ بھی منافق ابن ابی کے بارے میں ہے۔

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ۚ ... اِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿﴾

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: آپ ﷺ نے جب تمہارے بھائی احد میں شہید ہو گئے ان کی روحوں کو سبز پرندوں کے پیٹوں میں رکھا گیا جو کبھی جنت کی نہروں سے سیراب ہوتے ہیں اور کبھی جنت کے پھلوں سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ عرش کے سائے میں لٹکی ہوئی قندیلوں میں واپس آجاتی ہیں، جب انہوں نے جنت میں پاکیزہ طعام و شراب اور اپنا خوبصورت انجام دیکھا تو تمنا کرنے لگیں: کاش! ہمارے بھائیوں کو دنیا میں معلوم ہو جائے کہ اللہ رب العزت نے ہمارا کیسے اعزاز و اکرام کیا ہے اور ہم کن نعمتوں میں ہیں تا کہ وہ کبھی اللہ کی راہ میں جہاد کرنے سے گریز نہ کریں اور نہ ہی جنگ برپا ہونے

پر انکار کریں۔ اللہ رب العزت نے فرمایا: میں نے تمہاری بات ان تک پہنچا دی۔ پھر مذکورہ بالا یہ آیت نازل ہوئی: جو لوگ اللہ کی راہ میں شہید کر دیے گئے ان کو مردہ خیال مت کرو وہ لوگ زندہ ہیں اپنے رب کے ہاں رزق دیے جاتے ہیں۔

آپ ﷺ سے منقول ہے کہ شہداء جنت کے سبز پرندوں میں نہروں کے کنارے بیٹھے ہوں گے وہاں ان کو ان کا رزق صبح وشام ملے گا۔

ابن مسعود ؓ فرماتے ہیں: اس آیت کا مضمون یہ ہے کہ شہداء کی ارواح اللہ رب العزت کے ہاں سبز پرندوں کی مانند عرش کے ساتھ معلق قنادیل میں قیام پذیر ہوتی ہیں۔ جنت میں جہاں چاہتی ہیں اڑتی پھرتی ہیں۔ تمہارے رب نے ایک دفعہ پوچھا: کیا تمہیں مزید کسی شی کی حاجت ہے جو میں پوری کروں؟ جواب ملا: اے ہمارے رب! کیا ہم جنت میں نہیں ہیں جہاں چاہتی سیر کرتی ہیں۔ اللہ رب العزت نے پھر ایک دفعہ سوال فرمایا: کیا کوئی حاجت ہے؟ انہوں نے کہا: اے خدا! ہماری روحوں کو ہمارے اجسام کی طرف واپس لوٹا دے تا کہ ہم دوبارہ تیرے راستے میں شہید ہو سکیں۔

اَلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ مِنْۢ بَعْدِ مَآ اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ ۛ الخ

ان لوگوں کا تذکرہ ہے جو غزوہ حمراء الاسد میں شریک ہوئے۔

عبدالحمید بن جعفر اپنے والد سے نقل کرتے ہیں: جب محرم کی اتوار کی رات ہوئی تو عبداللہ بن عمرو بن عوف المزنی ؓ اور بلال ؓ نبی کریم ﷺ کے دروازے پر بیٹھ گئے۔ حضرت بلال ؓ اذان دے کر آپ ﷺ کی تشریف آوری کا انتظار فرما رہے تھے۔ آپ ﷺ تشریف لے آئے۔ حضرت مزنی ؓ نے کھڑے ہو کر عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میں اپنے گھر والوں کے پاس سے باہر آیا، پھر جب اس سے اکتانے لگا تو قریش کے لوگ آ گئے۔ میں نے عزم کیا کہ میں ضرور ان میں شامل ہو کر ان کی باتیں سنوں گا میں ان کے پاس بیٹھ گیا میں نے ابوسفیان اور اس کے آس پاس بیٹھے لوگوں کی باتیں سنیں وہ کہہ رہے تھے ہم کچھ نہ کر سکے۔ جب تم نے مسلمانوں کو تہ تیغ کیا تھا تو آؤ بقیہ لوگوں کو بھی ہم جڑ سے اکھاڑ پھینکیں۔ مگر صفوان نے انکار کر دیا۔ آپ ﷺ نے حضرت ابوبکر ؓ اور عمر ؓ کو طلب فرمایا اور ان کے سامنے صورتِ حال رکھ دی جو مزنی نے بتلائی تھی۔ شیخین نے فرمایا: اے اللہ کے رسول! دشمن کا پیچھا کریں وہ لوگ بھی اولاد کی حفاظت کی خاطر گھروں میں بیٹھنے والے نہیں۔

جب رسول اللہ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو لوگوں کا ہجوم امڈ آیا آپ ﷺ نے حضرت بلال کو حکم دیا کہ لوگوں میں آواز لگائیں تا کہ دشمن کا قلع قمع کر سکیں۔

بعض نے اس طرح بیان کیا ہے کہ اتوار کے دن صبح کو رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کو نکلنے کا حکم دیا وہ لوگ زخمی حالت میں ہی نکل آئے۔

اَلَّذِيْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا ۖ ... وَ اتَّبَعُوْا رِضْوَانَ اللّٰهِ ۗ

ابوسفیان بن حرب نے احد کے دن رسول اللہ ﷺ سے آئندہ سال دوبارہ بدر میں لڑائی کا وعدہ کیا تھا۔ ابوسفیان سے کہا گیا کہ تم

نے جو نبی کریم ﷺ سے وعدہ کیا تھا وہ پورا نہیں کرو گے؟ چنانچہ ابوسفیان نے نعیم بن مسعود اشجعی کو مدینہ کی طرف روانہ کیا تا کہ مسلمانوں کو جنگ نہ کرنے پر آمادہ کر سکے اور اس کے لیے ۱۰ اونٹوں کا وعدہ کیا بشرطیکہ اپنے ہدف میں کامیاب ہو جائے۔ نعیم بن مسعود مسلمانوں سے آ کر کہنے لگا: قریش نے تمہارے خلاف بہت بڑا لشکر تیار کر رکھا ہے وہ تمہاری سرزمین تک پہنچ چکے ہیں لہٰذا اب تم گھروں میں بند ہو جاؤ۔ قریب تھا کہ وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاتا اور تمام لوگوں کو جنگ سے روکنے میں کامیاب ہو جاتا۔ آپ ﷺ کو جب خبر ملی تو فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے! اگر میرے ساتھ کوئی ایک بھی نہ نکلا تو میں اکیلا چلا جاؤں گا۔ اس سے ان سب کی آنکھیں کھل گئیں اور وہ لوگ تجارت میں مشغول ہو گئے۔ فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ. مراد تجارت ہے یعنی انہوں نے نفع کمایا لَّمْ يَمْسَسْهُمْ سُوْٓءٌ جنگ کا سامنا نہ کرنا پڑا اور آٹھ دن قیام کر کے واپس چلے گئے۔

اِنَّمَا ذٰلِكُمُ الشَّيْطٰنُ يُخَوِّفُ اَوْلِيَآءَهٗ فَلَا تَخَافُوْهُمْ وَخَافُوْنِ. شیطان اپنے پیروکاروں کے دلوں میں خوف پیدا کرتا ہے۔ وَلَا يَحْزُنْكَ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْكُفْرِ اِنَّهُمْ لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْـًٔا. اِنَّ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الْكُفْرَ بِالْاِيْمَانِ یعنی کفر کو ایمان پر ترجیح دی۔ وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ خَيْرٌ لِّاَنْفُسِهِمْ... کافروں کو مہلت اس لیے نہیں ملی تا کہ دوبارہ تندرست و توانا ہو جائیں اور اپنے دشمن پر حکومت کے خواب دیکھیں بلکہ ان کو مہلت اس لیے ملی ہے تا کہ ان کے جرائم اور گناہ اور زیادہ ہو جائیں اور کفر کے اندھیرے میں مزید آگے چلے جائیں۔

مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ. مراد احد والوں کو پہنچنے والی تکالیف اور مصائب ہیں۔ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ. یعنی اپنے رسولوں میں سے جس کو چاہتا ہے اپنے قریب کر لیتا ہے۔

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ إلى قوله يَوْمَ الْقِيٰمَةِ.

اس آیت کا معنی ہے کہ وہ سانپ جس کا حق ادا نہ کیا گیا ہو گا قیامت کے دن وہ آدمی کی گردن سے لپٹا ہو گا۔ اور کہے گا میں تیرا مال ہوں۔

لَقَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ فَقِيْرٌ وَّنَحْنُ اَغْنِيَآءُ. جب مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا. آیت اتری تو فنحاص نامی یہودی کہنے لگا اللہ تعالیٰ فقیر و محتاج ہے اور ہم اغنیاء و مالدار ہیں۔ خدا کو چاہیے کہ ہم سے قرض لے لے۔ وَقَتْلَهُمُ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَّنَقُوْلُ ذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ۞ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْكُمْ وہ اعمال تمہارا کفر اور انبیاء کو قتل کرنا ہے۔ اَلَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ عَهِدَ اِلَيْنَآ اَلَّا نُؤْمِنَ لِرَسُوْلٍ حَتّٰى يَاْتِيَنَا بِقُرْبَانٍ تَاْكُلُهُ النَّارُ یہ آیت اور آئندہ آیت یہود کے بارے نازل ہوئی۔ وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا. مراد مشرکین عرب ہیں۔ اَذًى كَثِيْرًا. یہ آیت قتال کا حکم ملنے سے پہلے نازل ہوئی: وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَتُبَيِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَلَا

تَكْتُمُوْنَهٗ ۡ فَنَبَذُوْهُ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ وَ اشْتَرَوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ فَبِئْسَ مَا يَشْتَرُوْنَ ۝ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَفْرَحُوْنَ بِمَآ اَتَوْا وَّ يُحِبُّوْنَ اَنْ يُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوْا فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ مِّنَ الْعَذَابِ ۚ وَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ یہود کے علماء سے عہد لیا گیا تھا کہ حضور اکرم ﷺ کی صفات بیان کرنے میں بخل سے کام نہیں لیں گے نہ ہی کتمان کریں گے۔ فَنَبَذُوْهُ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ انہوں نے اس حکم کی پرواہ نہ کی بلکہ صفات نبی بدل ڈالیں۔ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَفْرَحُوْنَ بِمَآ اَتَوْا وَّ يُحِبُّوْنَ اَنْ يُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوْا۔ یہ آیت منافقین کے بارے میں نازل ہوئی۔ جنہوں نے جنگ ہونے پر ساتھ چلنے کا وعدہ کیا تھا مگر جنگ کے وقت دھوکہ دیا۔ دوسرا قول یہود کے بارے میں ہے۔ اَلَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰى جُنُوْبِهِمْ وہ مومن کھڑے، بیٹھے، لیٹے ہر حالت میں اللہ کا ذکر یعنی نماز ادا کرتے ہیں۔ رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِيْ لِلْاِيْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا ۖ قرآن کہتا ہے۔ سب نے نبی ﷺ کو نہیں دیکھا: فَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَ اُوْذُوْا فِيْ سَبِيْلِيْ وَ قٰتَلُوْا وَ قُتِلُوْا۔ اس سے مراد مہاجرین ہیں جن کو مکہ سے نکال دیا گیا تھا۔ لَا يَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِي الْبِلَادِ ۝ مَتَاعٌ قَلِيْلٌ ۗ متاع قلیل سے تجارت و پیشہ مراد ہے۔ وَ اِنَّ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَمَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ ...... یہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ ہیں۔ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَ صَابِرُوْا وَ رَابِطُوْا ۗ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ احد میں شہید ہو گئے۔ آپ ﷺ واپس مدینہ تشریف لائے۔ پھر حمراء الاسد تشریف لے گئے۔ حضرت سعد بن ربیع کے بھائی نے آ کر وراثت کا مال لے لیا۔ سعد رضی اللہ عنہ کی دو بیٹیاں تھیں اور بیوی حاملہ تھی اور اس وقت تک مسلمان جاہلیت کے طریقے کے مطابق ہی وراثت کا مال تقسیم کیا کرتے تھے۔ جب سعد بن ربیع کی وفات ہوئی تو لڑکیوں کے چچا نے مال پر قبضہ کر لیا۔ ابھی تک میراث کے احکام نازل نہیں ہوئے تھے۔ حضرت سعد کی بیوی پختہ سوچ کی مالک دانا عورت تھی۔ چنانچہ اس نے نبی کریم ﷺ کو گھر دعوت دی اور آپ ﷺ کے لیے روٹی اور گوشت تیار کیا۔ ان دنوں وہ مقام اسواف میں قیام پذیر تھیں۔ ہم صبح کے وقت نبی کریم ﷺ کے پاس تشریف لائے۔ ہم بیٹھے جنگ احد اور شہدائے احد کا تذکرہ کر رہے تھے اور ساتھ ساتھ حضرت سعد بن ربیع کے متعلق گفتگو چل رہی تھی کہ آپ ﷺ نے ساتھ چلنے کا حکم دیا۔ ہم ۲۰ آدمی نبی ﷺ کے ساتھ اسواف میں چلے گئے۔ ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ گھر داخل ہوئے۔ ہم نے دیکھا، بیٹھنے کے لیے ٹاٹ بچھا رکھا ہے۔ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نہ وہاں کوئی تکیہ تھا نہ بچھانے کو چادر ہم سب بیٹھ گئے۔ نبی کریم ﷺ سعد بن ربیع کے متعلق باتیں کرنے لگے اور ہمدردی کا اظہار کر رہے تھے اور فرما رہے تھے: میں نے سعد بن ربیع کو دیکھا کہ نیزوں سے شدید زخمی ہو چکے ہیں حتیٰ کہ شہید ہو گئے۔ جب عورتوں نے باتیں سنیں تو رو پڑیں اور حضور ﷺ کی آنکھیں بھی تر ہو گئیں۔ آپ ﷺ نے رونے سے منع نہیں فرمایا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پھر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: عنقریب ایک جنتی آدمی تمہارے پاس آنے والا ہے۔ ہم غور سے دیکھنے لگے کہ کون آتا ہے؟ چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نمودار ہوئے، ہم نے کھڑے ہو کر انہیں جنت کی بشارت سنائی۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے سلام کیا اہل مجلس نے جواب دیا پھر بیٹھ گئے۔

نبی کریم ﷺ نے پھر فرمایا: اہل جنت میں سے ایک شخص تمہارے پاس آنے والا ہے۔ ہم غور سے دیکھنے لگے کہ درخت خرما میں سے کون آتا ہے؟ آنے والے حضرت عمر رضی اللہ عنہ تھے، ہم نے کھڑے ہو کر انہیں بشارت نبوی سنائیں۔ انہوں نے سلام کیا اور بیٹھ گئے۔ نبی کریم ﷺ نے پھر تیسری مرتبہ جنتی آدمی کے وارد ہونے کی خوشخبری سنائی۔ ہم نے پھر کھجوروں کے درختوں کی طرف جھانکنا شروع کر دیا۔ اتنے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ برآمد ہوئے۔ ہم نے کھڑے ہو کر انہیں بھی جنت کی خوش خبری دی۔ وہ سلام کہہ کر بیٹھ گئے۔

پھر کھانا لایا گیا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: کھانا صرف ایک یا دو آدمیوں کے کھانے کی مقدار میں تھا۔ آپ ﷺ نے دست مبارک اس میں ڈالا اور فرمایا: اللہ کے نام سے کھاؤ۔ ہم نے سیر ہو کر کھانا کھایا۔ خدا کی قسم! ہم کھانے کو ذرا بھی اوپر سے اوپر نہ کر سکے (کھانا ویسے کا ویسا ہی باقی تھا جیسے آیا تھا)۔

پھر نبی کریم ﷺ نے کھانا اٹھا لینے کا حکم دیا۔ انہوں نے کھانا اٹھا لیا۔ پھر ایک بڑی پلیٹ میں فوراً یا تھوڑی دیر بعد تازہ کھجوریں لے کر آئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ کا نام لے کر کھانا شروع کر دو! حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم نے پیٹ بھر کر کھجوریں کھائیں لیکن میں نے دیکھا کہ پلیٹ میں اتنی ہی مقدار میں کھجوریں باقی ہیں جتنی لائی گئی تھیں۔ ظہر کا وقت آ گیا۔ آپ ﷺ نے ہمیں نماز پڑھائی مگر پانی کو چھوا تک نہیں، پھر واپس مجلس میں تشریف لے آئے۔ گفت و شنید کا سلسلہ جاری رہا۔ پھر عصر کا وقت آ گیا۔ پھر بقیہ کھانا پیش کیا گیا جو سیر ہو کر کھایا۔ پھر آپ ﷺ نے پانی کو ہاتھ لگائے بغیر ہی عصر کی نماز ادا کر لی۔

اب حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی بیوی نے کھڑے ہو کر عرض کیا: اے اللہ کے رسول! سعد کے احد میں شہید ہونے کے بعد ان کا بھائی آیا اور سارا مال لے گیا۔ سعد کی پیچھے دو بیٹیاں ہیں اور ان کے پاس کوئی مال نہیں ہے۔ بغیر مال کے تو عورت کا نکاح بھی نہیں کیا جا سکتا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یا اللہ! حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے ترکے کا بہترین وارث مقرر فرما۔ اس بارے میں ابھی تک مجھے کوئی علم نہیں دیا گیا۔ جب میں واپس چلا جاؤں تو میرے پاس دوبارہ آنا۔ جب نبی کریم ﷺ گھر تشریف لے گئے تو ہم بھی آپ کے ساتھ دروازے پر تشریف فرما تھے۔ آپ ﷺ نے چادر لے لی۔ ہم سمجھ گئے کہ آپ پر کوئی وحی نازل ہوئی ہے۔ جب کپڑا ہٹایا تو جبین مبارک سے پسینہ بہہ رہا تھا۔

آپ ﷺ نے فرمایا: سعد کی بیوی کو بلاؤ۔ ابو مسعود عقبہ بن عامر انہیں لے کر آئے۔ آپ نے حضرت سعد کی بیوی سے فرمایا: تیرے بیٹے کا چچا کہاں ہے؟ اس نے کہا: گھر پر۔ فرمایا: اس کو بلاؤ۔ پھر آپ ﷺ نے بیٹھ جانے کا حکم دیا وہ بیٹھ گئیں۔ آپ ﷺ نے ایک آدمی کو اس کی طرف دوڑایا، وہ چچا کو لے کر آ گیا۔ چچا بلحارث بن خزرج میں تھا۔ وہ تھکا ماندا حاضر ہو گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اپنے بھائی کے مال میں سے دو ثلث اپنی بھتیجیوں کو دے دو! حضرت سعد کی بیوی نے بلند آواز سے اللہ اکبر کہا، جو اہل مسجد نے سنا۔ مزید فرمایا: اپنی بھاوج کو آٹھواں حصہ دو۔ بقیہ سارا مال آپ کا۔ اس وقت ماں کے پیٹ میں جو

حمل تھا اس کو وارث نہیں مقرر کیا گیا۔

جنگ احد میں مشرکین کو جب شکست ہوئی تو شکست کی خبر لانے والوں میں سب سے اول عبداللہ بن ابی امیہ بن المغیرہ کے پاس خبر لے کر آیا۔ شکست کی خبر مکہ میں جا کر سنانا اس کو پسند نہ آیا، وہ طائف چلا آیا اور اعلان کیا کہ محمد کے ساتھی فتح یاب ہو گئے اور ہم کو شکست اٹھانا پڑی ہے۔ میں نے ہی سب سے پہلے تم کو آ کر خبر دی ہے۔ یہ ابتدائی شکست کا تذکرہ ہے۔ پھر مشرکین نے دوبارہ پلٹ کر حملہ کیا اور جیسا چاہا مسلمانوں کے ساتھ برتاؤ کیا۔ پھر صحابہ کرام کی شکست اور قریش کی کامیابی کی خبر قریش کو سب سے پہلے وحشی نے سنائی۔

وحشی جب مکہ والوں کے پاس شکست کی خبر لے کر نکلا تو اس کی سواری پر چار آدمی سوار تھے۔ مقام حجون کے قریب موجود ٹیلوں کے پاس پہنچ کر بلند آواز سے کہنے لگا: اے قبیلہ قریش، اے قبیلہ قریش! اس نے کئی مرتبہ پکارا۔ لوگ شکست کے تصور سے خوف زدہ جلدی جلدی وہاں پہنچے۔ جب سب آ گئے تو اس نے کہا: تمہیں خوشخبری ہو! ہم نے محمد کے ساتھیوں کو ایسے طریقے سے شکست دی ہے کہ ماضی میں کبھی ایسی شکست کسی قوم کو نہیں ہوئی ہوگی اور محمد کو ہم نے زخمی کر کے حرکت کے قابل نہیں چھوڑا۔ میں نے لشکر کے بڑے سردار حمزہ کو ٹھکانے لگایا ہے۔ لوگ صحابہ کرام کے قتل اور شکست کی خبر لے کر ہر طرف بکھر گئے اور خوشی کا اظہار کرنے لگے۔

جبیر بن مطعم، وحشی کو لے کر ایک طرف آیا اور علیحدگی میں اس سے پوچھا: آپ کو معلوم ہے کیا کہہ رہے ہو؟ وحشی نے کہا: خدا کی قسم! میں سچ کہہ رہا ہوں۔ جبیر نے پوچھا: کیا تو نے واقعی حمزہ کو قتل کیا ہے؟ وحشی نے کہا: میں نے اس کو اس انداز سے نیزہ مارا کہ وہ پیٹ کے راستے ٹانگوں کے درمیان سے جا نکلا پھر حمزہ کو آواز دی گئی مگر جواب نہ ملا۔ پھر میں نے اس کا جگر نکال لیا اور اب تمہارے پاس لے کر آیا ہوں تا کہ تم دیکھ سکو۔ جبیر نے کہا: تو نے ہماری عورتوں کے غم دھو دیے۔ دلوں کو ٹھنڈا کر دیا۔ اس دن جبیر نے اپنی عورتوں کو دوبارہ سے خوشبو اور تیل لگانے کی اجازت دے دی۔ اس دن معاویہ بن مغیرہ بن ابی العاص میدان سے بھاگ نکلا اور راستے پر سیدھا چلتا گیا۔ مدینہ کے قریب پہنچ کر سو گیا۔ جب صبح ہوئی تو مدینہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر پہنچ کر دستک دی۔ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی ام کلثوم نے فرمایا: وہ گھر پر نہیں ہیں۔ وہ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف رکھتے ہیں۔ اس نے کہا: ان کو پیغام بھیجو۔ میں نے ان سے سال قبل اونٹ خریدا تھا، اس کی رقم دینے آیا ہوں، ورنہ میں واپس چلتا ہوں۔ حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو پیغام بھیجا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ آ گئے۔ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے معاویہ بن مغیرہ کو دیکھا تو فرمایا: تیرا ناس ہو۔ اپنے ساتھ مجھے بھی مصیبت میں ڈال دیا۔ کیوں آئے ہو؟ معاویہ بن مغیرہ نے کہا: اے چچا زاد بھائی! یہاں کوئی بھی میرا آپ سے زیادہ قریبی رشتہ دار نہیں ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کو گھر کے ایک کونے میں چلے جانے کا حکم دیا۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس امان طلب کرنے کے لیے تشریف لے گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان کے واپس آنے سے پہلے ہی حکم جاری کر دیا تھا کہ معاویہ صبح کا مدینہ میں آیا ہے اس کو تلاش کرو۔ صحابہ کرام نے

خوب تلاش کیا مگر نہ ملا۔ بعض صحابہ نے کہا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر تلاش کرو۔ انہوں نے گھر میں داخل ہو کر حضرت ام کلثوم سے پوچھا تو انہوں نے بتلا دیا۔ صحابہ کرام نے اس کو بڑے پتھر کے پیچھے سے پکڑ لیا اور لے کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ گئے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تشریف فرما تھے۔ جب حضرت عثمان نے دیکھا کہ معاویہ کو پکڑ لیا گیا ہے۔ فرمانے لگے: قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے! میں آپ کے پاس صرف اس کے لیے امان طلب کرنے آیا تھا۔ اس کو میرے حوالے کر دیجیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امان دے کر تین دن تک نکل جانے کی مہلت دی اور فرمایا: اگر تین دنوں کے بعد نظر آیا تو قتل کر دیا جائے گا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اٹھے اور اس کے لیے ایک اونٹ خریدا اور سامان تیار کر کے اس کے حوالے کر دیا اور فرمایا: اب چلے جاؤ وہ روانہ ہو گیا۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم مقام حمراء الاسد کی طرف نکل پڑے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی مسلمانوں کے ساتھ حمراء الاسد روانہ ہو گئے۔ لیکن معاویہ ٹھہر گیا۔ پھر جب تیسرا دن ہوا تو پھر سواری پر نکل پڑا۔ جب وہ مقام عقیق کے آغاز میں تھا اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: معاویہ یہاں قریب ہی ہے اس کو تلاش کرو۔ لوگ تلاش میں نکل پڑے۔ معاویہ راستہ سے بھٹک چکا تھا۔ صحابہ کرام نے آخر اس کو پکڑ لیا۔ پکڑنے والے زید بن حارثہ اور عمار بن یاسر تھے۔ انہوں نے بڑی پھرتی دکھائی اور مقام جماء میں اس کو آلیا۔ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے اسے قتل کر ڈالا۔ عمار رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: میرا بھی حق ہے۔ چنانچہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ بھی تیر مار کر قتل میں شریک ہو گئے۔ پھر دونوں نے واپس آ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی۔

یہ بھی منقول ہے کہ معاویہ مدینہ سے میل کے فاصلے پر واقع ثنیۃ الشرید میں پکڑا گیا۔ یہ اس وجہ سے ہوا کیونکہ وہ راستہ سے بھٹک گیا تھا۔ دونوں نے گرفتار کر لیا اور اس کو تیر کا نشانہ بنا کر قتل کر دیا۔

غزوۂ حمراء الاسد

غزوہ احد ہجرت کے ۳۲ ویں مہینے شوال کے آغاز میں اتوار کے دن پیش آیا۔ نبی کریم ﷺ مدینہ سے پانچ دن مسلسل غائب رہنے کے بعد جمعہ کے دن واپس مدینہ میں داخل ہوئے۔ کہتے ہیں کہ جب احد والے دن نبی کریم ﷺ نے صبح کی نماز ادا کی تو اس وقت اوس وخزرج کے بڑے بڑے سردار آپ کے ساتھ ہی موجود تھے۔ چنانچہ سعد بن عبادہ، حباب بن المنذر، سعد بن معاذ، اوس بن خولی، قتادہ بن نعمان اور عبد بن اوس نے دیگر حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ وہ رات مسجد میں نبی کریم ﷺ کے گھر کا پہرہ دیتے ہوئے گزاری۔ پھر جب صبح کو آپ واپس مسجد تشریف لائے تو بلال رضی اللہ عنہ کو عام منادی کرنے کا حکم دیا کہ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے حکم ہے کہ دشمن کے تعاقب کے لیے نکل پڑو۔ اور ہمارے ساتھ صرف وہ لوگ نکلیں جو احد میں بھی ہمارے ساتھ شریک جنگ تھے۔

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ اپنی قوم کے پاس چلے گئے اور انہیں نفیر عام کا حکم دیا۔ حالانکہ بنوعبدالاشہل کے اکثر لوگ بلکہ تمام کے تمام لوگ شدید زخمی تھے۔ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ آئے اور فرمایا: رسول اللہ ﷺ کا تمہارے لیے حکم یہ ہے کہ تم دشمن کا پیچھا کرو۔

حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ کے جسم پر سات زخم تھے اور وہ ان کے علاج کا ارادہ رکھتے تھے۔ زخموں کے باوجود حضرت اسید نے حکم نبی ﷺ پر لبیک کہا اور فرمایا: اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا حکم سر آنکھوں پر۔ انہوں نے اسلحہ لیا اور اپنے زخموں کے علاج کی طرف کوئی توجہ نہ دی اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جا ملے۔

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ خربی والوں کے پاس تشریف لائے جس وقت وہ اپنے زخموں کے علاج میں مصروف عمل تھے۔ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کا یہ حکم ہے کہ تم دشمن کا تعاقب کرنے کے لیے نکل پڑو۔ انہوں نے زخموں کی فکر چھوڑ دی اور اسلحہ پر جھپٹ پڑے۔

بنوسلمہ سے چالیس زخمی لوگ روانہ ہو گئے۔ طفیل بن نعمان کے ۱۳ زخم آئے تھے۔ خراش بن صمہ کے ۱۰ زخم تھے۔ کعب بن مالک کے بھی دس سے کچھ اوپر زخم تھے۔ قطبہ بن عامر بن حدیدہ کے ۹ زخم تھے۔ زخموں کے ساتھ ہی یہ لوگ گھاٹی کے ابتداء ہی میں بئر ابی عنبہ کے پاس (پرانے راستے کے مطابق) نبی کریم ﷺ سے جا ملے، وہاں جا کر اسلحہ سے لیس سیدھے صفوں میں کھڑے ہو گئے۔ جب نبی کریم ﷺ نے ان کے زخم دیکھے تو دعا فرمائی۔

”اے اللہ! بنوسلمہ پر رحم فرما۔“

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: عتبہ بن جبیرہ نے مجھے اپنے قبیلہ کے کئی آدمیوں سے نقل کیا ہے کہ عبداللہ بن سہل اور رافع بن سہل بن عبدالاشہل جب احد سے واپس لوٹے تو بہت زیادہ زخمی تھے۔ ان دونوں میں سے عبداللہ بن سہل کی حالت زیادہ خراب تھی صبح کے وقت جب حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام لے کر آئے تو ایک دوسرے سے کہنے لگے: خدا کی قسم! اگر ہم جنگ سے پیچھے رہ گئے تو یہ وعدہ خلافی اور دھوکہ ہوگا۔ لیکن ہمارے پاس تو سواری بھی نہیں۔ کیا کریں؟ عبداللہ نے کہا: چلتے ہیں۔ رافع رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھ میں چلنے کی ہمت نہیں۔ بھائی نے پھر کہا: آؤ چلتے ہیں۔ اپنے آپ کو کھینچ کر گھسیٹ کر لے جائیں گے۔ چنانچہ دونوں بھائی نکل پڑے مگر چلنا دوبھر ہو رہا تھا۔ گھسیٹے ہوئے جا رہے تھے۔ رافع رضی اللہ عنہ اس سے بھی جاتے رہے۔ حضرت عبداللہ اس کو کمر پر اٹھا کر چل پڑتے۔ پھر تھوڑا فاصلہ طے کرنے کے بعد اتار دیتے۔ بالآخر دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس عشاء کے وقت پہنچ گئے جبکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آگ روشن کیے ہوئے تھے دونوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کرنے کی غرض سے لایا گیا پہرے دار عباد بن بشر نے پوچھا: تم کو کس چیز نے روکے رکھا؟ دونوں نے اپنا عذر بیان کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعائے خیر فرمائی اور فرمایا: اگر تمہیں اور دیر ہو جاتی تو تمہارے لیے گھوڑے خچر اور اونٹ کی سواری کا انتظام ہو جاتا لیکن یہ تمہارے حق میں بہتر نہ ہوتا۔

یعقوب بن عمر بن قتادہ سے مروی ہے کہ یہ دونوں انس و مؤنس تھے۔ انہی کا یہ قصہ ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے اللہ کے رسول! اعلان کرنے والے نے ساتھ یہ شرط لگائی ہے کہ غزوہ احد سے غائب رہنے والا اب آپ کے ساتھ شریک جنگ نہیں ہو سکتا۔ میں آپ کے ساتھ جنگ احد میں شریک ہونے کے لیے بہت بے تاب تھا لیکن میرے والد نے مجھ کو پیچھے بہنوں کی حفاظت پر مامور فرما دیا اور فرمایا: اے بیٹا! ہمارے لیے مناسب نہیں ہے کہ ہم ان عورتوں کو اکیلے چھوڑ کر چلے جائیں وہ ضعیف عورتیں ہیں۔ میں ان کے بارے میں بہت خوف زدہ ہوں۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ میں شریک ہونے جا رہا ہوں۔ شاید اللہ تعالیٰ مجھے شہادت سے نوازے۔ اس لیے میں ان کے پاس ہی رہا۔ اللہ تعالیٰ نے میرے مقابلے میں ان کو مرتبہ شہادت سے سرفراز فرمایا۔ حالانکہ میں زیادہ امیدوار تھا۔ لہٰذا آپ مجھے اجازت مرحمت فرما دیجیے کہ میں بھی آپ کے ساتھ نکل جاؤں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دے دی۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میرے علاوہ کوئی شخص ایسا نہیں تھا جو احد میں شریک نہ ہوا ہو۔ چند لوگوں نے اجازت لینا چاہی مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انکار فرما دیا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا علم مبارک ابھی تک بندھا ہوا ہی تھا، اسے کھولا نہیں گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جھنڈا منگوا کر حضرت علی رضی اللہ عنہ یا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھما دیا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب غزوہ حمراء الاسد کے لیے روانہ ہوئے تو آپ کے چہرۂ انور پر زرہ کے حلقوں کے نشانات موجود تھے۔ پیشانی مبارک بھی زخمی تھی۔ دندان مبارک شہید ہو چکے تھے، نچلے ہونٹ کا اندرونی حصہ بھی متاثر ہوا تھا۔ ابن قمیئہ کی کندھے پر

ضرب کاری سے جسم نقاہت کا شکار تھا۔ گھٹنے مبارک بھی زخمی ہو چکے تھے۔ سب کے باوجود نبی کریم ﷺ روانہ ہوئے اور مسجد میں پہنچ کر دو رکعت نماز ادا کی۔ لوگ بھی سب جمع ہو گئے۔ عوالی والوں کے پاس جب نبی کریم ﷺ کا پیغام پہنچا تو وہ بھی آ گئے۔ آپ ﷺ نے نماز پڑھ کر مسجد کے دروازے پر اپنی سواری طلب فرمائی۔

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے جب اعلان سنا تو نبی کریم ﷺ سے ملے اور نبی کریم ﷺ کی روانگی کا انتظار کرنے لگے۔ آپ ﷺ زرہ اور خود پہنے ہوئے تھے، صرف آنکھیں ہی نظر آ رہی تھیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے طلحہ! اپنا اسلحہ لاؤ۔ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! قریب ہی رکھا ہے۔ حضرت طلحہ فرماتے ہیں: میں نے جلدی سے زرہ زیب تن کی، تلوار ہاتھ میں لی اور سینہ کو ڈھال سے محفوظ کیا۔ مجھے نو زخم آئے تھے مگر رسول اللہ ﷺ کے زخموں کے مقابلے میں مجھے اپنے زخموں کی پرواہ نہ تھی۔ پھر آپ ﷺ نے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا: اے طلحہ! لوگوں کو دیکھ رہے ہو؟ فرمایا: جی ہاں! اس وقت وہ تعداد میں بہت زیادہ ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میرا بھی یہی خیال تھا لیکن طلحہ سن لو آئندہ کبھی بھی یہ لوگ ہمارے ساتھ اس جیسی جنگ کی طاقت جمع نہیں کر سکیں گے حتیٰ کہ ہم فاتح بن کر مکہ پہنچ جائیں۔

نبی کریم ﷺ نے بنو اسلم کے تین منتخب آدمیوں کو حالات کی خبر گیری کے لیے آگے بھیج دیا۔ سفیان بن خالد بن عوف بن دارم کے دو بیٹے نعمان اور سلیط تھے اور بنو عویمر سے قبیلہ اسلم کا ایک تیسرا آدمی بھی ساتھ تھا جس کا نام معلوم نہیں ہو سکا۔ اول الذکر دونوں چلتے چلتے دشمن کے قریب پہنچ گئے مگر تیسرے نے آنے میں سستی کی۔ دونوں میں سے ایک کے جوتے کا تسمہ نکل گیا اس نے دوسرے سے جوتا طلب کیا مگر اس نے انکار کر دیا۔ اول نے دوسرے کے سینے پر زور سے ٹانگ ماری وہ کمر کے بل گر گیا اور پہلے نے اس کا جوتا پکڑ لیا۔ لوگ بڑی شان و شوکت سے مقام حمراء الاسد پہنچے۔ قریش واپس جانے کے لیے مشورہ کر رہے تھے لیکن صفوان بن امیہ نے واپس جا کر دوبارہ میدانِ جنگ گرم کرنے سے باز رکھا۔ اسی دوران انہوں نے دو آدمی دیکھ لیے، انہوں نے پکڑ کر قتل کر دیا۔ مسلمانوں نے جب دونوں کی لاشیں دیکھیں تو ان کو وہیں قبر کھود کر دفن کر دیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ انہی دونوں کی قبریں ہیں۔

نبی کریم ﷺ نے حمراء الاسد پہنچ کر قیام کیا۔ حضرت جابر فرماتے ہیں: ہمارے پاس زادِ راہ صرف کھجور تھی۔ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ ۳۰ اونٹ لے کر حمراء الاسد پہنچے اور ساتھ اونٹ ذبح کرنے والوں کا بھی انتظام کیا۔ چنانچہ ایک دن میں ۲ یا ۳ اونٹ ذبح کیے جاتے۔ آپ ﷺ نے دن کے وقت لکڑیاں جمع کرنے کا حکم جاری فرمایا۔ جب رات ہوئی تو آگ روشن کرنے کا حکم دیا۔ ہر آدمی آگ جلائے بیٹھا تھا ان راتوں میں صحابہ کرام نے ۵۰۰ مختلف مقامات پر آگ روشن کی۔ آگ اس قدر زیادہ تھی کہ دور سے ہی دیکھی جا سکتی تھی۔ مسلمانوں کے لشکر اور ان کی کثرت تعداد اور آگ کا چرچہ ہر زبان پر جاری ہو گیا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے دشمن کے دلوں میں ہمارا رعب ڈال دیا۔

معبد بن ابی معبد خزاعی اس وقت تک مسلمان نہ ہوئے تھے۔ نبی کریم ﷺ کے پاس تشریف لائے چونکہ بنو خزاعہ کے

لوگ نبی کریم ﷺ کے ساتھ ہمدردانہ رویہ رکھتے تھے اس لیے معبد نبی کریم ﷺ سے تعزیت کرنے لگے اور فرمایا: اے محمد! آپ کے صحابہ کرام کو تکلیف پہنچنے پر آپ کو جو صدمہ پہنچا وہ ہم پر بہت گراں گزرا۔ ہماری دلی تمنا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو غلبہ عطا فرمائے اور مصائب آپ کا رخ نہ کریں۔ پھر معبد وہاں سے نکل پڑے اور مقام روحاء میں ابوسفیان اور قریش سے ملاقات کی۔ قریشی لوگ کہہ رہے تھے: نہ تو محمد کا تم کچھ بگاڑ سکے نہ ہی ان کی عورتوں کو گرفتار کیا۔ تم نے جو بھی کیا بہت برا کیا۔ اس قول سے سب کی واپس جنگ میں کودنے کے لیے ہمت بندھ گئی۔ ایک کہنے والا یوں کہہ رہا تھا: ہم کچھ نہ کر سکے ہم نے ان کے بڑے بڑے سردار قتل کر ڈالے لیکن ان کی بڑھتی ہوئی شان وشوکت اور کثرت کو روکنے کے لیے ضروری تھا کہ ہم اسلام ومسلمانوں کو جڑ سے اکھاڑ پھینکتے۔ یہ کہنے والا عکرمہ بن ابی جہل تھا جب معبد سفیان کے پاس پہنچے تو سفیان نے کہا: معبد کے پاس صحیح خبر ہوگی! اے معبد! کیا خبر ہے؟

معبد نے کہا: میں محمد اور اس کے ساتھیوں کو تمہارے خلاف غیض وغضب کی آگ میں جلتا ہوا دیکھ کر آیا ہوں۔ انہوں نے اپنے ساتھ اوس وخزرج کے باقی ماندہ لوگوں کو بھی شامل کر لیا ہے۔ ان سب نے عہد مصمم کیا ہے کہ وہ تم سے جنگ کیے بغیر اور بدلہ لیے بغیر واپس نہیں جائیں گے۔ ان کو اپنے آپ پر اور بڑے بڑے لوگوں کے مارے جانے پر شدید غصہ ہے۔ لوگ کہنے لگے: اے معبد! کیا کہہ رہے ہو؟ ابوسفیان نے کہا: بخدا ہمارے لیے مناسب نہ ہوگا کہ ہم ان کا لشکر اور گھوڑوں کی پیشانیاں دیکھے بغیر واپس چلے جائیں۔ معبد کہتے ہیں: میں مسلمانوں کو دیکھ کر یہ اشعار کہنے پر مجبور ہو گیا:

قریب تھا کہ آوازوں کی شدت سے میری سواری بدک جاتی
ان گھوڑوں پر ایسے معزز لوگ سوار ہیں جو لڑائی میں نہ کبھی جھکے ہیں
اور نہ کبھی اسلحہ اور سامان جنگ کے بغیر میدان میں اترے ہیں
میں نے کہا: ابن حرب کا ناس ہو ایسے لوگوں سے کیوں جنگ کرتا ہے
جن کی کثرت سے وادی بطحاء لرز اٹھی ہے۔

نیز معبد کے آنے سے پہلے صفوان بن امیہ کا کلام بھی ابوسفیان کی واپسی کا سبب بنا۔ صفوان بن امیہ نے کہا: اے لوگو! دوبارہ جنگ کی غلطی نہ کرنا۔ میرا خیال یہ ہے کہ وہ لوگ اس وقت شدید رنج والم کی کیفیت سے دوچار ہیں اور کوئی بعید بات نہیں کہ وہ خزرج کے باقی ماندہ لوگوں کو لے کر تم پر چڑھائی کر دیں۔ ابھی تک فتح وغلبہ تمہارے ہاتھ میں ہے لہٰذا واپس چلے جاؤ کیونکہ مجھے یقین نہیں ہے کہ دوبارہ جنگ ہو اور پھر بھی ہم فاتح بن کر لوٹیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: صفوان نے درست مشورہ دیا ہے۔ حالانکہ وہ اتنا زیرک اور دور اندیش آدمی ہے نہیں۔ خدا کی قسم! ان مشرکین کے لیے پتھروں کے نشانات متعین ہو چکے تھے اگر وہ اس سے تجاوز کرتے تو گزری ہوئی کل کی طرح ان کا قصہ ہی ختم ہو جاتا۔

لوگ خوفزدہ ہو کر تیزی سے واپس چلے گئے۔ عبدالقیس کا ایک گروہ ابوسفیان کے پاس سے گزرا جو مدینہ جا رہا تھا۔ ابوسفیان

نے کہا: کیا محمد اور اس کے رفقاء کو کوئی پیغام پہنچانے والا ہے؟ پیغام پہنچانے والوں کے لیے وعدہ کیا کہ اگر آئندہ سال تم میرے پاس مقام عکاظ میں تشریف لاؤ تو تمہارے اونٹوں کا خشک میوہ سے اکرام کروں گا۔ انہوں نے کہا: جی بہتر۔ ابوسفیان نے پھر کہا: تم محمد اور اس کے ساتھیوں سے جہاں بھی ملو تو ان کو بتا دینا کہ ہم جمعیت لے کر دوبارہ ان کی طرف پلٹنے والے ہیں اور تمہارا پیچھا نہیں چھوڑیں گے۔ وہ سوار نبی کریم ﷺ کے پاس حمراء الاسد تشریف لائے اور ابوسفیان کی مکمل گفتگو سامنے پیش کر دی۔ آپ ﷺ نے حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ ۝ کہا اور اسی بارے مندرجہ ذیل آیات نازل ہوئیں۔

اَلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ مِنْۢ بَعْدِ مَآ اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ ... الآية.

اَلَّذِيْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ ... الآية.

معبد خزاعی بنو خزاعہ کے ایک آدمی کو رسول اللہ ﷺ کی طرف پیغام دے کر بھیجا کہ ابوسفیان اور اس کے ساتھی ہانپتے کانپتے، لرزتے بدن کے ساتھ مکہ واپس چلے گئے ہیں۔ چنانچہ اس کے بعد نبی کریم ﷺ بھی واپس مدینہ تشریف لے آئے۔

سریہ ابو سلمہ بن عبد الاسد:

سریہ ابو سلمہ بن عبد الاسد، قبیلہ بنو اسد کی طرف مقام قطن میں ہجرت کے ۳۵ ویں ماہ، محرم الحرام میں روانہ کیا گیا۔

واقدی فرماتے ہیں: عمر بن عثمان بن عبد الرحمن بن سعید بن یربوع، سلمہ بن عبد اللہ بن عمر بن ابو مسلمہ بن عبد الاسد سے روایت فرماتے ہیں، اس کے علاوہ اور بھی لوگوں سے یہ حدیث مجھے ملی ہے۔ عمر بن عثمان، سلمہ سے نقل کرتے ہیں کہ ابو سلمہ بن عبد الاسد جنگ احد میں شریک ہوئے۔ قباء سے جس وقت واپس بنو امیہ بن زید کے پاس تشریف لائے تو ان کے ساتھ ان کی زوجہ ام سلمہ بنت ابی امیہ بھی تھیں۔ احد میں ان کو بازو پر زخم آیا گھر لوٹنے پر رسول اللہ ﷺ کا مقام حمراء الاسد کی طرف کوچ کرنے کا پیغام ملا۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ حمراء الاسد تشریف لے گئے۔ پھر جب نبی کریم ﷺ مدینہ واپس ہوئے تو یہ بھی مسلمانوں کے ساتھ ہی واپس آگئے اور ایک ماہ تک زخم کا علاج کرتے رہے۔ یہاں تک کہ زخم ٹھیک ہونا شروع ہو گیا اور باوجود زخم کے نامعلوم مقام تک گہرا ہونے کے، زخم بھر گیا، پھر جب ہجرت کے ۳۵ ویں سال ماہ محرم کا چاند طلوع ہوا تو نبی کریم ﷺ نے ان کو طلب فرما لیا اور فرمایا: آپ اس لشکر کے نگران اور عامل ہیں، اس کو لے کر نکلو۔ نیز نبی کریم ﷺ نے جھنڈا بھی باندھ کر دے دیا اور فرمایا: چلتے رہو یہاں تک کہ بنو اسد کی سرزمین پر پہنچ جاؤ، پھر ان کے حملہ کرنے سے پہلے ہی ان پر دھاوا بول دو۔ آپ ﷺ نے ان کو اور تمام مسلمانوں اللہ سے ڈرنے کی نصیحت فرمائی۔

ان کے ساتھ اس سریہ میں ۱۵۰ لوگ روانہ ہوئے۔ ان میں ابو سبرہ بن ابی رہم (ابو سلمہ کے ماں شریک بھائی تھے جس کا نام برہ بنت عبد المطلب تھا) عبد اللہ بن سہیل بن عمرو بن اور عبد اللہ بن مخرمہ العامری شامل تھے۔ بنو مخزوم سے معتب بن الفضل بن حمراء الخزاعی، ارقم بن ابی الارقم شامل تھے۔ معتب بنو مخزوم کے حلیف تھے اور ارقم اسی قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے۔

بنوفہر سے ابوعبیدہ بن الجراح اور سہیل بن بیضاء۔

انصار میں سے اسید بن حضیر، عباد بن بشر، ابونائلہ، ابوعبس، قتادہ بن نعمان، نضر بن حارث ظفری، ابوقتادہ، ابوعیاش زرقی، عبداللہ بن زید، خبیب بن یساف اور اس کے علاوہ دیگر نامعلوم لوگ شامل تھے۔

نبی کریم ﷺ کو اس پر مجبور کرنے والی چیز یہ تھی کہ قبیلہ طی کا ایک آدمی مدینہ میں ایک صحابی کے نکاح میں موجود اپنی رشتہ دار خاتون کے پاس آیا جس کا تعلق بھی طئی سے ہی تھا اور گھر آ کر اس صحابی کو یہ خبر دی کہ خویلد کے دونوں بیٹے طلیحہ اور سلمہ اور ان کے پیروکار لوگوں نے اپنی قوم کو رسول اللہ ﷺ کے خلاف جنگ پر ابھارا ہے۔ وہ مدینہ کے قریب آنا چاہتے ہیں انہوں نے مزید یہ کہا کہ ہم محمد کو اس کے شہر میں شکست دیں گے اور اطراف واکناف میں موجود چرنے والے جانوروں پر قبضہ کر لیں گے۔ ہم نے گھوڑوں کو اس مقصد کے لیے پال رکھا ہے۔ ہم انہی گھوڑوں کی پشت پر سوار ہو کر جنگ کے لیے نکلیں گے اسی طرح ہم آزمودہ اور شریف النسل عمدہ گھوڑے بھی استعمال کریں گے۔ اگر مال غنیمت ہمارے ہاتھ لگ گیا تو پھر کسی کے ہاتھ نہیں آسکیں گے اور اگر جنگ کی نوبت پیش آئی تو یاد رکھو ہم نے جنگ کے لیے مکمل تیاری کر رکھی ہے۔ ہمارے پاس گھوڑے ہیں مسلمانوں کے پاس گھوڑے نہیں۔ اسی طرح ہمارے پاس عمدہ قسم کے گھوڑے بھی موجود ہیں اور ان کی حالت یہ ہے کہ قریب ہی زمانے میں انہوں نے قریش سے ایسی شکست کھائی ہے کہ مدتوں اس کے زخم نہیں بھر سکیں گے اور نہ ہی کبھی وہ اکٹھے ہو کر حملہ کر سکیں گے۔

درمیان سے ایک آدمی نے کھڑے ہو کر کہا جس کا نام قیس بن الحارث بن عمیر بتلایا جاتا ہے کہ میری یہ رائے نہیں ہے۔ ہم نے ان سے کوئی بدلہ نہیں لینا اور نہ ہی اتنی آسانی سے کوئی ان میں لوٹ کھسوٹ کا بازار گرم کر سکتا ہے۔ ہم یثرب سے بہت فاصلہ پر ہیں قریش کی فوج کی طرح ہماری فوج نہیں۔ پھر قریش نے ایک مدت تک عرب میں اعلان کروا کر لوگوں کی مدد ونصرت حاصل کی۔ اس کے ساتھ وہ لوگ تو انتقام کی غرض سے نکلے تھے۔ وہ لوگ مسلمانوں سے بدلہ لینا چاہتے تھے۔ پھر وہ لوگ اپنے ساتھ اونٹ گھوڑے اور ساتھ چلنے والے پیروکاروں کے علاوہ تین ہزار ۳۰۰۰ کی کثیر تعداد کے ساتھ اسلحہ سے مکمل لیس ہو کر نکلے تھے اور تمہاری کوشش یہ ہے کہ کہیں سے ہم تین ۳۰۰ سو افراد کو شامل کر لیں۔ یہ تو اپنی جان کو ہلاکت اور خطرے میں ڈال رہے ہو نیز تم اپنے شہر سے باہر نکل کر جنگ کرو گے تو میرا غالب گمان یہ ہے کہ اس صورتحال میں تم شکست کھا جاؤ گے۔

لوگوں کے ذہنوں میں شکوک وشبہات پیدا ہونے شروع ہو گئے اور وہ ابھی تک اپنی رائے پر قائم تھے۔ وہ صحابی یہ خبر لے کر نبی کریم ﷺ کے پاس گیا۔ نبی کریم ﷺ نے ابوسلمہ کو روانہ کیا۔ ابوسلمہ رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ نکل پڑے اور طائی (قبیلہ طی کا آدمی) بطور راہنما کے ساتھ ہو گیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سفر میں تیزی دکھائی۔ راہ بتلانے والے نے ان کو سیدھا راستہ سمجھایا اور اسی راستے پر دن رات سفر کرتے رہے۔ حتیٰ کہ مقامِ قطن کے قریب پہنچ گئے (قطن بنو اسد کے لیے پانی کی ایک جگہ تھی جہاں ان کے لشکر پڑاؤ ڈالا ہوا تھا) مسلمانوں نے ان کے چرنے والے جانور قبضہ میں لیے اور چرواہے گرفتار کر لیے۔ جن میں ۳ غلام شامل تھے بقیہ سب بھاگ گئے اور جا کر قبیلہ والوں کو مسلمانوں کی آمد کی خبر دی اور انہیں ابوسلمہ کے لشکر کے بارے

میں خوفزدہ کردیا۔ نیز ان کے سامنے مسلمانوں کی تعداد بہت زیادہ ظاہر کی۔ اس سے ان کی وحدت بکھر گئی اور وہ ہر سو بکھر گئے۔

ابوسلمہ رضی اللہ عنہ جب اس پانی کے پاس آئے تو دیکھا لوگ منتشر ہو گئے ہیں۔ انہوں نے وہاں پڑاؤ ڈالنے کا فیصلہ کیا اور تین حصوں میں ساتھیوں کو تقسیم کر کے مال غنیمت اور بکریاں اکٹھی کرنے کا حکم دیا۔ ایک جماعت کے ساتھ خود موجود رہے اور دو جماعتوں نے دو مختلف اطراف میں حملہ کیا۔ ابوسلمہ نے ان کو تاکید سے فرمایا کہ مال کی تلاش میں بہت دور نہیں جائیں گے اور رات واپس آ کر وہیں گزاریں گے، اگر محفوظ رہے اور سب اکٹھے رہیں گے منتشر نہیں ہوں گے۔ ہر جماعت پر ایک نگران مقرر فرمایا۔ لوگ سلامتی کے ساتھ واپس آ گئے۔ جنگ کی نوبت تو پیش نہ آ سکی البتہ اونٹ اور بکریاں جمع کر لائے۔ ابوسلمہ تمام مال لے کر مدینہ کی طرف نکل پڑے اور طائی بھی واپس آ گئے۔ جب رات ہوئی تو ابوسلمہ نے مال غنیمت تقسیم کرنے کا حکم دیا اور ابوسلمہ نے طائی کو مال غنیمت میں سے اس کی خوشی کے مطابق حصہ عطا کیا، پھر ایک غلام کا نبی کریم ﷺ کے لیے انتخاب کیا اور پھر خمس نکالنے کے بعد بقیہ مال شرکاء میں تقسیم کر دیا اور سب کو اپنا حصہ معلوم ہو گیا۔ اس طرح لوگ بکریوں کو ہانکتے چلاتے مدینہ پہنچ گئے۔

عمر بن ابی سلمہ سے منقول ہے کہ ابوسلمہ کو ابواسامہ نے زخمی کیا وہ اس طرح کہ جنگ احد میں ان کے بازو پر ایک بھاری نیزے سے وار کیا۔ ایک مہینے تک وہ اس کے علاج میں مصروف رہے۔ پھر صحیح ہو گئے۔ نبی کریم ﷺ نے ۳۵ ویں ماہ، ماہ محرم کے آغاز میں ان کو مقام قطن کی طرف روانہ کیا اور وہ دس دن تک غائب رہے۔

وہاں سے واپس جب مدینہ آئے تو ان کا زخم دوبارہ ہرا ہو گیا اور ۲۷ جمادی الاولی کو وفات پا گئے۔ ان کو چاہ بنوامیہ ''لیسرہ'' سے غسل دیا گیا۔ زمانہ جاہلیت میں اس کنویں کا نام عبیر تھا۔ آپ ﷺ نے ''لیسرہ'' نام رکھا پھر مدینہ منتقل کیا گیا اور وہیں دفن کیا گیا۔

شوال میں نکاح

عمر بن ابوسلمہ سے منقول ہے کہ میری والدہ نے چار ماہ ۱۰ دن عدت گزاری، پھر اس کے بعد نبی کریم ﷺ نے ان سے نکاح فرمالیا اور ماہ شوال کے اختتام سے چند رات قبل ان کی رخصتی ہوئی۔ میری والدہ اسی لیے فرماتی تھیں کہ ماہ شوال میں نکاح اور رخصتی کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے مجھ سے شوال ہی میں نکاح فرمایا اور شوال ہی میں رخصتی ہوئی۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی ۵۹ ہجری ذی القعدہ میں وفات ہوئی۔

ابوعبداللہ الواقدی فرماتے ہیں: میں نے عمر بن عثمان جحشی کو حدیث بیان کی تو انہوں نے سریہ کے متعلق علم کا اظہار کیا نیز ابوسلمہ کے قطن کی طرف روانہ ہونے کا بھی بتلا دیا اور فرمایا: کیا تمہیں طائی کا نام معلوم نہیں ہے؟ میں نے کہا: نہیں فرمایا: اس کا نام ولید بن زہیر بن طریف زینب الطائیہ کے چچا ہیں۔ زینب الطائیہ طلیب بن عمیر کے نکاح میں تھیں۔ طائی، طلیب بن عمیر کے

پاس آئے تھے اور انہیں آ کر بنو اسد کی روانگی اور جنگی ارادوں سے آگاہ کیا تھا۔ پھر طلیب بن عمیر قبیلہ طی کے اس آدمی کو لے کر نبی کریم ﷺ کے پاس تشریف لے گئے وہاں سے پھر لشکر والوں کے ساتھ مقام قطن کی طرف بطور ایک ماہر رہبر کے روانہ ہو گئے۔ اور ان کو غیر معروف راستے سے لے کر گئے تا کہ دشمن کو آمد کا علم نہ ہو سکے صحابہ کرام جب ان کے پاس پہنچے تو وہ اس وقت اپنی سواریوں پر حملہ کرنے کے لیے بالکل تیار کھڑے تھے لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ ان کی سواریاں بدک چکی ہیں تو انہوں نے پیادہ قتال شروع کر دیا اور زخمی ہو کر بھاگ گئے، پھر طائیوں نے بنو اسد پر حملہ کر کے انہیں زخمی کر دیا اور مال غنیمت اکٹھا کر کے لے گئے اور اسلام میں داخل ہونے تک اس مال میں سے کچھ بھی استعمال نہ کیا۔

واقدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہمارے زمانے کے اہل علم حضرات نے ابو سلمہ کو شہدائے احد میں شمار کیا ہے۔ کیونکہ ان کی وفات کا سبب وہ زخم بنا تھا جو غزوہ احد میں ان کو پہنچا تھا۔ ایک مرتبہ صحیح ہونے کے بعد دوبارہ تازہ ہو گیا۔ اسی طرح ابو خالد زرقی (جو بیعت عقبہ والوں میں سے تھے) جنگ یمامہ میں زخمی ہوئے پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ان کا زخم دوبارہ پھوٹا اور وفات پا گئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور فرمایا کہ یہ شہدائے یمامہ میں سے ہیں کیونکہ جنگ یمامہ میں زخمی ہوئے تھے۔

ایوب بن عبد الرحمن بن ابی صعصعہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ابو سلمہ کو ۳۴ ویں ماہ کے آغاز میں (محرم میں) ۱۲۵ آدمیوں کے ہمراہ جنگ کے لیے روانہ کیا۔ جن میں سعد بن ابی وقاص، ابو حذیفہ بن عتبہ، ابو حذیفہ کا آزاد کردہ غلام سالم تھے۔ یہ لوگ رات کو سفر کرتے اور دن کے وقت چھپ جاتے۔ اس طرح سفر کرتے کرتے مقام قطن تک جا پہنچے۔ انہوں نے دیکھا کہ لوگ اکٹھے ہو چکے ہیں حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ نے صبح اندھیرے میں ہی ان کو گھیرے میں لے لیا پھر لوگوں کو وعظ و نصیحت کی۔ تقویٰ اختیار کرنے کا حکم دیا اور انہیں جہاد کی ترغیب دی اور انہیں نہایت مستعدی سے دور تک دشمن کا تعاقب کرنے کا حکم دیا اور دو دو آدمیوں کو اکٹھا کر دیا۔ دشمن کے حملہ آور ہونے سے پہلے ہی بقیہ لوگ اپنا اسلحہ پکڑ کر تیار ہو گئے اور جنگ کے لیے صف بندی شروع کر دی۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے ان کے آدمی پر وار کر کے ٹانگ جسم سے جدا کر دی، پھر اس کا کام تمام کر دیا۔ بدؤں میں سے ایک آدمی مسعود بن عمر پر حملہ آور ہوا۔ اس نے نیزہ مار کر اس کو قتل کر دیا۔ مسلمانوں کو خوف ہوا کہ کہیں اس کے کپڑے اتار کر برہنہ نہ کر دیا جائے۔ اس خوف سے انہوں نے اس کو اپنے قبضہ میں لے لیا۔ پھر حضرت سعد نے آواز لگائی کس چیز کا انتظار ہے؟ ابو سلمہ نے اس زور کا حملہ کیا کہ تمام مشرکین دور بھاگ گئے اور مسلمانوں نے ان کا تعاقب کیا۔ لیکن دشمنان اسلام ہر طرف بھاگ نکلے ابو سلمہ نے مزید تعاقب نہ کیا اور اپنے مقام پر واپس آ گئے۔ اپنے ساتھی کو دفنایا اور لوگ جو مال و متاع چھوڑ کر بھاگ گئے تھے اسے اپنے قبضہ میں لیا لیکن قوم کے بچے یا نوجوان ہاتھ نہ آ سکے۔ پھر صحابہ کرام مدینہ واپس آ گئے۔ جب وہ پانی سے ایک رات کے فاصلے پر رہ گئے تو راستہ سے ہٹ گئے اور جہاں پہنچے وہاں کے لوگوں کی بکریاں اور چرواہے اپنے قبضے میں لے لیے۔ کیونکہ وہ اب اپنے اصلی راستے سے ہٹ گئے تھے اس لیے انہوں نے بکریوں اور ان کے چرواہوں کو ساتھ لیا اور ان کے

مال غنیمت میں ۷ اونٹ تھے۔

حارث بن فضیل سے منقول ہے کہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب ہم راستہ بھول گئے تو ہم نے عرب کے راہ شناس ماہر آدمی کو اجرت پر طلب کیا۔ اس نے کہا: اگر میں تم کو لے کر چوپائیوں پر حملہ کروں تو مجھے کیا حصہ ملے گا۔ انہوں نے کہا: پانچواں حصہ تمہارا ہوگا۔ اس نے مسلمانوں کو جانوروں کے بارے آگاہ کیا اور اپنا خمس وصول کر لیا۔

غزوہ بئر معونہ

غزوہ بئر معونہ ہجرت کے ۳۶ویں ماہ، صفر کے آغاز میں رونما ہوا۔ جتنے لوگوں سے میں نے یہ حدیث سنی ان میں بعض کو دوسروں کی بنسبت زیادہ اچھی یاد تھی۔ ان میں سے محمد بن عبداللہ، عبدالرحمن بن عبدالعزیز، معمر بن راشد، افلح بن سعید، ابن ابی سبرہ، ابومعشر، عبداللہ بن جعفر اور ان کے علاوہ کچھ رواۃ ہیں۔ جب میں نے سب کی حدیث کو جمع کیا تو اس کی تفصیل یہ بنی کہ۔

ملاعب الاسنہ (نیزوں سے کھیلنے والا) ابوالبراء عامر بن مالک بن جعفر نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور رسول اللہ ﷺ کو ہدیہ میں دو گھوڑے اور دو سواریاں دیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میں مشرک کا ہدیہ قبول نہیں کرتا۔ نبی کریم ﷺ نے ان پر اسلام پیش کیا۔ اس نے نہ تو اسلام قبول کیا نہ ہی مکمل طور پر اعراض کیا۔ اس نے کہا: اے محمد! مجھے یہ دین نہایت اچھا معلوم ہوتا ہے۔ میرے پیچھے میری قوم بھی ہے۔ میں امید کروں گا کہ اگر آپ اپنے صحابہ میں سے کچھ لوگوں کو میرے ساتھ بھیج دیں گے تو وہ آپ کی دعوت کو قبول کرلیں گے اور آپ کے دین کی پیروی کریں گے۔ اگر انہوں نے تمہاری اتباع کرلی تو آپ کا دین پہلے سے مزید مضبوط اور محکم ہو جائے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے اہل نجد پر اطمینان نہیں۔ میں اپنے صحابہ کے معاملے میں اہل نجد سے خوفزدہ ہو رہا ہوں۔ عامر نے کہا: آپ مت گھبرائیں اگر اہل نجد میں سے کسی نے ان سے تعرض کیا تو یہ لوگ میری پناہ میں ہیں۔

انصار میں سے ۷۰ نوجوان قراء ایسے تھے جو شام کو مدینہ کے ایک کونے سے نبی کریم ﷺ کے پاس تشریف لاتے اور پڑھنے پڑھانے کے سلسلے میں مشغول ہو جاتے اور صلاۃ و مناجات کا سلسلہ بھی جاری رہتا۔ پھر جب صبح ہوتی تو صاف پینے کا پانی طلب کرتے اور لکڑیاں اکٹھی کرنا شروع کر دیتے۔ پھر یہ سامان لے کر دولت خانہ نبوی پر حاضر ہو جاتے۔ ان صحابہ کرام کے گھر والے سمجھتے تھے کہ یہ لوگ مسجد میں رہتے ہیں اور اہل مسجد خیال کرتے کہ گھر میں رہتے ہیں۔ ان نوجوان صحابہ کرام کو نبی کریم ﷺ نے مقام چاہ معونہ کی طرف روانہ کیا مگر لوگوں نے شہید کر ڈالا۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ نے پندرہ دن تک ان بدبختوں کے خلاف بددعا کی۔

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ وہ لوگ ۷۰ تھے۔ ایک قول چالیس کا ہے اور میرے نزدیک چالیس والا قول زیادہ راجح ہے۔ آپ ﷺ نے صحابہ کرام کو خط دے کر روانہ فرمایا تھا اور صحابہ کرام کی اس جماعت پر منذر بن عمرو الساعدی کو امیر مقرر فرمایا۔ یہ لوگ نکل پڑے اور بئر معونہ پہنچ گئے۔ بئر معونہ بنو عامر اور بنو سلیم کی اراضی کے درمیان ایک پانی تھا۔ جس کو دونوں قبیلوں میں شمار کیا جاتا تھا۔

حضرت عروہ رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ منذر بن عمرو بنو سلیم کے راہ شناس کے ہمراہ سفر پر روانہ ہوئے۔ جب وہ بئر معونہ پر

پہنچے تو وہاں پڑاؤ ڈالا اور جانوروں کو پیچھے چرنے کے لیے چھوڑ دیا اور ان جانوروں پر نگرانی کے لیے حارث بن صمہ اور عمرو بن امیہ کو روانہ کیا۔ صحابہ کرام نے حرام ابن ملحان کو رسول اللہ ﷺ کا نامۂ مبارک دے کر بنو عامر کے کچھ آدمیوں کے ساتھ عامر بن طفیل کے پاس بھیجا۔ جب حرام بن ملحان پیغام لے کر پہنچے تو انہوں نے خط کو پڑھا نہیں بلکہ عامر بن طفیل نے فوراً آگے بڑھ کر حرام بن ملحان کو شہید کر دیا۔ پھر بنو عامر کے لوگوں سے اصحاب رسول کے خلاف جنگ لڑنے کے لیے مدد کرنے کی درخواست کی۔ لیکن بنو عامر کے لوگوں نے انکار کر دیا۔ کیونکہ ابو براء، عامر بن مالک نے پہلے ہی لوگوں کو بتا رکھا تھا کہ محمد کے صحابہ اس کی پناہ میں ہیں لہٰذا کوئی ان سے تعرض نہ کرے۔ انہوں نے کہا کہ ابو براء کی پناہ کو نہیں توڑا جائے گا اور بنو عامر نے عامر بن طفیل کا ساتھ دینے سے انکار کر دیا۔ جب بنو عامر نے انکار کر دیا تو اس نے بنو سلیم کے قبائل عصیہ اور رعل کو آواز دی۔ وہ لوگ بھاگے آئے اور اس کو اپنا سردار تسلیم کر کے اطاعت قبول کر لی۔ کیونکہ عامر نے کہا تھا: خدا کی قسم! یہ کام میں اکیلا نہیں کروں گا اس طرح وہ لوگ اس کے پیچھے چل پڑے۔ لوگوں نے چال میں نرمی کی درخواست کی۔ اس طرح وہ لوگ عامر بن طفیل کی معیت میں صحابہ کرام کے پاس آ گئے اور منذر بن عمرو سمیت تمام لوگوں کو گھیراؤ میں لے کر کثرت سے غلبہ حاصل کرنے کی ناکام کوشش کی لیکن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے قتال کیا حتیٰ کہ تمام کے تمام شہید ہو گئے صرف منذر بن عمرو باقی رہ گئے۔ انہوں نے کہا اے منذر اگر تم چاہو تو ہم تمہیں امان دے دیں۔ فرمایا: ہرگز نہیں۔ میں کبھی بھی اپنے آپ کو تمہارے حوالے نہیں کروں گا اور نہ ہی تمہاری امان قبول کروں گا البتہ مجھے حرام کی زیارت کروا دی جائے اس کے بعد مجھ سے تمہارا ذمہ ختم۔ انہوں نے منذر کو امان دے دی یہاں تک وہ حرام کے پاس آئے اور دیکھا کہ کیسے شہید پڑے ہیں، پھر ان کی امان سے بری ہو گئے اور لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔ یہ رسول اللہ ﷺ کے قول کا مصداق ہے کہ منذر مرنے کے لیے آزاد ہے۔

حارث بن صمہ اور عمرو بن امیہ کو جانور چراتے ہوئے، پرندوں کے صحابہ کرام کے سروں پر منڈلانے سے کسی ناگہانی آفت کا شک ہوا تو دونوں کہنے لگے: بخدا ساتھی قتل کر دیے گئے ہیں۔ خدا کی قسم ہمارے ساتھیوں کو قتل کرنے والے یہ اہل نجد ہی ہیں جن سے بڑھ کر روئے زمین پر کوئی احسان فراموش نہیں، پھر دیکھا کہ سب قتل کر دیے گئے ہیں اور سواریاں گھوڑے کھڑے ہیں۔

حارث بن صمہ نے عمرو بن امیہ سے کہا: اب کیا کرنا ہے؟ عمرو بن امیہ نے کہا: میرا خیال ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کو جا کر بتلاؤں۔ حارث نے کہا: میرے لیے مناسب نہیں ہے کہ جس جگہ ہمارے امیر منذر کو شہید کر دیا گیا میں وہاں سے پیچھے ہٹ جاؤں۔ چنانچہ دونوں نے آ کر قتال کیا اور حارث نے دشمن کے دو آدمیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ پھر انہوں نے دونوں کو گرفتار کر لیا اور عمرو بن امیہ پھر حارث سے کہنے لگے: تمہاری کیا خواہش ہے کہ ہم تمہارے ساتھ کیا کریں؟ کیونکہ ہم نہیں چاہتے کہ تجھ کو قتل کر دیں۔ حارث نے کہا: مجھے منذر اور حرام کی شہادت گاہ تک پہنچا دو اس کے بعد تم سے میرا ذمہ ختم انہوں نے ایسا ہی کیا پھر انہیں چھوڑ دیا۔ حضرت حارث نے قتال کیا اور دو آدمیوں کو قتل کیا۔ پھر انہوں نے تیروں کا نشانہ بنا کر حضرت

حارث کو شہید کر دیا۔

عامر بن طفیل نے عمرو بن امیہ سے کہا جو ابھی تک اس کے ہاتھ میں قید تھا اور جنگ میں حصہ نہ لیا تھا: میری ماں پر ایک غلام کو آزاد کرنے کی منت باقی تھی جا تو اس کی طرف سے آزاد ہے اور حضرت عمرو کے پیشانی کے بال کاٹ دیے۔

عامر بن طفیل نے عمرو بن امیہ سے کہا کیا تو اپنے ساتھیوں کو جانتا ہے؟ فرمایا: جی ہاں۔ چنانچہ عامر عمرو کو لے کر مقتولین کے آس پاس سے چکر لگانے لگا اور مقتولین کے حسب ونسب کے بارے میں سوال کرتا جاتا۔ عامر نے کہا: کیا تمہارے ساتھیوں میں سے کوئی غائب ہے؟ عمرو نے کہا: مجھے ابوبکر کا غلام عامر بن فہیرہ نظر نہیں آرہا۔ عامر بن طفیل نے کہا: اس کا تمہارے درمیان کیا مقام ومرتبہ تھا؟ حضرت عمرو نے فرمایا: وہ اول اصحاب نبی میں سے تھا، ہمارے بہترین لوگوں میں اس کا شمار ہوتا تھا۔ عامر بن طفیل نے کہا: کیا میں تجھے اس کی خبر نہ دوں؟ پھر عامر نے ایک آدمی کی طرف اشارہ کر کے کہا اس شخص نے اس کو نیزہ مار کر قتل کیا ہے۔ پھر اپنا نیزہ واپس کھینچ لیا۔ عامر بن فہیرہ ایک آدمی کے ہمراہ آسمانوں کی طرف چلا گیا۔ یہاں تک کہ میری نظروں سے غائب ہو گیا۔ عمرو نے کہا: وہ عامر بن فہیرہ ہی ہے۔ عامر بن فہیرہ کو بنوکلاب کے ایک آدمی نے قتل کیا تھا جس کا نام جبار بن سلمی تھا۔ جبار سلمی نے کہا کہ جب میں نے اس کو نیزہ مارا تو اس نے کہا ''فُزْتُ وَاللهِ'' میں نے دل ہی دل میں کہا: فُزت کا کیا مطلب ہے؟ میں ضحاک بن سفیان کلابی کے پاس آیا اور ان کو سارا قصہ سنایا اور اس جملہ کے بارے سوال کیا۔ ضحاک نے فرمایا: اس سے مراد حصول جنت ہے۔

پھر انہوں نے مجھے اسلام کی دعوت دی، میں اسلام لے آیا۔ مجھے اسلام قبول کرنے پر مجبور کرنے والی چیز عامر بن فہیرہ کا واقعہ قتل اور آسمانوں کی طرف جانا ہے۔ پھر ضحاک نے نبی کریم ﷺ کو میرے اسلام کے متعلق خوشخبری سنائی اور عامر بن فہیرہ کا قصہ سنایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ملائکہ نے عامر کے جسم کو چھپا لیا ہے اور اس کو لے کر علیین میں اترے ہیں۔

جب نبی کریم ﷺ کے پاس بئر معونہ والوں کے احوال پہنچے (اسی رات آپ ﷺ کے پاس بئر معونہ والوں کے علاوہ مرثد بن ابی مرثد کے قتل کی خبر بھی پہنچی تھی) آپ ﷺ نے محمد بن مسلمہ کو بھیجا اور فرمانے لگے: ابو براء کے اسی عمل سے میں خوش نہیں تھا۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ نے اگلے دن ہی صبح کی نماز میں پہلی رکعت کے بعد شہدائے بئر معونہ کے حق میں دعا اور قاتلین کے لیے بددعا کی۔ جب ''سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَہٗ'' کہتے تو ساتھ یہ دعا مانگتے: ''اے اللہ! تو قبیلہ مضر پر اپنی پکڑ کو مزید سخت فرما۔ اے اللہ! بنولحیان، زعب، رعل، ذکوان اور عصیہ کو تباہ وبرباد فرما۔ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی ہے۔ اے اللہ بنولحیان، عضل اور قارہ کے لوگوں کو ہلاک فرما۔ اے اللہ! ولید بن ولید، سلمہ بن ابن ہشام، عیاش بن ابی ربیعہ اور ضعیف مومنین کو نجات عطا فرما۔ بنوغفار کے لوگوں کی اللہ مغفرت فرمائے اور بنوسالم کے لوگوں کو اللہ سالم ومحفوظ رکھے۔''

دعا کے بعد سجدہ کرتے۔ پندرہ دن تک یہ عمل جاری رہا۔ ایک روایت کے مطابق چالیس دن تک۔ حتیٰ کہ یہ آیت نازل ہوئی:

لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ أَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بئر معونہ کے موقع پر ۷۰ انصاری شہید ہوئے۔ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: انصار کے لوگ کئی موقعوں پر ۷۰ کی تعداد سے شہید ہوئے۔ احد کے دن ۷۰، بئر معونہ کے دن ۷۰، یمامہ کے دن ۷۰ جسر ابی عبید کے دن ۷۰۔ لیکن جس قدر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو صدمہ بئر معونہ کے موقع پر پہنچا اس قدر پہلے کبھی نہیں ہوا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اللہ رب العزت نے ان کے بارے قرآنِ مجید میں یہ آیت نازل فرمائی جو بعد میں منسوخ ہوگئی۔

بَلِّغُوْا قَوْمَنَا أَنَا لَقِيْنَا رَبَّنَا فَرَضِيَ عَنَّا وَرَضِيْنَا عَنْهُ.

"ہماری قوم والوں کو پیغام دے دو کہ ہم اپنے رب سے جا ملے وہ ہم سے راضی ہوگیا اور ہم اس سے راضی ہوگئے۔"

کہتے ہیں: ابو براء بڑی عمر کا آدمی تھا۔ اس نے مقامِ عیص سے اپنے بھتیجے لبید بن ربیعہ کے ہاتھ گھوڑا ہدیہ کے طور پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے واپس فرما دیا اور فرمایا: میں کسی مشرک کا ہدیہ قبول نہیں کرتا۔ لبید نے کہا: میرا خیال تو یہ تھا کہ قبیلہ مضر کا کوئی آدمی ابو براء کا ہدیہ واپس نہیں کرسکتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر میں کسی مشرک کا ہدیہ قبول کرتا تو ابو براء کا ضرور قبول کرتا۔

بھتیجے نے کہا کہ اس نے یہ ہدیہ تکلیف سے نجات حاصل کرنے کے لیے بطور تبرک کے بھیجا ہے۔ (اس کے پیٹ پر زخم تھا) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ دانے ہاتھ میں لے کر اس میں لعاب مبارک ڈال کر اس کو دے دیے اور فرمایا: ان کو پانی میں ابال کر پلاؤ اس نے یہ عمل کیا تو شفاء پا گیا۔ یہ بھی منقول ہے کہ اس کی طرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شہد بھیجا۔ اس نے شہد مسلسل استعمال کیا اور بالآخر مرض سے نجات پا گیا۔ اس دن ابو براء اپنے قبیلہ سے گزر کر مقام بلی کا ارادہ رکھتا تھا جب عیص پہنچا تو اس نے اپنے بیٹے ربیعہ کو لبید کے ہمراہ کھانے دے کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس روانہ کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے باپ کے ذمہ کا کیا بنا؟ ربیعہ نے کہا: وہ تو تلوار کے ایک وار یا نیزے کے ایک وار سے ہی ختم ہوگیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جی ہاں۔ ابو براء کے بیٹے نے واپس جا کر اپنے باپ کو جب بتلایا تو عامر بن طفیل کی حرکت اس پر بہت گراں گزری اور جو اس نے اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سلوک کیا۔ مگر ابو براء عمر کے آخری حصہ میں تھا کمزوری کے سبب جسم حرکت نہ کرتا تھا۔ اپنے بھتیجے کو کہا کہ بنو عامر کے لوگوں سے میری حفاظت کرنا پھر چلتے چلتے ماءِ بلی پر جا پہنچا جس کو ہدم کہا جاتا تھا۔ ربیعہ گھوڑے پر سوار ہو کر عامر کے پاس جا پہنچا اس پر نیزے سے حملہ کیا لیکن وار خالی گیا۔ لوگوں نے شور مچا دیا۔ عامر بن طفیل نے کہا: میں محفوظ ہوں، میں محفوظ ہوں۔ ربیعہ نے کہا: میں نے ابو براء کا عہد پورا کر دیا، عامر بن طفیل نے کہا: میں نے اپنے چچا کو معاف کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ! بنو عامر کو ہدایت نصیب فرما اور عامر بن طفیل کو نقض عہد کا بدلہ نصیب فرما۔

عمرو بن امیہ تیزی سے چلتا ہوا نبی کریم ﷺ کے پاس تشریف آیا۔ جب وہ وادی قناۃ کے آغاز میں تھا وہاں اس کو بنو کلاب کے دو آدمی ملے جو اس سے پہلے نبی کریم ﷺ کے پاس تشریف لائے تھے۔ آپ ﷺ نے کپڑے بھی دیے اور ان کو امان بھی دے دی۔ لیکن اس امان کا علم عمرو بن امیہ کو نہ تھا جب دونوں سو رہے تھے عمرو بن امیہ نے ان پر حملہ کر دیا اور بئر معونہ میں شہید صحابہ کرام کے بدلہ میں ان کو قتل کر دیا۔ پھر جب نبی کریم ﷺ کے پاس آئے تو آپ ﷺ کو ساری بات بتلائی۔ آپ نے فرمایا: تم ان ہی میں سے تھے (ان کا قتل جائز نہ تھا)۔

یہ بھی منقول ہے کہ عمرو بن امیہ سعد بن ابی وقاص کے ساتھ واپس لوٹے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میں نے تجھے اس کام کے لیے ہرگز نہیں بھیجا تھا۔ تم اپنے ہی ساتھیوں کے پاس سے آ رہے ہو۔ یہ بھی منقول ہے کہ یہ ان کے ساتھ نہیں تھے نہ ہی اس سریہ میں سوائے انصار کے کسی نے شرکت کی۔ یہی ہمارے نزدیک راجح ہے۔

عمرو نے نبی کریم ﷺ کے سامنے بنو عامر کے دو آدمیوں کو قتل کرنے کا ذکر کیا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تم نے بہت برا کیا تم نے ایسے دو آدمی قتل کیے ہیں جنہیں میری طرف سے امان حاصل تھی اب مجھے ان دونوں کی دیت ادا کرنی ہے۔

عامر بن طفیل نے اپنے چند لوگوں کو مکتوب پیغام دے کر حضور ﷺ کی طرف روانہ کیا کہ تمہارے آدمی نے ہمارے دو آدمیوں کو قتل کر دیا ہے حالانکہ ان کو تمہاری امان اور پناہ حاصل تھی۔ آپ ﷺ نے دو آزاد مسلمانوں کی دیت دے کر انہیں روانہ کیا۔

عروہ سے منقول ہے کہ مشرکین نے ہر ممکن کوشش کی کہ عروہ بن صلت انہیں پناہ دیں مگر باوجود عامر سے مودت اور دوستی کے اور بنو سلیم کی سفارش کے عروہ نے انکار کر دیا اور کہا میں تمہیں پناہ نہیں دے سکتا نہ ہی میں ذاتی طور پر اپنے ساتھیوں کے مارے جانے پر خوش ہوں۔

فرماتے ہیں کہ جب بئر معونہ پر صحابہ کرام ہر طرف سے گھیرے میں آ گئے انہوں نے دعا کی:

اے اللہ! ہمارے پاس کوئی راستہ نہیں کہ جس کے ذریعے تیرے رسول کو سلام پہنچا سکیں۔ تو ہی ان کو ہماری طرف سے سلام پہنچا دینا حضرت جبریل علیہ السلام نے نبی ﷺ کو بتلا دیا۔

قریشی شہداء کے نام

بنوتیم سے عامر بن فہیرہ۔ بنومخزوم سے حکم بن کیسان (یہ ان کے حلیف تھے) بنوسہم سے نافع بن بدیل بن ورقاء۔ انصار سے منذر بن عمرو (یہ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے امیر مقرر کیے گئے تھے)۔ بنوزریق سے معاذ بن ماعص بنونجار سے ملحان کے دو بیٹے حرام اور سلیم۔ بنوعمرو بن مبذول سے حارث بن الصمہ اور سہل بن عامر بن سعد بن عمرو اور طفیل بن سعد، بنوعمرو بن مالک سے انس بن معاویہ بن انس اور ابوشیخ ابی بن ثابت بن المنذر، بنودینار بن نجار سے عطیہ بن عبد عمرو۔ حضرت کعب بن زید بن قیس کو بہت زیادہ زخم پہنچے مگر شہید نہ ہوئے پھر جنگ خندق میں شہید ہو گئے۔ بنوعمرو بن عوف میں سے عروہ بن الصلت (جو بنو سلیم کی طرف سے ان کے حلیف تھے)۔ نبیت میں سے مالک بن ثابت اور سفیان بن ثابت بھی شدید زخمی ہوئے۔

شہید ہونے والوں میں سے جن کے نام معلوم اور محفوظ رہے ان کی تعداد سولہ ہے۔

عبداللہ بن رواحہ نے نافع بن بدیل کے مرثیہ میں چند اشعار کہے جو میں نے اپنے ہم عصر علماء کو پڑھتے ہوئے سنے۔

اللہ نافع بن بدیل پر ایسی رحمت کرے جو متلاشی جہاد کو ملا کرتی ہے۔ ننگی تلوار والے، میدان جنگ کے شہسوار حقیقی اور لوگوں کے ہجوم میں بھی درست ثابت رہنے والے تھے۔

ابوالریان طعیمہ بن عدی کے ماموں انس بن عباس السلمی بئر معونہ کے دن اپنی قوم کو اپنے بھتیجے کا انتقام لینے کے لیے ابھار رہا تھا حتیٰ کہ نافع بن بدیل بن ورقاء کو شہید کر دیا پھر اس نے کہا:

میں نے ابن ورقاء خزاعی کو معرکہ جنگ میں شکست دیدی جس پر تیز ہوائیں چل رہی ہیں۔

جب میں نے اس کو پہچانا تو ابوالریان یاد آ گیا اور مجھے یقین ہو گیا کہ آج میں اس دن کا بدلہ چکا دوں گا۔

میں نے خود اپنے شعراء ساتھیوں کو ان اشعار کو پڑھتے ہوئے سنا ہے:

حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے منذر بن عمرو کی شان میں یوں کہا: اللہ تعالیٰ ابن عمرو پر رحمت نازل فرمائے وہ قول کے سچے اور جنگجو آدمی تھے دشمن نے ان کے لیے دو راستے چھوڑے اس نے دونوں میں سے سب سے بہتر کا انتخاب کیا۔

ابن جعفر نے مجھے حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا قصیدہ بھی سنایا۔

غزوہ رجیع

ہجرت کے ۳۶ ویں ماہ، ماہ صفر میں پیش آیا۔

حضرت عروہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحاب رجیع کو مکہ کی طرف جاسوس بنا کر روانہ کیا تھا تا کہ قریش کے حالات معلوم کر سکیں۔ وہ مجدیہ کے راستے چلتے چلتے مقام رجیع پر جا پہنچے وہاں بنولحیان ان کے سامنے آ نکلے۔

محمد بن عبداللہ، معمر بن راشد، عبدالرحمن بن عبدالعزیز، عبداللہ بن جعفر، محمد بن صالح، محمد بن یحییٰ بن سہل بن ابوحثمہ، معاذ بن محمد اور ان کے علاوہ دیگر لوگوں نے مجھے یہ حدیث بیان کی ہے (جن کے نام معلوم نہیں ہیں) ان میں سے ہر ایک نے اس حدیث کو متعلق کو یہ کچھ ضرور بیان کیا۔ جن میں سے بعض راویوں کو دوسروں کی بنسبت حدیث زیادہ یاد تھی۔ میں نے سب روایات کو جمع کیا تو حاصل یہ نکلا کہ

> جب سفیان بن خالد بن نبیح الہذلی مارا گیا تو بنولحیان کے لوگ عضل اور قارہ والوں کے پاس آئے اور ان سے عہد کیا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر اسلام کی دعوت دینے کے لیے چند صحابہ کرام کو ہماری طرف روانہ کریں۔ پھر ان میں سے جس نے ہمارے لوگوں کو قتل کیا ہے ان کو قتل کر دیں گے اور بقیہ لوگوں کو مکہ میں جا کر قریش کے ہاتھوں بیچ دیں گے اس طرح کچھ مال بھی ہمارے ہاتھ لگ جائے گا کیونکہ قریش والوں کے ہاں اس سے بہتر اور کچھ نہیں ہوگا کہ ان کے قاتلین ان کے ہاتھ لگ جائیں اور وہ ان کو بدلے میں قتل کر کے ان کا مثلہ کر ڈالیں۔

بنوخزیمہ کے قریب قبیلہ عضل وقارہ کا سات افراد پر مشتمل ایک گروہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کیا اور مزید کہا کہ ہمارے لوگوں میں اسلام تیزی سے پھیل رہا ہے، لہٰذا آپ ہمارے ساتھ کچھ لوگوں کو بھیج دیں جو ہمیں قرآن مجید کی تعلیم دیں اور ساتھ اسلام کے بارے میں ہماری رہنمائی فرمائیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ ۷ لوگوں کو روانہ کیا۔ ① مرثد بن ابومرثد الغنوی۔ ② خالد بن ابی البکیر۔ ③ عبداللہ بن طارق البلوی (بنوظفر کے حلیف)۔ ④ ان کے ماں شریک بھائی معتب بن عبید (یہ بھی بنوظفر کے حلیف تھے)۔ ⑤ خبیب بن عدی بن بلحارث بن خزرج۔ ⑥ زید بن دثنہ (بنو بیاضہ سے)۔ ⑦ عاصم بن ثابت بن ابی الاقلح۔

ایک دوسرے قول کے مطابق ان کی تعداد ۱۰ تھی اور ان کے امیر مرثد بن ابومرثد تھے یا عاصم بن ثابت بن ابی الاقلح تھے۔ جب یہ جماعت ہدہ کے قریب بنوہذیل کے پانی کی جگہ "رجیع" مقام پر پہنچی تو ایک جماعت چیختی پکارتی مدد طلب کرتی ہوئی نمودار ہوئی جس کو بنولحیان والوں نے بھیجا تھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جب اسلحہ سے مکمل لیس سو تیر انداز دیکھے جن کے ہاتھوں میں

تلواریں تھیں تو چونک اٹھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی اپنی تلواروں کو بے نیام کیا اور تیار ہو گئے دشمنوں نے کہا: ہمارا مقصد تم سے قتال کرنا نہیں ہے۔ ہمارا مقصد صرف تمہارے بدلے میں مکہ والوں سے مال حاصل کرنا ہے۔ ہماری طرف سے عہد و پیمان ہے اللہ کے لیے کہ تمہیں قتل نہیں کریں گے۔

خبیب بن عدی، زید بن دشنہ اور عبداللہ بن طارق نے تو ہتھیار ڈال دیے اور خبیب رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے تو قوم کی طرف سے امان مل چکی ہے۔ مگر عاصم بن ثابت، مرثد، خالد بن ابی بکیر، معتب بن عبید نے ان کی امان لینے سے انکار کر دیا۔ عاصم بن ثابت نے کہا کہ میں نے نذر مان رکھی ہے کہ میں کبھی بھی کسی مشرک کی امان نہیں لوں گا۔ پھر حضرت عاصم نے یہ کہتے ہوئے قتال کرنا شروع کر دیا۔

مجھے کوئی عذر نہیں میں ایک مضبوط طاقتور تیر انداز ہوں۔ ایسے تیر اور کمان سے حملہ آور ہوتا ہوں جو دشمن کی دھجیاں بکھیر دیں۔ دشمن کے وار جس سے خالی جاتا ہے اور طویل نیزے پھسل پھسل جاتے ہیں۔ موت حق ہے اور زندگی باطل ہے! جو اللہ کی ذات ارادہ کرے وہ انسان پر آ کر رہتا ہے اور انسان خود اس طرف دوڑتا چلا جاتا ہے۔ اگر میں نے تم سے قتال نہ کیا تو میری ماں پاگل ہو جائے۔

واقدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے کسی کو نہیں دیکھا کہ کسی نے اس کا انکار کیا ہو۔ پھر حضرت عاصم رضی اللہ عنہ نے تیر برسانے شروع کر دیے، یہاں تک کہ ان کے تیر ختم ہو گئے۔ پھر نیزہ بازی شروع کر دی حتیٰ کہ نیزہ بھی ناکارہ ہو گا۔ اب ہاتھ میں صرف تلوار باقی رہ گئی۔ حضرت عاصم نے دعا کی:

اے اللہ! میں ابتدائے دن میں تیرے دین کی حفاظت کے لیے لڑا تو آخرِ دن میں میرے جسم کی حفاظت فرمانا۔ دشمنوں کا طریقہ کار یہ تھا کہ وہ قتل کرنے کے بعد کپڑے اتار لیتے تھے۔ پھر حضرت عاصم کی تلوار کی نیام جاتی رہی، پھر لڑتے لڑتے شہید ہو گئے ایک آدمی کو قتل کیا اور دو آدمی زخمی کیے۔ حضرت عاصم دورانِ قتال کہہ رہے تھے:

مجھے معزز خاندان اور قبیلہ وراثت میں ملا ہے۔

میں خالد اور مرثد سے ہمیشہ کے لیے جا ملوں گا۔

پھر دشمنوں نے حضرت عاصم کو تیر مار مار کر شہید کر دیا۔

سلافہ بنت سعد بن شہید کے خاوند اور چار بیٹوں میں حارث اور رافع کو حضرت عاصم نے موت کے گھاٹ اتارا تھا۔ چھینچہ. ان کی ماں سلافہ نے نذر مانی تھی کہ اگر اللہ نے مجھے اس کی کھوپڑی میں شراب پینے کا موقع فراہم کیا تو ضرور پیوں گی۔ مزید حضرت عاصم رضی اللہ عنہ کا سر لے کر آنے والے کے لیے ۱۰۰ اونٹ کا انعام مقرر کر دیا۔

جسے اللہ رکھے اسے کون چکھے

جب اہل عرب اور بنولحیان کو اس کی خبر ہوئی تو ان کی رال ٹپکنے لگی کہ عاصم کا سر اتار کر سلامہ کی خدمت میں پیش کر کے ۱۰۰ اونٹ حاصل کریں۔ جب وہ سر اتارنے کے لیے قریب آئے تو اللہ تعالیٰ نے بھڑوں کو حفاظت پر مامور فرما دیا۔ جب بھی کوئی قریب آتا تو بھڑ اس کے منہ پر ڈنگ مارتا اور ان بھڑوں کو قابو کرنا کسی کے بس میں نہ تھا۔

چنانچہ انہوں نے کہا کہ فی الحال اس کو رات تک کے لیے چھوڑ دو۔ جب رات کو بھڑیں دور ہٹ گئیں تو اللہ تعالیٰ نے پانی کا ایک ریلا بھیجا حالانکہ آسمان پر ہمیں بادلوں کے دور تک کوئی آثار نظر نہ آئے تھے اور وہ ریلا حضرت عاصم رضی اللہ عنہ کی لاش کو بہا کر لے گیا اس طرح وہ حضرت عاصم رضی اللہ عنہ کے قریب نہ آ سکے۔ حضرت عاصم رضی اللہ عنہ نے چونکہ نذر مان رکھی تھی کہ نہ تو وہ کسی مشرک کو ہاتھ لگائیں گے اور نہ ہی کوئی مشرک ان کو ہاتھ لگا سکے گا، کیونکہ مشرکین نجس ہیں۔ اس لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ اللہ رب العزت مؤمنین کی حفاظت ضرور فرماتا ہے۔ حضرت عاصم رضی اللہ عنہ کی اللہ رب العزت نے وفات کے بعد بھی ایسے ہی حفاظت فرمائی جیسے زندگی میں فرمائی تھی۔

اسی طرح حضرت معتب بن عبید بھی زخمی ہو کر گر پڑے اور انہوں نے موقع پا کر قتل کر ڈالا۔

حضرت خبیب، عبداللہ بن طارق اور زید بن دثنہ کو لے کر جب مرظہران پہنچے (دشمنوں نے صحابہ کرام کو کمانوں کی تانتوں سے باندھ رکھا تھا) عبداللہ بن طارق نے کہا: یہ تمہاری طرف سے پہلی غداری ہے۔ خدا کی قسم میں تمہارے ساتھ ہرگز نہیں جاؤں گا ان مقتولین میں میرے لیے کافی سبق ہے۔ انہوں نے عبداللہ بن طارق کو سنبھالنے کی کافی کوشش کی مگر انہوں نے اپنے ہاتھ چھڑوا لیے۔ پھر تلوار لے کر ایک طرف ہٹ گئے اور دشمنوں پر شدید حملہ کیا اور وہ دور ہٹ گئے اور دور ہٹ کر پتھر مار کر شہید کر دیا۔ پھر مرظہران میں انہیں دفنا دیا گیا۔

خبیب بن عدی اور زید بن دثنہ کو لے کر مکہ پہنچ گئے۔ مکہ میں خبیب کو حجیر بن ابی اہاب نے ۸۰ مثقال کے بدلے میں خرید لیا یا ۵۰ کے بدلے خریدا۔ ایک روایت کے مطابق بنت حارث بن عامر بن نوفل نے ۱۰۰ اونٹوں کے بدلے خبیب کو خریدا۔

حجیر نے حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو اس لیے خریدا تا کہ خرید کر اپنے بھتیجے کے حوالے کریں (جس کا نام عقبہ بن حارث بن عامر تھا) اور وہ ان کو قتل کر کے بدر کے دن قتل ہونے والے اپنے والد کا بدلہ اتار سکے۔

زید بن دثنہ رضی اللہ عنہ کو صفوان بن امیہ نے ۵۰ اونٹوں کے عوض خرید کر اپنے والد کے بدلے قتل کر ڈالا۔ دوسرے قول کے مطابق اس میں دوسرے لوگ بھی شریک تھے۔

جب ان کو گرفتار کر کے مکہ لایا گیا تو محترم مہینوں میں سے ذوالقعدہ کا مہینہ شروع ہو چکا تھا اس لیے حجیر نے خبیب رضی اللہ عنہ کو بنو عبد مناف کی ایک لونڈی ''ماویہ'' کے گھر میں محبوس رکھا اور صفوان بن امیہ نے زید بن دثنہ رضی اللہ عنہ کو بنو جمح والوں کے ہاں قید رکھا

یاان کے غلام نسطاس کے پاس قید رکھا۔

ماویہ بعد میں اسلام لے آئے اور ان کا اسلام کیا خوب رہا۔ فرمایا کرتی تھیں: میں نے خبیب سے بہتر کوئی آدمی نہیں دیکھا۔ بخدا میں نے خبیب رضی اللہ عنہ کو دروازے کی جھریوں سے دیکھا کہ وہ لوہے کی سلاخوں میں بند ہیں، میرے علم میں نہیں ہے کہ ان دنوں روئے زمین پر کہیں انگور کا کوئی دانہ بھی موجود ہو لیکن خبیب کے ہاتھ میں آدمی کے سر کے برابر انگوروں کے دانے تھے جس کو وہ تناول فرما رہے تھے۔ یہ اللہ رب العزت کا عطا کردہ رزق تھا جوان کو عطا فرمایا گیا۔

حضرت خبیب رضی اللہ عنہ تہجد میں بلند آواز سے قرآن مجید کی تلاوت فرماتے جس سے عورتوں کے دل نرم پڑ جاتے اور وہ رو پڑتیں اور حضرت خبیب پر ترس کھانے لگتیں۔ فرماتی ہیں: میں نے خبیب سے پوچھا: اے خبیب! کیا آپ کو کوئی ضرورت ہے؟ فرمایا: نہیں البتہ میٹھے پانی کی طلب ہے اور بتوں کے نام پر ذبح کیے گئے جانور میں سے مجھے کچھ نہ کھلانا اور جب وہ مجھے قتل کرنا چاہیں تو پہلے بتلا دینا۔

اسلام میں غداری نہیں ہے

پھر جب حرام مہینے گزر گئے اور انہوں نے خبیب رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے کا ارادہ ظاہر کیا تو میں نے ان کو آ کر اطلاع دے دی۔ خدا کی قسم! میں نے دیکھا کہ وہ اس سے ذرا بھی غمگین نہ ہوئے اور مجھ سے کہا کہ میرے لیے استرا بھیج دو تا کہ میں اس کے ذریعہ صفائی حاصل کر سکوں۔ کہتی ہیں: میں نے اپنے بیٹے ابو حسین کے ہاتھ استرا بھیج دیا۔ جب وہ لڑکا میرے پاس سے نکل گیا۔ میں نے کہا: یہ میں نے کیا کر دیا؟ خدا کی قسم اس نے اپنا بدلہ پالیا۔ میں نے اس لڑکے کو بھیجا ہے وہ جان کے بدلے جان کو قتل کر ڈالے گا جب میرا بیٹا اس کے پاس استرا لے کر آیا تو حضرت خبیب نے استرا لے لیا۔ پھر مزاحاً فرمایا: واہ جی تم بڑے بہادر نکلے۔ کیا تمہاری ماں کو میری غداری کا خوف نہیں ہوا۔ جب اس نے تجھے استرا دے کر میرے پاس بھیجا جبکہ تم میرے قتل کا مکمل ارادہ رکھتے ہو؟ ماویہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: میں اس کے کلام کو سن رہی تھی۔ میں نے کہا: اے خبیب! میں نے تو تمہیں خدا تعالیٰ کی امان دی ہے اور میں نے تمہیں استرا اس لیے نہیں دیا تا کہ تم میرے بیٹے کو قتل کر ڈالو۔ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے کہا: میں اسے قتل نہیں کرتا نہ ہی ہمارے دین میں غداری کا کوئی تصور ہے! پھر ماویہ رضی اللہ عنہا نے بتلایا کہ کچھ ہی دیر میں اسے نکال کر باہر لے جائیں گے۔ چنانچہ وہ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو تنعیم میں لے گئے۔ مکہ کا ہر آدمی اس منظر کو دیکھنے کے لیے باہر تنعیم میں جا پہنچا۔ عورتیں بچے، غلام غرض ہر قسم کا آدمی گھر سے نکل آیا کوئی بھی پیچھے باقی نہ بچا کچھ لوگ تو جذبہ انتقام سے سرشار اپنے قاتل کا انجام دیکھنے کے لیے نکلے تا کہ ان کے دلوں میں لگی ہوئی آگ ٹھنڈی ہو سکے اور ان کے علاوہ دیگر فقط اسلام اور اہل اسلام کی مخالفت میں باہر آئے تھے۔

حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کی بددعا

جب تنعیم پہنچ گئے تو حضرت زید بن دشنہ رضی اللہ عنہ بھی ساتھ ہی تھے مشرکین مکہ نے طویل وعریض لکڑی کو زمین میں سولی کی غرض سے گاڑ دیا۔ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے سولی کے قریب پہنچ کر دو رکعت نماز پڑھنے کی درخواست کی، ان کی درخواست قبول ہوگئی۔ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے نماز کو جلد از جلد مکمل کرلیا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ موت سے پہلے دو رکعت نماز پڑھنے کا عمل سب سے پہلے حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے جاری کیا۔ نماز سے فراغت کے بعد حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: خدا کی قسم! اگر مجھے یہ خوف نہ ہوتا کہ تم میری طویل نماز کو میرے خوف اور گھبراہٹ کا سبب قرار دو گے تو میں مزید نماز کو لمبا کرتا۔ پھر حضرت خبیب نے دشمن کے خلاف بددعا کے لیے ہاتھ اٹھالیے اور فرمایا:

”اے اللہ! ان کو چن چن کر ہلاک کر، ان کو الگ الگ کر کے موت کا مزہ چکھا۔ ان میں سے کسی کو بھی باقی نہ چھوڑنا۔“

حضرت معاویہ بن ابوسفیان کہتے ہیں: میں ان کی اس بددعا کے وقت وہاں موجود تھا، میں نے دیکھا کہ مجھے میرے والد حضرت خبیب کی بددعا کے خوف سے زمین پر منہ کے بل لٹائے جارہے تھے۔ انہوں نے مجھے اس شدت سے اس دن کھینچا کہ میں پیٹھ کے بل زور سے زمین پر آگرا جس کی تکلیف میں ایک طویل زمانے تک محسوس کرتا رہا۔

حویطب بن عبدالعزی فرماتے ہیں: مجھے یاد ہے کہ میں اپنی انگلیوں کو کانوں میں ٹھونس کر بھاگ پڑا تاکہ میں آواز سن ہی نہ سکوں۔

حکیم بن حزام فرماتے ہیں: میں حضرت خبیب کی بددعا کے ڈر سے درخت کے پیچھے چھپ گیا۔

سعید بن عمرو فرماتے ہیں: میں نے جبیر بن مطعم کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں اس دن بددعا کے خوف سے لوگوں کے پیچھے چھپا جارہا تھا۔

حارث بن برصاء سے منقول ہے: خدا کی قسم! میرا خیال نہیں کہ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کی بددعا سے کوئی بچ نکلا ہو۔

عثمان بن محمد اخنسی سے منقول ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے سعید بن عامر بن حذیم کو حمص کا گورنر مقرر فرمایا حضرت سعید کو ساتھیوں کی موجودگی ہی میں غشی کے دورے پڑجاتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے اس کا ذکر ہوا۔ پھر جب حضرت سعید وہاں سے ایک مرتبہ مدینہ تشریف لائے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے استفسار کیا: آپ کو کیا مرض ہے؟ کیا آپ کو جنون ہے؟ فرمایا بخدا نہیں۔ اے امیرالمومنین البتہ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو سولی دیے جانے کے وقت میں بھی وہاں موجود تھا، میں نے ان کی بددعا کے الفاظ بھی سنے۔ خدا کی قسم! جب بھی کسی مجلس میں بیٹھے مجھے ان کی بددعا یاد آتی ہے تو میں بے ہوش ہوجاتا ہوں۔

یہ واقعہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاں ان کا مقام مزید بلند ہو گیا۔

نوفل بن معاویہ الدیلی فرماتے ہیں: حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کی بد دعا کے وقت میں بھی وہاں موجود تھا میرا نہیں خیال کہ حاضرین میں سے کوئی اس بد دعا سے بچ نکلا ہو۔ میں بھی وہاں کھڑا تھا پھر بد دعا کے خوف سے زمین کی طرف جھک گیا۔ قریش کے لوگوں کی زبان ایک مہینہ یا اس سے بھی زیادہ مدت تک حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کی بد دعا کا تذکرہ کرتی رہی۔

یہ تھے حقیقی مسلمان!

پھر جب حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نماز سے فارغ ہوئے تو انہیں سولی کی طرف لے جایا گیا۔ ہاتھ وغیرہ باندھ کر ان کا رخ مدینہ کی طرف کر دیا گیا۔ پھر مشرکین نے کہا: اگر اسلام چھوڑ دو تو تمہارا راستہ صاف ہے۔ فرمایا: نہیں! خدا کی قسم! اگر مجھے دنیا و مافیہا کی تمام دولت بھی مل جائے پھر بھی میں اسلام کو چھوڑنے کے لیے تیار نہیں ہوں۔ پھر مشرکین نے کہا: کیا تم کو پسند ہے کہ آج تمہاری جگہ محمد ہوتے اور تم اپنے گھر میں تشریف فرما ہوئے۔ فرمایا: نہیں۔ خدا کی قسم! مجھے تو یہ پسند نہیں کہ میں گھر میں بیٹھا رہوں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی کانٹا بھی چبھ جائے۔ مشرکین نے پھر رجوع عن الاسلام پر اصرار کیا لیکن حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کا انکار بھی بڑھتا گیا۔

مشرکین نے لات اور عزیٰ کی قسم کھا کر کہا: اگر تم نے دین نہ چھوڑا تو ہم تجھے قتل کر ڈالیں گے۔ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کے راستے میں میرا شہید ہو جانا معمولی بات ہے۔ انکار پر مشرکین نے ان کا رخ اسی طرف پھیر دیا جہاں سے وہ آئے تھے۔ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جہاں تک تعلق ہے قبلہ سے چہرے کو پھیرنے کا تو سنو اللہ رب العزت فرماتے ہیں: فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ ؕ تم جس طرف بھی رخ کرو گے اس طرف اللہ کو پاؤ گے۔ پھر اللہ رب العزت سے دعا گو ہوئے اور فرمایا: اے اللہ! یہاں سب میرے دشمن ہیں کوئی ایسا شخص نہیں جو میرا اسلام تیرے رسول تک پہنچا دے۔ اے اللہ! تو خود ہی میرا اسلام ان کو پہنچا دے۔

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ اپنے والد کے واسطے سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کے ساتھ مجلس میں تشریف فرما تھے کہ اچانک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر غنودگی طاری ہونا شروع ہو گئی جیسا کہ نزول وحی کے وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کیفیت ہوتی تھی۔ پھر ہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا فرما رہے تھے: "وعلیه السلام ورحمة الله" پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں مخاطب ہو کر فرمایا: یہ جبریل تھے جو میرے پاس خبیب رضی اللہ عنہ کا سلام لے کر آئے تھے۔

حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کا بے دردی سے قتل

پھر مشرکین نے مقتولین بدر کے ورثاء اور اولاد کو طلب کیا چنانچہ چالیس لڑکے سامنے آ گئے۔ ہر ایک کے ہاتھ میں نیزہ تھما دیا گیا۔ پھر مشرکین نے ان لڑکوں کو مخاطب ہو کر کہا: یہ وہ شخص ہے جس نے تمہارے باپ داداؤں کو موت کے گھاٹ اتارا ہے سب نے نشانہ لے کر حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو نیزہ مارا۔ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ شدت تکلیف سے سولی پر پھڑ پھڑانے لگے جس سے ان

کا چہرہ کعبۃ اللہ کی طرف پھر گیا۔ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے فوراً اللہ کی حمد وثنا کرتے ہوئے کہا:

"تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے میرے چہرے کو قبلہ کی طرف پھیر دیا جس پر وہ خود تمام مومنین اور اس کا نبی بھی راضی ہے۔

حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کے قتل پر آمادہ کرنے والے عکرمہ بن ابی جہل، سعید بن عبداللہ بن قیس، اخنس بن شریق اور عبیدہ بن حکیم بن امیہ بن اوقص سلمی ہیں۔

عقبہ بن حارث بن عامر بھی حاضرین میں شامل تھے۔ لیکن وہ فرماتے ہیں: میں نے خبیب کو قتل نہیں کیا، میں تو ان دنوں کم سن لڑکا تھا۔ البتہ بنو عبدالدار کے ایک آدمی ابو میسرہ بن عوف بن سباق نے میرا ہاتھ پکڑا اور برچھا میرے ہاتھ میں تھما دیا۔ پھر اس نے خود اپنے ہاتھ سے وار کیا اور قتل کر ڈالا۔ اسی دوران جب اس کے برچھے کا وار خالی گیا تو لوگ سٹپٹا گئے اور کہا: اے ابو سروعہ! کتنا غلط نشانہ لیا ابو میسرہ نے۔ اس کے بعد ابو سروعہ نے دوبارہ مارا تو کمر سے پار نکال دیا۔ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کی زبان پر تھوڑی دیر تک کلمہ جاری رہا۔ پھر جان جان آفریں کے سپرد کر دی۔

اخنس بن شریق کہتے ہیں: اگر خبیب کسی موقع پر اپنے نبی کو یاد نہ کرتا تو وہ یہی موقع ہوتا مگر ہم نے دیکھا کہ کسی والد کو اپنی اولاد سے اس قدر شدید محبت نہیں جس قدر محمد کے صحابہ کو اپنے نبی سے ہے۔

حضرت زید بن دثنہ رضی اللہ عنہ آل صفوان بن امیہ کے پاس لوہے کی سلاخوں کے پیچھے قید و بند کی صعوبتیں برداشت کر رہے تھے۔ جو رات بھر مصلے پر گزارتے اور دن بھر روزہ سے رہتے۔ مشرکین کی طرف آنے والے گوشت میں سے بھی کچھ تناول نہ فرماتے۔ حضرت زید کی یہ حالت صفوان پر بڑی گراں گزری۔ کیونکہ آل صفوان حضرت زید کے ساتھ برے سلوک کا ارادہ نہ رکھتے تھے۔ بلکہ حسن معاملگی کا اظہار کیا۔ چنانچہ صفوان نے پیغام بھیجا کہ کیا کھانا پسند کرو گے؟ فرمایا: عبداللہ کے نام پر ذبح شدہ جانور کا گوشت نہیں کھاؤں گا، البتہ دودھ پینے سے انکار نہیں۔ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ چونکہ روزہ سے ہوتے تھے، اس لیے صفوان نے افطاری میں دودھ کا ایک بڑا پیالہ پیش کرنے کا حکم دیا۔ دودھ لایا گیا حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے دودھ نوش فرمایا۔ اسی طرح کا پیالہ اگلے دن بھی پیش کیا گیا۔

پھر جب حضرت خبیب رضی اللہ عنہ اور زید ایک ہی دن قید سے باہر آئے ایک دوسرے سے ملاقات ہوئی۔ دونوں میں سے ہر ایک کے ساتھ لوگوں کی ایک بڑی تعداد موجود تھی۔ پھر ایک دوسرے کو آنے والی مصیبت پر صبر اور تحمل کی درخواست کی اور جدا ہو گئے۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ کے قتل پر صفوان کا غلام نسطاس مامور تھا۔ حضرت زید کو تنعیم لے جایا گیا وہاں سولی کا انتظام کیا گیا۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے دو رکعت نماز ادا کی۔ نماز کے بعد پھر ان کو سولی کے قریب لایا گیا۔ لوگوں نے زید سے کہا: اس من گھڑت دین کو چھوڑ کر ہماری پیروی کر لو۔ تجھے چھوڑ دیں گے۔ فرمایا: ہرگز نہیں میں اپنے دین کو کبھی نہیں چھوڑوں گا۔ مشرکین نے کہا: کیا تمہیں پسند ہے کہ تمہاری جگہ محمد ہمارے ہاتھ میں ہوتے اور تم اپنے گھر میں ہوتے۔ فرمایا: مجھے یہ منظور نہیں کہ میں گھر میں بیٹھا

ہوں اور محمد کو کوئی کانٹا بھی تکلیف دے جائے۔ ابوسفیان بن حرب نے کہا: میں نے زندگی میں کبھی ایسے لوگ نہیں دیکھے جنہوں نے صحابہ کی نبی ﷺ سے محبت سے بڑھ کر اپنے سردار کے ساتھ محبت کی ہو۔

حضرت حسان بن ثابت فرماتے ہیں:

کاش خبیب سے خیانت نہ ہوتی اور وہ ان لوگوں کی فطرت سے واقف ہوتے۔ تم نے پہلے پناہ دی پھر پناہ دے کر غداری کی پھر مقام رجیع میں بہادری دکھانے لگے۔

حضرت حسان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

اگر گھر میں کوئی حقیقت پسند، کام کر گزرنے والا، پہرے دار قوم کا بڑا سردار ہوتا تو وہ اس کا ماموں انس ہوتا۔

پھر خبیب رضی اللہ عنہ کو ایک وسیع وعریض صحن والے گھر میں ٹھہرایا جاتا جہاں وہ ہتھکڑیوں اور بیڑیوں سے آزاد ہوتا۔

قبیلے کے رذیل اور گھٹیا ترین لوگ تجھے تنعیم کی طرف لے کر نہ جاتے۔

اے خبیب! صبر سے کام لو کیونکہ شہادت میں عزت ہے جس سے انسان ہمیشہ کے لیے نعمتوں کے باغات میں جا پہنچتا ہے۔

ان وعدہ خلاف لوگوں نے تم سے غداری کی اور تجھ جیسے مہمان کو گھر میں قید کیے رکھا۔

غزوۂ بنو نضیر

غزوہ بنونضیر ہجرت نبوی ﷺ کے ۳۷ ویں مہینے، ماہ ربیع الاول میں پیش آیا۔

محمد بن عبداللہ، عبداللہ بن جعفر، محمد بن صالح، محمد بن یحییٰ بن سہل، ابن ابی حبیبہ معمر بن راشد اور دیگر ایسے رواۃ جن کے نام نامعلوم ہیں سب نے اس حدیث کو بیان کیا مگر ان میں سے کچھ رواۃ کو یہ حدیث دیگر کی بنسبت زیادہ یاد تھی۔ سب کی روایات جمع کرنے سے یہ معلوم ہوا کہ

جب عمرو بن امیہ بئر معونہ سے واپس وادی قناۃ میں پہنچے وہاں بنو عامر کے دو آدمیوں سے ملاقات ہوئی۔ ان کا نسب نامہ معلوم کیا۔ پھر جب وہ دونوں سو گئے حضرت عمرو نے آگے بڑھ کر بڑی پھرتی سے ان کا کام تمام کر دیا۔ پھر جلد ہی نبی کریم ﷺ کے پاس تشریف لے آئے اور آنے میں اتنی دیر بھی نہ لگائی جتنی کسی بکری کا دودھ نکالنے میں لگائی جاتی ہے۔ حضور ﷺ کو قصہ سے آگاہ فرمایا۔ آپ ﷺ نے واقعہ سن کر ناراضگی کا اظہار فرمایا اور کہا: تم نے اچھا نہیں کیا! ان دونوں کا ہمارے سے حفاظت کا وعدہ تھا اور انہیں امان حاصل تھی۔ حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے معذرت کی اور فرمایا: اے اللہ کے رسول! مجھے اس کا علم نہ تھا میں نے خیال کیا کہ یہ لوگ ابھی تک شرک پر قائم ہیں لہٰذا ان کا کام تمام کر دیا جائے۔ پھر ان کی قوم نے جو ہمارے ساتھ غداری کی ہے اور ہمیں جو نقصان پہنچایا وہ بھی عمرو بن امیہ کے سامنے تھا اس لیے وہ دونوں کا سامان بھی ساتھ لے آئے۔ آپ ﷺ نے اس مال کو الگ رکھنے کا حکم دیا حتیٰ کہ بعد میں دیت کے ساتھ ادا کر دیا گیا۔

دیت کا قصہ اس طرح ہے کہ عامر بن طفیل نے نبی کریم ﷺ کو پیغام بھیجا کہ تمہارے ایک آدمی نے ہمارے دو آدمیوں کو قتل کر ڈالا ہے حالانکہ وہ تمہاری امان و پناہ میں تھے۔ لہٰذا آپ ان دونوں کی دیت ادا کیجیے۔

نبی کریم ﷺ دیت میں تعاون کے سلسلے میں بنو نضیر والوں کے پاس تشریف لے گئے جو اس وقت بنو عامر کے حلیف تھے۔ ہفتہ کے دن نبی کریم ﷺ انصار اور مہاجرین کی معیت میں تشریف لے گئے پھر مسجد قباء میں دو رکعت نماز ادا کرنے کے بعد بنو نضیر والوں کے پاس آ گئے اور انہیں اپنی شوریٰ کی جگہ پر موجود پایا۔ نبی کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام وہاں بیٹھ گئے اور بنو کلاب کے دو مقتولین کی دیت ادا کرنے کے سلسلے میں ان سے تعاون کرنے کا کہا جن کو عمرو بن امیہ نے قتل کیا تھا۔ یہودیوں نے کہا: اے ابو القاسم جیسے آپ چاہیں گے ہم ویسے ہی کریں گے لیکن آج آپ ہمارے پاس تشریف لائے ہیں لہٰذا آپ یہیں تشریف رکھیں تاکہ آپ کی مہمان نوازی کر سکیں۔ نبی کریم ﷺ بنو نضیر ہی کے ایک گھر میں تشریف فرما تھے۔

بد بخت یہودیوں کے ناپاک عزائم

باہر کچھ لوگوں نے اکٹھے ہو کر آپس میں مشاورت کی۔ حیی بن اخطب نے کہا: اے قوم یہود! محمد اپنے چند صحابہ کے ساتھ تمہارے پاس آئے ہیں جن کی تعداد دس بھی نہیں ہے۔ (نبی کریم ﷺ کے ساتھ حضرت ابو بکر، عمر، علی، زبیر، طلحہ، سعد بن معاذ، اسید بن حضیر اور سعد بن عبادہ تشریف لائے تھے) لہٰذا تم اس گھر کی چھت سے ان پر بھاری پتھر پھینک کر ان کا کام تمام کردو۔ یاد رکھو اس سے بہتر موقع پھر کبھی میسر نہ آسکے گا۔ اگر محمد مارے گئے تو اس کے ساتھی بکھر جائیں گے اور قریش والے واپس قریش والوں کے ساتھ جا ملیں گے۔ مدینہ میں اس کے بعد صرف قبیلہ اوس اور خزرج باقی رہ جائیں گے۔ جو اس وقت ہمارے حلیف بھی ہیں۔ جس کے تم برسوں سے منتظر تھے وہ کارنامہ اگر انجام دینا ہے ابھی وقت ہے۔ عمرو بن جحاش نے کہا: گھر پر چڑھ کر پتھر پھینکنے کی ذمہ داری مجھ پر ہے۔

سلام بن مکشم نے کہا: اے لوگو! آج کے دن میری بات پر عمل کرلو پھر زمانہ بھر میری مخالفت کرتے رہنا۔ خدا کی قسم اگر تم نے ایسا کیا تو ان کو بتلا دیا جائے گا کہ یہ ہماری طرف سے غداری ہے اور یاد رکھو یہ اس معاہدے کی خلاف ورزی ہوگی جو ہمارے اور ان کے درمیان ہے۔ خبردار! خدا کی قسم اگر تم نے اپنے ارادوں کو عملی جامہ پہنا دیا تو یاد رکھو اس کے بعد انہی میں سے ایک ایسا آدمی دین اسلام کی باگ دوڑ اپنے ہاتھ میں لے گا جو روز قیامت تک اپنے دین کو غالب رکھے گا اور یہودیت کو جڑ سے اکھاڑ پھینکے گا۔

وہ شمع کیوں بجھے جسے روشن خدا کرے

پتھر پھینکنے کی تیاریاں مکمل ہو چکی تھیں عین موقع پر نبی کریم ﷺ کو بذریعہ وحی یہود کے عزائم سے آگاہ کر دیا گیا۔ نبی کریم ﷺ تیزی سے وہاں سے اٹھے جیسے آپ کو اچانک کوئی کام یاد آگیا ہو اور مدینہ کا رخ کر لیا۔

نبی کریم ﷺ کے صحابہ کرام اس گمان میں وہاں بیٹھے باتوں میں مصروف رہے کہ شاید نبی کریم ﷺ کسی حاجت سے گئے ہیں۔ مگر جب ناامید ہو گئے تو ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہمارے یہاں ٹھہرے رہنا فضول ہے نبی کریم ﷺ کسی حاجت سے تشریف لے گئے ہیں۔ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم وہاں سے واپس آگئے۔

حیی نے کہا: ابو القاسم نے جلدی کی ہمارا تو ارادہ تھا کہ ہم ان کی ضرورت پوری کر دیتے اور ان کا اکرام بھی کرتے۔ یہود نے جو منصوبہ بنایا اس پر وہ نادم و شرمندہ ہوئے۔

توراۃ میں اسلام کی حقانیت

کنانہ بن صویراء نے کہا: کیا تمہارے علم میں ہے کہ محمد کیوں اٹھ کر چلے گئے؟ لوگوں نے کہا: ہمیں اس بات کا علم ہے نہ ہی تم کو۔ کنانہ نے توراۃ کی قسم کھا کر کہا: کیوں نہیں مجھے معلوم ہے وہ کیوں گئے ہیں۔ یقیناً محمد کو تمہارے عزائم اور تمہاری ان سے

غداری کے بارے میں بتلا دیا گیا ہے۔ لہٰذا تم اپنے ساتھ دھوکہ نہ کرو خدا کی قسم وہ یقیناً اللہ کا رسول ہے اور ان کے اٹھنے کا سبب اس کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے کہ ان کو تمہارے ارادوں کی اطلاع مل گئی۔ یقیناً محمد ہی آخری نبی ہے۔ تمہاری خواہش تھی کہ خاتم الانبیاء ہارون (علیہ السلام) کی اولاد سے ہوتا مگر اللہ نے جس کو چاہا خاتم بنا کر بھیج دیا۔ توراۃ اور ہماری دیگر اصلی کتب، جو تحریف سے محفوظ ہیں، یہ بتلاتی ہیں کہ آخر الانبیاء کی پیدائش مکہ مکرمہ میں ہوگی یثرب کی طرف ہجرت کریں گے اور ان کی تمام کی تمام صفات کتاب والی صفات کے عین مطابق ہیں۔ محمد کا لایا ہوا دین و کتاب تم سے جنگ کرنے سے بہت بہتر ہے۔

اور مجھے ایسے نظر آرہا ہے کہ ایک دن تم یہاں سے نکل جاؤ گے تمہارے بچے فریاد کرتے ہوں گے تم اپنے گھروں اور اموال کو یہیں چھوڑ جاؤ گے اور اس دن اسی میں ہی تمہارے لیے عزت ہوگی لہٰذا میری دو باتوں پر عمل کرلو تیسری میں کوئی خیر کی بات نہیں۔ لوگوں نے کہا دو باتیں کیا ہیں؟ کہنے لگے تم اسلام لا کر اگر محمد کے ساتھ شامل ہو جاؤ تو تمہارے اموال اور اولاد سب محفوظ رہیں گی اور محمد کے بڑے ساتھیوں میں تمہارا شمار ہوگا تمہارا مال تمہارے ہاتھ میں ہی رہے گا اور تمہیں تمہارے گھروں سے بھی نہیں نکالا جائے گا لوگوں نے کہا ہم توراۃ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کیے ہوئے عہد کی خلاف ورزی نہیں کر سکتے۔ کنانہ بن صویراء نے کہا کہ پھر تمہارے پاس ایک پیغام آنے والا ہے کہ تم میرے شہر سے نکل جاؤ۔ تم جواب میں کہنا: ٹھیک ہے ہم نکلنے کو تیار ہیں اس طرح محمد کبھی بھی تمہارے مال کو حلال اور تمہاری جانوں کو مباح قرار نہیں دے گا اور تمہارے مال تمہارے پاس ہی رہ جائیں گے چاہو تو بیچ دینا اور اگر چاہو تو اپنے پاس ہی رکھنا۔

لوگوں نے کہا اس بات سے ہم متفق ہیں۔ کنانہ نے کہا آخری بات میرے حق میں ان سب باتوں سے بہت بہتر ہے۔ وہ یہ کہ خدا کی قسم اگر مجھے اسلام لانے کے بعد تم میں سے سب سے کم تر حیثیت ہونے کا احساس نہ ہوتا تو میں اسلام لے آتا۔ لیکن بخدا میری بیٹی شعثاء کبھی بھی مجھے مسلمان ہونے کی عار نہیں دلائے گی حتیٰ کہ مجھے بھی وہی مصیبت آگھیرے جو تمہیں آنے والی ہے۔ کنانہ کی بیٹی شعثاء وہی ہے جس کے حسن کو حضرت حسان بیان کیا کرتے تھے۔

سلام بن مکشم نے کہا: تم نے جو کچھ کیا مجھے اس سے سخت نفرت ہے اب ان کی طرف سے پیغام آنے والا ہے کہ تم یہاں سے نکل جاؤ! اے حیی! ان کا حکم آجانے کے بعد بحث و تمحیص میں نہ پڑنا اور خاموشی سے نکل کر احسان مندی کا معاملہ کرنا اس نے کہا: میں ایسا ہی کروں گا کہ یہاں سے نکل جاتا ہوں۔

جب نبی کریم ﷺ مدینہ آگئے تو صحابہ بھی پیچھے پیچھے چلے آئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مدینہ کے راستہ میں ایک آدمی ملا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا: کیا تم نے رسول اللہ کو دیکھا ہے؟ اس نے کہا: میں نے انہیں مقام جر میں دیکھا تھا۔ پھر جب صحابہ آپ ﷺ کے پاس آگئے تو پتہ چلا کہ آپ نے محمد بن مسلمہ کو طلب کیا ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے اللہ کے رسول! آپ وہاں سے آئے اور ہمیں پتہ بھی نہ چلا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یہود کا غداری کا عزم تھا اللہ تعالیٰ نے مجھے بتلا دیا میں وہاں سے اٹھ گیا۔

محمد بن مسلمہ نبی کریم ﷺ کے پاس تشریف لے آئے آپ ﷺ نے بنونضیر کے یہود کی طرف یہ کہہ کر روانہ کر دیا کہ ان سے جا کر کہو: رسول اللہ نے مجھے تمہاری طرف یہ پیغام دے کر بھیجا ہے کہ تم اس کے شہر سے نکل جاؤ۔ جب محمد بن مسلمہ ان کے پاس گئے تو فرمایا: اللہ کے رسول نے مجھے ایک پیغام دے کر بھیجا ہے۔ لیکن وہ پیغام ذکر کرنے سے پہلے میں تمہیں ایک بات یاد دلانا چاہوں گا۔

میں تمہیں اس توراۃ کی قسم دیتا ہوں جو اللہ رب العزت نے موسیٰ علیہ السلام پر نازل کی۔ کیا تمہیں یاد ہے کہ میں تمہارے پاس ایک دفعہ آیا تھا جس وقت محمد نے نبوت کا دعویٰ نہیں کیا تھا اور تمہارے پاس توراۃ موجود تھی۔ تم نے مجھے اسی مجلس میں کہا تھا: اے ابن مسلمہ اگر چاہو تو ہم آپ کو کھانا کھلاتے ہیں اور اگر چاہتے ہو تو تمہیں دین یہود کی دعوت دے کر یہودی بنا ڈالیں۔ میں نے جواباً کہا تھا مجھے کھانا کھلا دو یہودی نہ بناؤ! میں خدا کی قسم کبھی بھی یہودی نہیں بنوں گا۔ پھر تم نے مجھے ایک پیالے میں کھانا پیش کیا۔ خدا کی قسم مجھے آج بھی وہ منظر یاد ہے کہ اس پیالے میں تھوڑا سا کھانا مجھے پیش کیا گیا۔ پھر تم نے مجھے کہا ہمارے دین سے روکنے والی چیز صرف یہی ہے کہ یہ دین یہود ہے۔ اس کا مطلب ہے تم اس دین حنیف کو اپنانا چاہتے ہو جس کے بارے تم نے سن رکھا ہے۔ لیکن یاد رکھو ابو عامر نے اس دین کو نہ پسند کیا ہے نہ اس پر چلا ہے (تم نے یہ بھی کہا تھا) کہ ملت حنفیہ والا شخص تمہارے پاس آنے والا ہے میدانِ جنگ میں بھی جس کے چہرے پر مسکراہٹ ہوگی۔ آنکھوں میں سرخی ہوگی وہ تمہارے پاس یمن کی طرف سے آئے گا۔ اونٹ پر سوار عمامہ پہنے ہوئے ہوگا۔ روٹی کے خشک ٹکڑوں پر اکتفا کرے گا اس کی تلوار اس کے شانے پر لٹکتی ہوگی اس کے ساتھ کوئی مخصوص نشانی نہیں ہوگی۔ جب بات کرے گا تو حکمت بھرا کلام کرے گا جیسے وہ تمہارے اس خدا کی قسم تمہاری اس بستی میں زبردست لوٹ مار اور قتل وخون کا بازار گرم ہونے والا ہے۔ لوگوں نے تصدیق کی اور کہا کہ ہم نے ایسے ہی کہا تھا لیکن حقیقت یہ نہیں ہے۔

محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے اپنی بات مکمل کر لی۔ اب پیغام سنو! رسول اللہ ﷺ نے مجھے پیغام دے کر بھیجا ہے کہ تم اس غداری کے سبب اپنا معاہدہ ختم کر چکے ہو۔ پھر ان کی مشاورت اور عمرو بن جحاش کا پتھر گرانے کے ارادے سے گھر کے اوپر چڑھنے کا بھی ذکر کیا۔ یہ سن کر سب کو چپ لگ گئی اور کوئی ایک حرف بھی نہ بول سکا۔ ان کا حکم ہے کہ تم ہمارے اس ملک سے نکل جاؤ میں تمہیں دس دن کی مہلت دے رہا ہوں۔ اس کے بعد اگر کوئی نظر آیا تو اس کی گردن ماری جائے گی۔ یہودی کہنے لگے: اے محمد! ہمارا گمان نہیں تھا کہ اوس کا کوئی آدمی یہ پیغام لے کر ہمارے پاس آئے گا۔ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اب زمانہ وحالات بدل چکے ہیں اور لوگ بھی پہلے جیسے نہیں رہے۔

رئیس المنافقین ابن ابی کی چالبازیاں

یہود نے اونٹ اور دیگر سواریاں کرایہ پر حاصل کیں اور کچھ دنوں تک نکلنے کی تیاریاں کرتے رہے۔ اسی دوران ان کے

پاس منافق ابن ابی قاصد، سوید اور داعس آئے اور کہنے لگے کہ عبداللہ بن ابی کا تمہارے نام یہ پیغام ہے کہ تم اپنا علاقہ اور مال وغیرہ چھوڑ کر مت جاؤ یہیں اپنے محفوظ قلعوں میں ایام زندگی بسر کرو میرے پاس اپنی قوم کے دو ہزار افراد ہیں اور دیگر عرب کے لوگ اس تعداد کے علاوہ ہیں یہ تمہارے ساتھ قلعہ بند ہو کر جنگ کریں گے دشمن تمہارے قلعے میں اس وقت تک نہ پہنچ پائے گا جب تک کہ یہ سب لوگ مر نہ جائیں۔ اسی طرح بنوقریظہ اور بنوغطفان بھی تمہاری حمایت میں ہیں یہ سب لوگ تمہیں کبھی بھی ذلیل ورسوانہیں ہونے دیں گے۔

چنانچہ ابن ابی نے کعب بن اسد کو پیغام بھیجا کہ وہ اپنے بھائیوں کی مدد کو پہنچے۔ کعب بن اسد نے جواب میں کہا کہ بنوقریظہ کا کوئی شخص بھی معاہدہ ختم کرنے پر آمادہ نہیں۔

حیی بن اخطب کی نحوست

ابن ابی بنوقریظہ والوں سے مایوس ہو گیا اب وہ رسول اللہ ﷺ اور بنونضیر کے درمیان شر پھیلانے لگا اور مسلسل حیی کی طرف پیغام بھیجتا رہا یہاں تک کہ حیی نے رسول اللہ ﷺ کی طرف پیغام بھیج دیا کہ ہم اپنا علاقہ نہیں چھوڑیں گے محمد نے جو کرنا ہے کر لے اور حیی نے ابن ابی کے وعدوں اور فوج کی لالچ میں آ کر ایسا کیا اور کہنے لگا ہم اپنی پناہ گاہیں مزید مضبوط کر لیں گے جانوروں کو بھی اندر ہی رکھیں گے گلیاں تنگ کر ڈالیں گے اور پتھر اٹھا اٹھا کر قلعہ میں محفوظ کر لیں گے اور اپنے پاس اتنا کھانا جمع کر لیں گے جو ایک سال تک کے لیے کافی ہو اور پانی تو ہمارے پاس پہلے ہی کثیر مقدار میں موجود ہے جس کے ختم ہونے کا اندیشہ ہی نہیں ہے۔ پھر ہم دیکھیں گے کہ محمد کیسے ایک سال تک ہمارا محاصرہ کرتا ہے؟ ہمارا خیال ہے کہ وہ ایسا نہیں کر پائیں گے۔

سلام بن مشکم نے کہا تجھ پر تیرے نفس نے ایک خیال باطل کا احسان کر کے گمراہ کر ڈالا ہے۔ خدا کی قسم اگر تیری رائے کی کمزوری اور تجھ پر عیب لگنے کا ڈر نہ ہوتا تو میں اپنے یہودیوں کو لے کر تجھ سے الگ ہو جاتا اے حیی ایسا نہ کرو۔ بخدا آپ بھی جانتے ہو اور ہم بھی جانتے ہیں کہ وہ اللہ کا رسول ہے اس کی تمام صفات و آیات ہمارے پاس موجود ہیں۔ اگر ہم نے ان کی پیروی نہیں کی اور بنی ہارون میں سے نہ ہونے کی بنا پر ہم حسد کر رہے ہیں تو ہمیں چاہیے کہ ان کے ساتھ ہونے والے امن و امان والے معاہدے پر قائم رہیں۔ اور خاموشی سے ان کے حکم کو بجالاتے ہوئے اس کے شہر سے نکل جائیں۔ کیونکہ تم کو معلوم ہے کہ تم نے مخالفتِ عہد کر کے ان کے ساتھ غداری کی ہے۔ پھر ہمارے یہاں سے چلے جانے کے بعد جب پھلوں کے پکنے کا وقت آئے گا ہم سے جن کو ضرورت ہوگی وہ واپس آ کر اپنا پھل بیچ کر واپس چلا آئے۔ یا جو بھی وہ کرنا چاہے کرے اور واپس آ جائے۔

اگر ہمارا مال ہمارے پاس ہی رہا تو پھر یہاں سے نکل بھی جائیں تو کوئی نقصان کی بات نہیں کیونکہ ہمیں دیگر لوگوں کے مقابلے میں جو مقام و مرتبہ اور عزت حاصل ہے وہ ہماری محنت اور مال و دولت کے بدلے میں ہی ہے۔ اگر ہمارا مال ہمارے ہاتھوں سے جاتا رہا ہم بھی دیگر یہود کی طرح ذلت و رسوائی کا شکار ہو جائیں گے۔

اور اگر محمد ہمارے پاس آگئے اور اپنے قلعوں میں ایک دن کے لیے بند ہو گئے تو یاد رکھو! پھر محمد ہماری کوئی گزارش نہیں سنیں گے اور جو انہوں نے پیغام اب بھیجا ہے اس پر بھی وہ عمل پیرا ہونے سے راضی نہیں ہوں گے۔

حیی نے کہا اگر محمد ہمارا محاصرہ کر بھی لے تو تب بھی اس کو سوائے قلیل مال کے ہم سے کچھ حاصل نہیں ہو سکے گا یا پھر خالی ہاتھ واپس لوٹنا پڑے گا اور ابن ابی نے جو ہمارے ساتھ وعدے کیے ہیں وہ بھی آپ کے سامنے ہیں۔

سلام بن مکشم نے کہا ابن ابی کے وعدے اور باتوں کی کوئی حیثیت نہیں ابن ابی تمہیں جنگ پر آمادہ کر کے ہلاکت کے گڑھے میں جھونکنا چاہتا ہے۔ تمہیں جنگ میں دھکیل کر خود گھر میں بیٹھا رہے گا۔ ابن ابی نے کعب بن اسد سے مدد طلب کی مگر اس نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ جب تک میں زندہ ہوں بنو قریظہ کا کوئی آدمی بھی معاہدے کی خلاف ورزی نہیں کر سکتا ورنہ سن لو! ابن ابی نے اپنے خلفاء، بنو قینقاع والوں سے بھی اس طرح کی مدد و نصرت کا وعدہ کیا تھا۔ جب میدان جنگ سجا اور بنو قینقاع اپنا معاہدہ توڑ کر قلعہ بند ہو گئے پھر وہاں ابن ابی کی نصرت کا انتظار کرتے رہے مگر ابن ابی اپنے گھر ہی میں ٹھہرا رہا۔ محمد نے جا کر ان کا محاصرہ کر لیا حتیٰ کہ انہوں نے ہتھیار ڈال دیے۔

ابن ابی نے اور جس کو وہ روک دے۔ کبھی بھی اپنے خلفاء کی مدد نہیں کی اور ہم آج تک یہ جنگ میں اوس کے ساتھ مل کر ان کے خلاف جنگیں لڑتے رہے ہیں۔ یہاں تک کہ پھر ان کی آپس میں جنگیں ختم ہو گئی اور محمد نے دونوں کے درمیان رکاوٹ ڈال دی۔ ابن ابی نہ تو یہودی ہے نہ دین محمد کا پیروکار ہے نہ ہی اپنی قوم کے دین پر ہے۔ اس کے باوجود تم اس پر کیسے اعتماد کرتے ہو؟ حیی نے جھلا کر کہا میرا دل محمد سے دشمنی یا جنگ لڑنے کے علاوہ کسی اور بات پر آمادہ نہیں ہوگا۔

سلام نے کہا: اس صورت میں پھر ہم کو جلاوطنی، ضیاع مال و متاع، عزت کے چھن جانے اور جنگجوؤں کے قتل ہونے کے بعد بچوں کے غلام بنائے جانے کا منتظر رہنا چاہیے۔ مگر حیی رسول اللہ ﷺ سے جنگ کرنے پر تل گیا۔ ساروک بن ابوالحقیق جو قوم کا کم عقل اور مجنون آدمی تھا، نے کہا۔ اے حیی! تو منحوس آدمی ہے بنو نضیر والوں کو ہلاک کروائے گا۔ حیی غضبناک ہو گیا اور کہا: بنو نضیر کا ہر آدمی باتیں کر رہا ہے حتیٰ کہ یہ پاگل اور بے وقوف آدمی بھی مجھے ملامت کرتا ہے۔ ساروک کو اس کے بھائیوں نے مارا اور حیی سے کہا: ہم تمہارے حکم کے تابع ہیں، ہرگز مخالفت نہیں کریں گے۔

حیی کا بھائی جدی بن اخطب، حیی کا پیغام لے کر آپ ﷺ کے پاس گیا۔ نبی کریم ﷺ اپنے صحابہ کے ساتھ مجلس میں تشریف فرما تھے۔ اس نے آکر بتلایا تو رسول اللہ ﷺ اور تمام مسلمانوں نے نعرۂ تکبیر بلند کیا اور کہا کہ یہود جنگ پر اتر آئے ہیں۔ جدی جب ابن ابی کے پاس پہنچا تو وہ اپنے حلفاء کے ساتھ اپنے گھر پر ہی موجود تھا۔ اس وقت تک رسول اللہ ﷺ کا منادی بنو نضیر کی طرف جانے کا اعلان کر چکا تھا۔ عبداللہ بن ابی کا بیٹا عبداللہ اپنے باپ کے پاس اسی مجلس میں آگیا۔ جدی بن اخطب بھی وہاں موجود تھا۔ زرہ پہنی اور تلوار لے کر تیزی سے نکل گیا۔ جدی کہتا ہے: جب میں نے دیکھا کہ ابن ابی کا بیٹا تلوار لے کر نکل گیا ہے اور ابن ابی ابھی تک وہاں گھر میں بیٹھا ہے۔ میں ابن ابی کی مدد سے مایوس ہو گیا۔ میں دوڑتا ہوا حیی کے پاس

آیا۔ حیی نے کہا: کیا خبر ہے؟ میں نے کہا: بہت بری خبر ہے۔ میں نے جب محمد کو تیرا پیغام پہنچایا، اس نے فوراً تکبیر بلند کی اور کہا: یہود نے جنگ پر آمادہ ہو گئے ہیں۔ حیی نے کہا: یہ تو ان کی طرف سے محض ایک تدبیر ہے۔ جدی نے کہا: پھر میں نے ابن ابی کو جا کر جب خبر دی تو اس وقت تک محمد کا منادی بنونضیر کے خلاف نکلنے کا اعلان کر چکا تھا۔ حیی نے پوچھا کہ ابن ابی نے پھر کیا جواب دیا۔ جدی نے کہا: مجھے اس میں کوئی خیر کی بات نظر نہیں آئی۔ اس نے کہا کہ میں اپنے حلفاء کو پیغام بھیجتا ہوں وہ تمہارا ساتھ دیں گے۔

نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ بنونضیر میں عصر کی نماز ادا کی۔ جب یہودیوں نے آپ ﷺ اور آپ کے صحابہ کو دیکھا، وہ اپنے قلعوں پر پتھر اور تیر لے کر کھڑے ہو گئے۔ بنوقریظہ اس صورتحال سے الگ رہے، نہ انہوں نے اپنے مردوں کو بھیجا نہ ہی اسلحہ سے ان کا تعاون کیا۔ دشمن نے قلعوں پر کھڑے ہو کر تیر اور پتھروں کی بارش برسا دی۔ نبی کریم ﷺ کے صحابہ گاہے بگاہے اپنے کاموں سے فارغ ہو کر رسول اللہ ﷺ کے پاس عشاء کے وقت جا پہنچے۔ جب رسول اللہ ﷺ نے عشاء کی نماز ادا کی۔ نماز کے بعد زرہ پہنے گھوڑے پر سوار اپنے دس صحابہ کے ساتھ واپس گھر تشریف لائے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو لشکر پر امیر مقرر فرمایا یا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر فرمایا۔

مسلمانوں نے محاصرے ہی میں رات گزار دی، صبح تک اللہ اکبر کی صدائیں بلند ہوتی رہیں۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے مدینہ میں اذان دی اور آپ ﷺ صحابہ کرام کو لے کر چل نکلے اور بنوخطمہ میں نماز ادا کی۔ جبکہ پیچھے مدینہ میں حضرت ابن ام مکتوم کو نائب مقرر فرمایا۔ آپ ﷺ کے لیے ایک چمڑے کا خیمہ لگا دیا گیا۔

یحی بن عبدالعزیز سے مروی ہے کہ وہ قبہ غرب لکڑی کا بنا ہوا تھا جس پر خاص قسم کی چادر ڈال دی گئی تھی۔ یہ قبہ سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے بھیجا تھا حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے حکم ملنے پر یہ قبہ بنوخطمہ کے علاقے میں ایک چھوٹی سی مسجد میں لگا دیا۔ نبی کریم رضی اللہ عنہ قبہ کے اندر تشریف لے گئے۔

یہودیوں کا ایک آدمی تھا جس کا نام عزوک تھا، یہ بڑا ماہر تیر انداز آدمی تھا۔ اس نے نبی کریم ﷺ کے قبہ کا نشانہ لے کر تیر مارا وہ خیمہ پر آ لگا آپ ﷺ نے قبہ کو وہاں سے ہٹا کر، تیر اندازوں سے دور فضیح کی مسجد کے قریب نصب کرنے کا حکم دیا۔

شام گزر گئی مگر ابن ابی اور اس کے حلفاء کا وجود ابھی تک ناپید تھا۔ ابن ابی اپنے گھر ہی میں بیٹھا رہا حتیٰ کہ بنونضیر ابن ابی کے وعدوں سے مایوس ہو گئے۔ سلام بن مکشم اور کنانہ بن صویراء نے حیی سے کہا۔ ابن ابی کے وعدے کہاں گئے؟ حیی نے کہا: میں کیا کر سکتا ہوں؟ یہ ایک جنگ تھی جو ہمارے مقدر میں لکھ دی گئی ہے۔ آپ ﷺ زرہ پہنے یہودیوں کے محاصرے میں ہی مشغول رہے۔

ایک رات حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ عشاء کے وقت گم ہو گئے۔ لوگوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! علی نظر نہیں آ رہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اس کو چھوڑو وہ تمہارے ہی کسی کام سے گئے ہیں۔ زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ

عزوک کا سر لیے نمودار ہوئے سر آپ ﷺ کے سامنے پیش کیا اور فرمایا: میں نے اس خبیث کا پیچھا کیا۔ میں نے ایک انتہائی بہادر آدمی کو دیکھا میں نے کہا یہ آدمی کتنا بہادر ہے کہ شام ہوتے ہی ہمیں دھوکہ دینے نکلا ہے۔ وہ یہود کی ایک جماعت میں سے تلوار کو بے نیام کرتا ہوا آگے بڑھا۔ میں نے اس پر وار کر کے تہ تیغ کر ڈالا اور اس کے ساتھی پیچھے ہٹ گئے لیکن اس کے قریب ہی رہے۔ اگر آپ میرے ساتھ کچھ لوگوں کو بھیج دیں تو امید ہے کہ ہم کامیاب واپس لوٹیں گے۔ آپ ﷺ نے ابو دجانہ اور سہل بن حنیف کو دس صحابہ کے ہمراہ اس مہم کے لیے روانہ کیا صحابہ کرام نے یہودیوں کو قلعوں میں داخل ہونے سے پہلے ہی پکڑ لیا اور انہیں موت کے گھاٹ اتار کر ان کے سر لے کر آپ ﷺ کے پاس آئے۔ آپ ﷺ نے ان سروں کو بنوخطمہ کے کنوؤں میں پھینکنے کا حکم دے دیا۔

حضرت سعد بن عبادہ مسلمانوں کو کھجوریں لا کر دیتے تھے کیونکہ یہودی اپنے قلعوں میں ہی محصور تھے۔ آپ ﷺ نے کھجوریں جلانے اور انہیں کاٹ پھینکنے کا حکم دیا اور یہ کام سرانجام دینے کے لیے اپنے صحابہ کرام میں سے ابولیلیٰ مازنی اور عبداللہ بن سلام کی خدمات حاصل کیں۔ ابولیلیٰ کا کام عجوہ کھجوریں کاٹنا تھا جبکہ عبداللہ بن سلام لون (رطب، تازہ کھجوریں) کاٹنے پر مامور تھے جب ان دونوں سے اس بارے پوچھا گیا تو انہوں نے بتلایا کہ عجوہ کھجور کے درخت زیادہ جلائے گئے۔ عبداللہ بن سلام فرماتے ہیں: میرا گمان تھا کہ اللہ تعالیٰ نبی کریم ﷺ کو یہ مالِ غنیمت کے طور پر عطا فرمائیں گے اور عجوہ کے درخت ان کا بہترین مال تھا اور ہم نے جو کچھ بھی کیا اللہ رب العزت نے اس کے بارے میں رضامندی کا اظہار فرمایا۔

(مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ) یعنی ابن سلام نے جو کھجوریں کاٹیں۔ (قَآئِمَةً عَلٰٓى اُصُوْلِهَا) اس سے مراد عجوہ کھجور ہے۔ (فَبِاِذْنِ اللّٰهِ) عجوہ کھجور کے درخت ابولیلیٰ نے کاٹے تھے۔ (وَلِيُخْزِيَ الْفٰسِقِيْنَ ۝) فاسقین سے مراد بنونضیر ہیں۔ دونوں نے جو کچھ بھی کیا سب سے اللہ راضی ہے۔

عجوہ کھجور کی فضیلت

عجوہ کی بربادی سے یہودیوں کی عورتوں نے ماتم شروع کر دیا گریبان چاک کر دیے اور ہائے بربادی! ہائے بربادی کی صدائیں بلند ہونے لگیں۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا ان کو کیا ہوا؟ جواب ملا کہ عجوہ کے کٹ جانے پر شور مچا رہی ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: عجوہ جیسی کھجور پر تو جزع فزع ہونی بھی چاہیے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: عجوہ اور عتیق جنت کا پھل ہیں اور عجوہ میں زہر سے شفاء ہے۔

(عتیق سے مراد وہ نر کھجور ہے جو تابیر نخل میں استعمال ہوتا ہے)۔

جب عورتوں کی آوازیں زیادہ بلند ہو گئیں تو ابورافع سلام نے چلا کر کہا: اگر یہاں پر عجوہ پر کاٹ بھی دی گئیں تو ہمارے پاس خیبر میں عجوہ کے باغات موجود ہیں۔ ایک بوڑھی عورت نے کہا: خیبر؟ اس کے ساتھ بھی یہی معاملہ ہونے والا ہے۔ ابورافع نے

کہا: تیرے منہ میں خاک پڑے۔ خیبر میں ہمارے دس ہزار جنگجو، حلفاء اور مددگار موجود ہیں۔ آپ ﷺ کو جب یہ بات معلوم ہوئی تو ہنس پڑے۔

عجوہ پر جب بنونضیر نے جزع فزع کی تو سلام بن مکشم نے کہا: اے حیی! عجوہ سے کھجور کا وہ درخت بہتر ہے جو کاشت کرنے کے بعد ۳۰ سال تک پھل نہیں دیتا اور نتیجتاً کاٹ دیا جاتا ہے۔

حیی نے رسول اللہ ﷺ کو پیغام بھیجا: اے محمد! تم تو فساد مچانے سے منع کرتے تھے۔ پھر یہ کھجوریں کیوں کاٹ رہے ہو؟ ہم تمہارے شہر سے نکل جاتے ہیں جو آپ مانگیں گے وہ دے دیں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں! آج تمہاری بات قبول نہیں کی جائے گی۔ لیکن تم اسلحہ کے علاوہ جو سامان لاد کر لے جاسکتے ہو وہ لے کر یہاں سے نکل جاؤ!

سلام نے کہا: حیی! تیرا ناس ہو اس پر راضی ہو جا۔ اس سے پہلے کہ تو کسی شر کو قبول کرے۔ حیی نے کہا: اس سے بڑا شر کیا ہوسکتا ہے؟ سلام نے کہا: وہ یہ کہ تمہارے بچے غلام بنا لیے جائیں، جنگجوؤں کو قتل کر دیا جائے۔ اگر ہم اپنے جنگجوؤں کو بچا کر لے جائیں اور بچوں کو غلام بنائے جانے سے محفوظ کرلیں تو مال کا چلے جانا ہمارے لیے زیادہ پریشانی کی بات نہیں، حیی ایک دو دن تک انکار کرتا رہا۔

یہ صورت حال دیکھ کر یامین بن عمیر اور ابوسعد بن وہب نے ایک دوسرے سے کہا: تمہیں بھی معلوم ہے کہ وہ اللہ کا رسول ہے۔ پھر اسلام قبول کرنے کے لیے ہم کس چیز کے منتظر ہیں؟ اسلام قبول کرنے کے بعد ہمارے اموال اور جانیں بھی محفوظ ہو جائیں گی۔ رات گئے دونوں قلعہ سے نیچے اترے اور اسلام قبول کر کے جان و مال کو محفوظ کرلیا۔

پھر یہودی اس بات پر رضامند ہو گئے کہ ان کے اونٹ جتنا سامان لے جاسکیں گے وہ لے جائیں۔ البتہ اسلحہ کی اجازت نہ ملی۔ جلاوطن کرنے کے بعد آپ ﷺ نے یامین کے بیٹے سے فرمایا: تمہیں اپنے چچا کے بیٹے عمرو بن جحاش اور مجھے قتل کرنے میں اس کی کوششیں کیا تمہارے علم میں ہیں؟ عمرو بن جحاش اس کی بہن رواع بنت عمیر کا خاوند بھی تھا۔ ابن یامین نے کہا: اے اللہ کے رسول! آپ کی طرف سے میں اس کے لیے کافی ہوں۔ ابن یامین نے قیس کے ایک آدمی کو عمرو بن جحاش کے قتل کرنے پر ۱۰ دینار دینے کا وعدہ کیا۔ ایک روایت کے مطابق اس شخص کو پانچ وسق کھجوروں پر تیار کرلیا۔ اس آدمی نے عمرو بن جحاش کو دھوکہ دے کر قتل کر ڈالا۔ پھر ابن یامین نے نبی ﷺ کو اس کے قتل کی خبر دی تو آپ ﷺ سن کر بہت خوش ہوئے۔

نبی کریم ﷺ نے پندرہ دن محاصرہ کرنے کے بعد ان کو مدینہ سے جلاوطن کر دیا۔ اس پر حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو نگران مقرر فرمایا۔ کچھ لوگوں نے کہا کہ ان لوگوں پر ہمارے ایک متعین مدت تک قرض ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ قرض ابھی لے لو اور اصل سے زائد قرض چھوڑ دو! چنانچہ ابو رافع سلام بن ابی الحقیق کے اسید بن حضیر کے ذمے ۱۲۰ دینار تھے جو سال کے بعد ادا کرنے تھے۔ لیکن انہوں نے راس المال ۸۰ دینار لینے پر مصالحت کرلی اور زائد چھوڑ دیا۔

یہودی ایام محاصرہ میں اپنے پاس موجود مکانوں کو تباہ کرتے رہے اور باہر مسلمان دیگر مکانوں کو زمین بوس کرتے رہے

یہاں تک کہ فریقین میں صلح ہوگئی اور یہودی لکڑیاں اور دروازوں کے کواڑ تک لاد کر لے گئے۔

آپ ﷺ نے صفیہ بنت حیی سے ایک دن فرمایا: تو نے شاید مجھے اس وقت دیکھا ہو جب میں تیرے ماموں بحری بن عمرو کا کجاوہ باندھ رہا تھا اور اسے مدینہ سے جلاوطن کر رہا تھا۔

بدعہد یہودیوں کی جلاوطنی

یہودی بچوں اور عورتوں کو ساتھ لیے بلحارث بن خزرج کے پاس جا پہنچے۔ پھر جبلیہ، جسر اور عیدگاہ سے گزرتے ہوئے مدینہ کے بازاروں میں جا پہنچے۔ یہودیوں کی عورتیں ریشم کی عمدہ سرخ اور سبز چادریں پہنے ہودجوں میں موجود تھیں۔ یہودی قطار در قطار صف بنائے کھڑے لوگوں کے درمیان سے گزرتے چلے جا رہے تھے۔ چھ سو اونٹوں پر لاد کر انہوں نے اپنا سامان منتقل کیا آپ ﷺ نے فرمایا: ان لوگوں کو اپنی قوم میں وہی مقام حاصل ہے جو بنو مغیرہ کو قریش میں۔

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے یہود کے سرداروں کو روانگی کے وقت دیکھ کر کہا:

یہودی وہاں سے ڈھول اور دف بجاتے گزرے۔ عورتیں رنگا رنگ لباس میں ملبوس زیورات پہنے ہوئے ایسے گزر رہی تھیں جیسے وہ کسی قوم کی بہادر اور شجاع عورتیں ہوں۔

جبار بن صخر فرماتے ہیں: میں نے کبھی اتنی تعداد میں کسی قوم کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوتے نہیں دیکھا۔

ابورافع سلام بن ابی الحقیق نے اونٹ کی رفتار کو کم کر کے کہا۔ ہمارا یہاں سے جانا ایک معمولی بات ہے کیونکہ حالات ہمیشہ موافق نہیں رہتے۔ اگر ہم یہاں کھجوروں کے باغات چھوڑ کر جا رہے ہیں تو خیبر میں بھی کھجوروں کے باغات ہمارے منتظر ہیں۔

عبدالرحمن بن ابوسعید اپنے والد کے واسطہ سے دادا سے نقل کرتے ہیں کہ مدینہ سے جاتے وقت یہود کی عورتیں ہودجوں میں بیٹھی اپنا حسن بکھیرے جا رہی تھیں۔ شاید ہی میں نے کبھی ان عورتوں جیسا حسن اپنی زندگی میں دیکھا ہو! اس دن میں نے شقراء بنت کنانہ کو دیکھا جو کسی صاف شفاف موتی کی طرح چمک رہی تھی اور رواع بنت عمیر کی مثال روشن سورج کی تھی۔ دونوں نے ہاتھوں میں سونے کے کنگن اور سینے پر موتیوں کے ہار پرو رکھے تھے۔

یہود کے چلے جانے پر منافقین بہت رنجیدہ ہوئے۔ اس دن میری زید بن رفاعہ بن تالوت سے اس وقت ملاقات ہوئی جب وہ عبداللہ بن ابی کے ساتھ بیٹھا بنو غنم کے بارے سرگوشیوں میں مصروف تھا اور کہہ رہا تھا: بنو نضیر کے چلے جانے کے بعد اب مجھے یہاں یثرب میں وحشت محسوس ہو رہی ہے اور انہیں تو اپنے حلفاء کے پاس بڑی عزت و ثروت ملی ہے اور رہنے کے لیے پہاڑ کی بلندیوں پر محفوظ قلعہ مل گئے ہیں۔ اب ان کی زندگی یہاں کی زندگی سے بہت مختلف ہوگی۔

کہتے ہیں: میں اسی طرح کچھ دیر تک ان کی باتیں سنتا رہا ان میں سے ہر ایک اللہ اور اس کے رسول کو دھوکا دینے کی کوششوں میں مصروف تھا۔

وہاں سے جانے والوں میں عروہ بن الورد العبسی کی بیوی سلمٰی بھی شامل تھی۔ اس کا قصہ یہ ہے کہ اس عورت کا تعلق بنو غفار سے تھا۔ عروہ کے ہاتھ میں بطور ایک قیدی کے آ گئی۔ چونکہ سلمٰی حسن و جمال والی ایک باکمال عورت تھی اس لیے عروہ کے پاس ہی رہی اور عروہ صاحب اولاد ہو گئے اپنے حسن و جمال کے سبب سلمی کو عروہ کے ہاں ممتاز حیثیت حاصل تھی۔

عروہ کی دوسری اولاد نے جب سلمی کی اولاد کو ''باندی کی اولاد'' کے طعنے دیے تو سلمی نے عروہ سے کہا: کیا آپ کے علم میں ہے کہ آپ کی اولاد ہمیں عار دلانے لگے ہیں۔ عروہ نے کہا: اب آپ کیا چاہتی ہیں؟ سلمٰی نے کہا: مجھے میرے قبیلے والوں کی طرف واپس لوٹا دیجیے پھر تمہاری اولاد خود تمہارا نکاح مجھ سے کروانے کے لیے کوششیں کریں گے۔ عروہ نے حامی بھر لی اور سلمی کو واپس اس کی قوم میں بھیج دیا۔ سلمی نے اپنی قوم کو پیغام بھیجا کہ عروہ کا شراب سے اکرام کرنا پھر اس کو چھوڑ دینا تا کہ وہ شراب کے نشہ میں مخمور ہو جائے۔ جب عروہ سے نشہ کی حالت میں جو بھی سوال کیا جاتا ہے وہ اس کو ضرور پورا کرتا ہے۔ جب سلمٰی کی قوم کے لوگ عروہ سے ملے تو بنو نضیر میں ان کو ٹھہرایا اور پینے کے لیے شراب پیش کی۔ جب شراب نے اپنا اثر دکھایا تو لوگوں نے سلمٰی کی واپسی کا سوال کیا۔ عروہ نے سلمی کو واپس کر دیا پھر قبیلہ والوں نے بعد میں دوبارہ عروہ سے نکاح کروا دیا۔

ایک دوسری روایت کے مطابق چونکہ عروہ ایک فقیر آدمی تھا اس لیے امداد کی غرض سے سلمی کو لے کر بنو نضیر والوں کے پاس آیا۔ قبیلہ والوں نے عروہ کو شراب پلائی جب نشہ کے آثار عروہ کے بدن پر رونما ہوئے تو اہل قبیلہ نے عروہ کو قبضہ میں لے لیا۔ عروہ کے پاس سلمٰی کے سوا اور کچھ نہ تھا اس نے مجبوراً سلمٰی ہی کو قبیلہ والوں کے پاس رہن رکھوا دیا۔ عروہ نے خوب شراب پی حتیٰ کہ شراب کا نشہ اس میں سرایت کر گیا جب اسے ہوش آیا تو اس نے سلمٰی کو ساتھ جانے کا کہا مگر لوگوں نے اجازت نہ دی اور کہا: تمہیں ساتھ لے جانے کی اجازت نہیں ہے تم اسے ہمارے پاس رہن رکھوا چکے ہو۔ اس طرح سلمی بنو نضیر والوں کے پاس ہی رہ گئی۔

عروہ بن ورد نے کہا: انہوں نے مجھے شراب پلا کر قید کر لیا خدا کے دشمنوں نے یہ سب مکر و فریب سے کیا۔ انہوں نے کہا کہ سلمٰی دینے کے بعد نہ تیرے پاس کوئی مال ہے نہ ہی اب تو قابلِ رحم فقیر رہا۔

خدا کی قسم اگر میری آج کے دن طرح ہی رہی اور میرے حالات میں کسی نے غور و فکر نہ کیا تو سلمی کے معاملے میں، میں ان کی کوئی بات نہ مانوں گا۔

مسور بن رفاعہ سے منقول ہے کہ نبی کریم ﷺ بنو نضیر کا اسلحہ اور دیگر مال قبضہ میں لے لیا گیا۔ جنگی سامان میں ۵۰ زرہیں، ۵۰ جنگی ٹوپیاں ۳۴۰ تلواریں شامل تھیں۔ مروی ہے کہ بنو نضیر کچھ اسلحہ چھپا کر ساتھ بھی لے گئے۔

یہودیوں سے ان کا جنگی سامان اور ہتھیار قبضہ میں لینے کی ذمہ داری محمد بن مسلمہ کی تھی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا آپ جنگ کی بدر کی طرح خمس اپنے لیے نہیں رکھیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں! جو چیز اللہ نے مجھے عطا کی ہے وہ مومنین میں تقسیم نہیں کی جا سکتی، جیسا کہ ارشادِ باری

ہے:

مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰی رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰی ۔ الایۃ

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے تھے: تین چیزیں خاص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا ہوئیں:

① بنونضیر کا مال۔ ② باغ فدک۔ ③ خیبر کا مال۔

بنونضیر کا مال نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی بھی غیر متوقع اور پریشان کن حالات سے نمٹنے کے لیے سنبھال رکھا تھا اور فدک کا مال مسافرین کے لیے جبکہ خیبر کے مال کے تین حصے کیے گئے۔ دو حصے مہاجرین کو عطا فرمائے اور ایک حصہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اہل و عیال پر خرچ کرتے تھے۔ اس میں سے بھی اگر کچھ بچ جاتا تو وہ فقراء مہاجرین کو واپس کر دیا جاتا۔

موسیٰ بن عمر حارثی، ابو عفیر سے نقل کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم گھر والوں پر بنونضیر کے مال میں سے خرچ کرتے تھے جو آپ ہی کے لیے خاص تھا۔ اس میں سے جس کو چاہتے دے دیتے۔ بقیہ اپنے پاس ہی رکھتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھجوروں کے باغ میں کثیر مقدار میں کاشت کاری کرتے۔ چنانچہ انہی کھیتوں سے اپنی ازواج اور بنو عبدالمطلب والوں کے لیے پورے سال کا غلہ جمع فرمالیتے جس میں کھجوریں اور ستو شامل ہوتے۔ جو زائد ہوتا وہ جنگی سامان کی تیاری اور اسلحہ کی خرید وفروخت کے لیے خاص بچا رکھتے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں جو اسلحہ خریدا گیا وہ ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کے پاس موجود رہا۔

بنونضیر کے اموال پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آزاد کردہ غلام ابو رافع کو نگران مقرر فرمایا۔ حضرت ابو رافع کبھی کبھار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وہاں کا تازہ پھل بھی لے کر آتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام صدقات بنونضیر اور مخیریق کے اموال سے ہی نکالے جاتے۔ اموال مخیریق سات بڑے باغات پر مشتمل مال ہے:

① مثیب ② صافیہ ③ دلائل ④ حتیٰ ⑤ برقہ ⑥ اعواف ⑦ شدبۃ ام ابراہیم۔

ام ابراہیم رضی اللہ عنہا بھی وہیں قیام پذیر تھی۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس وہیں تشریف لے جاتے۔

حضرات محدثین فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بنو عمرو بن عوف سے مدینہ تشریف لائے تو مہاجر صحابہ بھی ساتھ ہی چلے آئے۔ مہاجرین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی آمد پر انصار صحابہ میں مقابلہ بازی شروع ہوگئی۔ ہر ایک کی کوشش تھی کہ ان کے پاس ٹھہریں۔ حتیٰ کہ قرعہ اندازی کی گئی اس طرح قرعہ اندازی کے ذریعے مہاجر صحابہ انصار صحابہ کے گھروں میں ٹھہر گئے۔

خارجہ بن زید، ام العلاء سے نقل کرتے ہیں، فرماتی ہیں: قرعہ اندازی کے مطابق عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ ہمارے حصہ میں آئے اور ہمارے گھر ہی ٹھہرے رہے حتیٰ کہ وفات پا گئے۔ مہاجرین بھی اپنے مال اولاد کے ساتھ اپنے گھروں میں ٹھہرے رہے۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بنونضیر کا مال غنیمت ملا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ثابت بن قیس بن شماس کو بلایا اور اسے اپنی قوم کو حاضر کرنے کا حکم دیا۔ حضرت ثابت رضی اللہ عنہ نے فرمایا: خزرج والے؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمام انصار صحابہ، حضرت ثابت رضی اللہ عنہ نے اوس اور خزرج دونوں کو بلوالیا۔

نبی کریم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کی جس کا وہ اہل ہے۔ پھر انصار صحابہ اور مہاجرین کے ساتھ ان کے حسن سلوک گھروں میں پناہ دینے، اپنے آپ پر ان کو ترجیح دینے کا تذکرہ فرمایا۔ پھر فرمایا: اگر تم چاہو تو بنونضیر کا وہ مال جو اللہ نے خاص مجھے عطا فرمایا ہے تمہارے درمیان اور انصار کے درمیان تقسیم کردوں اور مہاجرین سابقہ طریقہ پر ہی تمہارے گھروں اور اموال میں رہائش پذیر رہیں۔ اگر چاہو تو سارا مال ان کو دے دوں اور وہ تمہارے گھروں سے نکل جائیں۔

اوس اور خزرج کے سردار سعد بن معاذ اور سعد بن عبادہ کھڑے ہوئے اور دونوں نے فرمایا۔ اے اللہ کے رسول! آپ یہ سارا مال مہاجرین میں تقسیم فرمادیں اور مہاجرین ہمارے گھروں میں ہی ٹھہرے رہیں، دیگر انصار صحابہ نے بھی کہہ دیا: اے اللہ کے رسول! ہم اس پر راضی ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے اللہ! انصار پر رحم فرما اور ان کی نسلوں پر بھی رحم فرما۔

نبی کریم ﷺ نے یہ مال غنیمت مہاجرین میں تقسیم فرمادیا اور سوائے دو محتاج اور ضرورت مند آدمیوں کے انصار میں سے کسی کو کچھ بھی نہ دیا۔ وہ سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ اور ابو دجانہ رضی اللہ عنہ تھے اور حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو ابن ابی الحقیق کی مشہور و معروف تلوار مرحمت فرمائی۔

مہاجرین میں سے وہ حضرات صحابہ جن کے نام ہمیں معلوم ہو سکے۔ ان میں سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بئر حجر عطا فرمایا۔ عمر بن الخطاب کو بئر جرم اور عبدالرحمن بن عوف کو سوالۃ یعنی سلیم کا مال عطا فرمایا۔

صہیب بن سنان کو ضراطہ، زبیر بن العوام اور ابوسلمہ بن عبدالاسد کو بویلہ عطا فرمایا۔ حضرت ابو دجانہ اور سہل بن حنیف کو دیے جانے والا مال معروف ومشہور تھا جسے مال ابن خرشہ کہا جاتا تھا۔ آپ ﷺ نے مال تقسیم کرنے میں بڑی وسعت سے کام لیا۔

بنونضیر کے بارے نازل ہونے والی قرآنی آیات

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ

''آسمانوں اور زمین میں جو بھی چیز ہے اس نے اللہ کی تسبیح کی ہے۔''

یعنی ہر چیز نے اللہ رب العزت کی تسبیح کی ہے اور دیواروں کی تسبیح ان کا گر جانا اور ٹوٹ جانا ہے۔

هُوَ الَّذِيْٓ اَخْرَجَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ دِيَارِهِمْ لِاَوَّلِ الْحَشْرِ ۔

''وہی ہے جس نے اہل کتاب میں سے کافر لوگوں کو ان کے گھروں سے پہلے اجتماع کے موقع پر نکال دیا۔''

یعنی بنونضیر کو رسول اللہ ﷺ نے مدینہ سے نکال کر شام کی طرف بھیج دیا اور یہ شام کی طرف جانا دنیا میں پہلی مرتبہ تھا۔

مَا ظَنَنْتُمْ اَنْ يَّخْرُجُوْا

''مسلمانو! تمہیں یہ خیال بھی نہیں تھا کہ وہ نکلیں گے۔''

اللہ تعالیٰ مومنین سے فرمارہے ہیں کہ تمہیں ان کے متعلق گمان نہیں تھا کیونکہ ان کو وہاں بڑا مقام اور عزت حاصل تھی۔

وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مَّانِعَتُهُمْ حُصُوْنُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ

''اور وہ بھی یہ سمجھے ہوئے تھے کہ ان کے قلعے انہیں اللہ سے بچالیں گے۔''

جب وہ اپنے قلعوں میں پناہ گزین ہو گئے۔

فَاَتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ حَيْثُ لَمْ يَحْتَسِبُوْا

''اللہ ان کے پاس ایسی جگہ سے آیا جہاں ان کا گمان بھی نہیں تھا۔''

نبی کریم ﷺ کے وہاں آنے اور انہیں جلاوطن کرنے کا بیان ہے۔

وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ

''اور اللہ نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا۔''

جب رسول اللہ ﷺ ان کی طرف روانہ ہوئے اور بنونضیر میں جا پہنچے تو ان کے دلوں میں رعب پیدا ہو گیا اور انہیں اپنی تباہی کا یقین آ گیا۔ اور رعب و دبدبہ اور بزدلی ان کے دلوں تک جا پہنچی۔

يُخْرِبُوْنَ بُيُوْتَهُمْ بِاَيْدِيْهِمْ وَاَيْدِي الْمُؤْمِنِيْنَ

وہ اپنے گھروں کو اپنے ہاتھوں اور مسلمانوں کے ہاتھوں سے بھی اجاڑ رہے تھے۔''

جب وہ اندر محصور ہو گئے اور باہر مسلمان ان کی عمارتوں کو تباہ کرنے لگے اور اندر یہودی خود اپنے ہاتھوں سے اپنے پاس موجود مکانوں کو گرانے لگے۔ گھروں کو گرا کر لکڑیاں دروازے اور ان کی جوگاٹھ محفوظ کر لیتے۔

فَاعْتَبِرُوْا يٰٓاُولِي الْاَبْصَارِ ۝

''لہٰذا اے آنکھوں والو! عبرت حاصل کرو!''

مراد عقل والے ہیں۔

وَلَوْلَآ اَنْ كَتَبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمُ الْجَلَاۗءَ

''اگر یہ بات نہ ہوتی کہ اللہ نے ان کے حق میں جلاوطنی لکھ دی تھی۔''

یعنی ام الکتاب میں یہ لکھا تھا کہ وہ جلاوطن ہوں گے۔

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَاۗقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ

''یہ اس وجہ سے ہوا کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی۔''

یعنی انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی تھی اور آپ کی مخالفت پر اتر آئے تھے۔

مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا

فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے ان کی کھجوریں کاٹنے پر حضرت ابولیلیٰ مازنی اور عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہما کو نگران

مقرر فرمایا۔ حضرت ابو لیلیٰ رضی اللہ عنہ عجوہ کاٹتے تھے اور ابن سلام لون کاٹتے تھے۔ بنو نضیر نے انہیں کہا: تم مسلمان ہو تمہارے لیے کھجوروں کو کاٹنا حلال نہیں ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم کا اس بارے میں اختلاف ہوگیا۔ بعض نے کہا: کاٹی جائیں اور بعض نے کہا: نہ کاٹی جائیں۔ چنانچہ اللہ نے یہ آیت اتاری: ''جو تم الوان کھجوریں کاٹو'' یعنی عجوہ کے علاوہ الوان کھجوریں ''یا تم انہیں ان کی جڑوں پر کھڑا چھوڑ دو۔'' یعنی عجوہ کو ''یہ اللہ کے حکم سے ہے اور اس لیے تاکہ فاسق لوگ رسوا ہوں۔'' یعنی کھجوروں کے کٹنے پر انہیں غصہ دلانے کے لیے۔

مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ

''جو مالِ غنیمت اللہ اپنے رسول کو بستی والوں سے عطا کرے تو وہ اللہ، اس کے رسول، رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کا ہے۔''

اللہ تعالیٰ کا ارشاد: ''رشتہ داروں کے لیے۔'' اس سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رشتہ دار ہیں۔ ''اور یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کے لیے۔'' سو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا پانچواں حصہ ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنو ہاشم کو پانچویں حصے میں سے دیتے تھے اور ان کی عورتوں کی شادیاں کرواتے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں اس بات کی طرف بلایا کہ وہ ان کی عورتوں کی شادیاں کریں اور ان کے عیال کی خدمت کریں اور ان کے مقروض کا قرضہ چکائیں۔ مگر انہوں نے انکار کر دیا اور مطالبہ کیا کہ وہ مکمل طور پر ان کے حوالے کریں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا۔

حضرت عروہ رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ حضرت ابوبکر، عمر اور علی رضی اللہ عنہم اس مال کو یتیموں، مسکینوں اور مسافروں پر خرچ کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

كَىْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةًۢ بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ

''تاکہ یہ تم میں سے مالداروں کے درمیان کھلواڑ نہ بن جائے۔''

یعنی یہ بعد میں سنت نہ بن جائے کہ پھر اسے مالداروں کو دے دیا جائے۔

وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا

''اور اللہ کے رسول جو تمہیں عطا کریں اسے لے لو اور جس سے تمہیں منع کریں اس سے رک جاؤ۔''

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے جو امر اور نہی وارد ہو، وہ بھی نازل ہونے والی وحی کے حکم میں ہے۔

لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا

''یہ فقراء مہاجرین کے لیے ہے جنہیں ان کے گھروں اور اموال سے نکال دیا گیا۔ وہ اللہ کا فضل اور اس کی رضا

چاہتے ہیں۔" یعنی قریش کے وہ پہلے مہاجرین جنہوں نے بدر سے پہلے مدینہ کی طرف ہجرت کی۔"

وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْإِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ

"اور وہ لوگ جنہوں نے ان سے پہلے گھر اور ایمان کو ٹھکانہ بنایا وہ ان لوگوں سے محبت کرتے ہیں جو ان کی طرف ہجرت کر کے آئے۔"

یعنی انصار۔ یہ گھر والے تھے یعنی اوس اور خزرج۔

وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ

"اور وہ اپنے دلوں میں اس مال کی کوئی حاجت نہیں پاتے جو انہیں دیا گیا اور وہ تو اپنی جانوں پر ترجیح دیتے ہیں اگرچہ انہیں تنگدستی ہو۔"

یعنی وہ لوگ اپنے دلوں میں اس سے حسد نہیں کرتے جو آپ ان کے علاوہ لوگوں کو دیتے، یعنی مہاجرین کو۔ جب رسول اللہ ﷺ نے انہیں عطا کیا مگر انصار کو نہیں دیا۔ یہی اپنی ذات پر ترجیح دینا ہے، جب انہوں نے نبی کریم ﷺ سے کہا: آپ انہیں دیجیے، ہمیں نہ دیجیے وہ ضرورت مند ہیں۔

وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ

اور وہ لوگ جو ان کے بعد آئے، یعنی وہ لوگ جو مسلمان ہوئے تو ان پر لازم ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کے لیے استغفار کریں۔"

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ نَافَقُوْا يَقُوْلُوْنَ لِاِخْوَانِهِمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَئِنْ اُخْرِجْتُمْ لَنَخْرُجَنَّ مَعَكُمْ وَلَا نُطِيْعُ فِيْكُمْ اَحَدًا اَبَدًا

"کیا آپ نے ان لوگوں کی طرف نہیں دیکھا جو منافق ہیں اور اہل کتاب میں سے اپنے کافر بھائیوں سے کہتے ہیں: اگر تمہیں نکالا گیا تو ہم بھی تمہارے ساتھ نکل جائیں گے اور ہم تمہارے معاملے میں کبھی کسی کی بات نہیں مانیں گے۔"

یہ ابن ابی کا قول ہے جب اس نے سوید اور داعس کو بنونضیر کی طرف یہ پیغام دے کر بھیجا کہ ٹھہرے رہو۔ نہ نکلو۔ میرے ساتھ میری قوم میں سے اور دیگر لوگوں میں سے ۲۰۰۰ آدمی ہیں جو تمہارے ساتھ داخل ہوں گے۔ پھر وہ تمہارے دفاع میں اپنا آخری آدمی تک قربان کر دیں گے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ۞

"وہ گواہی دیتا ہے کہ وہ لوگ جھوٹے ہیں۔"

یعنی ابن ابی اور اس کے ساتھی۔

لَئِنْ اُخْرِجُوْا ''اگر انہیں نکالا گیا۔''

جب رسول اللہ ﷺ نے انہیں جلاوطن کیا تو منافقین میں سے کوئی شخص ان کے ساتھ نہیں نکلا۔ ان سے لڑائی ہوئی تو ان میں سے کوئی شخص قلعوں میں داخل نہیں ہوا۔

وَلَئِنْ نَّصَرُوْهُمْ لَيُوَلُّنَّ الْاَدْبَارَ

''اور اگر وہ ان کی مدد کرتے تو وہ پیٹھ پھیر کر بھاگتے۔''

یعنی وہ رعب کی وجہ سے شکست کھا جاتے۔

لَاَنْتُمْ اَشَدُّ رَهْبَةً فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنَ اللّٰهِ

''تمہارا رعب ان کے سینوں میں اللہ سے بھی زیادہ ہے۔''

یعنی ابن ابی اور وہ منافقین جو اس کے ساتھ تھے، مسلمانوں کے سامنے آنے سے بھی ڈرتے تھے۔

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ ۝ لَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ جَمِيْعًا

''یہ اس وجہ سے کہ وہ ایسے لوگ ہیں جو سمجھ نہیں رکھتے، وہ اکٹھے بھی تم سے نہیں لڑ سکتے۔''

یعنی بنو نضیر اور منافقین۔

اِلَّا فِيْ قُرًى مُّحَصَّنَةٍ

''مگر قلعہ بند ہو کر۔''

یعنی اپنے قلعوں میں چھپ کر۔

اَوْ مِنْ وَّرَآءِ جُدُرٍ ؕ بَاْسُهُمْ بَيْنَهُمْ شَدِيْدٌ ؕ

''یا دیوار کے پیچھے سے۔ ان کے آپس میں شدید اختلافات ہیں۔''

یعنی ایک دوسرے سے۔

تَحْسَبُهُمْ جَمِيْعًا وَّقُلُوْبُهُمْ شَتّٰى ؕ

''آپ انہیں اکٹھا سمجھ رہے ہیں، حالانکہ ان کے دل جدا جدا ہیں۔''

یعنی منافقین اور بنو نضیر۔

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُوْنَ ۝

''یہ اس وجہ سے کہ وہ بے عقل قوم ہے۔''

یعنی بنو نضیر کا دین۔ منافقین کے دین کے مخالف ہے اور وہ اسلام کی دشمنی میں اکٹھے ہیں۔

كَمَثَلِ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَرِيْبًا ذَاقُوْا وَبَالَ اَمْرِهِمْ ۚ

''یہ ان لوگوں کی طرح ہے جو ان سے پہلے تھے اور ابھی قریب میں ہی انہوں نے اپنے معاملے کے وبال کا مزہ چکھ لیا۔''

یعنی بنوقینقاع۔ جنہیں رسول اللہ ﷺ نے جلاوطن کر دیا تھا۔

كَمَثَلِ الشَّيْطٰنِ اِذْ قَالَ لِلْاِنْسَانِ اكْفُرْ ۚ فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّنْكَ اِنِّيْٓ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ۞

''اور شیطان کی طرح ہے، جب وہ انسان سے کہتا ہے: کافر ہو جا، پھر جب وہ کافر ہو جاتا ہے تو کہتا ہے: میں تجھ سے بری ہوں۔ میں تو اللہ سے ڈرتا ہوں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔''

یہ ابن ابی اور اس کے ساتھیوں کی مثال ہے جو بنونضیر کے پاس آئے اور کہنے لگے: تم اپنے قلعوں میں ٹھہرے رہنا۔ اگر تم سے لڑائی ہوئی تو ہم تمہارے ساتھ مل کر لڑیں گے اور اگر تمہیں نکالا گیا تو ہم بھی نکلیں گے۔

یہ سب جھوٹ اور باطل تھا۔ انہیں اپنی طرف سے امیدیں دلا رہے تھے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۚ

''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور ہر شخص دیکھ لے اس نے کل کے لیے کیا آگے بھیجا۔''

یعنی اس نے قیامت کے دن کے لیے کیا عمل۔

وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسٰىهُمْ اَنْفُسَهُمْ ۭ

''اور ان لوگوں کی طرح مت ہو جاؤ جنھوں نے اللہ کو بھلا دیا پھر اللہ نے انہیں ان کی ذات ہی بھلا دی۔''

یعنی انہوں نے اللہ کے ذکر سے اعراض کیا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں اس بات سے بھٹکا دیا کہ وہ اپنے لیے کوئی اچھا عمل کریں۔

اور فرمایا: (القدوس) وہ طاہر ہے اور (المھیمن) وہ گواہ ہے۔

غزوۂ بدر جس کا وعدہ کیا گیا تھا

یہ غزوہ ۴ھ ویں ماہ یکم ذوالقعدہ میں ہوا۔ رسول اللہ ﷺ اس میں ۱۶ راتیں غائب رہے۔ آپ ۱۶ ذوالقعدہ کو مدینہ واپس آئے۔ آپ نے مدینہ پر ابن رواحہ رضی اللہ عنہ کو نائب مقرر کیا تھا۔

محدثین بیان فرماتے ہیں: جب ابوسفیان نے ارادہ کیا کہ وہ احد کے دن لوٹ کر جائے تو اس نے آواز لگائی: ہمارے اور تمہارے درمیان سال پورا ہونے پر بدر صفراء میں جنگ کا وعدہ ہے۔ ہم اس میں لڑیں گے اور قتل کریں گے۔ حضرت نبی کریم ﷺ نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے فرمایا: کہو، ہاں ان شاء اللہ۔

کہا جاتا ہے: ابوسفیان نے اس دن کہا: تمہارے وعدے کی جگہ ۲ ماہ بعد بدر صفراء ہے۔

ابن واقد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: پہلی بات ہمارے ہاں ثابت ہے۔

پھر لوگ اس پر متفرق ہو گئے اور قریش لوٹ گئے۔ انہیں ان کی جانب سے وعدے کی خبر ملی اور انہوں نے نکلنے کی تیاری کی اور جلدی کی۔ یہ ان کے نزدیک بہت بڑا دن تھا۔ اس لیے کہ وہ احد سے لوٹے تھے اور وہ فتح یاب ہوئے تھے۔ وہ بدر موعد میں بھی امید کرتے تھے کہ اسی طرح کامیابی حاصل ہوگی۔

بدر صفراء ایک جمع ہونے کی جگہ تھی۔ عرب اس میں اکٹھے ہوتے تھے۔ وہاں یکم ذوالقعدہ سے ۸ ذوالقعدہ تک ایک بازار لگتا ہے۔ پھر جب آٹھویں رات ہوتی تو لوگ اپنے شہروں کی طرف واپس چلے جاتے۔

جب وعدے کا وقت قریب ہوا تو ابوسفیان اللہ کے رسول ﷺ کی طرف نکلنے سے ڈرنے لگا۔ وہ چاہتا تھا کہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم مدینہ ہی میں ٹھہرے رہیں اور وہ وعدے کی موافقت نہ کریں۔

چنانچہ جو بھی اس کے پاس آتا اور وہ مکہ جانا چاہتا تو وہ اس کے سامنے اظہار کرتا کہ ہم ایک بھاری لشکر لے کر محمد (ﷺ) سے جنگ لڑیں گے۔

پھر آنے والا رسول اکرم ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کے پاس آتا اور انہیں تیاری کے بارے میں بتلاتا اور کہتا: میں نے ابوسفیان کو اس حال میں چھوڑا ہے کہ اس نے لشکروں کو اکٹھا کر لیا ہے اور وہ سارے عرب میں گھوما ہے تاکہ وہ تمہاری طرف تم سے کیے وعدے کے لیے نکلے۔ مسلمان اس بات کو ناپسند کر رہے تھے اور اس وجہ سے رعب میں پڑ گئے تھے۔

نعیم بن مسعود اشجعی مکہ آیا تو ابوسفیان بن حرب قریش کے چند جوانوں کو لے کر اس کے پاس آیا اور کہنے لگا: اے نعیم! میں نے احد کے دن محمد اور اس کے ساتھیوں سے وعدہ کیا تھا کہ ہم بدر صفراء میں سال پورا ہونے پر جنگ کریں گے اور یہ وقت اب آنے

والا ہے۔ نعیم نے کہا: مجھے یہی چیز لے کر آئی ہے کہ میں نے محمد اور اس کے ساتھیوں کو اسلحہ تیار کرتے اور گھوڑے تیار کرتے دیکھا ہے اور ان کے ساتھ اوس کے حلیف بلی اور جہینہ اور دیگر لوگ بھی مل گئے ہیں اور میں نے مدینہ کو خوب گرم جوشی میں چھوڑا ہے۔

ابوسفیان کہنے لگا: کیا تم جو کہہ رہے ہو وہ سچ ہے؟ اس نے کہا: ہاں، اللہ کی قسم! پھر انہوں نے نعیم کو اچھا بدلہ دیا اور اس سے صلہ رحمی کی اور اس کی مدد کی۔

پھر ابوسفیان نے کہا: میں سن رہا ہوں جو تم کہہ رہے ہو کہ وہ تیاری کر چکے ہیں؟ اور یہ قحط سالی کا سال ہے۔ (نعیم نے کہا: زمین ڈھال کی پشت کی طرح ہوگئی ہے۔ اس میں اونٹ کے لیے کچھ نہیں ہے)۔ ہمارے لیے سرسبز و شاداب سال بہتر تھا۔ جس میں مال بردار اونٹ چرتے اور گھوڑے بھی۔ پھر ہم دودھ پیتے اور میں پسند نہیں کر رہا کہ محمد اور اس کے ساتھی نکلیں اور میں نہ نکلوں پھر وہ ہم پر جری ہو جائیں۔ مخالفت ان کی جانب سے ہو یہ مجھے پسند ہے۔ اور ہم آپ کو ۲۰ اونٹ دیتے ہیں۔ ۱۰ جزعے اور ۱۰ حقے اور سھیل بن عمرو کے سامنے تیرے لیے مقرر کرتے ہیں اور وہ تیرے لیے ان کے ضامن ہوں گے۔ نعیم نے کہا: میں راضی ہوں۔ سھیل نعیم کا دوست تھا۔ پھر وہ سھیل کے پاس آیا اور کہنے لگا: اے ابو یزید! کیا آپ میرے لیے ۲۰ اونٹوں کے ضامن ہیں کہ میں مدینہ جاؤں اور اصحابِ محمد کو رسوا کروں؟ اس نے کہا: ہاں۔ کہنے لگا: پھر میں نکلتا ہوں۔ پھر وہ ایک اونٹ پر نکلا جس پر انہوں نے ہی اسے سوار کیا تھا اور وہ جلدی چلتا ہوا آیا۔ اس نے اپنا سر عمرہ ظاہر کرنے کے لیے منڈوا دیا تھا۔ پھر اس نے رسول اللہ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کو تیاری کرتے ہوئے پایا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس سے پوچھا: اے نعیم! کہاں سے آئے ہو؟ اس نے کہا: میں مکہ کی طرف عمرے کے لیے گیا تھا۔

انہوں نے پوچھا: کیا تجھے ابوسفیان کے بارے میں کچھ علم ہے؟ اس نے کہا: ہاں، میں نے ابوسفیان کو اس حال میں چھوڑا ہے کہ اس نے لشکروں کو تیار کر رکھا ہے اور اپنے ساتھ عرب کو بھی ملا لیا ہے۔ وہ ایسے لشکر میں آئے گا جس سے مقابلہ کی تم میں طاقت نہیں ہے۔ سو تم ٹھہرے رہو نہ نکلو۔ وہ تمہارے پاس تمہارے شہروں میں آئیں گے اور تمہیں صرف نقصان ہی پہنچے گا اور تمہارے سردار مارے جائیں گے اور اللہ کے رسول ﷺ تو ویسے بھی زخمی ہیں۔ پھر بھی تم ان کی طرف نکلنا چاہتے ہو اور اپنی زمین کی جگہ میں ان سے لڑنا چاہتے ہو۔ یہ تم اپنے لیے بہت بری رائے قائم کر رہے ہو۔ اور وہ ایک میلے کی جگہ ہے جہاں لوگ اکٹھے ہوتے ہیں۔ اللہ کی قسم! میں نہیں سمجھتا کہ تم میں سے کوئی شکست کھائے وہ یہ بات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں پھیلانے لگا اور انہیں رعب میں ڈالنے لگا اور ان کی طرف نکلنے کو ناپسند کر دیا۔ حتیٰ کہ وہ نعیم کی بات کی تصدیق میں چل پڑے یا ان میں سے کوئی چل پڑا۔ اس بات سے منافقین اور یہودی خوش ہوگئے اور کہنے لگے: محمد اس لشکر سے نہیں بچیں گے۔ شیطان نے اپنے دوستوں کو مسلمانوں کو ڈرانے کے لیے ابھارا حتیٰ کہ یہ بات رسول اللہ ﷺ تک پہنچ گئی اور اس بارے میں خبریں پھیل گئیں اور آپ ﷺ کو خوف ہوا کہ اب شاید کوئی آپ کے ساتھ نہ نکلے۔

پھر حضرت ابوبکر بن ابی قحافہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے بھی باتیں

سن لی تھیں۔ کہنے لگے: اے اللہ کے رسول! بے شک اللہ تعالیٰ اپنے دین کو غالب کرنے والا ہے اور اپنی نبی کو عزت دینے والا ہے۔ ہم نے ایک قوم سے وعدہ کیا ہے اور ہم نہیں چاہتے کہ ہم اس قوم سے پیچھے رہ جائیں اور یہ چیز ہماری طرف سے ان کا ڈر شمار ہو۔ آپ اپنے وعدے کے مطابق چلیے۔ اللہ کی قسم! اس میں بھلائی ہے۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ خوش ہو گئے۔ پھر آپ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے! میں ضرور نکلوں گا اگر چہ میرے ساتھ کوئی ایک بھی نہ نکلا۔

جب اللہ کے رسول ﷺ نے یہ بات کی تو ان مسلمانوں نے بھی بات کی جنہیں اللہ تعالیٰ نے بصیرت عطا فرمائی تھی اور ان سے شیطان کا رعب ختم ہو گیا۔ چنانچہ مسلمان اپنے اموالِ تجارت لے کر بدر کی طرف نکلے۔

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ میں نے خود کو دیکھا۔ ہمارے دلوں میں رعب ڈال دیا گیا تھا۔ میری نظر میں کوئی ایسا نہ تھا جس کے دل میں رعب نہ ہو۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی آنکھیں کھول دیں اور ان سے شیطان کے پردے ہٹا دیے۔ چنانچہ وہ نکلے۔ میں نے اپنا سامان لے کر بدر کے بازار کی طرف نکلا۔ مجھے دینار کے بدلے دینار کا نفع ہوا اور ہم اپنے رب کا فضل اور خیر لے کر لوٹے۔

پھر رسول اللہ ﷺ مسلمانوں کے لشکر میں نکلے۔ مسلمان اپنا سامان اور خرچہ لے کر نکلے۔ یہ لوگ ذوالقعدہ کی چاند رات بدر پہنچ گئے۔ یکم ذوالقعدہ کو بازار سج گیا۔ پھر یہ لوگ آٹھ دن ٹھہرے رہے اور بازار با قاعدہ جاری رہا۔

رسول اللہ ﷺ ۱۵ سو صحابہ کے ساتھ نکلے تھے۔ گھوڑے کل ۱۰ تھے۔ ایک گھوڑا رسول اللہ ﷺ کا تھا، ایک گھوڑا ابوبکر رضی اللہ عنہ کا تھا، ایک گھوڑا عمر رضی اللہ عنہ کا تھا۔ اسی طرح حضرت ابوقتادہ، سعید بن زید، مقداد، حباب، زبیر اور عباد بن بشر رضی اللہ عنہم کے پاس بھی گھوڑے تھے۔

حضرت علی بن زید رضی اللہ عنہ اپنے والد سے نقل فرماتے ہیں کہ حضرت مقداد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں "بدرِ موعد" میں اپنے گھوڑے پر نکلا۔ اس کا نام سبحہ تھا۔ میں جاتے ہوئے بھی اس کی پشت پر سوار رہا اور واپسی پر بھی۔ کسی قسم کی کوئی ناگوار صورت پیش نہیں آئی۔

ادھر ابوسفیان نے کہا: اے قریش کے لوگو! ہم نے نعیم بن مسعود کو بھیجا ہے۔ تا کہ وہ اصحابِ محمد کو نکلنے سے روکے اور وہ کوشش بھی کر رہا ہے۔ لیکن ہم نکلیں گے۔ ہم ایک یا دو راتیں سفر کریں گے۔ پھر ہم لوٹ آئیں گے۔ اگر محمد نہ نکلے تو انہیں معلوم ہو جائے گا کہ ہم نکلے تھے، پھر ہم لوٹ گئے۔ اس لیے کہ وہ نہیں نکلے۔ سو فیصلہ ہمارے حق میں ہوگا اور اگر وہ بھی نکلے تو ہم یہ ظاہر کریں گے کہ یہ قحط والا سال ہے اور ہمارے موافق شادابی والا سال ہوتا ہے۔ لوگوں نے کہا: ہاں، جیسے آپ کی رائے ہو۔

چنانچہ وہ قریش میں نکلے۔ ان کی تعداد ۲ ہزار تھی اور ۵۰ گھوڑے تھے۔ حتیٰ کہ وہ مجنہ تک پہنچ گئے۔ پھر اس نے کہا: لوٹ جاؤ۔ ہمارے موافق شادابی والا سال ہے، جس میں ہمارے جانور درختوں میں چر سکتے ہوں اور ہم دودھ پی سکتے ہوں اور تمہارا یہ سال قحط سالی والا ہے اور میں بھی واپس جا رہا ہوں اور تم بھی واپس لوٹ جاؤ۔ مکہ والوں نے اس لشکر کا نام جیش سویق رکھا۔ اس لیے کہ وہ دوران سفر ستو پیتے رہے۔

اور رسول اللہ ﷺ کے بڑے جھنڈے کو اٹھانے والے اس دن حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ تھے۔

بنو ضمرہ کا ایک شخص آیا۔ اس کا نام مخشی بن عمرو تھا۔ یہ وہی ہے جس نے رسول اللہ ﷺ سے اپنی قوم کے بارے میں پہلے کسی جنگ میں حلف لیا تھا جو آپ نے ودان کی طرف لڑی تھی اور لوگ اپنے بازاروں میں اکٹھے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم اس جگہ میں سب سے زیادہ تھے۔ وہ کہنے لگا: اے محمد! ہمیں معلوم ہوا تھا کہ تم میں سے کوئی باقی نہیں رہا۔ اور میرے علم کے مطابق تمہارے ساتھی صرف یہی بازار والے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تاکہ وہ یہ بات آپ کے قریشی دشمن کی طرف لے جائے کہ ہم صرف ابوسفیان سے کیے وعدے کی وجہ سے نکلے ہیں اور ہمارا مقصد اپنے دشمن سے جنگ ہے۔ اگر تم چاہو تو ہم تمہارا وعدہ تمہاری طرف پھینک دیتے ہیں اور تمہاری قوم کی طرف بھی۔ پھر ہم اپنے انہی ٹھکانوں سے الگ ہونے سے پہلے تم سے مقابلہ کر لیتے ہیں۔ ضمری کہنے لگا: نہیں۔ بلکہ ہم اپنے ہاتھوں کو آپ سے روک کر رکھیں گے اور آپ کے حلف کو مضبوطی سے تھامے رہیں گے۔

یہ بات معبد بن ابو معبد خزاعی نے سنی تو وہ تیزی سے بھاگ نکلا۔ حالانکہ وہ آٹھ دن سے ٹھہرا ہوا تھا۔ اس نے بازار والوں اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو دیکھ لیا تھا اور مخشی کی بات بھی سن لی تھی۔ وہ چلتا رہا اور مکہ آ گیا۔ چنانچہ سب سے پہلے میلے کی خبر لانے والا یہی تھا۔ انہوں نے اس سے پوچھا تو اس نے انہیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی کثرت کے بارے میں بتلایا اور یہ بھی کہ اس سال میلے والے سبھی وہی تھے اور آپ ﷺ نے جو ضمری سے کہا تھا وہ بھی بتلایا اور کہنے لگا: محمد پورے دو ہزار بندے لے کر آیا تھا اور وہ پورے آٹھ دن ٹھہرے رہے۔ حتیٰ کہ میلہ ختم ہو گیا۔ صفوان بن امیہ نے ابوسفیان سے کہا: اللہ کی قسم! میں نے تمہیں اس دن منع بھی کیا تھا کہ تم ایسی قوم سے وعدہ کر رہے ہو جو ہم پر جرأت دکھائیں گے اور وہ سمجھیں گے کہ ہم نے انہیں پیچھے چھوڑ دیا۔ در حقیقت ہمیں ان کے ڈر نے پیچھے چھوڑ دیا۔ یہ سن کر وہ سب کے سب رسول اللہ ﷺ سے جنگ کی تیاری اور تدابیر کرنے لگے۔ انہوں نے اپنے آس پاس کے عرب کو اپنے ساتھ ملا لیا اور بڑے بڑے اموال اکٹھے کر لیے اور مکہ والوں پر لوگوں کو بھیجا۔ ان میں سے کوئی بھی نہ رہا۔ بلکہ وہ تھوڑا یا بہت مال لے کر آیا۔ انہوں نے ان سے ایک اوقیہ سے کم قبول نہ کیا۔ یہ غزوہ خندق کی تیاری تھی۔

معبد کہتے ہیں: میں نے جو دیکھا اس نے مجھے شعر کہنے پر مجبور کر دیا:

''وہ اپنے باپ کے پرانے دین کو مٹانا چاہتی ہے۔''

اس لیے کہ اس نے قدید اور اپنے ضجنان کے پانی کو اگلی صبح وعدے کی جگہ بنایا۔ جب کہ وہ محمد کے ساتھیوں کے ڈر سے بھاگ گئی اور رکھی ہوئی عجوہ کھجوروں سے جو خراب منقی کی طرح ہیں۔

لوگوں کا گمان ہے کہ یہ بات حمام نے کہی۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری:

''وہ لوگ جنہیں لوگ کہتے ہیں کہ لوگ تمہارے لیے جمع ہو رہے ہیں۔ یعنی نعیم بن مسعود (جس نے یہ بات کہی)۔

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: آلِ کعب کے بزرگوں اور ہمارے تمام حضرات کا یہی کہنا ہے۔

ہم نے ابوسفیان سے وعدہ کیا۔ پھر ہم نے اس کے وعدے میں سچائی نہ پائی اور نہ وہ وعدہ وفا کرنے والا تھا۔

میں قسم اٹھاتا ہوں، اگر تو ہم سے کیا وعدہ پورا کرتا پھر ہم سے لڑتا تو تو مذمت کیا ہوا لوٹتا اور اپنے دوستوں کو گم پاتا۔ ہم نے اس میں عتبہ اور اس کے بیٹے کا تحفہ چھوڑا ہے اور ابوجہل عمرو کو بھی ہم نے وہاں ٹھکانہ دیا ہے۔

تم نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی ہے۔ تمہارے دین پر افسوس ہے۔ اور تمہارا گمراہ کن معاملہ برا ہے اور میں اگرچہ تم مجھے ملامت کرو ضرور کہوں گا کہ اللہ کے رسول پر میرے اہل اور میرا مال قربان ہو جائے۔ ہم نے اطاعت کی اور ہم ان کے علاوہ کسی غیر کی طرف نہیں جائیں گے۔ وہ اندھیری رات میں ہماری رہبری کے لیے ایک روشن ستارہ ہے۔

حضرت حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: (ابن ابی زناد اور ابن جعفر وغیرہما نے اسے ثابت قرار دیا ہے)۔

ایک بڑے لشکرِ جرار کو لے کر جو طویل و عریض جگہ تک پھیلا ہوا تھا، ہم ایک بلند ویران جگہ پر آٹھ دن ٹھہرے رہے۔

جو گندم گوں رنگ والے، انتہائی دراز قد، اونچے کندھوں والے تھے اور ہر سرخ سیاہ رنگ والے گھوڑے کو لے کر آئے جن کا قدم ان کے آدھے قد کے برابر پڑتا تھا۔ سواری والے اونٹوں کے پاؤں کے کنارے جو چھوٹے چھوٹے قدم بھر رہے تھے ایسے تھے کہ تو عام راہ گزر کو دیکھے گا کہ اس کے نشانات واضح ہو رہے تھے۔

ان دونوں نے اسے کہا: وہاں راستہ نہیں ہے۔ جب خوبصورت اونٹ جمی ہوئی ریت سے اتریں گے۔

موٹے کولہوں والے اونٹوں کے مونہوں کی طرح وہ تھیلے ہیں۔ شام کے کھیتوں کو چھوڑ دو وہ ان کے سامنے حائل ہو گیا۔

اور حق کے مددگاروں کو لے کر جنہوں نے اپنی قوت سے ان لوگوں کی مدد کی جنھوں نے اپنے رب کی طرف ہجرت کی۔

فرات بن حیان ہلاک ہونے والے کی رہن ہو جائے۔ اگر ہم اپنے چکر اور تلاش کے درمیان اس سے ملیں۔ ہم اس کے چہرے کی سیاہی میں کوئلے جیسے رنگ کا اضافہ کر دیں گے۔ اگر ہم اس کے بعد قیس بن امرء القیس سے ملیں۔

پھر ابوسفیان بن حارث بن عبد المطلب نے انہیں اسی طرح جواب دیا۔

ابورافع کی طرف حضرت ابن عتیک رضی اللہ عنہ کی جماعت

یہ حضرات ہجرت کے ۶ھ ویں ماہ ذوالحجہ کی ۵ تاریخ کو سوموار کی شب سحری کے وقت نکلے اور دس دن غائب رہے۔

حضرت عطیہ بن عبد اللہ بن انیس رضی اللہ عنہما اپنے والد سے نقل فرماتے ہیں کہ ہم مدینہ سے نکلے اور خیبر آ گئے۔ حضرت عبد اللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ کی رضاعی ماں ایک یہودی عورت تھی اور خیبر میں رہتی تھی۔

ہم ۵ افراد کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا تھا: ① عبد اللہ بن عتیک ② عبد اللہ بن انیس ③ ابوقتادہ ④ اسود بن خزاعی اور

⑤ مسعود بن سنان رضی اللہ عنہم۔ ہم خیبر پہنچے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اپنی ماں کی طرف پیغام بھیجا اور اسے اپنے متعلق بتلایا۔ وہ ہماری طرف نکلی اور ایک تھیلا لے کر آئی۔ جس میں کیس کھجوریں اور روٹی بھری تھی۔ ہم نے اس میں سے کھایا۔ پھر انہوں نے اس سے کہا: امی جی! ہمیں شام ہوگئی ہے۔ ہم آپ کے ہاں رات گزار لیں۔ ہمیں خیبر میں لے جاؤ۔

ان کی ماں نے کہا: تم خیبر کیسے جاسکتے ہو۔ اس میں ۴ ہزار جنگجو ہیں اور تم اس میں کس کا ارادہ رکھتے ہو؟ کہا: ابورافع کا۔ کہنے لگی: تم اس پر قادر نہیں ہوسکتے۔ یہ کہنے لگے: اللہ کی قسم! میں اسے ضرور قتل کروں گا یا اس میں میری جان چلی جائے۔ کہنے لگی: پھر تم رات کو میرے پاس آنا۔ وہ اس کے پاس گئے۔ پھر جب خیبر والے سو گئے۔ تو اس نے انہیں کہا: لوگوں کی غفلت کی حالت میں داخل ہونا۔ پھر اگر ٹانگ ٹھہر جائے تو چھپ جانا۔ انہوں نے ایسا ہی کیا اور وہ اس کے پاس آئے۔ پھر اس عورت نے کہا: یہودی اپنے دروازے بند نہیں کرتے۔ انہیں ڈر ہوتا ہے کہ کہیں رات کو کوئی مہمان نہ آجائے، پھر ان میں سے کوئی صحن میں صبح کرے اور اس کی مہمان نوازی ہوئی ہو، چنانچہ وہ دروازے کو کھلا ہوا پاتا تو داخل ہو جاتا اور رات کا کھانا کھاتا۔

پھر جب ٹانگ ٹھہری تو اس عورت نے کہا: چلو اور ابورافع کا دروازہ کھلواؤ اور کہنا: ہم ابورافع کے لیے ہدیہ لے کر آئے ہیں۔ وہ عنقریب تمہارے لیے کھول دیں گے۔ انہوں نے یہی کیا۔ پھر وہ نکلے اور وہ خیبر کے جس گھر سے بھی گزرتے تو اس کا دروازہ بند کر دیتے۔ حتیٰ کہ انہوں نے تمام بستی کے گھروں کو بند کر دیا۔ حتیٰ کہ وہ عجلہ کی طرف قصر سلام کے پاس پہنچ گئے۔ کہتے ہیں: پھر ہم چڑھے اور ہم نے حضرت عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ کو آگے کر دیا۔ اس لیے کہ وہ یہودی زبان بول لیتے تھے۔ پھر انہوں نے ابورافع کا دروازہ کھلوایا۔ اس کی بیوی آئی اور پوچھا: کون ہے؟ حضرت عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ نے یہودی زبان میں فرمایا: میں ابورافع کے لیے ہدیہ لایا ہوں۔ اس نے دروازہ کھول دیا۔ جب اس نے اسلحہ دیکھا تو اس نے چیخ مارنے کا ارادہ کیا۔

حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم نے دروازے پر رش کر دیا تھا کہ ہم میں سے کون اس کی طرف جلدی کرے گا۔ اس نے چیخنے کا ارادہ کیا تو میں نے اس کی طرف تلوار بڑھائی اور مجھے پسند نہیں تھا کہ میرا کوئی ساتھی اس کی طرف مجھ سے پہلے پہنچ جائے۔ میں تھوڑی دیر ٹھہرا رہا۔ پھر میں نے کہا: ابورافع کہاں ہے؟ بتاؤ ورنہ میں تمہاری گردن اتار دوں گا۔ وہ کہنے لگی: وہ کمرے میں ہے۔ ہم اس کے پاس گئے۔ ہم نے اسے اس کی سفیدی سے پہچانا۔ گویا وہ دھنی ہوئی روئی ہے۔ ہم نے اس پر اپنی تلواریں سونتیں تو اس کی بیوی پھر چیخنے لگی۔ ہم میں سے ایک نے اس کی طرف نکلنے کا ارادہ کیا۔ پھر ہمیں یاد آیا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں عورتوں کو قتل کرنے سے منع کیا ہے۔

فرماتے ہیں: جب ہم نے تلواریں خوب اوپر کیں تو کمرے کی چھت ہم پر تنگ پڑ گئی اور ہماری تلواریں واپس لوٹ آئیں۔ حضرت ابن انیس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں ایسا شخص تھا جسے رات کو بہت کم دکھائی دیتا تھا۔ میں نے اسے غور سے دیکھا تو یوں لگا جیسے وہ چاند ہے۔ میں نے اپنی تلوار اس کے پیٹ پر رکھ کر زور دیا، حتیٰ کہ میں نے بستر میں اس کا آر پار ہونا سن لیا اور میں جان گیا کہ وہ مر چکا ہے۔

سب لوگ اسے مار رہے تھے۔ پھر ہم اترے اور حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ اپنی کمان بھول گئے۔ پھر وہ انہیں اترنے کے بعد یاد آئی۔ ان کے ساتھیوں نے کہا: کمان چھوڑ دو۔ مگر انہوں نے انکار کیا اور وہ لوٹ گئے۔ پھر اپنی کمان اٹھائی اور اترنے لگے تو ان کی ٹانگ پر چوٹ آ گئی۔ انہوں نے اسے اپنے درمیان اٹھالیا۔ پھر اس کی بیوی چیخ اٹھی اور گھر والے بھی اس کے قتل ہونے کے بعد چیخ پڑے۔ گھروں والوں نے رات گئے تک اپنے دروازے نہیں کھولے اور یہ لوگ خیبر کے کسی پانی بہنے کی جگہ میں چھپ گئے۔ یہودی نکل آئے اور ابوزینب حارث بھی نکل آیا۔ اس کی بیوی اس کی طرف گئی اور کہنے لگی: وہ لوگ ابھی ابھی نکلے ہیں۔ چنانچہ حارث ۳ ہزار کا لشکر لے کر ہمارے پیچھے نکلا۔ وہ لوگ آگ لے کر ہمیں قریبی جگہوں میں ڈھونڈنے لگے۔ وہ بار بار نہر پر بھی آئے مگر ہم اس کے اندر تھے اور وہ اس کے اوپر۔ وہ پھر بھی ہمیں نہ دیکھ سکتے۔ جب وہ ڈھونڈ ڈھونڈ کر تھک گئے اور انہیں کچھ دکھائی نہ دیا تو وہ اس کی طرف لوٹ گیا اور لوگوں نے اسے کہا: کیا تم ان میں سے کسی کو پہچانتی ہو؟ کہنے لگی: میں نے ان میں عبداللہ بن عتیک کی آواز سنی تھی۔ اگر وہ ہمارے انہی شہروں میں ہے تو وہ انہی کے ساتھ ہوگا۔ وہ دوبارہ ڈھونڈنے میں مشغول ہو گئے اور یہ لوگ کہنے لگے: اگر ہم میں سے کوئی ان کے پاس جائے اور دیکھے کہ کیا وہ شخص مر چکا ہے یا نہیں۔

چنانچہ اسود بن خزاعی رضی اللہ عنہ نکلے۔ حتیٰ کہ وہ لوگوں کے ساتھ شامل ہو گئے اور ان جیسی شباہت اختیار کر لی۔ ان کے ہاتھ میں بھی ان جیسا ایک شعلہ تھا۔ یہاں تک کہ لوگ دوبارہ محل کی طرف گئے اور یہ بھی دوبارہ ان کے ساتھ گئے۔ انہوں نے گھر کو دیکھا۔ وہ بھر گیا تھا۔ وہ سب ابورافع کو دیکھنے آئے کہ اس کا کیا بنا۔ اس کی بیوی بھی آئی اور اس کے پاس آگ کی ایک مشعل تھی۔ پھر وہ اس پر جھکی وہ دیکھ رہی تھی کہ کیا وہ زندہ ہے یا مر چکا ہے۔ پھر اس نے کہا: موسیٰ کے رب کی قسم! وہ مر چکا ہے۔ پھر میں نے ناپسند سمجھا کہ میں واضح خبر لیے بغیر لوٹوں۔ میں دوسری باری بھی ان کے ساتھ داخل ہو گیا۔ دیکھا تو اس آدمی کا وجود حرکت نہیں کر رہا تھا۔

فرماتے ہیں: پھر یہودی چیختے چلاتے ہوئے نکلے اور اس کی تجہیز و تدفین میں مصروف ہو گئے۔ میں بھی ان کے ساتھ نکلا۔ میں نے اپنے ساتھیوں کے پاس آنے میں کچھ دیر کر دی۔ پھر میں نہر میں ان کی طرف اتر گیا اور انہیں خبر دی۔ پھر ہم اپنی اس جگہ میں ۲ دن ٹھہرے رہے۔ یہاں تک کہ ہماری تلاش ختم ہو گئی۔ پھر ہم مدینہ کی طرف نکلے۔ ہم میں سے ہر ایک اس کے قتل کا دعویٰ کر رہا تھا۔ پھر ہم نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ منبر پر تشریف فرما تھے۔ جب آپ نے ہمیں دیکھا تو فرمایا: چہرے کامیاب ہو گئے۔ ہم نے کہا: اے اللہ کے رسول! آپ کا رخ انور بھی کامیاب ہوا۔ آپ نے پوچھا: کیا تم نے اسے قتل کر دیا۔ ہم نے کہا: ہاں۔ مگر ہم میں سے ہر ایک اس کے قتل کا دعویدار ہے۔ فرمایا: جلدی سے اپنی تلواریں میرے پاس لاؤ۔ ہم اپنی تلواریں لے آئے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: اس نے اسے قتل کیا ہے۔ یہ حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ کی تلوار میں کھانے کا اثر ہے۔

کہتے ہیں: ابن ابی حقیق جلدی سے غطفان میں چلا گیا تھا اور جو لوگ مرکین عرب میں سے اس کے پاس تھے۔ اس نے

نبی ﷺ سے لڑائی پر ان کے لیے بہت بڑا انعام مقرر کیا تھا۔ پھر نبی کریم ﷺ نے ان کی طرف ان لوگوں کو بھیجا۔

حضرت خارجہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب یہ لوگ ابورافع تک پہنچے تو انہوں نے اسے قتل کرنے میں جھگڑا کیا۔ انہوں نے قرعہ اندازی کی تو قرعہ حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ کے نام نکلا اور وہ رات اندھے تھے۔ یعنی انہیں رات کو بہت کم دکھائی دیتا تھا۔ انہوں نے اپنے ساتھیوں سے پوچھا: اس کی جگہ کہاں ہے؟ انہوں نے بتلایا: تم اس کی سفیدی کو دیکھ لو گے گویا وہ چاند ہے۔ فرماتے ہیں: میں نے دیکھا۔

حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور دیگر لوگ عورت کے ساتھ تھے۔ وہ اسے چیخنے سے ڈرا رہے تھے۔ انہوں نے اپنی تلواریں اس پر سونت رکھی تھیں۔ حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ اندر آئے، پھر انہوں نے اپنی تلوار ماری تو وہ تلوار چھت کے نیچے ہونے کی وجہ سے ان کی طرف واپس آگئی۔ پھر انہوں نے اس پر ٹیک دی اور وہ نشے میں دھت تھا۔ حتیٰ کہ انہوں نے تلوار کے بستر میں گھسنے کی آواز سنی۔ وہ اپنے بستر پر تھا۔

کہا جاتا تھا کہ یہ سریہ چھٹے سال ماہِ رمضان میں ہوا۔

غزوہ ذات الرقاع

اس غزوے کا نام ذات الرقاع اس لیے رکھا گیا کہ اس میں ایک پہاڑ ہے جس میں سرخ، سیاہ اور سفید ٹکڑے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ ۴۴ویں ماہ ۱۱ محرم الحرام کو ہفتے کی رات نکلے۔ آپ ۲۵ محرم کو احد کے دن صرار نامی جگہ میں آئے اور پندرہ راتیں غائب رہے۔

محدثین بیان فرماتے ہیں: کوئی شخص اپنا سامان لے کر آیا اور اس نے بازار نبط میں خرید و فروخت کی۔ لوگوں نے پوچھا: تم نے یہ سامان کہاں سے حاصل کیا؟ کہنے لگا: میں نجد سے آیا ہوں اور میں نے انمار اور ثعلبہ کو دیکھا ہے۔ انہوں نے تمہارے لیے لشکر تیار کر رکھا ہے اور میں تمہیں ان سے بے پرواہ دیکھ رہا ہوں۔

اس کی یہ بات نبی کریم ﷺ کو معلوم ہوئی تو آپ ۴۰۰ صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ نکلے۔

بعض حضرات کا کہنا ہے: وہ سات یا آٹھ سو افراد تھے۔

رسول اللہ ﷺ مدینہ سے نکلے، یہاں تک کہ تنگ راستے پر چلے۔ پھر وادئ شقرہ کی طرف اترے اور وہاں ایک دن قیام کیا۔ آپ نے چند جماعتوں کو بھیجا۔ وہ آپ کے پاس رات کے وقت لوٹ کر آئے اور آپ کو خبر دی کہ انہوں نے کسی کو نہیں دیکھا اور انہوں نے نئے نشانات کو روندا ہے۔

پھر رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو لے کر چلے اور ان کے محلوں میں آئے۔ مگر وہاں کوئی نہیں تھا۔ دیہاتی پہاڑوں کی چوٹیوں پر جا چکے تھے۔ وہ نبی ﷺ کو جھانک رہے تھے اور لوگ ایک دوسرے سے ڈر رہے تھے اور مشرکین ان کے قریب تھے اور مسلمانوں کو یہ ڈر تھا کہ وہ ان پر اچانک حملہ نہ کر دیں اور دیہاتیوں کو یہ ڈر تھا کہ رسول اللہ ﷺ ان کی جڑ اکھیڑے بغیر نہیں نکلیں گے۔ اس میں رسول اللہ ﷺ نے نمازِ خوف ادا فرمائی۔

نمازِ خوف

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: سب سے پہلے اس دن رسول اللہ ﷺ نے نمازِ خوف ادا فرمائی۔ آپ کو ان کے اچانک حملے کا ڈر تھا جبکہ آپ نماز میں صفوں میں کھڑے ہوں۔

حضرت صالح بن خوات رضی اللہ عنہ اپنے والد سے نقل فرماتے ہیں کہ میں نے اس دن رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نمازِ خوف ادا کی۔ آپ ﷺ قبلہ رخ ہوئے اور ایک جماعت آپ کے پیچھے تھی۔ جبکہ دوسری جماعت دشمن کی جانب رخ کیے کھڑی تھی۔ آپ نے اس جماعت کو جو آپ کے پیچھے تھی ایک رکعت اور دو سجدے نماز پڑھائی۔ پھر آپ کھڑے رہے اور آپ کے پیچھے

والوں نے ایک رکعت اور دو سجدے ادا کر کے سلام پھیر دیا۔ اور دوسری جماعت آ گئی۔ پھر آپ نے انہیں بھی ایک رکعت اور دو سجدے نماز پڑھائی اور پہلی جماعت دشمن کی طرف رخ کیے کھڑی رہی۔

پھر جب آپ نے انہیں ایک رکعت پڑھالی تو آپ بیٹھے رہے۔ حتیٰ کہ جب انہوں نے اپنی وہ رکعت اور سجدے پورے کر لیے تو آپ نے سلام پھیر دیا۔

رسول اللہ ﷺ کو ان کے محلوں میں عورتیں ہاتھ آئیں۔ قیدیوں میں ایک انتہائی خوبصورت عورت تھی۔ اس کا خاوند اس سے انتہائی محبت کرتا تھا۔ جب رسول اکرم ﷺ مدینہ کی طرف واپس ہوئے۔ تو اس کے خاوند نے قسم اٹھائی کہ وہ محمد کو ڈھونڈے گا اور تب تک اپنی قوم کی طرف نہیں لوٹے گا حتیٰ کہ محمد کو (معاذ اللہ) ہلاک کر دے یا ان میں خون خرابہ کرے یا پھر اس کی بیوی کو چھوڑ دیا جائے۔

اسلام کے پہرے دار

اس سفر میں رسول اللہ ﷺ کو ایک ہوا والی رات نے آلیا۔ آپ ﷺ ایک قریبی گھاٹی میں اترے اور فرمایا: آج رات کون ہمارا پہرہ دے گا؟ دو شخص کھڑے ہوئے: حضرت عمار بن یاسر اور عباد بن بشر رضی اللہ عنہما۔ انہوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ہم آپ کا پہرہ دیں گے۔ ہوا رکنے کا نام نہیں لے رہی تھی۔ دونوں حضرات گھاٹی کے دہانے پر بیٹھ گئے۔ ان میں سے ایک نے اپنے ساتھی سے کہا: تمہیں رات کا کون سا حصہ پسند ہے۔ کیا میں اس کے شروع میں تمہاری کفایت کروں اور تم اس کے آخر میں میری کفایت کرنا۔ انہوں نے فرمایا: تم اول رات میں میری کفایت کرو۔ پھر حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سو گئے اور حضرت عباد بن بشر کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے۔ ادھر اللہ کا دشمن ڈھونڈتا ہوا آ نکلا۔ اور ہوا بھی تھم چکی تھی۔ جب اس نے قریب میں ایک سیاہی دیکھی تو کہنے لگا: اللہ جانتا ہے یہ لوگوں کا پہرے دار ہو گا۔ چنانچہ اس نے ایک تیر اٹھایا اور ان کی طرف پھینک دیا۔ ان سے خون نکلا تو انہوں نے اس پر ہاتھ رکھ دیا۔ اس نے ایک اور تیر پھینکا تو انہوں نے اس پر ہاتھ رکھ دیا۔ اس نے پھر تیسرا تیر مارا تو انہوں نے پھر ہاتھ رکھ دیا۔

جب خون ان پر غالب ہوا تو انہوں نے رکوع کیا اور سجدہ ادا کیا۔ پھر اپنے ساتھی سے کہا: بیٹھ جاؤ۔ میں آ گیا ہوں۔ حضرت عمار رضی اللہ عنہ بیٹھ گئے۔ جب اس دیہاتی نے دیکھا کہ عمار بھی اٹھ گیا ہے تو وہ جان گیا کہ وہ اس کی وجہ سے چوکنے ہو گئے ہوں گے۔

حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے میرے بھائی! جب آپ کو پہلا تیر لگا تو آپ نے مجھے جگایا کیوں نہیں؟ وہ فرمانے لگے: میں سورۂ کہف کی تلاوت کر رہا تھا۔ میں نے مناسب نہیں سمجھا کہ اسے پوری کیے بغیر رکوع کر دوں۔ اگر مجھے یہ ڈر نہ ہوتا کہ میں ایک اہم کام کو ضائع کر دوں گا جس کا مجھے رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا تھا تو میں سلام نہ پھیرتا اگرچہ میری جان چلی جاتی۔

کہا جاتا ہے کہ انصاری کا نام عمارہ بن حزم تھا۔ ابن واقد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ان میں سے زیادہ پکی بات ہمارے ہاں یہ ہے کہ وہ عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ تھے۔

پروردگار کی بندوں سے محبت

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا۔ اچانک ایک صحابی کسی پرندے کے چھوٹے بچے کو اٹھا لے آیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی طرف دیکھ رہے تھے۔ اس کے ماں باپ یا ان میں سے کوئی ایک آیا اور خود کو بھی اس کے ہاتھ پر ڈال دیا جس نے اسے پکڑا تھا۔ میں نے لوگوں کو دیکھا وہ اس سے تعجب کرنے لگے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم اس پرندے سے تعجب کر رہے ہو؟ تم نے اس کے بچے کو پکڑا اور اس نے اپنے بچے کی محبت میں خود کو تمہارے حوالے کر دیا اور اللہ جو تمہارا پروردگار ہے وہ تم پر اس سے زیادہ مہربان ہے جتنا یہ پرندہ اپنے بچے پر مہربان ہے۔

علامہ واقدی رحمہ اللہ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے غزوہ میں سواری پر بیٹھ کر مشرق کی جانب منہ کر لیتے تھے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم واپسی پر تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور میں ایک درخت کے نیچے تھا۔ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! سائے کی طرف آجائیے۔ آپ سائے کے قریب ہوئے اور سایہ حاصل کیا۔ میں گیا تاکہ آپ کی خدمت میں کوئی چیز پیش کروں۔ مجھے بوری کے نیچے صرف تھوڑی سی ککڑی ملی۔ میں نے انہیں توڑا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: یہ تمہیں کہاں سے ملیں؟ ہم نے کہا: یہ تھوڑی سی مدینہ کے زادِ راہ سے بچ گئی تھیں۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں سے کھایا۔

اظہارِ نعمت خداوندی

ہم نے اپنے ایک ساتھی کو بلند آواز سے پکارا جو ہمارے پیچھے بکریاں چرا رہا تھا اور اس پر پھٹا ہوا کپڑا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا اس کے پاس اس کے علاوہ نہیں ہے؟ ہم نے کہا: اللہ کے رسول! کیوں نہیں، اس کے پاس ٹوکری میں دو نئے کپڑے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے کپڑے لو۔ اس نے اپنے کپڑے لیے اور انہیں پہنا۔ پھر پیٹھ پھیر کر چلا گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا یہ زیادہ اچھا نہیں ہے؟ اسے کیا ہو گیا۔ اللہ اس کی گردن مارے۔ یہ بات اس شخص نے سن لی۔ عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اللہ کے راستے میں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کے راستے میں۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اس کے بعد اللہ کے راستے میں اس کی گردن ماری گئی۔

فرماتے ہیں: ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس باتیں کر رہے تھے۔ پھر حضرت علبہ بن زید حارثی رضی اللہ عنہ ہمارے پاس شتر مرغ کے تین انڈے لے کر آئے۔ عرض کیا: اے اللہ کے رسول! مجھے یہ انڈے شتر مرغ کے گھونسلے سے ملے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے جابر! انہیں لے لو اور تیار کرو۔ میں جلدی سے اٹھا اور انہیں بنایا۔ پھر میں ایک پیالے میں انڈے

لے کر آیا۔ میں روٹی تلاش کر رہا تھا مگر مجھے ملی نہیں۔ آپ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ان انڈوں کو روٹی کے بغیر ہی کھانے لگے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: پھر میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا، آپ نے اپنا ہاتھ روک لیا۔ میں یہ سمجھ رہا تھا کہ شاید آپ نے ضرورت کی بقدر کھا لیا اور انڈے پیالے میں جوں کے توں موجود تھے۔ پھر آپ ﷺ اٹھ گئے اور اس سے ہمارے عام ساتھیوں نے کھایا۔ پھر ہم ہلکے پھلکے ہو کر نکلے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم چل رہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ مجھ سے آملے اور پوچھا: اے جابر! تمہیں کیا ہوا؟ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! میرا مسئلہ یہ ہے کہ میرا اونٹ اچھا نہیں ہے۔ لوگ چلے گئے اور مجھے چھوڑ گئے۔ آپ ﷺ نے اپنا اونٹ بٹھایا اور فرمایا: کیا تمہارے پاس پانی ہے؟ میں نے کہا: جی ہاں۔ پھر میں ایک پیالہ پانی کا لایا۔ آپ نے اس میں پھونک ماری۔ پھر اس اونٹ کے سر، پیٹھ اور کمر پر پانی پھینکا۔ پھر فرمایا: مجھے لاٹھی دو۔ میں نے اپنی لاٹھی آپ کو دی یا فرمایا: میں نے درخت سے چھڑی کاٹ کر آپ کو دی۔ پھر آپ نے وہ لاٹھی اسے چبھوئی۔ پھر اسے لاٹھی سے مارا۔ پھر فرمایا: اے جابر! سوار ہو جاؤ۔ فرماتے ہیں: پھر میں سوار ہو گیا۔ پھر آپ نکلے۔ اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے! آپ اپنی اونٹنی کا مقابلہ کرتے رہے۔ مگر وہ اونٹنی پیچھے نہ رہی۔

سخاوت کا ایک انوکھا انداز

فرماتے ہیں: میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ باتیں کر رہا تھا۔ آپ نے فرمایا: اے ابوعبداللہ! کیا تم نے شادی کر لی ہے؟ میں نے کہا: ہاں۔ پوچھا: کنواری سے یا ثیبہ سے؟ میں نے کہا: ثیبہ سے۔ آپ نے فرمایا: کنواری سے کیوں نہیں کی۔ تم اس کے ساتھ کھیلتے اور وہ تمہارے ساتھ کھیلتی۔ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میرے ماں باپ آپ پر قربان! میرے والد احد کے دن شہید ہو گئے اور انہوں نے 9 بیٹیاں چھوڑیں۔ میں نے ایک بڑی عمر کی عورت سے شادی کی جو انہیں سنبھال کر رکھے اور ان کی نگرانی کرے۔ فرمایا: تم نے ٹھیک کیا۔ پھر فرمایا: اگر ہم صرار جاتے اور ایک اونٹ ذبح کرنے کا حکم دیتے اور ہم آج کا دن وہیں ٹھہرتے۔ وہ ہمارے بارے میں سنتی تو ہمارے لیے تکیے لگاتی۔ فرماتے ہیں: میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ہمارے پاس تکیے نہیں ہیں۔ فرمایا: عنقریب ہوں گے۔ پھر جب تم آؤ تو عقل مندی کا کام کرنا۔ میں نے کہا: جتنی مجھ میں طاقت ہوئی کروں گا۔ پھر آپ نے فرمایا: اپنا یہ اونٹ مجھے بیچ دو۔ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! یہ آپ ہی کا ہے۔ فرمایا: نہیں بلکہ مجھے بیچ دو۔ میں نے کہا: ٹھیک ہے، آپ مجھ پر اس کا بھاؤ لگائیے۔ فرمایا: میں اسے ایک درہم میں لیتا ہوں۔ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! کیا آپ مجھ سے دھوکہ کریں گے؟ فرمایا: نہیں، میری زندگی کی قسم۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: پھر آپ ایک ایک درہم بڑھاتے رہے، حتیٰ کہ چالیس درہم تک پہنچے، یعنی ایک اوقیہ چاندی کے برابر۔ پھر فرمایا: کیا اب تم راضی ہو؟ میں نے کہا: وہ آپ کا ہو گیا۔ آپ نے فرمایا: مدینہ تک تم اس پر سواری کر سکتے ہو۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا: میں اسے تجھ سے ایک اوقیہ کے بدلے میں لیتا ہوں اور تم اس پر سواری کر سکتے ہو۔ انہوں نے اسے اس پر بیچ دیا۔

فرماتے ہیں: پھر جب ہم صرار پہنچے تو آپ نے ایک اونٹ قربان کرنے کا حکم دیا۔ پھر وہاں ایک دن ٹھہرے۔ پھر ہم مدینہ داخل ہوئے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے اپنی بیوی سے کہا: مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے کہ عقل مندی والا کام کروں۔ کہنے لگی: ہم نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو سن لیا اور اطاعت کی۔ جایئے کیجیے۔ فرماتے ہیں: پھر صبح کے وقت میں نے اونٹ کی رسی پکڑی اور اسے لے کر چلا۔ یہاں تک کہ اسے میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرے کے پاس بٹھا دیا اور خود بھی بیٹھ گیا۔ حتیٰ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے۔ جب آپ باہر آئے تو پوچھا: کیا وہی یہ اونٹ ہے؟ میں نے کہا: جی ہاں، اے اللہ کے رسول! یہ وہی ہے جو آپ نے خریدا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو بلایا اور فرمایا: جاؤ، اسے ایک اوقیہ چاندی دے دو اور اے میرے بھتیجے! اپنے اونٹ کی رسی پکڑو اور وہ بھی لے لو۔ میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے ساتھ گیا۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے پوچھا: تم گھاٹی والے کے بیٹے ہو؟ میں نے کہا: ہاں۔ انہوں نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں آپ کو دوں گا اور مزید بھی دوں گا۔ پھر انہوں نے مجھے ایک یا دو قیراط مزید دیے۔ رماتے ہیں: پھر یہ ہمیں پھل دیتا رہا اور اللہ تعالیٰ ہم پر اس کے ذریعے سے اضافہ کرتے رہے اور ہم اس کی جگہ پہچانتے ہیں، حتیٰ کہ وہ یہاں تمہارے قریب ہلاک ہوا، یعنی اونٹ۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب ہم واپس لوٹ رہے تھے اور شقرہ نامی جگہ میں تھے تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے پوچھا: اے جابر! تمہارے والد کے قرضے کا کیا ہوا؟ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں ان کی کھجوریں کٹنے کا انتظار کر رہا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم انہیں کاٹو تو مجھے بتلانا۔ میں نے کہا: جی بہتر۔ پھر آپ نے پوچھا: تمہارے باپ نے کس کا قرضہ دینا تھا؟ میں نے کہا: ابوشحم یہودی کا۔ اس کا میرے باپ کے ذمے ایک سقہ کھجوریں تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے پوچھا: تم انہیں کب کاٹو گے؟ میں نے کہا: کل۔ آپ نے فرمایا: اے جابر! جب تم انہیں کاٹو تو عجوہ کو الگ کر لینا اور ان کھجوروں کو الگ کر لینا۔

فرماتے ہیں: میں نے ایسے ہی کیا۔ میں صیحانی اور بڑی بڑی جراد کھجوروں کو علیحدہ کیا۔ عجوہ کو الگ کیا۔ پھر میں نے مختلف کھجوروں کو لیا۔ مثلاً نخبہ، قرن، شقحہ اور دیگر اقسام کی کھجوریں۔ یہ بہت تھوڑی تھیں۔ میں نے انہیں ایک ہی ٹوکرے میں ڈالا۔ پھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپ کو بتلایا۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور آپ کے ساتھ آپ کے کبار صحابہ رضی اللہ عنہم بھی تھے۔ پھر وہ سب باغ میں داخل ہوئے۔ ابوشحم بھی آ گیا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجوروں کو ترتیب سے رکھا ہوا دیکھا تو فرمایا: اے اللہ! ان کے لیے برکت دے۔ پھر آپ عجوہ کی طرف آئے اور انہیں اپنے ہاتھ سے چھوا اور کھجوروں کی تعریف کی۔ پھر آپ ان کے درمیان بیٹھ گئے اور فرمایا: اپنے قرض خواہ کو بلاؤ۔ ابوشحم آیا تو آپ نے فرمایا: تول لو۔ اس نے ایک ہی ٹوکرے سے اپنا سارا حق تول کر لے لیا اور وہ عجوہ کھجوروں کا تھا۔ باقی کھجوریں جوں کی توں رکھی تھیں۔ پھر آپ نے فرمایا:

اے جابر! کیا تمہارے والد کے ذمے کچھ باقی رہا؟ میں نے کہا: نہیں۔ ساری کھجوریں باقی رہ گئیں۔ ہم ایک زمانہ ان میں سے کھاتے رہے اور ہم نے ان میں سے بیچیں۔ حتیٰ کہ اگلے سال کا پھل آ گیا اور میں کہا کرتا تھا: اگر میں اس کی اصل کو بیچ دیتا تب بھی میرے والد کا قرضہ پورا نہ ہوتا۔ سو اللہ نے میرے والد کے قرضے کو ادا کرا دیا۔ میں خود کو دیکھتا کہ نبی کریم ﷺ فرماتے: تمہارے والد کے قرضے کا کیا بنا؟ میں کہتا: اسے اللہ تعالیٰ نے ادا کر دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے اللہ! جابر کی مغفرت فرما۔ آپ نے میرے لیے ایک رات میں ۲۵ مرتبہ استغفار کیا۔

حضرت ابوحویرث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے مدینہ پر حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو نائب مقرر فرمایا تھا۔

غزوہ دومۃ الجندل

یہ غزوہ ۴۹ویں ماہ ربیع الاول میں ہوا۔ آپ ﷺ ربیع الاول کی ۲۵ تاریخ کو نکلے اور ۲۰ ربیع الثانی کو واپس تشریف لائے۔

محدثین بیان فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے ارادہ فرمایا کہ شام کے زیریں علاقے کے قریب سے گزریں۔ آپ سے کہا گیا: یہاں شام کے دہانوں کا ایک کنارہ ہے۔ اگر آپ اس کے قریب ہوں گے تو یہ چیز قیصر کو گھبراہٹ میں ڈالے گی۔ اور آپ کو یہ بھی خبر ملی کہ دومۃ الجندل میں ایک بڑا لشکر ہے اور وہ اپنے پاس سے گزرنے والے مسافروں پر ظلم کرتے ہیں۔ وہاں ایک بہت بڑا بازار ہے اور تاجر ہیں اور بہت سے عرب ان کی طرف آتے ہیں۔ اور وہ مدینہ کے قریب ہونا چاہتے ہیں۔ آپ کے اور اس جگہ کے درمیان ایک دن یا رات کا فاصلہ تھا جسے ایک مضبوط سوار طے کرے۔ رہبر نے آپ ﷺ سے کہا: اے اللہ کے رسول! ان کے جانور چر رہے ہیں۔ آپ میرے لیے ٹھہریے تاکہ میں آپ کے لیے جھانک کر آؤں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ٹھیک ہے۔ چنانچہ عذری تاک لگائے ہوئے نکلا۔ حتیٰ کہ اس نے اونٹوں اور بکریوں کے نشانات پائے اور وہ چھپے ہوئے تھے۔ وہ نبی کریم ﷺ کی طرف لوٹ آیا اور آپ کو بتلایا کہ اس نے ان کی جگہوں کو پہچان لیا ہے۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ چل پڑے۔ حتیٰ کہ آپ نے ان کے چوپاؤں اور چرواہوں پر حملہ بول دیا۔ چنانچہ کچھ آپ ﷺ کے ہاتھ آئے اور کچھ ادھر ادھر بھاگ کھڑے ہوئے۔

ادھر دومۃ الجندل والوں کو خبر مل گئی اور وہ بکھر گئے۔ رسول اللہ ﷺ ان کے میدانوں میں اترے مگر وہاں کسی کو نہیں پایا۔ چنانچہ آپ وہاں چند دن ٹھہرے رہے اور جماعتیں بھیجتے رہے۔ آپ نے انہیں الگ کر دیا اور وہ آپ سے ایک دن غائب رہے۔ پھر آپ کی طرف لوٹ آئے۔ اور ان میں سے کسی سے ٹکراؤ نہیں ہوا۔ ایک جماعت چند اونٹوں کو ساتھ لے کر آئی۔ مگر محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے ان میں سے ایک آدمی کو پکڑ لیا تھا۔ اسے نبی ﷺ کی خدمت میں لایا گیا۔ آپ نے اس سے اس کے ساتھیوں کے بارے میں پوچھا تو اس نے کہا: جب انہوں نے یہ بات سنی کہ آپ نے ان کے جانوروں کو پکڑ لیا ہے تو وہ بھاگ گئے۔ آپ ﷺ نے اس پر اسلام پیش کیا تو وہ مسلمان ہو گئے۔ پھر نبی کریم ﷺ مدینہ لوٹ آئے۔

نبی کریم ﷺ نے مدینہ پر سباع بن عرفطہ رضی اللہ عنہ کو نائب مقرر کیا تھا۔

غزوۂ مریسیع

یہ غزوہ ۵ ویں سال میں ہوا۔ رسول اللہ ﷺ سوموار کے دن ۳ شعبان کو نکلے اور یکم رمضان کو مدینہ واپس تشریف لائے۔ آپ ۲ راتیں کم پورا ماہ غائب رہے۔

محدثین بیان فرماتے ہیں: خزاعہ کے بنو مصطلق فرع کی جانب پڑاؤ ڈالتے تھے اور وہ بنو مدلج کے حلیف تھے۔ ان کا سربراہ اور سردار حارث بن ابوضرار تھا۔ وہ اپنی قوم میں گھوما اور عرب میں سے جس پر وہ قادر ہوا۔ اس نے انہیں رسول اللہ ﷺ سے جنگ کی طرف دعوت دی۔ انہوں نے گھوڑے اور اسلحہ خریدا اور رسول اللہ ﷺ کی طرف نکلنے کی خبر دیتا۔

یہ بات رسول اللہ ﷺ کو معلوم ہوئی تو آپ نے حضرت بریدہ بن حصیب اسلمی رضی اللہ عنہ کو واقعہ کی تحقیق کے لیے بھیجا۔ انہوں نے نبی ﷺ سے کچھ کہنے کی اجازت مانگی۔ آپ نے انہیں اجازت دے دی۔ پھر وہ نکلے اور ان کے پانی پر آئے۔ آپ نے وہاں قوم کے سرداروں کو پایا جو اکٹھے ہو رہے تھے اور لشکروں کو جمع کر رہے تھے۔ انہوں نے پوچھا: تم کون ہوں؟ کہا: تمہارا ہی ایک فرد ہوں۔ جب مجھے اس شخص کے لیے تمہارے جمع ہونے کی خبر پہنچی تو میں چلا آیا۔ میں اپنی قوم اور پیروکاروں کو لے کر آؤں گا اور ہم سب مل کر اس کا جڑ سے خاتمہ کر دیں گے۔ حارث بن ابوضرار نے کہا: ہم اسی پر ہیں جلدی ہمارے پاس آؤ۔

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں ابھی سوار ہو کر جاتا ہوں اور تمہارے پاس اپنی قوم اور پیروکاروں کا ایک لشکر لے کر آتا ہوں۔ وہ اس بات کی وجہ سے اس سے خوش ہو گئے اور یہ رسول اللہ ﷺ کی طرف لوٹ آئے اور آپ کو خبر دی۔ آپ ﷺ نے لوگوں کو پکارا اور انہیں دشمن کی اطلاع دی۔ لوگوں نے نکلنے کی جلدی تیاری کی اور گھوڑوں کو ہانک کر لے آئے۔ کل ۳۰ گھوڑے تھے۔ مہاجرین کے ان میں سے ۱۰ تھے اور انصار کے ۲۰ تھے۔ رسول اللہ ﷺ کے دو گھوڑے تھے۔ حضرت علی، ابوبکر، عمر، عثمان، زبیر، عبدالرحمن بن عوف، طلحہ بن عبید اللہ اور مقداد بن عمرو رضی اللہ عنہم کا ایک ایک گھوڑا تھا۔

انصار میں حضرت سعد بن معاذ، اسید بن حضیر، ابوعبس بن جبیر، قتادہ بن نعمان، عویم بن ساعدہ، معن بن عدی، سعد بن زید اشہلی، حارث بن حزمہ معاذ بن جبل، ابوقتادہ، ابی بن کعب، حباب بن منذر، زیاد بن لبید، فروہ بن عمرو اور معاذ بن رفاعہ بن رافع۔

فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بہت سے مشرکین بھی نکلے تھے جو پہلے کبھی اس طرح کسی غزوے میں نہیں نکلے تھے۔ انہیں جہاد میں رغبت نہیں تھی۔ صرف یہ تھا کہ انہیں دنیا کا سامان حاصل ہو جائے۔ اور سفر ان کے قریب کا تھا۔

چنانچہ رسول اللہ ﷺ نکلے۔ حتیٰ کہ آپ حلائق پر چلے اور وہاں پڑاؤ ڈالا۔ اس دن وہاں عبدالقیس کا ایک شخص لایا گیا۔ اس نے رسول اللہ ﷺ کو سلام کیا۔ آپ ﷺ نے اسے فرمایا: تمہارے گھر والے کہاں ہیں؟ اس نے کہا: روحاء میں۔ آپ

نے پوچھا: تم کہاں جا رہے ہو؟ کہنے لگا: میں تو آپ ہی کے پاس آ رہا تھا تاکہ آپ پر ایمان لاؤں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ جو دین لے کر آئے ہیں وہ حق ہے۔ میں آپ کے ساتھ مل کر آپ کے دشمن سے لڑوں گا۔ رسول اللہ ﷺ نے اسے فرمایا: تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں۔ جس نے تجھے اسلام کی طرف ہدایت دی۔ انہوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کون سا عمل اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نماز کو اول وقت میں ادا کرنا۔ چنانچہ وہ شخص اس کے بعد سورج ڈھلتے ہی ظہر پڑھ لیتا اور جب عصر کا وقت داخل ہوتا عصر پڑھ لیتا اور اور غروب ہوتے ہی مغرب پڑھ لیتا۔ وہ نماز کو آخری وقت تک مؤخر نہیں کرتے تھے۔

پھر جب آپ بقعاء میں اترے تو وہاں مشرکوں کا ایک جاسوس ملا۔ لوگوں نے اس سے پوچھا: تمہارے پیچھے کیا ہے؟ لوگ کہاں ہیں؟ اس نے کہا: مجھے ان کے بارے میں کچھ علم نہیں ہے۔

حضرت زید بن طلحہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: سچ سچ بتاؤ ورنہ میں تمہاری گردن اتار دوں گا۔ اس نے کہا: میں بنو مصطلق کا ایک شخص ہوں۔ میں نے حارث بن ابو ضرار کو اس حال میں چھوڑا ہے کہ انہوں نے تمہارے لیے لشکروں کو جمع کر رہا ہے اور اس کے ساتھ بہت سے لوگ مل گئے ہیں۔ اس نے ہی مجھے تمہاری طرف بھیجا کہ میں اس کے پاس تمہاری خبر لاؤں اور یہ کہ کیا آپ مدینہ سے نکل پڑے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسے رسول اللہ ﷺ کے پاس لائے اور آپ کو اطلاع دی۔ آپ ﷺ نے اسے اسلام کی دعوت دی اور اس پر اسلام پیش کیا مگر اس نے انکار کر دیا۔ اور کہا: میں تمہارے دین کی اتباع نہیں کروں گا۔ حتیٰ کہ میں دیکھوں کہ میری قوم کیا کرتی ہے۔ اگر وہ بھی تمہارے دین میں داخل ہو گئے تو میں بھی ان جیسا ہوں اور اگر وہ اپنے دین پر قائم رہے تو میں بھی انہی کا ایک فرد ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا میں اس کی گردن اتار دوں۔ آپ ﷺ نے انہیں آگے کیا اور انہوں نے اس کی گردن اتار دی اور یہ خبر بنو مصطلق میں پہنچ گئی۔

حضرت جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا مسلمان ہونے کے بعد فرمایا کرتی تھیں: ہمارے پاس اس کے قتل اور رسول اللہ ﷺ کے نکلنے کی خبر آ پہنچی۔ یہ سن کر میرے والد اور ان کے ساتھی پریشان ہو گئے اور وہ آپ سے بہت زیادہ ڈر گئے۔ اور عرب کے عام لوگ انہیں چھوڑ کر متفرق ہو گئے اور ان کے علاوہ کوئی باقی نہیں رہا۔ پھر آپ ﷺ مریسیع کی طرف پہنچ گئے۔ یہ پانی والی جگہ تھی۔ آپ نے یہاں پڑاؤ ڈالا اور آپ ﷺ کے لیے چمڑے کا ایک خیمہ نصب کیا گیا۔ آپ کے ساتھ آپ کی بیویوں میں سے حضرت عائشہ اور ام سلمہ رضی اللہ عنہا تھیں۔ اور وہ لوگ پانی پر جمع ہو گئے۔ انہوں نے لڑائی کے لیے مکمل تیاری کر لی۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کے لیے صف بنائی اور مہاجرین کا جھنڈا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو دیا اور انصار کا جھنڈا حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو دیا۔

ایک روایت میں ہے کہ مہاجرین کا جھنڈا حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے پاس تھا۔ پھر آپ ﷺ نے حضرت عمر بن

خطاب رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ لوگوں میں اعلان کرو: لا الہ الا اللہ کہہ دو تم اس کے ذریعے اپنی جانوں اور مالوں کو بچالو گے۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے یہی کیا۔ مگر انہوں نے انکار کر دیا۔ چنانچہ انہی کے ایک شخص نے سب سے پہلے تیر چلایا۔ اس پر مسلمانوں نے بھی تیر پھینکے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حملہ کرنے کا حکم دے دیا۔ انہوں نے ایک ساتھ مل کر حملہ کیا۔ چنانچہ ان کے کسی شخص کا کوئی نقصان نہ ہوا اور ان کے دس آدمی قتل ہو گئے اور باقی سب قید ہو گئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مردوں، عورتوں اور بچوں کو قیدی بنایا اور اونٹ اور بکریاں غنیمت میں حاصل ہوئیں اور مسلمانوں میں سے صرف ایک شخص شہید ہوئے۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: مشرکین کا جھنڈا اس دن شتر والے صفوان نے اٹھایا ہوا تھا۔ میری کوئی تیاری نہیں تھی۔ میں نے اس پر کوشش کی اور فتح حاصل ہوئی۔

ان کا شعار ''یا منصور امت امت'' تھا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو مصطلق پر حملہ کیا اور وہ بھی حملہ کرنے والے تھے۔ اور ان کے جانوروں کو پانی پر سیراب کیا جاتا تھا۔ آپ نے ان کے لڑنے والوں کو قتل کر دیا اور اولاد کو قیدی بنایا۔

پہلی حدیث ہمارے ہاں زیادہ ثابت ہے۔

حضرت ہاشم بن صبابہ رضی اللہ عنہ دشمن کی تلاش میں نکلے۔ پھر وہ تیز ہوا اور آندھی میں واپس آئے۔ انہیں حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی جماعت کا ایک شخص ملا جس کا نام اوس رضی اللہ عنہ تھا۔ انہوں نے سمجھا کہ وہ مشرکین میں سے ہے۔ انہوں نے اس پر حملہ کر دیا اور انہیں قتل کر دیا۔ پھر معلوم ہوا کہ وہ تو مسلمان تھے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی دیت ادا کرنے کا حکم دیا۔

ایک روایت میں ہے کہ انہیں بنو عمرو بن عوف کے ایک شخص نے قتل کیا تھا۔ پھر اس کا بھائی مقیس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے اس کی دیت کا حکم دیا۔ اس نے اس کی دیت پر قبضہ کر لیا۔ پھر اپنے بھائی کے قاتل پر حملہ کیا اور اسے قتل کر دیا۔ پھر مرتد ہو کر قریش کی طرف چلا گیا۔ اور یہ اشعار کہہ گیا:

میں نے حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا: مجھے میرے والد نے یہ پڑھ کر سنائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا خون مباح قرار دیا، حتیٰ کہ نمیلہ رضی اللہ عنہ نے فتح والے دن اسے قتل کر دیا۔

حضرت جویریہ بنتِ حارث رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور ہم مریسیع پر تھے۔ میں نے اپنے والد کو یہ کہتے ہوئے سنا: ہمارے پاس وہ لوگ آ رہے ہیں جن سے مقابلے کی ہم میں طاقت نہیں ہے۔ فرماتی ہیں: میں سمجھتی تھی کہ لوگ اور گھوڑے اس قدر زیادہ ہوں گے جو نا قابلِ بیان ہیں۔ پھر جب میں مسلمان ہوئی اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے شادی کی اور ہم واپس لوٹے تو میں مسلمانوں کی طرف دیکھ رہی تھی۔ وہ ویسے نہیں تھے جیسے میرا گمان تھا۔ میں جان گئی کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رعب تھا جسے وہ مشرکین کے دلوں میں ڈالتے ہیں۔

ان میں سے ایک شخص مسلمان ہوا اور وہ بہت اچھا مسلمان ثابت ہوا۔ وہ کہتا تھا: ہم چتکبرے گھوڑوں پر سفید مردوں کو دیکھتے تھے جنہیں ہم نے نہ کبھی پہلے دیکھا نہ بعد میں۔

حضرت ابن مسعود بن ہنیدہ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے نقل فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بقعاء میں ملا۔ آپ نے پوچھا: اے مسعود! کہاں جا رہے ہو؟ میں نے کہا: میں اس لیے آیا ہوں تا کہ آپ کو سلام کہوں۔ اور مجھے ابو تمیم نے آزاد کر دیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ آپ کو برکت دے۔ آپ نے اپنے گھر والوں کو کہا چھوڑا؟ عرض کیا: میں نے انہیں ایک جگہ میں چھوڑا ہے جو خذوات کے نام سے مشہور ہے اور لوگ نیک ہیں۔ اور لوگ اسلام میں رغبت رکھتے ہیں اور ہمارے آس پاس بہت سے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ ہی کے لیے ہر طرح کی تعریف ہے جس نے انہیں ہدایت دی۔ پھر حضرت مسعود رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کل گزشتہ میں عبدالقیس کے ایک شخص سے ملا۔ میں نے اسے اسلام کی دعوت دی۔ اور ترغیب دی تو وہ بھی مسلمان ہو گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کا تمہارے ہاتھوں پر مسلمان ہونا تمہارے لیے ان سب چیزوں سے بہتر ہے جن پر سورج طلوع اور غروب ہوتا ہے۔ پھر آپ نے فرمایا: ہمارے ساتھ مل جاؤ۔ ہماری دشمن سے جنگ ہو گی۔ مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ان کے اموال بطورِ غنیمت کے دیں گے۔

فرماتے ہیں: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چلا، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان کے اموال اور اولاد بطورِ غنیمت عطا کیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے چند اونٹ اور بکریاں دیں۔ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں اونٹ کو کیسے ہانک سکتا ہوں حالانکہ میرے ساتھ بکریاں ہیں؟ یا ساری بکریاں دے دیں یا سارے اونٹ دے دیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا دیے اور پوچھا: تمہیں ان میں سے کیا پسند ہے؟ میں نے کہا: اونٹ دے دیجیے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے دس اونٹ دے دو۔ فرماتے ہیں: مجھے وہ اونٹ مل گئے۔ انہیں کہا گیا: کیا آپ نے انہیں یہ مال خمس میں سے دیے ہیں؟ انہوں نے فرمایا: میں نہیں جانتا۔ پھر میں اپنے گھر والوں کی طرف لوٹ آیا۔ اللہ کی قسم! ہم اس دن سے مسلسل بھلائی میں ہی رہے۔

حضرت ابو بکر بن عبداللہ بن ابو جہم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیدیوں کے بارے حکم دیا۔ ان کے ہاتھوں کو گردنوں پر باندھ دیا گیا۔ اور انہیں ایک جانب کر دیا گیا۔ آپ نے ان پر بریدہ بن حصیب رضی اللہ عنہ کو نگران مقرر کیا۔ اور جو ان کے کجاووں میں سامان اور اسلحہ وغیرہ تھا اسے جمع کرنے کا حکم دیا اور انہیں اونٹوں اور بکریوں کی طرف بھیجا گیا اور انہیں ہانکا گیا۔ آپ نے ان پر اپنے غلام شقران کو نگران مقرر کیا۔ اور اولاد کو ایک جانب جمع کیا۔ آپ نے تقسیم شدہ پانچویں حصے اور مسلمانوں کے حصے پر محمیہ بن جزء زبیدی رضی اللہ عنہ کو نگران مقرر کیا۔ آپ نے پانچواں حصہ تمام مالِ غنیمت سے نکالا تھا اور اسے محمیہ بن جزء زبیدی کے حوالے کیا تھا۔

حضرت عروہ بن زبیر اور عبداللہ بن عبداللہ بن حارث بن نوفل رضی اللہ عنہما دونوں حضرات فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کے خمس پر محمیہ بن جزء زبیدی رضی اللہ عنہ کو نگران مقرر کیا تھا۔ آپ پانچویں حصوں کو اکٹھا کرتے اور زکاۃ کو علیحدہ رکھتے۔

غنیمت والے صدقہ سے الگ اور صدقہ والے غنیمت سے الگ ہوتے۔ آپ صدقہ میں سے یتیم، مسکین اور کمزور کو دیتے۔
پھر جب یتیم بالغ ہو جاتا تو اسے غنیمت کی طرف پھیر دیتے۔ اور صدقہ سے نکال لیتے۔ اور اس پر جہاد واجب ہو جاتا۔ پھر اگر وہ جہاد کو ناپسند کرتا اور انکار کر دیتا تو اسے صدقہ میں سے کچھ نہیں دیا جاتا۔ اور اسے الگ کر دیا جاتا کہ خود اپنے لیے کمائے۔
رسول اللہ ﷺ کسی سائل کو انکار نہیں فرماتے تھے۔ آپ کے پاس دو شخص آئے اور خمس میں سے مانگنے لگے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر تم چاہو تو میں تمہیں اس میں سے دے دیتا ہوں وگرنہ کسی مالدار یا طاقت ور کمانے والے کا اس میں حصہ نہیں ہے۔

فرماتے ہیں: قیدیوں کو تقسیم کر کے ان کے حوالے کر دیا گیا اور وہ لوگوں کے قبضے میں آ گئے۔ زادِ راہ بھی تقسیم کر دیا گیا۔ اونٹ اور بکریاں بھی بانٹ دی گئیں۔ ایک اونٹ دس بکریوں کے برابر قرار دیا گیا۔ زادِ راہ بھی ان لوگوں میں بیچ دیا گیا جنہیں ضرورت تھی۔ گھوڑے کے دو حصے، اس کے مالک کے لیے ایک حصہ اور پیدل چلنے والے کے لیے ایک حصہ طے ہوا۔
اونٹوں کی تعداد ۲ ہزار تھی اور ۵ ہزار بکریاں تھیں۔ قیدیوں کے ۲ سو گھرانے تھے۔ جویریہ بنت حارث، ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ اور ان کے چچازاد بھائی کے حصے کے آئیں۔ پھر انہوں نے اسے ۹ اوقیہ سونے پر مکاتبہ بنا دیا۔

ام المومنین حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: جویریہ انتہائی خوبصورت تھیں۔ انہیں کبھی کسی نے نہیں دیکھا تھا۔ وہ اپنی مثال آپ تھیں۔ میں نبی کریم ﷺ کے پاس بیٹھی ہوئی تھی۔ ہم کسی پانی پر تھے۔ اچانک جویریہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور آپ سے اپنے بدلِ کتابت کے بارے میں سوال کرنے لگی۔
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: اللہ کی قسم! میں اسے دیکھ چکی تھی اور میں نہیں چاہتی تھی کہ وہ نبی کریم ﷺ کے سامنے آئے اور میں جان چکی تھی کہ آپ بھی اسے انہی نظروں سے دیکھیں گے جن سے میں نے دیکھا۔
انہوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میں مسلمان عورت ہوں۔ میں گواہی دیتی ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بے شک آپ اللہ کے رسول ہیں۔ میں حارث بن ابو ضرار کی بیٹی جویریہ ہوں۔ جو اپنی قوم کا سردار ہے۔ ہمارے ساتھ جو ہوا آپ جانتے ہی ہیں۔ میں ثابت بن قیس بن شماس اور ان کے بھائی کے حصے میں آئی ہوں۔ انہوں نے اپنی مدینہ والی تین کھجوروں کے عوض اپنے چچازاد بھائی سے مجھے چھڑوا لیا ہے اور ثابت نے مجھے اتنے مال پر مکاتب بنا دیا ہے جس کی مجھ میں طاقت نہیں اور نہ میری کمائی ہے۔ اور میں مجبور ہو کر صرف اس لیے آئی ہوں کہ مجھے آپ ﷺ سے امید ہے۔ آپ میرے بدل کتابت میں میری مدد کیجیے! رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا اس سے بہتر کام نہ کروں۔ عرض کیا: اے اللہ کے رسول! وہ کیا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: میں تمہارا بدل کتابت ادا کر دیتا ہوں اور تم سے شادی کر لوں گا۔ عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ٹھیک ہے

میں تیار ہوں۔ چنانچہ آپ ﷺ نے حضرت ثابت رضی اللہ عنہ کی طرف پیغام بھیجا اور ان سے جویریہ رضی اللہ عنہا کو لینے کی خواہش کا اظہار فرمایا۔ حضرت ثابت رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میرے ماں باپ آپ پر قربان، وہ آپ کے لیے ہے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ان کا بدل کتابت ادا کیا اور انہیں آزاد کر کے ان سے شادی کر لی۔ یہ خبر لوگوں میں پھیل گئی اور بنو مصطلق کے مرد تقسیم کر لیے گئے تھے۔ انہیں غلام بنالیا گیا تھا اور ان کی عورتوں سے وطی کر لی گئی تھی۔ پھر وہ کہنے لگے: یہ اب نبی کریم ﷺ کے سسرال ہیں۔ چنانچہ انہوں نے اپنے قبضے میں تمام غلاموں کو آزاد کر دیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: رسول اللہ ﷺ کے ان سے شادی کرنے کی وجہ سے سو گھرانے آزاد ہو گئے۔ میں نہیں جانتی کہ کوئی عورت اپنی قوم کے لیے ان سے زیادہ برکتوں والی ہو۔

حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے نبی کریم ﷺ کے آنے سے تین رات قبل خواب میں دیکھا کہ ایک چاند یثرب سے چلا اور میری گود میں آ گیا۔ میں نے اچھا نہیں سمجھا کہ میں اس بارے میں کسی کو بتلاؤں۔ حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے۔ پھر جب ہم قید ہوئے تو مجھے خواب کی امید لگ گئی۔ پھر جب آپ نے مجھے آزاد کیا اور مجھ سے شادی کی۔ (تو یقین ہو گیا) اللہ کی قسم! میں نے اپنی قوم کے لیے کوئی بات نہیں کی۔ حتیٰ کہ مسلمانوں نے خود ہی انہیں چھوڑ دیا اور مجھے اپنے چچا زاد بہنوں میں سے ایک سے معلوم ہوا۔ اس نے مجھے بتلایا۔ میں نے اللہ عزوجل کی تعریف کی۔ ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بنو مصطلق کے ہر قیدی کی آزادی کو ان کا مہر قرار دیا اور دوسری روایت میں ہے کہ ان کی قوم کے ۴۰ غلاموں کی آزادی کو ان کا مہر قرار دیا۔

حضرت عمارہ بن غزیہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ان میں سے بعض قیدی وہ تھے جن پر رسول اللہ ﷺ نے فدیہ لیے بغیر احسان فرمایا۔ بعض غلاموں سے فدیہ لیا گیا اور یہ تب ہوا جب قیدی لوگوں کے قبضے میں جا چکے تھے۔

ایک عورت اور اس کے بچوں کا فدیہ چھ اونٹ لیے گئے۔ لوگ بعض قیدیوں کو لے کر مدینہ آ چکے تھے۔ ان کے گھر والے ان کے پاس آئے اور ان کا بھی فدیہ ادا کیا۔ بنو مصطلق کی کوئی عورت ایسی نہ رہی جو اپنی قوم کی طرف نہ لوٹ گئی ہو۔ یہی بات یقینی ہے۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک وفد مدینہ آیا اور حصوں کے بعد قیدیوں کا فدیہ ادا کیا۔

حضرت عبداللہ بن ابو ابیض رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی دادی سے نقل فرمایا۔ وہ حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کی باندی تھیں اور وہ ان کے واقعہ کو جانتے تھے۔ فرماتی ہیں: میں نے حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کو فرماتے ہوئے سنا: میرے والد نے ثابت بن قیس بن شماس کو ایک قیدی عورت کا فدیہ دے کر آزاد کروایا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے میرے والد کی طرف میرے لیے پیغام نکاح دیا۔ انہوں نے میرا نکاح کر دیا۔

فرماتی ہیں: ان کا نام برہ تھا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے ان کا نام جویریہ رکھ دیا۔ آپ کو یہ پسند نہ تھا کہ کہا جائے: وہ برہ

(نیک عورت) کے گھر سے نکلے ہیں۔

ابن واقد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس کی بنسبت ہمارے ہاں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف سے بدل کتابت ادا کیا، انہیں آزاد کیا اور ان سے شادی کر لی۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لیے بھی ویسے ہی تقسیم فرماتے تھے جیسے اپنی دیگر بیویوں کے لیے اور آپ نے انہیں حجاب بھی کروایا۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم غزوۂ بنی مصطلق میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے۔ پھر ہمیں غلام باندیاں ملیں اور ہمیں عورتوں کی طرف اشتہاء بھی تھی۔ چنانچہ ہم نے عزل کا ارادہ کیا۔

پھر ہم نے سوچا: ہم عزل کریں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان موجود ہیں اور ہم نے ابھی تک اس بارے میں آپ سے پوچھا ہی نہیں۔ پھر ہم نے آپ سے پوچھا تو آپ نے فرمایا: اگر تم ایسا نہ کرو تو کوئی حرج بھی نہیں۔ جس ذات نے قیامت تک پیدا ہونا ہے وہ ہو کر رہے گی۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہمارے پاس ان کے وفود آئے۔ انہوں نے بچوں اور عورتوں کا فدیہ ادا کیا اور انہیں لے کر اپنے شہروں کی طرف لوٹ گئے۔ ان میں سے بعض عورتوں کو اختیار دیا گیا کہ وہ اگر چاہیں تو اسی کے پاس ٹھہری رہیں جس کے حصے میں آئی ہیں۔ مگر انہوں نے انکار کیا اور لوٹنے کو ہی پسند کیا۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں اپنی باندی کو لے کر بازار میں بیچنے کے لیے نکلا تو ایک یہودی نے مجھ سے پوچھا: اے ابوسعید! شاید تم اسے بیچنا چاہتے ہو۔ حالانکہ اس کے پیٹ میں تمہاری اولاد ہے۔ میں نے کہا: ہرگز نہیں، میں اس سے عزل کرتا رہا۔ اس نے کہا: یہ چھوٹا زندہ درگور کرنا ہے۔ فرماتے ہیں: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپ کو یہ بات بتلائی تو آپ نے فرمایا: یہودی جھوٹ بولتے ہیں۔ یہودی جھوٹے ہیں۔

عبداللہ بن ابی کا تذکرہ

محدثین فرماتے ہیں: ابھی مسلمان مریسیع کے پانی پر تھے کہ لڑائی ختم ہوگئی اور وہاں بہت کم پانی تھا۔ اس میں سے ڈول آدھا بھر کر نکلتا۔ سنان بن وبر جہنی آیا۔ یہ بنو سالم کا حلیف تھا۔ اس کے ساتھ بنو سالم کے دو جوان تھے۔ وہ پانی لینا چاہتے تھے۔ مگر انہوں نے وہاں پانی پر مہاجرین اور انصار کا ایک لشکر دیکھا۔

جھجا بن سعید غفاری حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا مزدور تھا۔ سنان اور جھجا دونوں نے اپنا اپنا ڈول ڈالا۔ جھجا پانی پلانے میں سنان بن وبر کے زیادہ قریبی تھا۔ چنانچہ ان دونوں کے ڈول آپس میں گھل مل گئے۔ پھر ان میں سے ایک ڈول نکلا اور وہ سنان بن وبر کا ڈول تھا۔ سنان کہتے ہیں: میں نے کہا: وہ میرا ڈول ہے۔ جھجا نے کہا: اللہ کی قسم! وہ تو میرا ڈول ہے۔ ان دونوں میں

جھگڑا ہوا۔ یہاں تک کہ جھجا نے ہاتھ اٹھایا اور سنان کو مارا۔ اس کا خون بہہ پڑا۔ اس نے پکارا: اے آلِ خزرج! لوگ بھڑک اٹھے۔ سنان کہتے ہیں: جھجا نے بھاگنے میں مجھے اور میرے ساتھیوں کو پیچھے چھوڑ گیا۔ وہ لشکر میں اعلان کرنے لگا: اے آلِ قریش! اے آلِ کنانہ! قریش جلدی سے اس کی طرف متوجہ ہوئے۔

سنان کہتے ہیں: جب میں نے یہ معاملہ دیکھا تو میں نے انصار کو پکارا۔ اوس اور خزرج متوجہ ہوئے۔ انہوں نے اپنا اسلحہ نکال لیا۔ یہاں تک کہ مجھے ڈر ہوا کہ بہت بڑا فتنہ نہ ہو جائے۔ حتیٰ کہ میرے پاس چند مہاجرین آئے اور کہنے لگے: تم اپنا حق چھوڑ دو۔

سنان کہتے ہیں: جب میں نے اسے مارا تو اس نے مجھے کوئی نقصان نہیں دیا۔ میں طاقت نہیں رکھتا تھا کہ میں مہاجرین کے کہنے کی وجہ سے اپنے حلیفوں پر معافی کو مسلط کروں اور میری قوم انکار کر رہی ہو اور یہ کہ میں صرف رسول اللہ ﷺ کے حکم سے معاف کروں یا پھر جھجا سے قصاص لیا جائے۔ پھر مہاجرین نے میرے حلیفوں سے بات کی۔ انہوں نے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے بات کی۔ اسی طرح میرے دیگر حلیفوں سے بھی بات کی۔ پھر میرے حلیفوں نے مجھ سے بات کی تو میں نے یہ حق چھوڑ دیا اور میں اس مقدمے کو نبی کریم ﷺ کی خدمت میں نہیں لے گیا۔

ابن ابی دس منافقوں کے ساتھ بیٹھا تھا۔ ان کے نام یہ ہیں: ابن ابی، داعس، سوید، اوس بن قیظی، معتب بن قشیر، زید بن لصیت اور عبداللہ بن نبتل۔ لوگوں میں حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ یہ ابھی نابالغ بچے تھے یا بالغ ہو چکے تھے۔ اسے جھجا کی آواز سنی: اے آلِ قریش! ابن ابی سخت غصے میں آ گیا۔ یہ ان میں سے تھا جن کی گفتگو سے یہ ظاہر ہوا تھا اور یہ سنا گیا تھا کہ اللہ کی قسم! میں نے آج کے دن جیسی ذلت نہیں دیکھی۔ اللہ کی قسم! مجھے تو اپنے اس چہرے سے بھی نفرت ہو رہی ہے۔ لیکن میری قوم نے مجھے مغلوب کر دیا۔ انہوں نے یہ سب کیا۔ وہ ایک کثیر نفری لے کر ہمارے شہروں میں آ گئے۔ انہوں نے ہمارے احسان کا بھی انکار کر دیا۔ اللہ کی قسم! ہم اور قریش کے یہ پسماندہ لوگ ایسے ہی ہیں جیسے کسی نے کہا تھا: اپنے کتے کو موٹا کرو وہ تجھے کھا جائے گا۔ اللہ کی قسم! میں گمان کرتا ہوں کہ میں یہ سننے سے پہلے مر جاؤں گا کہ آواز لگانے والا جھجا کی طرح پکارے اور میں حاضر ہوں۔ اس کے لیے میری جانب سے کوئی غیر نہ ہو۔ اللہ کی قسم! اگر ہم مدینہ واپس گئے تو عزت دار اس سے ذلیل کو نکال دے گا۔ پھر اپنی قوم کے موجود لوگوں کی طرف متوجہ ہوا۔ اور کہنے لگا: یہ وہی ہے جو تم نے خود اپنی جانوں کے ساتھ کیا ہے۔ تم نے ان کے لیے اپنے شہروں کو کھول دیا۔ پھر وہ تمہارے گھروں میں رہنے لگے۔ تم نے انہیں اپنے مالوں میں شریک کر لیا حتیٰ کہ وہ مستغنی ہو گئے۔ قسم بخدا! اگر تم اپنے ہاتھوں کو روک لیتے تو وہ کہیں اور چلے جاتے۔ پھر وہ اس پر راضی نہیں ہوئے جو تم نے کیا۔ حتیٰ کہ تم نے اپنی جانوں کو موت کے لیے نشانہ بنا دیا۔ تم اس کی خاطر لڑے اور تم نے اپنی اولاد کو یتیم کر دیا اور تم تھوڑے رہ گئے اور وہ زیادہ ہو گئے۔

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ اس کی ساری بات لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ انہوں نے آپ کے پاس چند مہاجرین اور انصار صحابہ رضی اللہ عنہم کو پایا۔ ان میں ابوبکر، عثمان، سعد، محمد بن مسلمہ، اوس بن خولی اور عباد بن بشر رضی اللہ عنہم تھے۔

پھر انہوں نے آپ کو ساری بات بتلادی۔ آپ ﷺ کو یہ بات اچھی نہ لگی اور آپ کا چہرہ متغیر ہوگیا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: اے لڑکے! شاید تم اس پر غصے ہو؟ عرض کیا: نہیں، میں نے اسے ایسا کہتے ہوئے سنا ہے۔ آپ نے فرمایا: شاید تم نے سننے میں غلطی کردی ہوگی۔ عرض کیا: نہیں، اے اللہ کے نبی! فرمایا: شاید تمہیں دھوکہ لگا ہو۔ عرض کیا: نہیں، اللہ کی قسم! اے اللہ کے رسول! میں نے اسے یہ سب کہتے ہوئے سنا ہے۔

ادھر لشکر میں ابن ابی کی بات کا چرچہ ہونے لگا۔ لوگوں کی گفتگو میں اس کے علاوہ کوئی بات ہی نہیں تھی۔ انصار کے کچھ لوگ لڑکے کو ڈانٹنے لگے اور کہنے لگے: تم نے اپنی قوم کے سردار کے بارے میں ایسی باتیں کہی ہیں جو اس نے نہیں کیں۔ تم نے ظلم کیا اور قطع رحمی کی۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں نے اسے یہ کہتے ہوئے سنا ہے اور اللہ کی قسم! خزرج میں کوئی ایک آدمی بھی ایسا نہیں جو مجھے عبداللہ بن ابی سے زیادہ محبوب ہو اور قسم بخدا! اگر میں نے یہ بات اپنے باپ سے بھی سنی ہوتی تب بھی میں اسے رسول اللہ ﷺ کو جا کر بتلاتا اور میں امید کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی پر وحی نازل فرمائیں گے حتیٰ کہ وہ وہ لوگ جان لیں گے کہ میں جھوٹا ہوں یا کوئی اور جھوٹا ہے اے اللہ کے رسول ﷺ کو میری بات کی سچائی معلوم ہو جائے گی۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ یہ دعا کرنے لگے:

اے اللہ! اپنے نبی پر وحی نازل فرما جو میری بات کی تصدیق کردے۔

ادھر کسی نے کہا: اے اللہ کے رسول! عباد بن بشر سے کہیے وہ آپ کے پاس اس کا سر لے آئے۔ نبی کریم ﷺ اس بات سے اعراض کیا اور فرمایا: نہیں، وگرنہ لوگ باتیں کریں گے کہ محمد تو اپنے ساتھیوں کو بھی قتل کرنے لگا ہے۔ انصار کے چند لوگ جنہوں نے نبی کریم ﷺ کی بات اور آپ کے لڑکے کی تردید کو سنا تو وہ ابن ابی کے پاس آئے اور اسے بتلایا۔ اوس بن خولی نے کہا: اے ابوحباب! اگر تم نے یہ بات کہی ہے تو نبی علیہ السلام کو بتلا دو وہ تمہارے لیے استغفار کریں گے اور اس کا انکار نہ کرنا وگرنہ وحی نازل ہو جائے گی جو تجھے جھٹلا دے گی۔ اور اگر تم نے یہ بات نہیں کی تو اللہ کے رسول ﷺ کے پاس جاؤ اور آپ سے عذر بیان کردو۔ اور اللہ کے رسول ﷺ کے سامنے قسم اٹھالو کہ تم نے ایسے نہیں کہا۔ اللہ نے اللہ کی قسم اٹھائی کہ اس نے ان میں سے کوئی بات نہیں کی۔

پھر ابن ابی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا آپ نے پوچھا: اے ابن ابی! اگر تم سے کوئی ایسی بات سرزد ہوئی ہے تو توبہ کرلو۔ وہ اللہ کی قسم اٹھانے لگا کہ میں نے وہ سب نہیں کہا جو زید نے کہا ہے۔ اور نہ اس بارے میں کوئی بات کی ہے۔ وہ اپنی قوم کا سردار تھا۔ اس کا گمان تھا کہ وہ سچا ہے حالانکہ اس کا یہ گمان برا تھا۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب ابن ابی کی یہ بات ہوئی تو آپ ﷺ نے سفر تیز کردیا۔ میں بھی آپ کے ساتھ تیزی میں نکلا۔ میرے ساتھ مزدور تھا، جسے میں نے اپنے گھوڑے کی دیکھ بھال کے لیے مزدوری پر لیا تھا۔ اس نے مجھ پر آنے میں دیر کردی۔ میں راستے پر اس کے انتظار میں رک گیا۔ حتیٰ کہ وہ آیا۔ جب وہ آیا اور اس نے میرا غصہ دیکھا تو ڈر گیا کہ

میں اسے کچھ کہوں گا۔ اس نے کہا: اے آدمی! چلتے رہیے۔ لوگوں میں آپ کے بعد ایک گڑ بڑ ہوگئی ہے۔ پھر اس نے مجھے ابن ابی کی بات سنائی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوگیا۔ آپ ایک درخت کے سائے میں تھے۔ آپ کے پاس ایک پست قد، سیاہ فام، غلام تھا جو آپ کی کمر دبا رہا تھا۔ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! لگتا ہے آپ کی کمر میں تکلیف ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کل رات اونٹنی نے مجھے تھکا دیا۔ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! مجھے اجازت دیجیے۔ میں یہ بات کہنے کی وجہ سے ابن ابی کی گردن اتار دیتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم ایسا کردو گے؟ عرض کیا: جی ہاں۔ اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تب تو یثرب میں بہت سے باعزت مرد ایسے ہیں اگر میں انہیں اس کے قتل کا حکم دوں تو وہ اسے قتل کردیں۔ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! پھر محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو حکم دیں وہ اسے قتل کردیں۔ آپ نے فرمایا: نہیں، وگرنہ لوگ باتیں کریں گے کہ محمد اپنے ساتھیوں کو قتل کرنے لگے ہیں۔ فرماتے ہیں: پھر میں نے کہا: پھر لوگوں کو کوچ کرنے کا حکم دیں۔ آپ نے فرمایا: ہاں۔ پھر میں نے لوگوں میں سفر شروع کرنے کا اعلان کردیا۔

ایک قول یہ ہے کہ لشکر والوں کو خبر نہیں تھی۔ صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر تھی۔ آپ اپنی سواری (قصواء) پر سب کے سامنے آئے اور سخت گرمی کا موسم تھا۔ آپ ایسے وقت میں سفر نہیں کرتے تھے حتیٰ کہ ٹھنڈک ہوجاتی۔ مگر جب آپ کے پاس ابن ابی کی خبر آئی تو آپ نے اسی وقت سفر شروع کردیا۔ چنانچہ سب سے پہلے جو آپ سے ملے وہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ تھے۔ عرض کیا: اے اللہ کے نبی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وعلیک السلام۔ عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ نے عجیب وقت میں سفر کیا ہے۔ پہلے آپ اس وقت میں سفر نہیں کرتے تھے۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ سے حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ ملے۔ ابن واقد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ہمارے ہاں یہی زیادہ ثابت ہے۔ عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ عجیب وقت میں نکلے ہیں۔ پہلے آپ ایسے وقت میں سفر نہیں کرتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تمہیں وہ بات معلوم نہیں ہوئی جو تمہارے ساتھی نے کہی ہے؟ عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کون سے ساتھی؟ فرمایا: ابن ابی۔ اس کا خیال ہے کہ اگر وہ مدینہ کی طرف لوٹا تو عزت والا اس سے ذلت والے کو نکال دے گا۔ عرض کیا: اے اللہ کے رسول! پھر آپ ہی اگر چاہیں تو اسے نکالیں گے۔ وہ ذلیل ہے آپ تو عزت والے ہیں اور عزت اللہ کے لیے، آپ کے لیے اور مومنین کے لیے ہے۔ پھر عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اس کے ساتھ درگزر فرمائیے۔ اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ آپ کو لے کر آیا اور اس کی قوم نے اس کے لیے ایک ہار پرو دیا تھا۔ صرف ایک منکا باقی رہ گیا تھا۔ جو یوشع نامی ایک یہودی کے پاس تھا۔ اس نے اس کی انتہائی زیادہ قیمت طے کر رکھی تھی۔ اسے پتہ تھا کہ انہیں اس کی ضرورت ہے۔ تاکہ وہ اس سردار بنائیں۔ پھر ابھی بات درمیان میں تھی کہ اللہ آپ کو لے آئے۔ وہ یہی سمجھتا ہے کہ آپ نے اس سے اس کی بادشاہت چھین لی۔

فرماتے ہیں: آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس دن سفر فرما رہے تھے اور حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو کی جانب اپنی

سواری پر تھے۔ وہ چلتے چلتے اپنا چہرہ آپ علیہ السلام کو دکھاتے۔ رسول اللہ ﷺ اپنی سواری کو ایڑ لگاتے اور وہ ذرا تیز ہو جاتی۔ اچانک آپ پر وحی نازل ہونا شروع ہو گئی۔

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا آپ پر سختی طاری ہو گئی اور آپ کی پیشانی پسینے سے تر ہو گئی اور آپ کی سواری کے اگلے پاؤں بوجھل ہو گئے، حتیٰ کہ قریب تھا کہ وہ انہیں موڑ لیتی۔ میں جان گیا کہ رسول اللہ ﷺ کی طرف وحی کی جا رہی ہے اور مجھے امید لگی کہ وحی میں میری خبر کی تصدیق بھی نازل ہوئی ہو گی۔

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: پھر آپ ﷺ سے یہ کیفیت ختم ہوئی تو آپ نے میرا کان پکڑا اور میں اپنی سواری پر تھا، حتیٰ کہ میں اپنے بیٹھنے کی جگہ سے اوپر آسمان کی طرف کو اٹھ گیا۔ آپ ﷺ فرمانے لگے: اے لڑکے! تیرے کانوں نے وفا کی اور اللہ نے تیری بات کی تصدیق کر دی اور اکیلے ابن ابی کے بارے میں شروع سے آخر تک پوری سورت منافقون نازل ہوئی۔

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے اس دن حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کو ابن ابی سے یہ کہتے ہوئے سنا، جبکہ ابھی قرآن نازل نہیں ہوا تھا کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس جاؤ۔ وہ تمہارے لیے استغفار کریں گے۔ پھر میں نے اسے اعراض میں اپنا سر موڑتے ہوئے دیکھا۔ حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ فرما رہے تھے: اللہ کی قسم! تمہارے سر موڑنے میں ضرور قرآن نازل ہو گا جو نماز میں پڑھا جائے گا۔

حضرت عبادہ بن ولید بن عبادہ بن صامت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ اس شام عبداللہ بن ابی کے پاس سے گزرے جب آپ ﷺ نے مریسیع سے کوچ فرمایا اور نبی ﷺ پر سورۃ منافقون نازل ہو چکی تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اسے سلام نہیں کیا۔ پھر اوس بن خولی رضی اللہ عنہ گزرے تو انہوں نے بھی سلام نہیں کیا۔ ابن ابی کہنے لگا: اس معاملے میں تم دونوں نے ایک دوسرے کی مدد کی ہے۔ پھر وہ دونوں اس کے پاس واپس گئے، اسے خبر دی اور اس کے کرتوت پر اسے ڈانٹا اور بتلایا کہ تمہاری بات کو جھٹلانے کے لیے قرآن نازل ہو چکا ہے۔ اوس بن خولی رضی اللہ عنہ کہنے لگے: میں کبھی تمہاری طرف سے جھوٹی بات بھی بیان نہیں کروں گا حتیٰ کہ مجھے علم ہو جائے کہ تم اپنی اپنی موجودہ روش کو چھوڑ چکے ہو۔ اور اللہ سے توبہ کر چکے ہو۔ ہم زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کے پاس گئے۔ اسے ملامت کی اور اسے کہا: تم نے اپنی قوم کے ایک آدمی پر جھوٹ بولا ہے۔ حتیٰ کہ زید کی بات کی تصدیق کے لیے قرآن نازل ہو گیا اور تمہیں جھٹلایا۔

ابن ابی کہنے لگا: میں دوبارہ ایسے کبھی نہیں کہوں گا۔

ادھر عبداللہ بن ابی کے بیٹے عبداللہ رضی اللہ عنہ کو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی یہ بات معلوم ہوئی جو انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے کہی تھی کہ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ سے کہیے: وہ آپ کے پاس اس کا سر لائے۔ وہ نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اگر آپ میرے والد کو اس بات کی وجہ سے قتل کرنا چاہتے ہیں جو آپ کو ان کے بارے میں معلوم ہوئی ہے تو مجھے حکم کیجیے۔ اللہ کی قسم! میں آپ کے اس جگہ سے اٹھنے سے پہلے آپ کے پاس اس کا سر لے آؤں گا۔ اللہ کی قسم! خزرج

والے جانتے ہیں۔ ان میں سے کوئی بھی مجھ سے زیادہ اپنے والد کا فرمانبردار نہیں۔ انہوں نے اتنے اتنے عرصے سے اگر کچھ کھایا یا پیا ہے تو وہ میرے ہاتھ سے اور اے اللہ کے رسول! مجھے ڈر ہے کہ اگر آپ میرے علاوہ کو انہیں قتل کرنے کا حکم دیں گے تو میرا نفس مجھے نہیں چھوڑے گا کہ میں اپنے باپ کے قاتل کی طرف دیکھتا رہوں جو لوگوں میں چلتا پھرتا ہو اور پھر میں اسے قتل کر ڈالوں اور جہنم میں داخل ہو جاؤں اور آپ کا درگزر افضل ہے اور آپ کا احسان بہت بڑا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے عبداللہ! میرا اسے قتل کرنے کا ارادہ نہیں اور نہ میں نے اس کا حکم دیا ہے اور میں تو اپنے درمیان ان کی صحبت کی تحسین کرتا ہوں۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میرے والد کا معاملہ یہ ہے کہ اس شہر والوں نے اتفاق کر لیا تھا کہ وہ انہیں اپنے پر سردار بنائیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ آپ کو لے آئے۔ پھر اللہ نے انہیں رسوا کیا اور آپ کے ذریعے ہمیں عزتیں عطا کیں۔ ان کے ساتھ چند لوگ ہیں جو ان پر چکر لگاتے ہیں اور بعض امور کا ذکر کرتے ہیں۔ اللہ نے انہیں مغلوب کر دیا۔

پھر جب وہ نبی کریم ﷺ کے پاس سے واپس ہوئے اور انہیں یقین ہو گیا کہ رسول اللہ ﷺ نے اسے چھوڑ دیا اور اس کے قتل کا حکم نہیں دیا تو انہوں نے یہ اشعار پڑھے:

سنو! دنیا تو پیش آمدہ حوادثات کا نام ہے اور عجیب ترین حادثہ وہ بات ہے جو عمر رضی اللہ عنہ نے کہی۔ وہ انہیں اس طرح کا مشورہ دے رہے تھے جن کے پاس وحی ہے۔ حالانکہ انہوں نے ان سے اس کا مشورہ نہیں جو بالوں کو مونڈ دیتا ہے۔ اگر خطاب کا گناہ اس کے گناہ کی طرح ہوتا تو میں ان کے لیے وہ بات کہتا جو انہوں نے میرے والد کے بارے میں کہی۔ کل وہ کہہ رہا تھا: اس کی طرف محمد رضی اللہ عنہ کو بھیجے تاکہ وہ اسے قتل کر دے۔ تیری عمر کی قسم! برا تھا جو انہوں نے حکم دیا۔ پھر میں نے رسول اللہ ﷺ سے کہا: اگر آپ ایسے کرنا ہی چاہتے ہیں تو آپ کو پلک جھپکنے کے برابر عبداللہ کافی ہے۔

میرا ہاتھ اور سخی نفس اور دل مصیبت پر پتھر سے بھی زیادہ مددگار ہے اور اس میں وہ ہے جو اس میں ہے اور دوسری چیز خون کا پتلا ہونا ہے اور آنکھ میں آنکھ والے کی طرح کانا پن ہے۔ پھر فرمایا: سنو! کوئی بھی خوشی سے اس کے باپ کو قتل نہ کرے۔ وگرنہ قریب ہے کہ مضر اس کی طرف اڑ کر پہنچ جائے۔

مجھے یہ اشعار اسماعیل بن مصعب بن اسماعیل بن زید بن ثابت رحمۃ اللہ علیہ نے پڑھ کر سنائے اور فرمایا: میں نے انہیں کتاب سے لیا ہے۔

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب ہم زوال شمس سے پہلے مریسیع سے چل پڑے تو ہمیں اس دن اور رات انتہائی مشقت اٹھانا پڑی۔ ہم میں سے کوئی بھی اپنے اونٹ کو صرف قضائے حاجت اور نماز کے لیے بٹھاتا۔ جبکہ رسول اللہ ﷺ اپنی سواری کو ابھار رہے تھے اور اسے پیچھے سے کوڑا مار رہے تھے حتیٰ کہ صبح ہو گئی۔ ہمارا دن لمبا ہو گیا ہم آدھے دن تک چلتے رہے یا اس کے قریب وقت ہو گیا اور لوگ ابن ابی کی بات کو موضوع بحث بناتے چلتے رہے۔ انہیں رات کو جاگنے اور مسلسل چلنے

نے تھکاوٹ میں ڈال دیا تھا۔ وہ اس تک نہ ٹھہرے جب تک ان کے مونہوں سے ابن ابی کی بات کا تذکرہ ختم نہیں ہوا۔ اور اللہ کے رسول ﷺ بھی لوگوں کو اس لیے ساتھ لے کر چل رہے تھے کہ وہ ابن ابی کی بات کو چھوڑ دیں۔ پھر جب انہوں نے پڑاؤ ڈالا اور زمین میسر آئی تو وہ فوراً سو گئے۔ پھر رسول اللہ ﷺ لوگوں کو ٹھنڈے وقت میں لے کر نکلے۔ اور اگلے دن ایک پانی پر اترے، جس کا نام بقعاء تھا اور یہ نقیع کے اوپر تھا۔ اور لوگوں نے اپنی سواریوں کو کچھ آرام دیا۔ پھر انہیں تیز ہوا نے آلیا۔ حتیٰ کہ لوگ اس سے ڈر گئے اور رسول اللہ ﷺ سے اس کے بارے میں پوچھنے لگے۔ انہیں یہ ڈر ہوا کہ عیینہ بن حصن مدینہ کی طرف چلا گیا ہو اور وہ کہنے لگے: یہ آندھی کسی نہ کسی اہم واقعہ کی وجہ سے چلی ہے۔ مدینہ میں عورتیں اور بچے ہیں۔ اور نبی ﷺ اور عیینہ کے درمیان ایک طویل مدت کا فاصلہ ہے۔

یہ اس ہوا کے پھیلنے کے وقت ہوا اور وہ بہت زیادہ ڈر گئے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کو ان کے ڈر کے بارے میں پتہ چلا تو آپ نے فرمایا: تم پر اس سے کوئی حرج نہیں ہے۔ مدینہ کے ہر داخلی راستے پر فرشتے پہرہ دیتا ہے اور جو دشمن بھی وہاں داخل ہونے کا ارادہ کرے گا تو اپنے انجام کو پہنچ جائے گا۔ لیکن آج مدینہ میں ایک بڑے منافق کی موت ہوئی ہے۔ اسی وجہ سے آندھی آئی ہے۔ اس کی موت منافقوں کے لیے سخت تکلیف کا باعث تھی اور وہ منافق جو اس دن مرا زید بن رفاعہ بن تابوت تھا۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اس دن ہوا اتنی شدید تھی جتنی کبھی نہیں ہوئی۔ یہاں تک کہ سورج ڈھل گیا۔ تب جا کر وہ دن کے آخر میں آہستہ ہوئی۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب میں آیا تو میں نے اپنے گھر میں داخل ہونے سے پہلے ہی پوچھا: کون مرا ہے؟ بتایا: زید بن رفاعہ بن تابوت اور مدینہ والوں نے بتایا کہ انہوں نے ایسی تیز ہوا برداشت کی اور جب اللہ کا دشمن دفن ہوا تب ہوا ٹھہری۔

حضرت عبدالحمید بن جعفر رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد سے نقل فرماتے ہیں کہ حضرت عبادہ بن ثابت رضی اللہ عنہ نے اس دن ابن ابی سے فرمایا: اے ابو حباب! تیرا گہرا دوست مر گیا ہے اس نے پوچھا: کون سا دوست؟ فرمایا: جس کی موت اور اہل اسلام کی فتح ہے۔ پوچھا: کون ہے؟ فرمایا: زید بن رفاعہ بن تابوت۔ کہنے لگا: ہائے ہلاکت! قسم بخدا! وہ تو ایسا تھا۔ پھر وہ اسے یاد کرنے لگا۔ پھر میں نے کہا: تم نے بھی کٹی ہوئی دم کو پکڑا۔ پوچھا: اے ابو ولید! تمہیں اس کی موت کا کس نے بتلایا؟ میں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے ابھی بتلایا ہے کہ وہ اسی گھڑی میں فوت ہوا ہے۔ پھر وہ اس کے ہاتھوں میں گر گیا اور سخت غمناک ہو کر پلٹا۔

کہتے ہیں: دن کے آخر میں ہوا ٹھہر گئی اور لوگوں نے اپنے مال بردار اونٹوں کو تیار کیا۔

حضرت ابن رومان اور عاصم بن عمر بن قتادہ رحمہما اللہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ کی اونٹنی قصواء اونٹوں کے درمیان میں گم ہو گئی۔ مسلمان اسے ادھر ادھر ڈھونڈنے لگے۔

زید بن لصیت جو منافق تھا اور اپنے انصاری رفقاء کے ساتھ تھا۔ ان میں عباد بن بشر بن وقش، سلمہ بن سلامہ بن وقش اور اسید بن حضیر رضی اللہ عنہم تھے۔ اس نے پوچھا: یہ لوگ ادھر ادھر کہاں جا رہے ہیں؟ لوگوں نے بتایا: یہ رسول اللہ ﷺ کی اونٹنی کو ڈھونڈ

رہے ہیں۔ جو گم ہوگئی ہے۔ کہنے لگا: کیا پھر اللہ نے انہیں اونٹنی کی جگہ کا نہیں بتایا؟ لوگوں نے اس کی بات کا انکار کیا اور کہا: اللہ تجھے برباد کرے۔ اے اللہ کے دشمن! تو منافق ہوگیا۔ پھر حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ اس کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: اللہ کی قسم! اگر مجھے معلوم ہوتا کہ رسول اللہ ﷺ کو اس بات سے اختلاف نہیں ہے تو میں نیزے سے تیرے خصیے توڑ دیتا۔ اے اللہ کے دشمن! جب یہ تیرے دل میں ہے تو تو ہمارے ساتھ نکلا کیوں؟ کہنے لگا: میں تو اس لیے نکلا تا کہ سامانِ دنیا حاصل کروں اور میری عمر کی قسم! محمد تو ہمیں اس اونٹنی کے واقع سے بڑی بڑی خبریں دیتے ہیں۔ وہ تو ہمیں آسمان کے واقعات کی خبر دیتے ہیں۔ وہ سب اس پر ٹوٹ پڑے۔ اور کہنے لگے: اللہ کی قسم! تجھ سے اب کوئی تعلق باقی نہیں ہے اور ہمیں اپنا سایہ دکھانا۔ اپنے سائے کو ہمیشہ ہم سے دور رکھنا۔ اگر ہمیں معلوم ہو جاتا کہ تمہارے دل میں یہ ہے تو ہم دن کی ایک گھڑی بھی تمہارے ساتھ نہ رہتے۔ وہ اچھل کر بھاگ گیا۔ اسے ڈر تھا کہ وہ اس کی مرمت کریں گے۔ انہوں نے اس کا سامان پھینک دیا۔ پھر وہ اللہ کے رسول ﷺ کے پاس چلا گیا اور اپنے ساتھیوں سے بھاگ کر آپ کے پاس بیٹھ گیا اور آپ کے ذریعے سے پناہ حاصل کی۔

ادھر رسول اللہ ﷺ کے پاس بھی خبر پہنچ گئی تھی جو اس نے آسمان کے بارے میں کہی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اور منافق سن رہا تھا کہ ایک منافق آدمی نے طعنہ دیا ہے کہ اللہ کے رسول کی اونٹنی گم ہوگئی ہے اور کہتا ہے کہ اللہ نے انہیں اس کی جگہ کے بارے میں کیوں نہیں بتلایا میری عمر کی قسم! محمد تو ہمیں اونٹنی کے واقع سے بڑی خبریں دیتے ہیں۔ اور غیب کو صرف اللہ جانتا ہے اور اللہ نے مجھے اس کی جگہ کی خبر دے دی ہے۔ وہ تمہارے سامنے والی گھاٹی میں ہے۔ اس کی لگام کسی درخت کے ساتھ اٹک گئی ہے۔ جاؤ اسے لے آؤ۔

لوگ گئے اور اسے اسی جگہ سے لے آئے جہاں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب منافق نے اسے دیکھا تو بھاگ کر اپنے ساتھیوں کے پاس چلا گیا جو اس کے ساتھ تھے۔ اس نے دیکھا تو اس کا کجاوہ پھینکا ہوا تھا اور وہ سب بیٹھے تھے۔ ان میں سے کوئی بھی اپنی جگہ سے نہیں اٹھا۔ جب وہ قریب آیا تو انہوں نے اسے کہا: ہمارے قریب نہ آنا۔ اس نے کہا: میں نے تم سے بات کرنی ہے۔ پھر وہ قریب ہوا اور کہنے لگا: میں تمہیں اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں۔ کیا تم میں سے کوئی محمد کے پاس گیا تھا اور آپ کو وہ بات بتلائی تھی جو میں نے کہی۔ انہوں نے کہا: نہیں۔ اللہ کی قسم! اور نہ ہم اپنی اس جگہ سے اٹھے۔ اس نے کہا: میں نے لوگوں کو وہ بات کرتے پایا جو میں نے کہی تھی اور رسول اللہ ﷺ بھی یہی بات فرما رہے تھے۔ اس نے انہیں آپ ﷺ کی بات بتلائی۔ اور یہ بھی آپ کی اونٹنی آچکی ہے اور میں تو محمد کے بارے میں شک میں مبتلا تھا۔ مگر اب میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ کے رسول ہیں۔ اللہ کی قسم! میں تو آج مسلمان ہوا ہوں۔ انہوں نے اسے کہا: پھر رسول اللہ ﷺ کے پاس جاؤ۔ وہ تمہارے لیے استغفار کریں گے۔ چنانچہ وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور آپ نے ان کے لیے استغفار کیا اور انہوں نے اپنے گناہ کا اعتراف کیا۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ وہ اسی طرح بے مروت رہا حتیٰ کہ مر گیا اور اس نے غزوہ تبوک میں بھی اسی طرح کی حرکت کی۔

حضرت شعیب بن شداد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جب رسول اللہ ﷺ نقیع پر سے گزرے اور آپ مریسیع سے واپس آرہے تھے۔ جب آپ نے وہاں شادابی، چارہ اور کثیر مقدار میں پانی کی ملی جلی نالیوں کو دیکھا اور آپ کو اس جگہ کا حسن اور شادابی بیان کی گئی تو آپ نے پانی کے بارے میں پوچھا۔

تو آپ کو بتلایا گیا: اے اللہ کے رسول! جب ہم گرمی یہاں گزاریں گے تو پانی کم پڑ جائے گا اور نالیاں خشک ہو جائیں گی۔ آپ ﷺ نے حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کو کنواں کھودنے کا حکم فرمایا۔ اور نقیع میں چراگاہ متعین کرنے کا حکم دیا۔ آپ نے اس پر حضرت بلال بن حارث مزنی رضی اللہ عنہ کو نگران مقرر کیا۔ انہوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اس میں سے کتنے حصے کو چراگاہ بناؤں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: کسی بلند آواز والے آدمی کو طلوع فجر کے وقت اس پہاڑ پر کھڑے کرو۔ اور وہ آواز لگائے۔ پھر جہاں تک ان کی آواز جائے تو اسے مسلمانوں کے جہاد والے گھوڑوں اور اونٹوں کے لیے چراگاہ قرار دو۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! بھلا بتلایئے۔ مسلمانوں کے جو عام چرنے والے جانور ہوں؟ فرمایا: وہ اس میں داخل نہ ہوں۔ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! پھر عورت اور کمزور آدمی جس کے تھوڑے سے جانور ہوں اور وہ انہیں لے کر پھرنے کی طاقت نہ رکھتا ہو؟ فرمایا: اسے چھوڑ دو، وہ چرالے۔

پھر جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا زمانہ آیا تو انہوں نے بھی اتنی ہی چراگاہ مقرر کی جتنی آپ ﷺ نے مقرر کی تھی۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دور آیا تو گھوڑے زیادہ ہو گئے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ آئے تو انہوں نے بھی اسے چراگاہ قرار دیا۔

نبی کریم ﷺ نے اس دن گھوڑوں کے درمیان اور اونٹوں کے درمیان دوڑ کا مقابلہ کروایا۔ اونٹوں میں قصواء اونٹنی آگے نکل گئی اور گھوڑوں میں آپ کا گھوڑا۔ آپ کے پاس دو گھوڑے تھے: (1) لزاز اور (2) کا نام ظرب تھا۔ پہلا اس دن دوسرے سے آگے بڑھ گیا اور جو گھوڑا آگے بڑھا تھا اس پر حضرت ابو اسید ساعدی رضی اللہ عنہ تھے اور اونٹنی جو آگے بڑھی تھی اس پر بلال رضی اللہ عنہ تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور تہمت لگانے والوں کا بیان

حضرت عباد بن عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے عرض کیا: اے امی جان! مجھے اپنا غزوۂ مریسیع والا واقعہ بیان کریں۔ انہوں نے فرمایا: بھانجے! رسول اللہ ﷺ جب سفر میں نکلتے تو اپنی بیویوں کے درمیان قرعہ ڈالتے۔ ان میں سے جس کا بھی نام نکلتا آپ انہیں اپنے ساتھ لے جاتے اور آپ کو یہ پسند ہوتا کہ میں سفر و حضر میں آپ سے جدا نہ ہوں۔

جب آپ نے غزوۂ مریسیع کا ارادہ فرمایا تو ہمارے درمیان قرعہ ڈالا۔ چنانچہ میرا اور ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا نام نکلا۔ ہم آپ کے ساتھ نکلیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو وہ لوگ اور ان کے اموال بطور غنیمت عطا کیے۔ پھر ہم واپس چل پڑے۔ آپ ﷺ نے کسی مقام پر پڑاؤ ڈالا آپ کے پاس پانی نہیں تھا اور نہ اس جگہ میں پانی تھا اور میری گردن سے میرا ہار گر گیا۔ میں نے رسول

اللہ ﷺ کو بتلایا۔ آپ لوگوں کو لے کر ٹھہرے رہے، حتیٰ کہ صبح ہوگئی۔ لوگوں کو تنگی ہوئی اور وہ باتیں کرنے لگے اور کہنے لگے: عائشہ رضی اللہ عنہا نے ہمیں روک دیا۔ کچھ لوگ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہنے لگے: کیا آپ دیکھتے نہیں عائشہ نے کیا کیا؟ اس نے رسول اللہ ﷺ کو روک دیا ہے اور لوگ ایسی جگہ ہیں جہاں پانی نہیں ہے اور نہ ان کے ساتھ پانی ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اس وجہ سے سخت پشیمان ہوئے۔ وہ میرے پاس غصے کی حالت میں آئے اور فرمایا: کیا تم دیکھ نہیں رہی تم نے لوگوں کے ساتھ کیا کیا؟ تم نے اللہ کے رسول کو روک دیا ہے اور لوگ ایسی جگہ ہیں جہاں پانی نہیں ہے اور نہ ان کے پاس پانی ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: انہوں نے مجھے سختی سے ڈانٹا۔

وہ میری کوکھ میں اپنے ہاتھ سے چٹکی لگانے لگے۔ اور مجھے حرکت کرنے سے صرف اس چیز نے روک رکھا تھا کہ رسول اللہ ﷺ کا سر مبارک میری ران پر تھا اور آپ آرام فرما رہے تھے۔

حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اللہ کی قسم! مجھے امید تھی کہ ہمارے لیے رخصت نازل ہوگی اور آیت تیمم نازل بھی ہوئی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم سے پہلے لوگ صرف اپنے گرجا گھروں اور چرچوں میں نماز پڑھتے تھے اور میرے لیے زمین کو پاک کر دیا گیا ہے جہاں بھی مجھے نماز کا وقت ہو جائے۔ حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے ابوبکر کی آل! یہ تم لوگوں کی کوئی پہلی برکت نہیں ہے۔ فرماتی ہیں: حضرت اسید رضی اللہ عنہ نیک آدمی تھے اور اوس کے ایک بڑے گھرانے میں رہتے تھے۔ پھر ہم لشکر کے ساتھ چل پڑے۔ حتیٰ کہ جب ہم ایک نرم ہموار صاف ستھری جگہ میں پہنچے جہاں درخت بھی تھے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: اے عائشہ! کیا مجھ سے مقابلہ کرو گی؟ میں نے کہا: جی ہاں۔ پھر میں نے اپنے کپڑوں کو سمیٹا اور رسول اکرم ﷺ نے بھی ایسے ہی کیا۔ پھر ہم نے دوڑ لگائی تو آپ ﷺ مجھ سے آگے بڑھ گئے۔ پھر آپ نے فرمایا: یہ اس سبقت کے بدلے میں ہے جو تم مجھ پر لے گئی تھی۔ آپ میرے والد کے ٹھکانے تک آئے۔ میرے پاس کوئی چیز تھی۔ آپ نے فرمایا: مجھے بھی دو۔ میں نے انکار کیا۔ پھر میں بھاگ پڑی اور آپ بھی میرے پیچھے بھاگے۔ پھر میں آپ سے آگے چلی گئی اور یہ غزوہ حجاب کا حکم نازل ہونے کے بعد ہوا تھا۔

فرماتی ہیں: عورتیں اس زمانے میں ہلکی پھلکی ہوتی تھیں۔ وہ تو صرف کھانے کے چند لقمے کھایا کرتی تھیں۔ ان پر گوشت چڑھتا ہی نہیں تھا کہ پھر وہ بوجھل ہوتیں۔ دو آدمی میرا کجاوہ اٹھا لیا کرتے تھے۔ ان میں سے ایک رسول اللہ ﷺ کے غلام تھے۔ جن کا نام ابو موھیہ رضی اللہ عنہ تھا اور وہ نیک آدمی تھے اور وہ میرے اونٹ کی لگام تھامے چلتے تھے۔ میں ہودج میں بیٹھ جاتی۔ پھر وہ آتے اور ہودج اٹھا کر اسے اونٹ پر رکھ دیتے۔ پھر اسے رسیوں سے باندھ دیتے اور اونٹ کو اٹھاتے۔ اس کی لگام پکڑتے اور آگے چل پڑتے۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بھی اسی طرح سفر کر رہی تھیں۔ ہم لوگوں سے ایک طرف ہوتی تھیں۔ جو ہمارے قریب ہونے لگتا وہ اسے ہم سے ہٹا دیتے تھے۔ رسول اکرم ﷺ کبھی میرے پہلو میں چلتے اور کبھی حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پہلو میں۔ پھر

جب ہم مدینہ سے قریب ہوئے۔ تو ہم نے ایک جگہ پڑاؤ ڈالا۔ رسول اللہ ﷺ نے رات کا کچھ حصہ وہاں قیام کیا۔ پھر آپ نے چلنے کا ارادہ فرمایا اور لوگوں کو بھی کوچ کی اجازت دے دی۔ اور لشکر روانہ ہوگیا۔ میں قضائے حاجت کے لیے گئی ہوئی تھی۔ میں چل پڑی۔ حتیٰ کہ لشکر سے دور چلی گئی اور میری گردن میں سرخ عقیق کا بنا ہوا ظفاری ہار تھا۔ جو میری والدہ نے رسول اللہ ﷺ کی رخصتی کے وقت میرے گلے میں ڈالا تھا۔ جب میں نے حاجت پوری کرلی تو وہ میری گردن سے لڑھک گیا اور مجھے پتہ بھی نہیں چلا۔ پھر جب میں کجاوے کی طرف لوٹی تو میں نے اسے اپنی گردن میں ڈھونڈا مگر وہ مجھے نہیں ملا اور لشکر نے روانگی شروع کردی تھی، صرف چند اونٹ رہ گئے تھے۔ اور میرا خیال تھا کہ اگر میں ایک ماہ بھی ٹھہری رہوں تو جب تک میں اپنے ہودج میں نہ آجاؤں میرا اونٹ نہیں اٹھایا جائے گا۔ چنانچہ میں اس کی تلاش میں واپس چلی گئی۔ پھر وہ مجھے اس جگہ مل گیا۔ جہاں میرا خیال تھا کہ وہاں ہوگا۔ مجھے اس کی تلاش نے کچھ دیر روک دیا۔ دو آدمی میرے بعد آئے۔ انہوں نے اونٹ کو تیار کیا۔ ہودج اٹھایا اور یہ خیال کرکے کہ میں اس میں ہوں اسے اونٹ پر رکھ دیا اور انہیں شک بھی نہیں ہوا کہ میں اس میں نہیں ہوں اور میں جب اس میں ہوتی تو کوئی بات بھی نہیں کرتی تھی اور انہیں کچھ بھی عجیب نہیں لگا۔ انہوں نے اونٹ کو اٹھایا اور لگام پکڑ کر چل پڑے۔ میں لشکر کی طرف لوٹی تو وہاں نہ کوئی پکارنے والا، نہ جواب دینے والا اور نہ میں نے کوئی آواز سنی اور نہ کوئی دھتکارنے والا۔ فرماتی ہیں: میں نے اپنے کپڑے سمیٹے اور میں لیٹ گئی۔ مجھے پتہ تھا کہ جب میں نہیں ملوں گی تو میری طرف واپس آئیں گے۔ اللہ کی قسم! اپنی اس جگہ لیٹتے ہی مجھ پر نیند غالب آگئی اور میں سوگئی۔

حضرت صفوان بن معطل سلمی اور ذکوانی رضی اللہ عنہ لوگوں کے پیچھے ان کے نشاناتِ قدم پر آرہے تھے۔ وہ رات بھر سفر کرتے رہے اور اگلی صبح کے قریب وہ میرے ٹھکانے پر پہنچ گئے۔ انہوں نے کسی انسان کی سیاہی دیکھی تو میرے پاس آگئے۔ انہوں نے حجاب کا حکم نازل ہونے سے پہلے مجھے دیکھا ہوا تھا۔ میں چادر میں لپٹی ہوئی تھی۔ انہوں نے مجھے غور سے دیکھا تو مجھے پہچانتے ہی انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا۔ میں نے اپنی چادر سے اپنا چہرہ ڈھانپ لیا۔ اللہ کی قسم! انہوں نے مجھ سے کوئی بات نہیں کی۔ صرف میں نے وہی انا للہ سنا تھا۔ پھر انہوں نے اپنا اونٹ بٹھایا اور مجھ سے منہ پھیرے ہوئے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا۔ میں ان کے کجاوے پر سوار ہوگئی اور وہ مجھے لے کر اونٹ ہانکتے ہوئے چل پڑے۔

ہم تیز دوپہر میں لشکر تک پہنچے اور لشکر والے کانپ اٹھے اور تہمت والوں نے جو کہنا تھا کہا اور ان سب کا بڑا عبداللہ بن ابی تھا۔ مجھے اس بارے میں کچھ بھی علم نہیں تھا اور لوگ تہمت والوں کی باتوں کو زیر بحث لیے ہوئے تھے۔ پھر ہم آئے۔ ابھی کچھ ہی دن گزرے کہ میں سخت بیمار ہوگئی اور مجھے اس بارے میں کچھ بھی پتہ نہیں تھا۔ یہ بات میرے والدین کو بھی معلوم ہوچکی تھی۔ مگر انہوں نے بھی مجھے کچھ نہیں بتلایا۔ مگر میں نے رسول اللہ ﷺ کے اپنے ساتھ لطف و کرم میں کمی محسوس کی۔ میں آپ کی ویسی محبت نہیں دیکھ رہی تھی جو آپ بیماری میں مجھ سے کیا کرتے تھے۔ آپ اندر تشریف لاتے، سلام کرتے اور پوچھتے: اب تم کیسی ہو؟ حالانکہ میں جب بیمار ہوتی تو آپ میرے ساتھ انتہائی محبت و شفقت سے پیش آتے اور میرے پاس بیٹھتے تھے اور ہم عربی

لوگ گھروں میں وضو نہیں کرتے تھے کہ ہم وہاں تقاضا کریں اور انہیں گندا کریں۔ بلکہ ہم تو مغرب اور عشاء کے درمیان قضائے حاجت کے لیے ذرا دور بیوت الخلاء میں جایا کرتی تھیں۔ ایک رات میں گئی اور میرے ساتھ ام مسطح رضی اللہ عنہا بھی تھیں۔ وہ اپنی چادر میں لپٹی ہوئی تھیں۔ وہ اس میں اٹک گئیں تو فوراً ان کی زبان سے نکلا: مسطح ہلاک ہو جائے۔ میں نے کہا: اللہ کی قسم! یہ آپ نے کس قدر بری بات کی ہے۔ آپ یہ بات ایسے شخص کے بارے میں کہہ رہی ہیں جو اہلِ بدر میں سے ہے؟ انہوں نے مجھے جواب دیا: تم کیا جانو تمہارے بارے میں کیا سیلاب بہہ رہا ہے۔ میں نے پوچھا: آپ کیا کہنا چاہتی ہیں۔ پھر انہوں نے مجھے تہمت والوں کی بات بتلائی۔ یہ بات میرے لیے ناقابلِ برداشت تھی۔ میں قضائے حاجت بھی نہ کر سکی اور میری بیماری مزید بڑھ گئی۔ میں پورا دن رات روتے رہی۔ پھر جب اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ میں نے کہا: مجھے اجازت دیجیے۔ میں اپنے والدین کے پاس جانا چاہتی ہوں اور میں ان کی جانب سے خبر کی تحقیق کرنا چاہتی ہوں۔ آپ نے مجھے اجازت دے دی۔ میں اپنے والدین کے پاس آئی۔ میں نے اپنی ماں سے کہا: اللہ تعالیٰ آپ کو معاف فرمائے۔ لوگ تو طرح طرح کی باتیں بنا رہے ہیں۔ مگر آپ تو اس طرح کی کوئی بات میرے لیے نہیں کہیں گی۔ انہوں نے فرمایا: اے میری پیاری بیٹی! فکر نہ کرو۔ قسم بخدا! جب بھی کوئی خوبصورت لڑکی کسی شخص کے نکاح میں ہو اور وہ اس سے محبت بھی کرتا ہو اور اس کی سوکنیں ہوں تو وہ اس پر حسد تو کرتی ہی ہیں اور لوگ بھی طرح طرح کی باتیں کرتے ہیں۔ میں نے کہا: سبحان اللہ! لوگ بھی یہ سب باتیں کر رہے ہیں؟ پھر میں اس رات صبح تک روتی رہی۔ میرے آنسو تھمنے کا نام نہیں لے رہے تھے اور میری آنکھوں میں لمحہ بھر کے لیے بھی نیند نہیں آئی۔

فرماتی ہیں: ادھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی اور اسامہ رضی اللہ عنہما کو بلایا۔ اور ان سے اپنے گھر والوں کو الگ کرنے کے بارے میں مشورہ لیا۔ ان میں سے ایک دوسرے کی بنسبت زیادہ نرم بات کرنے والا تھا۔ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! یہ باطل ہے اور جھوٹ ہے۔ اور ہم تو ان کے متعلق صرف بھلائی کو جانتے ہیں۔ اور بریرہ رضی اللہ عنہا آپ کو سچ بات بتا دیں گی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے آپ پر کوئی تنگی نہیں کی اور عورتیں بہت ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے حلال کیا ہے اور اجازت دی ہے۔ آپ انہیں طلاق دے دیں اور کسی اور سے نکاح کر لیں۔

فرماتی ہیں: پھر وہ دونوں چلے گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کو تنہائی میں بلایا اور فرمایا: اے بریرہ! تمہارے نزدیک عائشہ کیسی عورت ہیں؟ انہوں نے فرمایا: وہ عمدہ سونے سے بھی زیادہ پاکیزہ ہیں۔ اللہ کی قسم! میں ان کے بارے میں صرف بھلائی کو جانتی ہوں۔ اللہ کی قسم! اے اللہ کے رسول! اگر اس کے علاوہ کوئی بات ہوتی تو اللہ تعالیٰ ضرور آپ کو اس بارے میں بتلا دیتے۔ صرف اتنا ہے کہ وہ کم سن لڑکی ہیں اور آٹا بھول کر سو جاتی ہیں اور بکری آ کر آٹا کھانے لگتی ہے اور میں نے کئی بار انہیں سمجھایا بھی ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے پوچھا۔ وہ ایسی عورت نہیں تھیں جو اپنے علاوہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو رسول اللہ ﷺ کے پاس ترجیح دیتیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: مجھے ان کے بارے میں ڈر تھا کہ وہ کہیں مجھ پر غیرت کھاتے ہوئے ہلاکت میں نہ پڑ جائے۔ نبی کریم ﷺ نے ان سے پوچھا: اے زینب! تم عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں کیا جانتی ہو؟ انہوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میرے کان اور آنکھیں رُکی رہیں۔ میں ان کے بارے میں کچھ نہیں کہتی۔ میں تو ان کی مہاجرہ عورت ہوں اور میں تو صرف حق بات ہی کہتی ہوں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو تو اللہ پاک نے بچا لیا۔ باقی ان کے علاوہ ہلاک ہونے والوں کے ساتھ کچھ لوگ ہلاک ہوئے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے ام ایمن رضی اللہ عنہا سے پوچھا تو انہوں نے بھی فرمایا: میرے کان اور آنکھیں رُکی رہیں۔ میں ہمیشہ سے ان کے بارے میں صرف بھلائی کو ہی جانتی ہوں۔

پھر رسول اللہ ﷺ منبر پر چڑھ گئے۔ اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کی، پھر فرمایا: کون ہے جو مجھے اس شخص کی طرف سے معذور قرار دے جو مجھے میرے گھر والوں کے بارے میں تکلیف دے رہا ہے۔ اور یہ لوگ ایسے شخص کے بارے میں باتیں کر رہے ہیں، اللہ کی قسم! میں اس کے بارے میں صرف بھلائی کو جانتا ہوں اور اگر کبھی وہ میرے کسی گھر میں گیا ہے تو میرے ساتھ گیا ہے اور وہ اس کے متعلق ناحق باتیں کر رہے ہیں۔ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور فرمایا: اے اللہ کے رسول! میں آپ کو اس کی طرف سے معذور قرار دیتا ہوں۔ اگر وہ اوس میں سے ہے تو میں آپ کے پاس اس کا سر لاتا ہوں اور اگر وہ ہمارے خزرجی بھائیوں میں سے ہے تو آپ ہمیں حکم کیجیے، ہم آپ کے حکم کی تابعداری کریں گے۔ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور وہ پہلے سے نیک آدمی تھے۔ لیکن اس وقت انہیں غصہ آ گیا۔ مگر اس کے باوجود ان پر نفاق یا کسی اور چیز کا الزام نہیں لگایا جائے گا۔ اسے صرف انہیں اپنے لوگوں کی وجہ سے غصہ آ گیا تھا۔ انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! تم نے جھوٹی بات کی ہے۔ تم اسے قتل نہیں کرو گے اور نہ تم اس کے قتل پر قادر ہو۔ اللہ کی قسم! تم نے یہ بات صرف اس وجہ سے کی ہے کہ تمہیں پتہ ہے وہ خزرج میں سے ہے اور اگر وہ اوس میں سے ہوتا تو تم یہ نہ کہتے۔ تم اس خون کا بدلہ لینا چاہتے ہو جو زمانہ جاہلیت میں ہمارے اور تمہارے درمیان ہوا تھا۔ حالاں کہ اللہ تعالیٰ نے اس چیز کو مٹا دیا ہے۔ حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی قسم! آپ نے جھوٹ کہا۔ ہم ضرور اسے قتل کر دیں گے اگرچہ تیرا ناک خاک آلود ہو۔ تم منافق ہو اور منافقین کی طرف سے جھگڑ رہے ہو۔ اللہ کی قسم! اگر ہمیں معلوم ہو جاتا کہ اللہ کے رسول اللہ ﷺ کا اس بارے میں کیا ارادہ ہے تو میری جماعت میں اتنا دم ہے کہ رسول اللہ ﷺ ابھی اپنی جگہ سے حرکت بھی نہ کرتے کہ میں آپ کے پاس اس کا سر لے آتا۔ لیکن میں نہیں جانتا آپ ﷺ کا اس بارے میں کیا ارادہ ہے۔

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے آلِ اوس! تم صرف یہی چاہتے ہو کہ ہم سے اس خون کا بدلہ لو جو زمانہ جاہلیت

میں ہوا تھا۔ اللہ کی قسم! تمہیں اس کے ذکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے اور تم جانتے ہو اس میں غلبہ کس کو حاصل ہوا تھا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کی وجہ سے ان سب باتوں کو ختم کر دیا ہے۔

حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ پھر کھڑے ہوئے اور فرمایا: تم نے بعاث والے دن ہماری جگہ کو دیکھ لیا تھا۔ پھر ان میں باہم غصے کی لہر دوڑ گئی۔

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو غصہ آ گیا اور انہوں نے پکارا: اے آلِ خزرج! خزرج کے تمام لوگ اکٹھے ہو کر حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی طرف ہو گئے۔

ادھر حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے بھی آواز لگا دی: اے آلِ اوس! اور اوس حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے بھی آواز لگا دی: اے آلِ اوس! اور اوس حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی طرف اکٹھے ہو گئے۔

حضرت حارث بن حزمہ رضی اللہ عنہ غیرت میں آ کر نکلے اور تلوار اٹھا کر کہنے لگے: میں اس سے منافقین اور انہیں پناہ دینے والوں کی گردنیں اتار دوں گا۔ حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ جو انہی کی جماعت میں تھے، ان سے ملے اور فرمایا: اسے پھینک دو۔ یہ تو رسول اللہ ﷺ کے حکم کے بغیر اسلحہ اٹھانے والی بات ہے۔ اگر ہمیں معلوم ہو گیا کہ رسول اللہ ﷺ کی اس بارے میں کیا خواہش ہے تو ہم ہی اس میں پہلے ہوں گے۔

چنانچہ حارث واپس چلے گئے اور اوس اور خزرج نے صفیں بنالیں۔ رسول اللہ ﷺ نے دونوں قبیلوں کو اشارہ کیا کہ خاموش ہو جاؤ۔ اور آپ منبر سے اتر آئے۔ آپ نے انہیں ڈانٹا اور سمجھایا اور وہ سب واپس ہو گئے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور میرے پاس بیٹھ گئے۔ اس سے پہلے آپ ایک ماہ ٹھہرے رہے اور میرے بارے میں آپ کی طرف وحی نہیں آئی۔ جب آپ ﷺ بیٹھے تو آپ نے اشھد ان لا الہ الا اللہ کہا۔ پھر فرمایا: اما بعد! اے عائشہ! مجھے اس طرح معلوم ہوا ہے۔ اگر تم بری ہو تو اللہ تمہاری براءت ظاہر کریں گے اور اگر تم سے کوئی خطا ہو گئی ہے جیسے لوگ کہہ رہے ہیں تو اللہ عزوجل سے معافی مانگنا۔ اس لیے کہ بندہ جب اپنے گناہ کا اعتراف کر لیتا ہے تو پھر اللہ سے توبہ کرتا ہے تو اللہ اس کی توبہ قبول کر لیتے ہیں۔

فرماتی ہیں: جب رسول اللہ ﷺ نے اپنی بات پوری کر لی تو میری آنکھوں سے آنسو خشک ہو گئے اور میری آنکھ میں ایک آنسو بھی نہیں رہا۔ میں نے اپنے والد سے کہا: آپ اللہ کے رسول کو جواب دیجیے نا۔ انہوں نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں نہیں جانتا، میں کیا کہوں اور انہیں تمہاری طرف سے کیا جواب دوں۔ پھر میں نے اپنی ماں سے کہا: آپ میری طرف سے اللہ کے رسول ﷺ کو بتلائیے نا۔ انہوں نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں بھی نہیں جانتی کہ میں تمہاری طرف سے اللہ کے رسول ﷺ کو کیا جواب دوں۔

اور میں کم سن لڑکی تھی۔ زیادہ قرآن پڑھا ہوا نہیں تھا۔ میں نے کہا: اللہ کی قسم! میں جانتی ہوں کہ آپ سب اس بات کو سن

چکے ہیں اور آپ کے دلوں میں یہ بات اتر چکی ہے اور آپ اسے سچ سمجھ رہے ہیں۔ اگر میں آپ سے کہوں کہ میں اس سے بری ہوں تو آپ میری تصدیق نہیں کرو گے۔ اور اگر میں کسی ایسے معاملے کا اعتراف کردوں اللہ جانتا ہے کہ میں اس سے بری ہوں تو تم میری بات کو سچ سمجھ لو گے۔ اور میں اللہ کی قسم! اپنی وہی مثال پاتی ہوں جیسے یوسف علیہ السلام کے والد نے کہا تھا: ''بلکہ تمہارے لیے تمہارے نفسوں نے ایک معاملہ گھڑ لیا ہے اور ان باتوں پر اللہ ہی مدد مطلوب ہے جو تم کہہ رہے ہو۔'' اللہ کی قسم! مجھے اس وقت حضرت یعقوب علیہ السلام کا نام بھی ذہن میں نہیں رہا۔ اور مجھے اس وقت غصے کی حالت میں کچھ سمجھائی بھی نہیں دیا۔ پھر میں اٹھی اور اپنے بستر پر لیٹ گئی اور میں کہہ رہی تھی: اللہ جانتا ہے میں بری ہوں اور مجھے اللہ سے پوری امید ہے کہ اللہ میری براءت ظاہر فرمائیں گے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں عرب کے کسی گھرانے کو نہیں جانتا جن پر وہ مصیبت آئی ہو جو آل ابی بکر پر آئی ہے۔ اللہ کی قسم! زمانہ جاہلیت میں کبھی ہمارے بارے میں ایسا نہیں کہا گیا جب ہم اللہ کی عبادت بھی نہیں کرتے تھے اور اس کے لیے کچھ نہیں چھوڑتے تھے۔

کیا پھر اسلام میں ہمارے بارے میں یہ کہا گیا اور میرے والد غصے کی حالت میں میری طرف بڑھے۔ میرے آنسو بہہ نکلے اور میں نے اپنے دل میں کہا: اللہ کی قسم! میں اللہ کی طرف اس چیز سے کبھی توبہ نہیں کروں گی جس کا تم نے ذکر کیا ہے۔ اور قسم بخدا! میں خود کو نہایت حقیر سمجھتی تھی اور اس قابل نہیں سمجھتی تھی کہ میرے بارے میں قرآن نازل ہوگا۔ جسے لوگ اپنی نمازوں میں پڑھیں گے۔ لیکن مجھے یہ امید ضرور تھی کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خواب میں ایسا کچھ دیکھیں گے جس سے اللہ انہیں (تہمت والوں کو) میرے بارے میں جھوٹا ثابت کریں گے۔ اس لیے کہ وہ جانتے ہیں میں بری ہوں یا آپ کو کوئی خبر دیں گے۔ قرآن نازل ہونے کا تو قسم بخدا! میں نے کبھی سوچا بھی نہ تھا۔ پھر اللہ کی قسم! ابھی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اپنی جگہ سے نہیں اٹھے تھے اور نہ ہی گھر والوں میں سے کوئی باہر نکلا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کے حکم سے اس چیز نے ڈھانپ لیا جو آپ کو ڈھانپتی تھی۔

فرماتی ہیں: آپ کو کپڑے سے ڈھانپ دیا گیا اور چمڑے کا ایک تکیہ آپ کے سر کے نیچے رکھ دیا گیا۔ اور میں نے جب یہ کیفیت دیکھی تو اللہ کی قسم! میں خوش ہوگئی۔ اور میں جانتی تھی کہ میں بے قصور ہوں اور اللہ تعالیٰ مجھ پر ظلم نہیں کرنے والے۔ باقی میرے والدین تو اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے جب تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ کیفیت ختم نہیں ہوئی۔ مجھے لگا کہ ان کی جان نکل جائے گی اس ڈر سے کہ اللہ کی جانب سے لوگوں کی بات کو ثابت کرنے کے لیے کوئی حکم آئے گا۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا چہرہ کھولا تو آپ مسکرا رہے تھے اور آپ سے موتیوں کی طرح پسینہ ٹپک رہا تھا۔ آپ اپنی پیشانی کو پونچھ رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلی جو بات ارشاد فرمائی، میرا نام لیا۔ فرمایا: اے عائشہ! اللہ نے تمہاری براءت نازل کردی۔ یہ سن کر میرے والدین کی خوشی کی انتہاء نہ رہی۔ میری ماں کہنے لگی: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اٹھ کر جاؤ۔ میں نے کہا: قسم بخدا! میں تو صرف اللہ کی تعریف کے لیے اٹھوں گی آپ کے شکریے کے لیے نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری:

اِنَّ الَّذِيْنَ جَآءُوْ بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ ۭ لَا تَحْسَبُوْهُ ۔ الاية

''بلاشبہ جن لوگوں نے جھوٹ گھڑا ہے وہ تم میں سے ہی چند لوگ ہیں۔ تم اسے شر گمان نہ کرو...... الآیۃ۔''

فرماتی ہیں: پھر رسول اللہ ﷺ لوگوں کی طرف خوش ہو کر نکلے۔ آپ منبر پر تشریف فرما ہوئے۔ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی جس کا وہ اہل ہے۔ پھر آپ ﷺ نے ان کے سامنے وہ آیات تلاوت کیں جو آپ پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی براءت میں نازل ہوئیں۔ پھر آپ نے انہیں حد لگائی۔ اور ان کا سرغنہ عبداللہ بن ابی تھا۔ اور مسطح بن اثاثہ اور حسان بن ثابت بھی تھے۔

حضرت ابوعبداللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ایک قول یہ بھی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے انہیں نہیں مارا اور یہی ہمارے ہاں ثابت ہے۔

حضرت سعید بن جبیر فرماتے ہیں: اس آیت میں یہ ہے کہ جو کسی پاک دامن عورت پر تہمت لگائے تو دنیا و آخرت میں اس پر اللہ کی لعنت ہوگی۔

فرمایا: یہ صرف ام المؤمنین کے لیے خاص ہے۔

حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ کے غلام افلح رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ام ایوب نے ابوایوب رضی اللہ عنہ سے کہا: کیا آپ سنتے نہیں کہ لوگ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں کیا کہہ رہے ہیں؟

فرمایا: کیوں نہیں، لیکن یہ جھوٹ ہے۔ اور اے ام ایوب! کیا تم بھی ایسا کرنے والی ہو؟ انہوں نے کہا: نہیں، اللہ کی قسم! فرمایا: اللہ کی قسم! عائشہ رضی اللہ عنہا تجھ سے بہتر ہے۔ پھر جب قرآن نازل ہوا اور تہمت والوں کا ذکر ہوا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

لَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بِاَنْفُسِهِمْ خَيْرًا ۙ وَّقَالُوْا هٰذَآ اِفْكٌ مُّبِيْنٌ ۝

''ایسا کیوں نہ ہوا کہ جب تم نے اسے سنا تو مومن مرد اور عورتیں اپنے لوگوں کے بارے میں بھلائی کا گمان کرتیں اور کہہ دیتے کہ یہ تو کھلا جھوٹ ہے۔''

یعنی حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ نے جو ام ایوب سے کہا تھا۔

ایک قول یہ ہے کہ ایسا حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے کہا تھا۔

حضرت ام سعد بنت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ام طفیل نے حضرت ابن بن کعب رضی اللہ عنہ سے کہا: کیا آپ نہیں سنتے لوگ عائشہ کے بارے میں کیسی باتیں کر رہے ہیں؟ انہوں نے پوچھا: کون سی باتیں؟ ام طفیل نے لوگوں کی سب باتیں کہہ سنائیں۔ انہوں نے فرمایا: اللہ کی قسم! یہ سب جھوٹ ہے۔ کیا تم بھی ایسا کہتی ہو؟ عرض کیا: میں تو اللہ کی پناہ میں آتی ہوں۔ انہوں نے فرمایا: وہ تو اللہ کی قسم! تجھ سے بہتر ہے۔ فرمایا: میں بھی گواہی دیتی ہوں۔ پھر یہ آیت نازل ہوئی۔

لوگوں کے درمیان صلح قائم رکھنا

فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ چند دن ٹھہرے رہے۔ پھر آپ نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا اور چند لوگوں

کے ساتھ انہیں لے کر نکلے حتیٰ کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے، پھر وہاں تھوڑی دیر باتیں کیں۔ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے کھانا پیش کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت سعد بن معاذ اور دیگر لوگوں نے اس میں سے کھایا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے۔ پھر آپ چند دن ٹھہر رہے۔ پھر آپ نے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا اور چند لوگوں کو ساتھ لیا۔ پھر انہیں لے کر حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے گھر آئے۔ تھوڑی دیر باتیں کیں۔ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے کھانا پیش کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت سعد بن عبادہ اور دیگر لوگوں نے کھایا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لے گئے۔ ایسا آپ نے اس لیے کیا تاکہ ان کے دلوں میں جو اس بات کی وجہ سے کدورت آئی تھی وہ ختم ہو جائے۔

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ جب آپ ذات الجیش میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہار کی وجہ سے رک گئے تھے۔ پھر جب فجر طلوع ہوئی یا طلوع ہونے کے قریب ہوئی تو آیتِ تیمم نازل ہوئی۔ پھر ہم نے اپنے ہاتھوں کو زمین پر پھیرا۔ پھر ان ہاتھوں کو کہنیوں تک اوپر نیچے سے پھیر لیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سفر میں دو نمازوں کو اکٹھا کر لیتے تھے۔

محدثین حضرات بیان فرماتے ہیں: جب ابن ابی نے کہا جو کہا اور جعیل بن سراقہ اور جھجا نے ذکر کیا اور وہ دونوں فقراء مہاجرین میں سے تھے تو اس نے کہا: ان دونوں جیسے میری قوم پر لشکر جمع کریں گے۔ حالانکہ ہم نے محمد کو کنانہ کے گھروں میں ٹھکانہ دیا اور عزت دی۔ اللہ کی قسم! جعیل خاموش رہنے پر راضی تھا، پھر وہ نہ بولا اور آج وہ باتیں کر رہا ہے۔

ابن ابی کا صفوان بن معطل رضی اللہ عنہ کے بارے میں بھی یہی کہنا تھا۔ اور اس نے ان پر تہمت بھی لگائی تھی۔ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

وہ غریب لوگ جانور چراتے رہے اور زیادہ ہو گئے اور فریعہ کا بیٹا شہر کے انڈے کی طرح رہا۔

جب وہ مدینہ آ گئے تو صفوان جعیل بن سراقہ کی طرف آئے۔ اور کہا: ہمارے ساتھ چلو ہم حسان سے لڑیں۔ اللہ کی قسم! اس نے تجھے اور مجھے ہی مراد لیا ہے اور ہم اس کی بنسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زیادہ قریب ہیں۔ جعیل نے جانے سے انکار کر دیا اور انہیں کہا: میں ایسا نہیں کروں گا مگر یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے حکم دیں۔ اور تم بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مشورہ لیے بغیر ایسا نہ کرنا۔

صفوان رضی اللہ عنہ نے انکار کر دیا اور وہ تلوار سونت کر نکل کھڑے ہوئے۔ حتیٰ کہ انہوں نے ان کی قوم کی مجلس میں جا کر حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو مارا۔ انصار ان کی طرف کود پڑے اور انہیں باندھ دیا۔

اور ثابت بن قیس بن شماس نے اس کا حکم دیا تھا اور انہوں نے اسے بری طرح قید کر دیا تھا۔ حضرت عمارہ بن حزم رضی اللہ عنہ ان کے پاس سے گزرے۔ پوچھا: یہ تم کیا کر رہے ہو؟ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم اور رضامندی سے یا خود ہی کر رہے ہو؟ انہوں نے کہا: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو تو اس کا علم ہی نہیں۔ انہوں نے کہا: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو تو اس کا علم ہی نہیں۔ انہوں نے فرمایا: پھر تم نے بڑی جرأت والا معاملہ کیا۔ انہیں چھوڑو۔ پھر وہ انہیں اور ثابت کو لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں

آرہے تھے۔ ثابت نے لوٹنے کا ارادہ کیا تو انہوں نے انکار کر دیا۔ یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔

حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! انہوں نے میری قوم کی مجلس میں مجھ پر تلوار ابھاری۔ پھر مجھے مارنے کی کوشش کی اور میرا خیال ہے میں اپنے زخم سے مر ہی جاؤں گا۔ رسول اللہ ﷺ صفوان کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: تم نے اسے کیوں مارا اور اس پر اسلحہ کیوں اٹھایا؟ آپ ﷺ سخت غصے ہو گئے۔ عرض کیا: اے اللہ کے رسول! انہوں نے مجھے تکلیف پہنچائی۔ میری بے عزتی کی مجھے بے وقوف بتلایا اور مسلمان ہونے کے باوجود مجھ سے حسد کیا۔ پھر آپ حسان رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: کیا تم ایسے لوگوں کو بے وقوف کہتے ہو جو مسلمان ہو گئے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: صفوان کو روکے رکھو۔ اگر حسان مر گیا تو اسے اس کے بدلے میں قتل کر دینا۔

پھر وہ صفوان رضی اللہ عنہ کو لے کر نکلے۔ جب حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا کہ صفوان نے یہ کیا ہے تو وہ خزرج سے اپنی قوم میں گئے۔ ان کے پاس آئے اور فرمایا: تم نے جان بوجھ کر رسول اللہ ﷺ کے ایک صحابی رضی اللہ عنہ کو تکلیف دی ہے اور تم اشعار میں ان کی ہجو کرتے ہو اور انہیں برا بھلا کہتے ہو۔ وہ ان باتوں کی وجہ سے غصہ ہوئے تو تم نے انہیں بری طرح قید کر دیا۔ حالانکہ رسول اللہ ﷺ تمہارے درمیان موجود ہیں۔ انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے ہمیں انہیں قید کرنے کا حکم دیا ہے اور فرمایا ہے: اگر تمہارا ساتھی مر جائے تو اسے بھی قتل کر دینا۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی قسم! رسول اللہ ﷺ کو زیادہ پسند معاف کرنا ہے۔ لیکن آپ ﷺ نے تمہارے درمیان حق کا فیصلہ کیا ہے۔ اور اللہ کے رسول کو پسند یہی ہے کہ صفوان کو چھوڑ دیا جائے۔ اللہ کی قسم! میں قلب تک نہیں جاؤں گا جب تک انہیں چھوڑ نہ دیا جائے۔ حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے ابو ثابت! وہ جو میرا حق تھا وہ میں آپ کو دیتا ہوں۔ مگر ان کی قوم نے انکار کر دیا۔ ان کے بیٹے قیس سخت ہو گئے اور فرمایا: تم پر تعجب ہے۔ میں نے آج تک ایسا دن نہیں دیکھا۔ حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے اپنا حق چھوڑ دیا ہے اور تم انکار کر رہے ہو۔ میرا خیال نہیں کہ خزرج میں سے کوئی ایک کسی معاملے میں ابو ثابت کا انکار کر دے جسے وہ پسند کرتے ہوں۔ چنانچہ لوگوں کو حیاء آ گئی اور انہوں نے اسے رسیوں سے آزاد کر دیا۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ انہیں اپنے گھر لے گئے۔ انہیں جوڑا پہنایا۔ پھر صفوان رضی اللہ عنہ نکلے اور مسجد میں نماز کے لیے تشریف لے گئے۔ آپ ﷺ نے انہیں دیکھ لیا۔ پوچھا: صفوان ہے؟ لوگوں نے کہا: جی ہاں اے اللہ کے رسول! فرمایا: اسے کپڑے کس نے پہنائے؟ لوگوں نے بتلایا: حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے۔ آپ ﷺ نے دعا دی: اللہ اسے جنت کا خوبصورت لباس پہنائے۔ پھر حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے حضرت حسان رضی اللہ عنہ سے بات کی۔ اور فرمایا: اگر تم رسول اللہ ﷺ کے پاس نہ گئے تو میں تم سے کبھی بات نہ کروں گا اور تم جا کر کہو: اے اللہ کے رسول! صفوان رضی اللہ عنہ کی جانب سے میرا جو بھی حق ہے وہ میں آپ کو عطا کرتا ہوں۔ حضرت حسان رضی اللہ عنہ اپنے لوگوں کے ساتھ آئے اور رسول اللہ ﷺ کے سامنے کھڑے ہو گئے۔ پھر عرض کیا: اے اللہ کے رسول! صفوان رضی اللہ عنہ کی جانب سے میرا جو بھی حق ہے وہ میں آپ کے سپرد کرتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم نے بہت اچھا کیا اور میں اسے قبول کرتا ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے انہیں بہت وسیع اراضی عطا فرمائی۔ یعنی بیرحاء،

اس کے اردگرد اور سیرین کا علاقہ۔ اور حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے انہیں ان کے اس درگزر کے عوض ایک باغ عطا فرمایا جس کی آمدنی بہت زیادہ تھی۔

حضرت نافع بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے صفوان کو روکا تھا۔ پھر جب وہ ٹھیک ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف پیغام بھیجا: اے حسان! جو تمہیں تکلیف پہنچی ہے اس میں اچھا برتاؤ کرنا۔ انہوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! وہ حق میں آپ کو دیتا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کشادہ زمین عطا کی اور سیرین کا علاقہ بھی انہیں دے دیا۔

حضرت افلح بن حمید رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد سے نقل فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا ذکر بھلائی کے ساتھ کیا کرتی تھیں۔

ایک دن انہوں نے حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو انہیں برا بھلا کہتے ہوئے سنا تو انہوں نے فرمایا: اے بیٹے! انہیں برا مت کہو۔ کیا یہ شعر ان کا نہیں ہے:

فإن ابی و والدہ و عرضی لعرض محمد منکم وقاء

"بے میرے والد اور اور ان کے والد اور میری عزت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت پر قربان ہے، جو تمہارے بچاؤ کا ذریعہ ہیں۔"

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: حضرت حسان رضی اللہ عنہ مومنوں اور منافقوں کے درمیان فاصل ہیں۔ کوئی منافق ان سے محبت نہیں کرتا اور کوئی مومن ان سے بغض نہیں رکھتا۔ حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مدح سرائی ان الفاظ میں کی:

"وہ پاک دامن ہیں، ایک جگہ پڑی رہتی ہیں، ان پر تہمت زنا کا تو شک بھی نہیں کیا جا سکتا۔ وہ صبح لوگوں کی غیبت سے خالی پیٹ ہوتی ہیں، اگر جو میری طرف سے آیا ویسا ہی ہوتا تو میں اسے کہہ دیتا، پھر میری انگلیاں میری طرف میرا کوڑہ نہ اٹھاتیں۔"

یہ اشعار مجھے ابن ابی زناد اور ابن جعفر رحمۃ اللہ علیہ نے پڑھ کر سنائے۔

رات کو اچانک گھر جانا اچھا نہیں

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں غزوہ مریسیع میں حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کا ساتھی تھا۔ پھر ہم چلے اور جب آدھی رات کے وقت وادی عقیق میں پہنچے تو لوگ خیمے لگائے ہوئے تھے۔ ہم نے پوچھا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہاں ہیں؟ لوگوں نے بتلایا: وہ لوگوں سے آگے ہیں اور آرام فرما رہے ہیں۔ مجھے حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے جابر! کیا

آپ چاہتے ہیں کہ ہم بھی آگے چلے جائیں اور اپنے گھر والوں کے پاس چلے جائیں؟ میں نے کہا: اے محمد! مجھے لوگوں کی مخالفت پسند نہیں ہے۔ میں نے کسی کو آگے بڑھا ہوا نہیں دیکھا۔ حضرت ابن رواحہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں آگے بڑھنے سے منع تو نہیں کیا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بہر حال میں تو نہیں جاؤں گا۔ چنانچہ انہوں نے مجھے چھوڑ دیا اور مدینہ کی طرف چلے گئے۔ میں اسے راستے پر جاتا ہوا دیکھ رہا تھا۔ اس کے ساتھ کوئی نہیں تھا۔ پھر بنو حارث بن خزرج میں اپنے گھر والوں کے پاس رات کو پہنچا۔ اس کے گھر کے درمیان میں چراغ جل رہا تھا اور اس کی بیوی کے ساتھ کوئی دراز قد انسان تھا۔ اس نے سمجھا کہ وہ مرد ہے۔ وہ حیران رہ گیا اور اپنے آگے بڑھنے پر نادم ہوا اور کہنے لگا: شیطان بھی روشنی کے ساتھ ہے۔ پھر وہ گھر میں کود گیا اور اپنی تلوار اٹھائے ہوئے تھا اور اسے نیام سے نکال لیا تھا۔ وہ انہیں مارنا چاہتا تھا۔ پھر وہ سوچ میں پڑ گیا اور اسے کچھ یاد آیا۔ پھر اس نے اپنی بیوی کو پاؤں مار کر جگایا۔ وہ بیدار ہوگئی اور اس کی ہلکی سی چیخ نکل گئی۔ وہ غافل تھی۔ انہوں نے کہا: میں عبداللہ ہوں یہ کون ہے؟ اس نے بتایا: یہ بالوں کو سنوارنے والی ہے، جو مجھے کنگھا کرنے کے لیے آئی تھی۔ پھر یہ میرے ہاں ہی سوگئی۔ پھر انہوں نے رات گزاری، جب صبح ہوئی تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے چھپتے ہوئے ہوئے نکلے۔ پھر چاہ ابی عتبہ کے پاس آپ سے ملے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر اور بشیر بن سعد رضی اللہ عنہما کے درمیان چل رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت بشیر رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: اے ابونعمان! عرض کیا: جی حاضر ہوں۔ فرمایا: عبداللہ کا چہرہ یہ بتلا رہا ہے کہ ان کا رات کو اپنے گھر والوں کے پاس آنا اچھا نہیں رہا۔ پھر جب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابن رواحہ! کیا ہوا تھا؟ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے آگے بڑھنے اور پھر ناگوار صورتِ حال پیش آنے کا سارا واقعہ کہہ سنایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رات کو اپنی بیویوں کے پاس مت آیا کرو۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: یہ پہلی چیز تھی جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے لشکر کی طرح نہیں دیکھا کہ اسے لازم پکڑا گیا ہو اور جماعت کو۔ ہم خیبر سے آئے اور جب ہم وادیٔ قری پر سے گزرے اور رات کو جرف تک پہنچے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منادی نے اعلان کیا: رات کے وقت عورتوں کے پاس مت جانا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: پھر بھی دو آدمیوں نے اللہ کے رسول کی نافرمانی کی تو ان دونوں نے ناگوار صورتِ حال کا سامنا کیا۔

غزوۂ خندق

۸ ذوالقعدہ بروز منگل رسول اللہ ﷺ نے لشکر تیار کیا اور پندرہ دن انہوں نے آپ کا محاصرہ کیے رکھا۔ آپ کی واپسی ہجرت کو پانچ سال پورے ہونے سے سات دن پہلے ہوئی۔ آپ نے مدینہ پر حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو نائب مقرر فرمایا۔

محدثین رحمہم اللہ بیان فرماتے ہیں: جب رسول اللہ ﷺ نے بنونضیر کو جلاوطن کیا تو یہ خیبر آ گئے۔ وہاں یہود کی ایک قوم آباد تھی۔ یہ تعداد والے اور جانوروں والے تھے۔ ان کے پاس گھر اور حسب نسب نہیں تھا۔ جیسے بنونضیر کے تھے۔ بنونضیر ان کے سردار تھے اور قریظہ بنوہارون میں سے ایک کاہن کی اولاد تھے۔

جب وہ خیبر آئے تو حیی بن اخطب، کنانہ بن ابو حقیق، ھوذہ بن حقیق، ھوذہ بن قیس وائلی اوس کی شاخ بنوخطمہ سے اور ابو عامر راہب دس سے کچھ اوپر لوگوں کو لے کر مکہ کی طرف گئے۔ انہوں نے قریش اور ان کے پیروکاروں کو محمد ﷺ سے جنگ کی دعوت دی۔ اور قریش سے کہا: ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ ہم محمد کی جڑ کو ختم کر دیں گے۔

حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ (جو ابھی مسلمان نہ ہوئے تھے) کہنے لگے: کیا صرف اسی لیے تم آئے ہو اور تمہارے جھگڑنے کی یہی وجہ ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں، ہم اس لیے آئے ہیں تاکہ محمد سے دشمنی اور جنگ پر تمہارے حلیف بن جائیں۔ ابوسفیان نے کہا: مرحبا، خوش آمدید۔ مجھے لوگوں میں سب سے محبوب وہ ہیں جو محمد کی عداوت پر ہماری مدد کریں۔

اس وفد نے کہا: قریش کے ۵۰ بہادروں کو نکالیے۔ آپ بھی ان میں شامل ہوں اور ہم کعبہ کے پردوں کے درمیان جاتے ہیں اور ہم اپنے سینے اس کے ساتھ لگا کر سب کے سب اللہ کی قسم اٹھاتے ہیں کہ ہم میں سے کوئی کسی کو رسوا نہیں کرے گا اور ہماری اس شخص کے بارے میں ایک ہی بات ہوگی جب تک ہم میں سے ایک شخص بھی باقی رہا۔

چنانچہ انہوں نے ایسے ہی کیا اور اس پر قسمیں اٹھائیں اور عہد و پیماں لیا۔ پھر قریش آپس میں ایک دوسرے سے کہنے لگے: تمہارے پاس یثرب والوں کے سردار آئے ہیں اور یہ اہلِ علم اور اہلِ کتاب ہیں۔ ان سے اپنے اور محمد کے بارے میں پوچھے کہ ہم میں سے کون زیادہ ہدایت والا ہے۔ قریش نے کہا: ٹھیک ہے۔ چنانچہ ابوسفیان نے کہا: اے یہود کے لوگو! تم پہلی کتاب والے ہو اور تمہارے پاس علم ہے۔ ہمیں اپنے اور محمد کے بارے میں بتلاؤ کیا ہمارا دین بہتر ہے یا محمد کا دین؟ ہم بیت اللہ کو آباد کرتے ہیں۔ اونٹوں کو ذبح کرتے ہیں۔ حاجیوں کو پانی پلاتے ہیں اور ہم بتوں کی عبادت کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا: بہرحال تم ان سے زیادہ حق کے قریب ہو۔ تم اس گھر کی تعظیم کرتے ہو اور تم پانی پلانے کی خدمت سرانجام دیتے ہو۔ تم اونٹوں کو قربان کرتے ہو اور ان چیزوں کی عبادت کرتے ہو جن کی تمہارے آباء و اجداد عبادت کرتے تھے۔ سو تم ہی اس کی بنسبت حق کے

زیادہ قریب ہو۔ اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں یہ آیت اتاری:

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ... الایۃ۔

''کیا آپ نے ان لوگوں کی طرف نہیں دیکھا جنہیں کتاب کا کچھ حصہ دیا گیا۔ وہ بتوں اور شیطان کو مانتے ہیں اور کافروں کے بارے میں کہتے ہیں: یہ لوگ ایمان والوں سے زیادہ راہ راست پر ہیں۔''

پھر انہوں نے ایک وقت طے کر لیا۔ صفوان بن امیہ کہنے لگا: اے قریش کے لوگو! تم نے اس قوم سے اس وقت کا وعدہ لیا ہے اور وہ تم پر اس سے الگ ہوئے ہیں۔ سو ان کے اس وعدے کو پورا کرنا۔ ایسا نہ ہو جیسے ہم نے محمد سے بدر صفراء کا وعدہ کیا تھا۔ پھر ہم نے اس کے وعدے کو پورا نہ کیا اور وہ اس وجہ سے ہم پر جری ہو گیا۔ میں نے اس دن بھی ابوسفیان کے اس وعدے کو پسند نہیں کیا تھا۔

یہود چلے گئے اور غطفان آ گئے۔ قریش تیاری میں مشغول ہو گئے۔ انہوں نے عرب میں سفر کیے اور انہیں اپنی مدد کی دعوت دی۔ انہوں نے مختلف نسلوں کے لوگوں کو جمع کیا اور ان کے پیروکاروں کو بھی۔ پھر یہود نکلے اور بنو سلیم آئے۔ ان سے بھی وعدہ لیا کہ وہ بھی ان کے ساتھ نکلیں گے جب قریش نکلیں گے۔ پھر وہ غطفان چلے گئے۔ انہوں نے خیبر کی ایک سال کی کھجوریں ان کے لیے وقف کر دیں۔ اور وعدہ کیا کہ جب وہ نکلیں گے تو یہ بھی قریش کے ساتھ مل کر نکلیں گے اور ان کی مدد کریں گے۔ غطفان نے اس بات کو خوب سراہا۔ اور کوئی بھی اس کی طرف عیینہ بن حصن سے آگے بڑھنے والا نہیں تھا۔ قریش اور ان کے ہر رنگ و نسل کے تابعین چار ہزار کی تعداد میں نکلے اور دار الندوہ میں جھنڈا باندھا اور اپنے ساتھ ۳۰۰ گھوڑے لیے اور ان کے ساتھ مال بردار ۱۵۰۰ اونٹ تھے۔

ادھر سے سلیم کے لوگ آئے اور مر ظہران میں ان سے آ ملے۔ بنو سلیم ان دنوں ۷۰۰ کی تعداد میں تھے۔ سفیان بن عبد شمس جو حرب بن امیہ کا حلیف تھا انہیں لے کر آ رہا تھا اور یہ وہی ابو اعور کے باپ ہیں جو جنگِ صفین میں معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے۔

قریش بھی نکلے۔ ان کا لیڈر ابوسفیان بن حرب تھا۔ بنو اسد آئے۔ ان کا لیڈر طلحہ بن خویلد اسدی تھا۔ بنو فزارہ سب کے سب نکلے اور وہ ایک ہزار کی تعداد میں تھے۔ ان کا سربراہ عیینہ بن حصن تھا۔ بنو اشجع نکلے۔ ان کے راہبر مسعود بن رخیلہ تھے اور وہ چار سو افراد تھے۔ یہ سارے نہیں آئے تھے۔ حارث بن عوف اپنی قوم بنو مرہ کو لے کر نکلا اور یہ چار سو افراد تھے۔

جب غطفان نے چلنے کا ارادہ کیا تو حارث بن عوف نے چلنے سے انکار کر دیا اور اپنی قوم سے کہا: تم اپنے شہروں میں بکھر جاؤ، اور محمد کی طرف مت نکلنا۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ محمد کا معاملہ ظاہر ہونے والا ہے۔ اگرچہ مشرق و مغرب کے تمام لوگ بھی اکٹھے ہو کر آ جائیں تب بھی انجام اسی کے حق میں ہوگا۔ چنانچہ وہ اپنے شہروں میں بکھر گئے اور ان میں سے کوئی بھی شریک نہیں ہوا۔

حضرت زہری اور بنو مرہ نے اسی طرح بیان کیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن ابوبکر بن عمرو بن حزم اور عاصم بن عمر بن قتادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: بنو مرہ خندق میں شریک ہوئے تھے اور یہ کل ۴۰۰ تھے اور حارث بن عوف مری ان کا لیڈر تھا۔ حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے اس کی ہجو بھی کی تھی اور ایک شعر پڑھا تھا۔ انہوں نے اس دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑوسی ہونے کا بھی ذکر کیا۔

ہمارے ہاں یہی ثابت ہے کہ وہ اپنی قوم کو لے کر خندق میں شریک ہوا تھا۔ لیکن وہ بچنے میں عیینہ سے بڑھ کر تھا۔

فرماتے ہیں: وہ سب لوگ جنہوں نے قریش سے کیے وعدے کو خندق میں پورا کیا، سلیم، غطفان اور اسد یہ سب مل کر ۱۰ ہزار بن گئے تھے۔ اور تین لشکروں میں بٹ گئے تھے۔ سالارِ لشکر ابوسفیان تھا۔ پھر وہ چلے۔ قریش نے رومہ اور وادیٔ عقیق میں وہاں کے باسیوں میں پڑاؤ ڈالا اور عرب میں سے جو بھی ان کے ساتھ مل گئے تھے۔ قبیلہ غطفان اپنے سرداروں کو لے کر آئے اور زغابہ میں احد کی جانب پڑاؤ ڈالا۔

قریش نے وادیٔ عقیق کے جھاڑیوں والی جگہ میں اپنی سواریوں کو آرام کے لیے چھوڑا۔ مگر وہاں گھوڑوں کے لیے کچھ نہیں تھا۔ صرف وہی چارہ تھا جو انہوں نے اپنے ساتھ اٹھایا ہوا تھا۔ اور ان کا چارہ برادہ تھا۔ غطفان نے اپنے اونٹوں کو جنگل کی طرف چھوڑ دیا۔ وہ اس کے قریب اور اطراف میں جرف کی جڑی بوٹیاں کھاتے رہے۔ یہ لوگ ایسے زمانے میں آئے تھے کہ زمین میں کھیتی نہیں تھی۔ لوگوں نے اس سے ایک ماہ پہلے کھیتی کاٹ لی تھی۔ انہوں نے جانوروں کو ان کی کٹی ہوئی کھیتیوں اور بھوسے میں چھوڑ دیا۔

قبیلہ غطفان اپنے گھوڑوں کو کٹی ہوئی کھیتیوں کے بچے ہوئے گھاس پھوس پر چھوڑ دیتے اور ان کے گھوڑے تقریباً تین سو تھے اور یہ گھوڑوں کے لیے ناکافی تھا اور ان کے اونٹ کمزوری سے ہلاک ہو رہے تھے اور مدینہ چند راتوں کے فاصلے پر تھا۔ وہ جدیہ آ گئے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشاورت

پھر جب قریش مکہ سے مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے تو خزاعہ کا ایک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نکلا اور آپ کو قریش کے نکلنے کی خبر دی۔ اور انہیں مکہ سے مدینہ آنے میں چار دن لگ جائیں گے۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو جمع فرمایا۔ اور انہیں دشمن کے بارے میں بتلایا اور دشمن کے معاملے میں کوشش اور جہاد کے حوالے سے ان سے مشاورت کی اور انہیں مدد کا وعدہ دلایا اگر وہ ثابت قدم رہیں اور تقویٰ اختیار کریں۔ اور انہیں اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانبرداری کا حکم دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے مشاورت کی اور آپ اکثر جنگوں میں ان سے مشاورت لیتے تھے۔ آپ نے پوچھا: کیا ہم مدینہ سے نکل کر لڑیں یا ہم اس میں رہ کر خندق کھود لیں یا ہم قریب ہو جائیں اور اپنی پشت اس پہاڑ کی جانب کر دیں۔ لوگوں کا آپس میں اختلاف ہو گیا۔ ایک جماعت کہنے لگی: ہم اس جگہ چلے جائیں جو بعاث سے ملا ہوا ہے اور ثنیۃ الوداع تک حرف کی طرف ہے۔ کسی نے کہا: ہم اپنے

پیچھے مدینہ چھوڑ کر لڑیں۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے اللہ کے رسول! جب ہم فارس کی زمین میں تھے اور ہمیں گھوڑوں کا خوف ہوتا تو ہم خندقیں کھود لیتے۔ کیا اے اللہ کے رسول! کیا آپ چاہتے ہیں کہ ہم بھی خندقیں کھود لیں۔

مسلمانوں کو حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کی رائے اچھی لگی اور انہیں یاد آیا جب احد والے دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ٹھہرنے کا کہا تھا اور یہ کہ وہ نہ نکلیں اور انہوں نے نکلنے کو پسند نہیں کیا اور مدینہ میں رہ کر لڑنے کا پکا ارادہ کر لیا۔

حضرت ابوبکر بن عبداللہ بن جہم رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھوڑے پر سوار ہوئے۔ آپ کے ساتھ چند انصار اور مہاجرین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی تھے۔ پھر ایک جگہ سے واپس لوٹ آئے۔ جہاں آپ کچھ دیر ٹھہرے۔ اور یہ آپ کو سب اچھی جگہ لگی کہ یہاں اپنی پیٹھ پیچھے سلع پہاڑ کو کیا جائے اور مذاد سے ذباب تک راتج کی جانب خندق کھودی جائے۔ آپ نے اس دن خندق کے سلسلے میں کام کیا۔ اور لوگوں کو بلایا۔ پھر آپ نے انہیں دشمن کے قریب ہونے کی خبر دی۔ اور آپ نے مسلمانوں کے لشکر کو سلع پہاڑ کے نیچے ٹھہرایا۔ مسلمان جلدی جلدی کام کرنے لگے اور انہیں دشمن کے جلدی آنے کا ڈر تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کے ساتھ مل کر کام کر رہے تھے تاکہ مسلمان خوب جوش وخروش کے ساتھ کام کرتے رہیں۔ انہوں نے بنو قریظہ سے بہت سے آلات عاریت پر لے لیے تھے۔ مثلاً بیلچے، کدال اور ٹوکریاں وغیرہ جو خندق کھودنے کے کام آئے۔ وہ ان دنوں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری میں ایسا کر رہے تھے وگرنہ قریش کے آنے سے وہ ناخوش تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خندق کی ہر جانب چند لوگوں کو کھودنے پر مامور کیا تھا۔ مہاجرین راتج سے زباب تک کھود رہے تھے اور انصار ذباب سے جبلِ بنو عبید تک۔ سارا مدینہ ایک مضبوط دیوار کی طرح نظر آ رہا تھا۔

حضرت محمد بن یحییٰ بن سہل رحمۃ اللہ علیہ اپنے دادا سے والد کے واسطے سے نقل فرماتے ہیں کہ میں مسلمانوں کو دیکھ رہا تھا۔ نوجوان مٹی نکال رہے تھے اور خندق کھلتی جا رہی تھی اور مہاجرین اور انصار ٹوکریوں میں مٹی ڈال کر اپنے سروں پر اٹھا رہے تھے اور باہر پھینک رہے تھے اور جب وہ واپس آتے تو اس میں پتھر ڈال لیتے اور وہ انہیں جبلِ سلع سے اٹھا کر لاتے۔ وہ مٹی اس جانب سے لیتے جہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم تھے اور وہ اپنی جانب پتھروں کو بچھا دیتے گویا وہ کھجوروں کے تنے ہوں اور پتھر ان کا بہت بڑا اسلحہ تھا جسے وہ پھینکا کرتے تھے۔

حضرت مروان بن ابوسعید فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس دن ٹوکریوں میں مٹی اٹھاتے اور اسے پھینکتے اور لوگ رجزیہ اشعار پڑھ رہے تھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے:

یہ خوبصورتی خیبر کی خوبصورتی نہیں ہے۔ یہ ہمارے رب کی طرف سے زیادہ پاکیزہ اور صاف ہے۔

نظرِ بد کا اثر اور علاج

مسلمان اس دن جب کسی شخص میں کمزوری دیکھتے تو اس سے ہنسی کرتے اور لوگ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے بارے میں

ایک دوسرے سے آگے بڑھ رہے تھے۔ مہاجرین کہنے لگے: سلمان ہم میں سے ہیں اور وہ طاقت ور بھی تھے اور خندقیں کھودنا جانتے تھے اور انصار نے کہا: وہ ہم میں سے ہیں۔ ہم اس کے زیادہ حق ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کو ان کی باتیں معلوم ہوئیں تو آپ نے فرمایا: سلمان تو ہمارے گھر کا ایک فرد ہے۔ اس دن وہ دس آدمیوں کے برابر کام کر رہے تھے۔ حتیٰ کہ اس دن انہیں قیس بن ابوصعصعہ رضی اللہ عنہ کی نظر لگ گئی۔ وہ زمین پر گر گئے۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا تو آپ نے فرمایا: اسے حکم کرو کہ وہ اس کے لیے وضو کرے اور وہ اس پانی سے غسل کرلے اور برتن کو اس کے پیچھے کی جانب اس پر انڈیل دیا جائے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ اس سے گویا وہ رسیوں سے آزاد ہو گئے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں اس دن سلمان رضی اللہ عنہ کو دیکھ رہا تھا۔ لوگوں نے ان کے لیے ۵ گز لمبی اور گہرائی کی جگہ مختص کر دی تھی۔

ابھی ان کا طے شدہ وقت پورا نہیں ہوا تھا کہ وہ اکیلے اس سے فارغ ہو گئے اور یہ کہہ رہے تھے:

اے اللہ! زندگی تو بس آخرت کی زندگی ہے۔

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم خندق کے دن کھدائی بھی کر رہے تھے اور ساتھ ساتھ رجزیہ اشعار بھی پڑھ رہے تھے اور ہم بنوسلمہ ایک جانب تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے مجھ پر پابندی لگا دی کہ میں کچھ نہ کہوں۔ میں نے پوچھا: کیا میرے علاوہ بھی کسی پر پابندی لگائی ہے؟ انہوں نے کہا: حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ پر۔ میں جان گیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ہمارے وجد میں آنے اور دیگر لوگوں میں اس کے کم ہونے کی وجہ سے منع کیا ہے۔ سو میں نے خندق سے فراغت تک ایک کلمہ بھی نہیں کہا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس دن فرمایا تھا: کوئی بھی اپنے ساتھی کی کسی بات سے غصہ نہ ہو، کیونکہ اس کا اس سے برائی کا ارادہ نہیں ہوگا۔ سوائے کعب اور حسان کی بات کے۔ وہ دونوں اس کا ارادہ کر لیتے تھے۔

حضرت عاصم بن عمر بن قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جعیل بن سراقہ نیک آدمی تھے۔ مگر ان کی بری مذمت کی جاتی تھی۔ وہ بھی اس دن مسلمانوں کے ساتھ خندق میں کام کر رہے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس دن ان کا نام تبدیل کر کے عمرو رکھ دیا تھا۔ مسلمان رجزیہ اشعار پڑھنے لگے اور کہنے لگے: آپ نے ان کا نام جعیل کے بعد عمرو رکھ دیا اور وہ اس دن تنگی کو خوب برداشت کرنے والے تھے۔

رسول اللہ ﷺ تب تک کوئی بات نہ فرماتے جب تک انہیں عمرو نہ کہتے۔

ابھی مسلمان خندق کھود رہے تھے، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ ان لوگوں میں سے تھے جو مسلمان کے ساتھ مل کر مٹی منتقل کر رہے تھے۔ ان کی طرف حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے دیکھا۔ وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بیٹھے تھے۔ پھر انہوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں، جس نے مجھے زندہ رکھا حتیٰ کہ میں آپ پر ایمان لے آیا۔ میں نے بعاث والے دن اس کے والد ثابت بن ضحاک سے معانقہ کیا تھا۔ وہ کھڑے کھڑے گر جاتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

بہر حال وہ تو اچھا لڑکا ہے۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ خندق میں سو گئے تھے۔ ان پر نیند غالب آ گئی۔ ان کا اسلحہ لے لیا گیا اور انہیں خبر بھی نہ ہوگی حالانکہ سخت ٹھنڈ تھی۔ ان کی ترکش، کمان اور تلوار لے لی گئی۔ وہ مسلمانوں کے ساتھ خندق کے کنارے پر تھے۔ مسلمان ہٹ گئے۔ وہ خندق کا چکر لگانا چاہتے تھے اور اس کا پہرہ دے رہے تھے۔ انہوں نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کو سوتا ہوا چھوڑ دیا اور انہیں اس بات کا علم نہیں تھا۔ یہاں تک کہ حضرت عمارہ بن حزم رضی اللہ عنہ آئے اور ان کا اسلحہ لے لیا۔ انہیں پتہ نہ چلا۔ پھر جب بیدار ہو کر انہوں نے اپنا اسلحہ گم پایا تو گھبرا گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا تو آپ نے زید رضی اللہ عنہ کو بلایا اور فرمایا: اے ابورقاد! (اے نیند والے) تم سو گئے تھے۔ حتیٰ کہ تمہارا اسلحہ بھی چلا گیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس لڑکے کے اسلحے کا کسے علم ہے؟ حضرت عمارہ بن حزم رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! مجھے علم ہے اور وہ میرے پاس ہے۔ آپ نے فرمایا: اسے واپس کرو۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے منع کر دیا کہ کسی مسلمان کو گھبراہٹ میں ڈالا جائے یا اس کا سامان ہنسی مذاق کے لیے اٹھا لیا جائے۔

حضرت علی بن عیسیٰ رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد سے نقل فرماتے ہیں کہ اس دن جو بھی مسلمان تھا۔ وہ خندق کھودنے یا مٹی منتقل کرنے میں مصروف تھا۔ حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہم کو بھی دیکھا گیا۔ حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کسی بھی عمل میں چلنے میں یا ٹھہرنے میں الگ نہیں ہوتے تھے۔ وہ بھی جلدی میں ہی مٹی منتقل کرنے لگے۔ یہ اس لیے کہ مسلمانوں کے جلدی کرنے کی وجہ سے انہیں باٹ وغیرہ میسر نہیں آئے تھے۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے کسی کو بھی سرخ جوڑے میں اس قدر حسین لگتے ہوئے نہیں دیکھا جتنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم لگ رہے تھے۔ آپ کا رنگ انتہائی سفید تھا۔ گھنے بال تھے۔ آپ نے اپنے بال اپنے کندھے مبارک پر ڈالے ہوئے تھے۔ میں نے اس دن آپ کو بھی اپنی پشت پر مٹی منتقل کرتے دیکھا۔ حتیٰ کہ غبار میرے اور آپ کے درمیان حائل ہو گیا جبکہ میں آپ کے پیٹ مبارک کی سفیدی کو دیکھ رہا تھا۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: گویا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ رہا ہوں۔ آپ مسلمانوں کے ساتھ مل کر خندق کھود رہے ہیں اور مٹی آپ کے سینے پر اور آپ کی سلوٹوں کے درمیان ہے۔ اور آپ فرما رہے تھے:

''اے اللہ! اگر آپ نے ہمیں ہدایت نہ دی ہوتی تو نہ ہم صدقہ کرتے اور نہ نماز پڑھتے۔ آپ بار بار یہی کلمات دہرا رہے تھے۔''

حضرت ابی بن عباس بن سہل رضی اللہ عنہ اپنے والد کے واسطے سے دادا سے نقل فرماتے ہیں کہ ہم خندق والے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ آپ نے کدال پکڑی اور ایک چٹان پر ماری۔ چٹان ٹوٹ گئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے۔ عرض کیا گیا: اے اللہ کے رسول! آپ کس وجہ سے مسکرائے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں ایسی قوم سے مسکرایا ہوں جنہیں مشرق سے بیڑیوں میں لایا گیا۔ انہیں جنت کی طرف لے جایا جا رہا ہے اور وہ پسند نہیں کر رہے۔

نبی ﷺ کی طاقت

حضرت عمر بن حکم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اس دن کدال چلا رہے تھے کہ ایک سخت پتھر آ گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سے کدال پکڑی۔ وہ پتھر جبل بنوعبید کے پاس تھا۔ آپ نے ایک ضرب لگائی۔ اس میں سے ایک بجلی کی چمک یمن کی طرف گئی۔ پھر آپ نے دوسری ضرب لگائی تو ایک چمک شام کی طرف گئی۔ پھر آپ نے تیسری ضرب لگائی تو روشنی کی چمک مشرق کی طرف گئی اور تیسری ضرب مارنے سے پتھر ٹوٹ گیا۔

فتوحات کی پیشین گوئی

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر مبعوث فرمایا ہے۔ وہ آپ کے لیے گویا آسان تھی۔ جب بھی آپ ضرب لگاتے تو حضرت سلمان رضی اللہ عنہ اپنی نگاہیں وہاں جما دیتے۔ انہوں نے ہر ضرب پر چمک دیکھی۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میں نے کدال کو دیکھا۔ جب بھی آپ نے ضرب لگائی تو اس کے نیچے کی جگہ روشن ہوگئی۔ آپ نے پوچھا: کیا تم نے اسے دیکھا تھا؟ عرض کیا: جی ہاں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میں نے پہلی میں شام کے محلات دیکھے، پھر دوسری میں یمن کے محلات دیکھے اور تیسری میں مدائن میں کسریٰ کا سفید محل دیکھا۔ آپ ﷺ نے سلمان رضی اللہ عنہ کے سامنے اس کی ہیئت بھی بیان فرمائی۔ انہوں نے فرمایا: آپ نے سچ فرمایا۔ اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے! یہ بالکل اسی طرح ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے سلمان! یہ فتوحات تھیں۔ اللہ تعالیٰ میرے بعد انہیں تم پر فتح کرے گا۔ یقیناً شام فتح ہو جائے گا اور ہرقل اپنی سلطنت کے دور دراز علاقے کی طرف بھاگ جائے گا اور تم شام پر غالب آ جاؤ گے۔ پھر کوئی تم سے نہیں جھگڑے گا اور یمن بھی فتح ہو جائے گا اور یہ مشرق کا علاقہ بھی فتح ہو جائے گا اور اس کے بعد کسریٰ مارا جائے گا۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے یہ سب ہوتے ہوئے دیکھا۔

فرماتے ہیں: خندق جبل بنوعبید سے راتج کی طرف خیر ہی جگہ تک بنائی گئی تھی۔ مہاجرین کے ذمے ذباب سے راتج تک کا علاقہ تھا۔ اور انصار کے ذمے سے خربی تک کا علاقہ تھا۔ یہ وہ خندق تھی جو رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں نے مل کر کھودی تھی اور انہوں نے مدینہ کو ہر جانب سے قلعے کی مثل دیوار کی طرح گھیر لیا تھا۔

اسی طرح بنوعبدالاشہل نے اپنی طرف سے راتج کے پیچھے تک خندق بنائی تھی۔ حتیٰ کہ خندق مسجد کے پیچھے تک چلی گئی تھی۔ اسی طرح بنودینار نے خربی کے پاس سے ایک جگہ تک خندق کھودی تھی جہاں آج ابن ابی جنوب کا گھر ہے مسلمانوں نے عورتوں اور بچوں کو قلعوں میں چڑھا دیا اور بنوحارثہ نے بھی اپنے بیوی بچوں کو اپنے قلعوں میں چڑھا دیا۔ ان کے قلعے محفوظ تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی اس دن اسی میں تھیں۔ بنوعمرو بن عوف نے بھی اپنے بیوی بچوں کو قلعوں میں بٹھا دیا تھا اور خندق کا کچھ حصہ قباء

میں قلعوں کے اردگرد بھی تھا۔ بنوعمرو بن عوف بھی قلعہ بند ہو گئے تھے اور خطمہ ، بنوامیہ، وائل اور واقف کی بیویاں اور بچے بھی قلعوں میں تھے۔

حضرت صالح بن ابوحسان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: مجھے بنو واقف کے شیوخ نے بتلایا کہ انہوں نے اسے بیان کیا کہ بنو واقف نے اپنی بیویوں اور اولاد کو اپنے قلعوں میں بٹھا دیا تھا اور وہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے دوپہر کے وقت اپنے گھر والوں کے پاس آتے تھے۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں منع کر دیا۔ پھر جب وہ اسلحہ اٹھانے پر مجبور ہوئے اور انہیں اپنے بارے میں بنوقریظہ کی طرف سے ڈر ہوا تو ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں اپنی قوم اور بنوعمرو بن عوف کے چند لوگوں کو لے کر آیا اور ہم جسر اور صفنہ سے ہٹ گئے اور ہم نے قباء والا راستہ اپنایا۔ جب ہم عوس میں پہنچے تو ان میں سے چند لوگ جن میں نباش بن قرظی بھی تھا، انہوں نے کچھ دیر ہم پر تیر برسائے اور ہم نے بھی ان پر تیر پھینکے۔ ہمیں کچھ زخم بھی آئے۔ پھر وہ سب بھاگ گئے اور ہم اپنے گھر والوں کی طرف لوٹ گئے۔ پھر اس کے بعد ہم نے ان کی کوئی جماعت نہیں دیکھی۔

حضرت محمد بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: وہ خندق جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھودا۔ جبلِ بنوعبید سے راتج تک کی درمیانی جگہ میں تھی اور یہی حدیث ہمارے نزدیک سب سے زیادہ صحیح ہے۔

بعض لوگ بیان کرتے ہیں کہ خندق کے دروازے بھی تھے۔ مگر ہم نہیں جانتے وہ کس جگہ تھے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: لوگوں کو اس دن چٹانیں بھی ملیں۔ وہ ان پر اپنی کدالیں مارتے رہے حتیٰ کہ وہ ٹوٹ گئی۔ پھر انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بلایا۔ آپ نے پانی منگوایا اور اس پر ڈالا تو وہ ریت کا ڈھیر بن گئی۔

کھانے میں برکت

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خندق کھودتے دیکھا اور آپ کو بھوک کی حالت میں دیکھا۔ میں نے آپ کے جسم کی سلوٹوں میں غبار دیکھا۔ میں اپنی بیوی کے پاس آیا اور میں نے اسے بتلایا جو میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیٹ کی سلوٹوں میں دیکھا تھا۔ وہ کہنے لگی: اللہ کی قسم! ہمارے پاس صرف یہ بکری اور ایک مد جو ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: سو آٹا گوندلو اور خوب اچھی طرح کرنا۔

فرماتی ہیں: ہم نے کچھ گوشت پکا لیا اور کچھ بھون دیا اور جو کی روٹی بنالی۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: پھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ پھر میں تھوڑی دیر رکا رہا۔ حتیٰ کہ جب میں نے دیکھا کہ کھانا تیار ہو چکا ہے تو میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میں نے آپ کے لیے کھانا تیار کیا ہے۔ آپ آجایئے اور اپنے چند ساتھیوں کو جنہیں آپ چاہیں ساتھ لے آیئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگلیاں میری انگلیوں میں ڈالیں پھر فرمایا: چلو بھئی! جابر رضی اللہ عنہ نے تمہاری دعوت کی ہے۔ وہ سب آپ کے ساتھ آگئے۔ میں نے سوچا: اللہ کی قسم! یہ تو رسوائی ہو جائے گی۔ میں اپنی بیوی کے پاس آیا اور اسے بتلایا۔ تو وہ کہنے لگی: آپ

نے انہیں دعوت دی تھی یا نبی کریم ﷺ نے؟ میں نے کہا: میں نے نہیں دی، بلکہ آپ ﷺ نے ہی دی ہے۔ کہنے لگی: انہیں آنے دو وہ زیادہ جانتے ہیں۔

پھر رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو حکم دیا کہ جماعتیں بن جاؤ۔ وہ دس دس ہو گئے۔ پھر آپ نے ہمیں فرمایا: سالن گرم کرو اور ہنڈیا کو ڈھانپ دینا۔ اور تنور سے روٹیاں نکال کر ڈھانپ دینا۔ ہم نے ایسے ہی کیا۔ پھر ہم اس میں سے سالن لیتے رہے اور برتن کو ڈھانپ کر رکھا۔ پھر ہم اسے کھول کر دیکھتے تو اس میں کچھ کمی نہ ہوتی۔ اسی طرح ہم تنور سے روٹی نکالتے اور اسے ڈھانپ دیتے۔ ہم نے اس میں بھی کمی ہوتے نہیں دیکھی۔ حتیٰ کہ ان سب نے سیر ہو کر کھالیا۔ ہم نے بھی کھالیا اور ہم نے آس پاس ہدیہ بھی دیا۔ اس دن تمام لوگوں اور نبی ﷺ نے کام کیا اور انصار یہ رجزیہ اشعار پڑھ رہے تھے:

ہم وہ ہیں جنہوں نے محمد ﷺ کی جہاد پر بیعت کر لی ہے جب تک ہم باقی رہیں اور نبی کریم ﷺ فرما رہے تھے:

اے اللہ! بھلائی تو صرف آخرت کی ہے۔ انصار اور مہاجرین کو معاف فرما دے۔

حضرت ابو واقد لیثی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ پر بچوں کو پیش ہوتے دیکھا۔ آپ خندق کھود رہے تھے۔ آپ نے بعض کو اجازت دی اور بعض کو واپس لوٹا دیا۔ وہ بچے بھی آپ کے ساتھ کام کر رہے تھے جو ابھی بالغ بھی نہیں ہوئے تھے۔ آپ نے انہیں اجازت بھی نہیں دی تھی۔ لیکن جب جنگ کا آغاز ہوا تو آپ نے نابالغ بچوں کو اپنے گھر والوں کی طرف قلعوں میں واپس لوٹ جانے کا حکم دے دیا۔

مسلمان اس دن ۳ ہزار تھے۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا آپ ایک مرتبہ کدال مارتے اور کبھی بیلچے سے مٹی باہر نکالتے۔

اور کبھی باٹ میں مٹی لے کر جاتے۔

میں نے ایک دن دیکھا۔ آپ کافی تھک گئے۔ پھر آپ ﷺ بیٹھ گئے۔ اور آپ نے اپنے بائیں پہلو کی جانب پتھر پر ٹیک لگالی۔ پھر آپ کو نیند آگئی۔ پھر میں نے حضرت ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما کو آپ کے سر مبارک کے پاس کھڑے ہوئے دیکھا۔ وہ لوگوں کو آپ کے پاس سے گزرنے سے منع کر رہے تھے کہ کہیں وہ آپ کو جگا نہ دیں۔ میں بھی آپ کے قریب گیا۔ آپ گھبرا کر کود کر اٹھے۔

پھر فرمایا: تم نے مجھے گھبراہٹ میں ڈال دیا۔ پھر کدال اٹھائی اور کام میں شروع ہو گئے۔ آپ فرما رہے تھے:

اے اللہ! زندگی تو بس آخرت کی زندگی ہے۔ انصار اور مہاجرین کی مغفرت فرما دے۔

اے اللہ! عضل اور قارہ پر لعنت کر۔ انہوں نے ہمیں پتھر اٹھانے پر مجبور کر دیا۔ اس دن جن لوگوں کو آپ ﷺ نے اجازت دی، ان کے نام یہ ہیں: ابن عمر رضی اللہ عنہ، یہ پندرہ سال کے تھے۔ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ، یہ بھی پندرہ سال کے تھے۔ اور براء بن عازب رضی اللہ عنہ یہ بھی پندرہ سال کے تھے۔

حضرت عبدالحمید بن جعفر رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد سے نقل فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ خندق سے فارغ ہوئے۔ آپ نے اسے چھ دن میں کھودا تھا۔ پھر آپ نے اس کی باڑ تیار کروائی۔ آپ ﷺ سلع پہاڑ کی پچھلی طرف ٹھہرے۔ اسے آپ نے اپنی پشت کی جانب قرار دیا۔ آپ کے آگے خندق تھی اور یہیں آپ کا لشکر تھا۔

آپ نے چمڑے کا ایک خیمہ بنوایا۔ یہ خیمہ مسجد اعلیٰ کے پاس تھا جو جبل احزاب کی جڑ میں تھی۔ نبی کریم ﷺ اپنی بیویوں کو یکے بعد دیگرے بلاتے رہے۔ پہلے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا چند دن ٹھہریں۔ پھر حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا آ گئیں۔ پھر حضرت زینب بنتِ جحش رضی اللہ عنہا۔

یہ تینوں خندق میں یکے بعد دیگرے آتی رہیں۔ باقی ازواج مطہرات بنوحارثہ کے قلعوں میں تھیں۔

ایک قول یہ ہے کہ وہ سفر میں بنوزریق کے قلعے میں ہوتیں۔ وہ بھی خوب مضبوط تھا۔ بعض نے کہا: ان میں سے بعض فارع میں ہوئیں۔

ادھر حیی بن اخطب ابوسفیان اور قریش سے کہنے لگا، وہ سفر میں ان کے ساتھ تھا۔ میری قوم قریظہ تمہارے ساتھ ہے۔ وہ ہتھیاروں والے ہیں اور ان میں ساڑھے سات سو کے قریب جنگجو ہیں۔

پھر جب وہ قریب ہوئے تو ابوسفیان نے حیی بن اخطب سے کہا: اپنی قوم کو بلاؤ۔ تاکہ وہ اس عہد کو توڑ دیں جو ان کے اور محمد کے درمیان ہے۔ حیی گیا اور بنوقریظہ کے پاس آیا۔

جب وہ آیا تو رسول اللہ ﷺ نے بنوقریظہ اور بنونضیر سے اور مدینہ کے تمام یہودیوں سے صلح کر لی تھی کہ وہ نہ آپ کا ساتھ دیں گے اور نہ آپ کے ساتھ کسی کا ساتھ دیں گے۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ آپ نے ان سے اس پر صلح کر لی تھی کہ وہ اس سے آپ کی مدد کریں گے جو انہی میں سے بغاوت کرے گا اور وہ اپنے انہی پہلے معاہدوں پر برقرار رہیں گے جو اوس اور خزرج کے درمیان ہوئے تھے۔

ایک روایت میں ہے کہ حیی ذوالحلیفہ سے الگ ہو گیا تھا۔ وہ عصبہ کی طرف چلا اور کعب بن اسد کے ہاں رات کو پہنچا۔ کعب بھی بنوقریظہ کے عہد و پیمان میں شامل تھا۔

حضرت محمد بن کعب قرظی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حیی بن اخطب بدبخت آدمی تھا۔ یہ اپنی قوم بنونضیر اور بنوقریظہ کے لیے بھی بدبختی لے کر آیا اور وہ سب مارے گئے۔ وہ ریاست کا طالب تھا اور ان کا سردار بننا چاہتا تھا۔ یہ بالکل ویسا تھا جیسے قریش میں ابوجہل تھا۔

جب حیی بنوقریظہ کے پاس آیا تو انہوں نے اپنے گھروں میں اس کا داخل ہونا پسند نہ کیا۔ سب سے پہلے اسے جو شخص ملا وہ غزال بن سموال تھا۔ حیی نے اسے کہا: میں تیرے پاس ایسی خبر لایا ہوں جو محمد سے تمہاری جان چھڑا دے گی۔ یہ قریش وادیٔ عقیق میں پہنچ چکے ہیں اور قبیلہ زغابہ میں۔

غزال نے کہا: تم ہمارے پاس قسم بخدا! زمانے کی رسوائی لے کر آئے ہو۔ حیی نے کہا: ایسا مت کہو۔ پھر وہ کعب بن اسد کے دروازے کی طرف متوجہ ہوا۔ اس نے اسے کھٹکھٹایا۔ کعب پہچان گیا۔ اور سوچنے لگا: میں کیا کرنے لگا ہوں۔ حیی کو داخل ہونے کی اجازت دینے لگا ہوں۔ یہ تو بد بخت آدمی ہے۔ اس نے اپنی قوم کو بدبختی میں ڈال دیا اور اب وہ مجھے بھی عہد شکنی کی دعوت دے گا۔ اس نے پھر دروازہ کھٹکھٹایا۔

کعب نے کہا: تم بد بخت آدمی ہو۔ تم نے اپنی قوم کو بدبختی اور ہلاکت میں ڈال دیا۔ ہمارے پاس سے لوٹ جاؤ۔ تم مجھے اور میری قوم کو بھی ہلاک کرنا چاہتے ہو۔ حیی نے واپس لوٹنے سے انکار کر دیا۔ کعب نے کہا: اے حیی! دیکھو! میں محمد سے عقد و معاہدہ کر چکا ہوں اور ہم نے انہیں ہمیشہ سچا پایا ہے۔ اللہ کی قسم! وہ ہمارے ذمے کو نہیں توڑیں گے اور نہ ہمارے پردے کو فاش کریں گے۔ وہ ہمارے اچھے پڑوسی ہیں۔

حیی کہنے لگا: تیرا ستیاناس! میں تمہارے پاس ٹھاٹھیں مارتا سمندر اور زمانے بھر کی معزز ہستیوں کو لے کر آیا ہوں۔ میں تمہارے پاس قریش کو لایا ہوں اور ان کے قائدین اور سرداران بھی ساتھ ہیں۔ اور میں بنو کنانہ کو لے کر آیا ہوں۔ میں نے انہیں رومہ میں ٹھہرایا ہے اور میں غطفان کو ان کے قائدین اور سرداروں سمیت لے کر آیا ہوں۔ میں نقمی کی طرف زغابہ میں انہیں ٹھہرایا ہے۔ انہوں نے اپنے گھوڑوں کو آگے رکھا ہے اور اونٹوں کو بھی ساتھ لائے ہیں۔ اور ان کی تعداد دس ہزار ہے اور ا ہزار گھوڑے ہیں اور بہت زیادہ اسلحہ ہے۔ اور محمد ہمارے اس اچانک حملے کی تاب نہیں لا سکیں گے اور انہوں نے عقد و معاہدہ بھی کیا ہے کہ وہ اس وقت تک لوٹ کر نہیں جائیں گے جب تک محمد اور اس کے ساتھیوں کو جڑ سے ختم نہ کر دیں۔

کعب نے کہا: تیرا ستیاناس! تم میرے پاس اللہ کی قسم! زمانے بھر کی رسوائی لے کر آئے ہو اور گرج چمک والا ایک بادل لے کر آئے ہو جس میں کچھ نہیں ہے اور میں ایک ٹھاٹھیں مارتے سمندر میں ہوں۔ میں اپنے گھر اور مال کو ہلاکت میں نہیں ڈال سکتا۔ میرے ساتھ بچے اور عورتیں بھی ہیں۔ میرے پاس سے واپس چلے جاؤ۔ جس چیز کو تم لائے ہو مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

حیی نے کہا: بے وقوف میں تم سے بات کرنے آیا ہوں۔ کعب نے کہا: میں نہیں کرنے والا۔ اس نے کہا: مجھ پر اپنا دروازہ بند مت کرو۔ مجھے بس اپنے موٹے کٹے ہوئے غلے میں سے کچھ تھوڑا اپنے ساتھ کھانے دو۔ پھر چاہے تم مجھے اس میں ہاتھ نہ ڈالنے دینا۔ میں اس کی حفاظت کروں گا۔ چنانچہ اس نے دروازہ کھول دیا اور وہ اندر داخل ہو گیا۔ وہ مسلسل اسے سرداری اور دولت کے طرح طرح کے لالچ دے کر اکساتا رہا اور اسے اپنے لیے کچھ نرم کر لیا۔ اس نے کہا: ابھی تم میرے پاس سے واپس چلے جاؤ۔ میں یہودی سرداروں سے مشورہ کرنا چاہتا ہوں۔ اس نے کہا: انہوں نے عہد و پیماں کو تمہارے سپرد کیا ہے اور تم ان کے لیے فیصلہ کرو گے۔ وہ اسے مجبور کرتا رہا حتیٰ کہ اسے اس کی رائے سے ہٹا دیا۔ اب کعب بن کہنے لگا: میں نہ چاہتے ہوئے بھی تمہاری رائے میں شامل ہو رہا ہوں مگر مجھے ڈر ہے کہ محمد قتال کریں اور قریش اپنے شہروں کی طرف لوٹ جائیں گے۔ اور تم اپنے

گھر والوں کی طرف۔ اور میں اپنے گھر میں رہ جاؤں گا اور اپنے تمام پیروکاروں سمیت مارا جاؤں گا۔

حیی نے کہا: میں تم سے توراۃ کے اس مضمون پر وعدہ کرتا ہوں جو موسیٰ پر طورِ سیناء کے دن نازل ہوا۔ اگر محمد اس اچانک حملے میں قتل نہ ہوا اور قریش اور غطفان محمد کو ہلاک کرنے سے پہلے واپس لوٹ گئے تو میں تیرے ساتھ تیرے قلعے میں داخل ہو جاؤں گا حتیٰ کہ میرا بھی وہی انجام ہوگا جو تمہارا ہوگا۔

چنانچہ کعب نے وہ عہد توڑ دیا جو اس کے اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان ہوا تھا۔ حیی نے وہ مکتوب منگوایا جو رسول اللہ ﷺ نے ان کے درمیان لکھ کر دیا تھا۔ حیی نے اسے پھاڑ دیا۔

جب حیی نے اسے پھاڑ دیا تو وہ جان گیا کہ معاملہ پکا ہو گیا ہے اور فساد ہوگا۔ پھر وہ بنو قریظہ کے پاس گیا۔ وہ کعب بن اسد کے گھر کے اردگرد حلقہ بنائے ہوئے تھے۔ اس نے انہیں باخبر کر دیا۔

زبیر بن باطا کہنے لگا: ہائے یہود کی بربادی! اور اس کے ذمہ دار قریش اور غطفان ہیں۔ وہ ہمیں، ہمارے گھروں کو، اموال کو اور ہماری اولاد کو تنہا چھوڑ جائیں گے اور ہمارے اندر محمد سے مقابلے کی طاقت نہیں ہے۔ کوئی یہودی بھی یہاں کبھی رات نہیں رہ پائے گا اور نہ کوئی یہودیہ یثرب میں کبھی کھڑی ہوگی۔

پھر اس نے کعب بن اسد کو یہود کے چند رؤساء کی طرف بھیجا۔ وہ کل پانچ تھے: زبیر بن باطا، نباش بن قیس، غزال بن سموائل، عقبہ بن زید اور کعب بن زید۔ پھر اس نے انہیں حیی کی بات بتلائی اور جو حیی نے وعدہ دیا کہ وہ اس کی طرف لوٹ آئے گا اور اس کے ساتھ شامل ہو جائے، پھر جو اسے مصیبت پہنچے گی وہ اس میں برابر کا شریک ہوگا۔

زبیر بن باطا کہنے لگا: مجھے اس سے کوئی غرض نہیں کہ تو مارا جائے اور تیرے ساتھ حیی مارا جائے۔ کعب خاموش ہو گیا۔ اور لوگوں نے بھی کہا: ہمیں بھی پسند نہیں آیا اور تمہاری رائے کا انکار کرتے ہیں یا کہا: مخالفت کرتے ہیں۔ اور حیی ایسا آدمی ہے جس کی کمینگی کسی سے ڈھکی چھپی نہیں۔

کعب بن اسد کو اپنے عہد توڑنے پر سخت ندامت ہوئی۔ اور معاملہ بگڑ گیا۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے لڑائی اور ان کی بربادی کا ارادہ فرما لیا تھا۔

ابھی اللہ کے رسول اور مسلمان خندق میں مصروف تھے۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے۔ آپ خیمے میں تشریف فرما تھے۔

آپ ﷺ کا خیمہ چمڑے سے تیار کیا گیا تھا اور پہاڑ کی جڑ میں اس مسجد کے پاس تھا جو پہاڑ کے نیچے واقع تھی۔ آپ کے ساتھ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے۔ اور مسلمان اپنی خندق پر تھے۔ ان کے ساتھ تیس سے کچھ اوپر گھوڑے تھے جن پر شہسوار بار بار خندق کے ساتھ ساتھ چکر لگا رہے تھے۔ چند لوگ اس کام کے لیے مقرر تھے۔ حتیٰ کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ تشریف لائے۔ عرض کیا: اے اللہ کے رسول! مجھے یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ بنو قریظہ نے عہد توڑ دیا ہے اور وہ جنگ کی تیاری کر رہے ہیں۔

آپ ﷺ پر یہ بات انتہائی شاق گزری۔ آپ نے فرمایا: ہم کسے بھیجیں جو ہمارے لیے اس خبر کی تحقیق پیش کرے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ۔ چنانچہ پہلے شخص جنہیں رسول اللہ ﷺ نے بھیجا وہ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ ہیں۔ آپ نے فرمایا: بنوقریظہ کی طرف جاؤ۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ گئے اور دیکھا۔ پھر واپس آئے اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میں نے انہیں دیکھا۔ وہ اپنے قلعوں کی مرمت کر رہے تھے اور اپنے راستوں کو درست کر رہے تھے اور انہوں نے اپنے جانوروں کو اکٹھا کر لیا تھا۔ تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر نبی کے لیے حواری ہوتے ہیں اور میرے حواری زبیر ہیں اور وہ میری پھوپھی کے بیٹے ہیں۔

پھر رسول اللہ ﷺ نے حضرت سعد بن معاذ، سعد بن عبادہ اور اسید بن حضیر رضی اللہ عنہم کو بلایا اور فرمایا: مجھے معلوم ہوا ہے کہ بنوقریظہ نے ہمارے اور اپنے درمیان کیے عہد کو توڑ دیا ہے اور جنگ کی تیاری کر رہے ہیں۔

تم جاؤ اور دیکھو۔ اگر تو یہ خبر سچی ہے تو ٹھیک وگرنہ بات کی تحقیق کرو۔ اگر خبر پکی ہو تو تم ایسی گفتگو کرنا جس کو تم مجھے بھی سمجھا سکو اور میں سمجھ لوں۔ اور تم مسلمانوں کی جان کو ہلاکت میں مت ڈالنا۔

پھر جب وہ کعب بن اسد کے پاس پہنچے تو انہوں نے دیکھا، یہ لوگ تو عہد توڑ چکے ہیں۔ انہوں نے ان کو اللہ کی قسم دی اور جو عہد ان کے درمیان تھا، اس کی طرف رجوع کا کہا پہلے اس سے کہ معاملہ بھڑک اٹھے اور یہ کہا کہ وہ حیی بن اخطب کی بات نہ مانیں۔

کعب نے کہا: ہم اسے ہرگز واپس نہیں لیں گے۔ ہم اسے ویسے ہی توڑ چکے ہیں جیسے میں نے اس تسمے کو توڑ دیا۔ اس نے اپنے جوتے کا تسمہ توڑ دیا۔ اور کعب حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو گالیاں نکالنے لگا۔ حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ کے دشمن! تم اپنے سردار کو گالیاں نکال رہے ہو۔ تم اس کے برابر نہیں ہو۔ اللہ کی قسم! اے یہود کی اولاد! تم ان شاء اللہ دیکھو گے کہ قریش شکست سے دوچار ہوں گے اور تمہیں تمہارے گھروں میں اکیلا چھوڑ جائیں گے۔ پھر ہم تمہاری طرف آئیں اور تمہیں تمہارے اس حجرے سے اپنے حکم پر اتار لیں گے۔ اور تم بنونضیر سے واقف ہو۔ وہ تجھ سے زیادہ عزت والے تھے اور اس شہر کے بڑے لوگ تھے۔ تیری دیت تو ان کی آدھی دیت کے برابر ہے۔

اور تم دیکھ چکے ہو کہ اللہ نے ان کے ساتھ کیا کیا؟ اور اس سے پہلے بنوقینقاع بھی ہمارے حکم پر اتر چکے ہیں۔

کعب کہنے لگا: اے حضیر کے بیٹے! تم مجھے میری طرف نکلنے سے ڈرا رہے ہو۔ توراۃ کی قسم! تیرا باپ مجھے بعاث والے دن دیکھ چکا ہے۔ اگر ہم نہ ہوتے تو خزرج اسے اس سے جلاوطن کر دیتے۔ اور تم لوگوں نے ابھی کسی ایسے کا مقابلہ نہیں کیا جو لڑائی سے بخوبی واقف ہو اور نہ آپ (ﷺ) اسے جانتے ہیں۔ اللہ کی قسم! ہم تم سے خوب اچھی طرح لڑیں گے اور ہم اللہ کے رسول اور مسلمانوں سے خوب بدلہ لے لیں گے۔ اس نے انتہائی بے ہودہ باتیں کیں اور یہودی سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو بری بری گالیاں نکالنے لگے۔ تاکہ انہیں غصہ دلائیں۔

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: انہیں چھوڑو۔ ہم اس لیے نہیں آئے۔ ہمارے درمیان گالیوں سے زیادہ سخت چیز تلوار ہے۔

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو گالیاں نکالنے والا نباش بن قیس تھا۔ اس نے کہا: تو اپنی ماں کی شرمگاہ سے بدکاری کرے۔

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ غصے سے کانپ اٹھے۔ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے تم پر بنونضیر کے دن کی طرح ڈر ہے۔

غزال بن سموأل نے کہا: تو اپنے باپ کا عضوِ تناسل کھائے۔ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے اس قول کے علاوہ کہا جو اس سے اچھی بات تھی۔

کہتے ہیں: پھر وہ سب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لوٹ گئے۔ جب وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے تو حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: عضل اور قارہ وہ دونوں حضرات خاموش رہے۔ ان کی مراد عضل اور قارہ سے ان کا خبیب رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کو دھوکا دینا تھا۔ پھر وہ سب بیٹھ گئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ اکبر کہا اور فرمایا: اے مسلمانو! اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدد و نصرت پر خوش ہو جاؤ۔

بنوقریظہ کی عہد شکنی کی خبر مسلمانوں تک بھی پہنچ گئی۔ ان کا خوف بڑھ گیا اور آزمائش بڑی ہوگئی۔

حضرت عبداللہ بن ابوبکر بن حزم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن عبادہ، سعد بن معاذ، عبداللہ بن رواحہ اور خوات بن جبیر رضی اللہ عنہم کو بنوقریظہ کی طرف بھیجا۔

حضرت ابن واقد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: پہلی بات ہمارے ہاں زیادہ ثابت ہے۔ محدثین فرماتے ہیں: نفاق ظاہر ہونے لگا۔ لوگوں کو ڈرایا گیا۔ آزمائش بڑھ گئی اور خوف میں اضافہ ہوگیا اور بچوں اور عورتوں کے بارے میں خطرہ لاحق ہوگیا۔

ان کی حالت ایسی تھی جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِذْ جَآءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَاِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ... الایۃ۔

"جب وہ تمہارے پاس آئے۔ تمہارے اوپر سے بھی اور تمہارے نیچے سے بھی اور جب آنکھیں پھٹی رہ گئیں اور کلیجے مونہوں کو آنے لگے۔"

اللہ کی رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمان تھے اور دشمن آپ کے پاس پہنچ چکا تھا۔ وہ اپنی جگہوں سے ہلنے کی طاقت نہیں رکھتے تھے۔ وہ مسلسل خندق پر چکر لگا رہے تھے اور پہرہ دے رہے تھے۔

کچھ لوگوں نے نہایت بری باتیں کیں۔ معتب بن قشیر کہنے لگا: محمد ہم سے قیصر و کسریٰ کے خزانوں کا وعدہ کرتا ہے اور یہاں ہمیں اتنا بھی امن نہیں کہ ہم میں سے کوئی قضائے حاجت کے لیے چلا جائے۔ اللہ اور اس کے رسول نے ہم سے دھوکے کا وعدہ کیا ہے۔

حضرت ابن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے امید ہے کہ میں بیتِ عتیق کا طواف کروں گا اور میں

چابی لوں گا اور اللہ ضرور قیصر و کسریٰ کو ہلاک کر دے گا اور تم ان کے اموال کو اللہ کے راستے میں خرچ کرو گے۔

آپ نے یہ اس وقت فرمایا: جب مسلمانوں میں بے چینی اور اضطراب کو دیکھا۔ اس پر معتب نے وہ بات کی جو اوپر گزر چکی ہے۔

حضرت حارث بن فضیل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: بنو قریظہ نے ارادہ کیا کہ مدینہ والوں پر رات کے وقت غارت گری کریں۔ انہوں نے حیی بن اخطب کو قریش کی طرف بھیجا کہ ان میں سے ایک ہزار آدمی اور غطفان کے بھی ایک ہزار آدمی آئیں اور ان پر حملہ کر دیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر بھی معلوم ہوگئی۔ اس کی وجہ سے آزمائش اور بڑھ گئی۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلمہ بن اسلم بن حریش اشہلی کو دو سو آدمیوں کے ساتھ بھیجا اور زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو تین سو آدمیوں کے ساتھ بھیجا تا کہ مدینہ کا پہرہ دیں اور تکبیر بلند آواز سے پڑھتے رہیں۔ اور ان کے ساتھ مسلمانوں کے شہسوار بھی تھے، پھر جب صبح ہوئی تو انہیں امن حاصل ہوگیا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہمیں مدینہ میں آل اولاد کے بارے میں بنو قریظہ کی طرف سے سخت خوف ہوا۔ اتنا تو ہمیں قریش اور غطفان کا بھی ڈر نہیں تھا۔ میں سلع پہاڑ پر چڑھتا اور مدینہ کے گھروں کی طرف دیکھتا۔ پھر جب میں انہیں صحیح سالم دیکھتا تو اللہ کا شکر ادا کرتا۔ جس چیز سے اللہ نے قریظہ کو ان کے ارادے سے باز رکھا وہ یہ تھی کہ مدینہ کا پہرہ دیا جا رہا تھا۔

حضرت ابن کعب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت خوات بن جبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلایا اور ہم خندق کا محاصرہ کیے ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا: بنو قریظہ کی طرف جاؤ اور دیکھو، کیا تم ان کے لیے کوئی بے خبری یا اس جگہ میں کوئی راہ پاتے ہو، پھر مجھے بتلانا۔

فرماتے ہیں: میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے سورج غروب ہونے کے قریب نکلا۔ پھر میں سلع پہاڑ سے اترا اور سورج غروب ہوگیا۔ میں نے مغرب کی نماز ادا کی۔ پھر میں نکلا۔ اور میں نے رائج والے راستے کو اختیار کیا۔ پھر میں عبدالاشہل کے پاس پہنچا۔ پھر بنو زہرہ میں گیا۔ پھر بعاث پہنچا۔ جب میں ان لوگوں کے قریب ہوا تو میں نے سوچا۔ میں ان کے لیے گھات لگا کر بیٹھتا ہوں۔ پھر میں چھپ کر بیٹھ گیا اور تھوڑی دیر غور سے قلعوں کی طرف دیکھنے لگا۔ پھر مجھ پر نیند غالب آگئی اور مجھے تب پتہ چلا جب کسی انسان نے مجھے اٹھایا اور میں سویا ہوا تھا۔ اس نے مجھے اپنے کندھے پر ڈال لیا۔

پھر چلنے لگا۔ فرماتے ہیں: میں اٹھا تو گھبرا گیا اور وہ آدمی مجھے اپنے کندھے پر اٹھائے چلا جا رہا تھا۔ میں نے جان لیا کہ وہ بنو قریظہ کا طلیعہ نامی شخص ہے۔

مجھے اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سخت شرمندگی ہوئی کہ میں نے ایک اہم کام کو ضائع کر دیا۔ جس کا آپ نے مجھے حکم دیا تھا۔ پھر مجھے نیند کا غالب ہونا یاد آیا۔ وہ شخص مجھے لیے اپنے قلعوں کی طرف بڑھ رہا تھا اور یہودی زبان میں کوئی بات کر رہا تھا۔ میں سمجھ گیا۔ اس نے کہا: موٹے اونٹ کی خوشخبری ہو۔ فرماتے ہیں: مجھے یاد آیا تو میں نے اپنے ہاتھ ادھر ادھر مارے۔ مجھے پتہ تھا کہ ان میں سے جو آدمی بھی باہر نکلتا ہے تو کدال اس کے درمیان میں بندھی ہوتی ہے۔ میں نے اپنا ہاتھ کدال پر رکھا اور اسے کھینچ

لیا۔ وہ قلعہ پر موجود کسی سے باتوں میں مصروف تھا۔ میں نے اسے کھینچا اور اس کے جگر میں گھسیڑ دیا۔ وہ ڈھیلا پڑ گیا اور درندوں کی طرح چیخنے لگا۔ یہودیوں نے اپنے قلعوں پر مشعلیں جلالیں۔ وہ مر کر گر گیا اور ٹھنڈا ہو گیا۔

میں پکڑے جانے کے ڈر سے الٹے پاؤں اسی راستے پر ہولیا۔ جس سے میں آیا تھا۔

ادھر حضرت جبریل علیہ السلام آپ ﷺ کے پاس آئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے خوات! تم کامیاب ہو گئے۔ پھر آپ باہر تشریف لائے اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو بتلایا اور فرمایا: خوات کے ساتھ ایسے ایسے ہوا۔ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ اپنے صحابہ کے ساتھ بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔ جب آپ نے مجھے دیکھا تو فرمایا: تیرا چہرہ کامیاب ہو۔ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! آپ کا چہرہ بھی۔ پھر آپ نے فرمایا: مجھے اپنا قصہ بیان کرو۔ میں نے واقعہ ذکر کر دیا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اسی طرح مجھے حضرت جبریل علیہ السلام نے بھی بتلایا ہے۔ لوگ بھی کہہ رہے تھے: ہاں اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے مجھے بتلایا ہے۔ خوات نے کہا: ہماری رات خندق میں دن کی طرح تھی۔

صالح کے علاوہ نے فرمایا: خوات رضی اللہ عنہ کہنے لگے: مجھے پکڑے جانے کے بعد ان کے ہاں اپنا برا انجام یاد آیا۔ میں نے سوچا کہ وہ تو میرا بری طرح مثلہ کر دیں گے۔ پھر مجھے کدال یاد آئی۔

حضرت عبداللہ بن ابوبکر بن حزم فرماتے ہیں: نباش بن قیس رات کو اپنے قلعے سے مدینہ کا ارادہ کیے نکلا۔ اس کے ساتھ ۱۰ جنگجو یہودی تھے۔ وہ سوچ رہے تھے کہ شاید ہمیں ان کا عمدہ مال ہاتھ لگ جائے۔ پھر وہ بقیع غرقد تک پہنچ گئے۔ وہاں انہیں چند مسلمان آملے۔ وہ حضرت سلمہ بن اسلم بن حریش کے ساتھی تھے۔ ان کا آپس میں مقابلہ ہو گیا۔ انہوں نے کچھ دیر ان پر تیر پھینکے۔ پھر قریظی پیٹھ پھیر کر بھاگ گئے۔

سلمہ بن اسلم کو معلوم ہوا۔ یہ بنو حارثہ کے ایک جانب میں تھے۔ وہ اپنے ساتھیوں کو لے کر آیا اور ان کے قلعوں تک پہنچ گئے اور ان کے اردگرد چکر لگانے لگے۔ یہاں تک کہ یہودی ڈر گئے۔ انہوں نے اپنے قلعوں پر آگ جلائی اور کہنے لگے: ہائے رات کیسے گزاریں۔ انہوں نے ان کے کنویں کے منڈیر کو توڑ دیا اور کنواں ان پر بند کر دیا۔ ان میں اتنی بھی ہمت نہ ہوئی کہ قلعوں سے جھانک کر ہی دیکھ لیں۔

حضرت ابن ابی زناد اور ابن جعفر رحمہما اللہ فرماتے ہیں: یہ اس شخص کا بیان ہے جو احد میں شریک ہوئے اور پکی بات ہے۔ فرماتے ہیں: حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کمزور دل کے آدمی تھے۔ وہ بھی قلعوں میں عورتوں کے ساتھ تھے۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا بھی فارع والے قلع میں تھیں اور ان کے ساتھ ایک جماعت تھی۔ حضرت حسان رضی اللہ عنہ بھی انہی کے ساتھ تھے۔

دس یہودی آئے۔ ان کا سردار غزال بن سموأل تھا۔ یہ بنو قریظہ سے تھے اور یہ دن کے وقت آئے۔ وہ تاک تاک کر قلعے پر تیر پھینکنے لگے۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے حضرت حسان رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے ابو ولید! تم جاؤ۔ انہوں نے کہا: نہیں۔ قسم بخدا! میں اپنی جان کو ان یہودیوں پر پیش نہیں کروں گا۔ ان میں سے ایک قلعہ کے دروازے کے قریب ہوا اور اندر آنے کی کوشش کی۔

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے اس پر اپنا کپڑا پھینک دیا۔ پھر ایک لکڑی اور اس کی طرف اتر آئیں اور اس زور سے اس کے سر میں لکڑی ماری کہ اس کا سر پھٹ گیا اور وہ مرگیا۔ باقی سب یہ دیکھ کر بھاگ گئے۔

ادھر بنو حارثہ اکٹھے ہوئے۔ انہوں نے اوس بن قیظی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بھیجا۔ اور یہ پیغام دیا کہ اے اللہ کے رسول! ہمارے گھر خالی ہیں اور ہمارا کوئی گھر انصار کے گھروں جیسا نہیں ہے۔ ہمارے اور غطفان کے درمیان کوئی نہیں ہے جو ہمیں ان سے دور رکھے۔ ہمیں اجازت دیجیے تاکہ ہم اپنے گھروں کو لوٹ جائیں اور اپنے بیوی بچوں کی حفاظت کریں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اجازت دے دی۔ وہ اس وجہ سے واپس گئے اور لوٹنے کی تیاری کرنے لگے۔

یہ بات حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوئی تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آئے اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! انہیں اجازت نہ دیجیے۔ اللہ کی قسم! ہمیں اور انہیں جب بھی کوئی مصیبت پہنچی ہے تو انہوں نے ایسے ہی کیا ہے۔ پھر وہ ان کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور بنو حارثہ سے کہا: ہمیشہ تم نے ہمارے ساتھ ایسے ہی کیا۔ جب بھی ہمیں اور تمہیں کسی مصیبت سے دوچار ہونا پڑا تم نے ہمیشہ ایسے ہی کیا۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں واپس کر دیا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے ایک رات حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو دیکھا اور ہم خندق میں تھے۔ میں ہمیشہ ان کو بہت اچھا سمجھتی رہی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خندق میں ایک ٹوٹی ہوئی جگہ کے پہرے کے لیے بار بار آجا رہے تھے۔ پھر جب آپ کو سردی نے ستایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس آئے اور میری گود میں سر رکھ لیا۔ پھر جب سردی زائل ہوگئی تو آپ پھر باہر نکلے اور اسی جگہ چلے گئے اور پہرہ دینے لگے اور فرمایا: مجھے لوگوں کے آنے کا صرف اسی جگہ سے ڈر ہے۔

ابھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر میری گود میں تھا اور آپ گرمی حاصل کر رہے تھے تو آپ فرمانے لگے: کاش کوئی اللہ کا نیک بندہ ہوتا جو میری جگہ پہرہ دیتا۔ فرماتی ہیں: اچانک آپ نے اسلحے اور لوہے کی آواز سنی۔ پوچھا: کون ہے؟ عرض کیا: سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ۔ فرمایا: اس ٹوٹی ہوئی جگہ پر جاؤ اور وہاں پہرہ دو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سو گئے اور میں نے آپ کے خراٹے کی آواز سنی۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں خندق میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھی۔ میں کسی جگہ بھی آپ سے الگ نہیں ہوتی تھی۔ آپ بنفس نفیس بھی خندق کا پہرہ دے رہے تھے۔ ہم سخت سردی کے موسم میں تھے۔ میں آپ کی طرف دیکھتی رہتی۔ آپ اٹھتے اور جتنی اللہ چاہتا اپنے خیمے میں نماز پڑھتے۔ پھر باہر جاتے اور تھوڑی دیر دیکھتے۔ میں نے آپ کو یہ کہتے ہوئے سنا: یہ تو مشرکوں کے شہسوار ہیں۔ یہ خندق کا چکر لگا رہے ہیں۔ انہیں کون دیکھے گا؟ پھر آپ نے پکار کر بلایا: اے عباد بن بشر! حضرت عباد رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: جی حاضر ہوں۔ پوچھا: کیا تمہارے ساتھ کوئی اور ہے؟ عرض کیا: جی ہاں۔ میں اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ ہوں۔ ہم آپ کے خیمے کے ارد گرد ہیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا: اپنے ساتھیوں میں جاؤ اور خندق پر چکر لگاؤ۔ یہ ان کافروں کے گھڑ سوار ہیں جو تم پر چکر لگا رہے ہیں۔ وہ لالچ کر رہے ہیں کہ انہیں تمہاری طرف آنے کی کوئی راہ مل جائے۔ پھر آپ نے دعا کی: اے اللہ! ہم سے ان کے شر کو دور کر دے اور ان کے خلاف ہماری مدد فرما اور انہیں مغلوب کر دے۔ آپ کے علاوہ انہیں کوئی مغلوب نہیں کر سکتا۔

چنانچہ حضرت عباد بن بشر رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں کو لے کر نکلے۔ دیکھا تو وہ ابوسفیان چند مشرک گھڑ سواروں کے ساتھ تھا۔ وہ خندق کی تنگ جگہ پر چکر لگا رہے تھے۔ اور مسلمانوں نے بھی انہیں دیکھ لیا تھا۔ انہوں نے ان پر پتھر اور تیر برسائے۔ ہم بھی ان کے ساتھ کھڑے ہو گئے۔ پھر ہم نے بھی ان پر سنگ باری اور تیر اندازی شروع کر دی۔ ہم نے انہیں تیروں کی وجہ سے پیچھے ہٹنے پر مجبور کر دیا اور وہ اپنے ٹھکانوں کی طرف بھاگ گئے۔ اور میں رسول اللہ ﷺ کی طرف لوٹ گیا۔ میں نے آپ کو نماز پڑھتے ہوئے پایا۔ پھر میں نے آپ کو خبر دی۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: پھر آپ سو گئے حتیٰ کہ میں نے آپ خراٹے لینے کی آواز سنی۔ پھر آپ نے حرکت نہیں کی حتیٰ کہ میں نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی فجر کی اذان دینے کی آواز سنی اور صبح کی روشنی پھوٹی۔ پھر آپ باہر تشریف لے گئے اور مسلمانوں کو نماز پڑھائی۔

آپ رضی اللہ عنہا فرمایا کرتی تھیں: اللہ تعالیٰ حضرت عباد بن بشر رضی اللہ عنہ پر رحم فرمائے وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے رسول اللہ ﷺ کے خیمے کو چمٹے رہے اور ہمیشہ اس کا پہرہ دیتے رہے۔

حضرت ایوب بن نعمان رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد سے نقل فرماتے ہیں کہ حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ خندق میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ پہرہ دے رہے تھے۔ پھر وہ خندق کی ایک جگہ پہنچے۔ وہاں سے گھوڑے کود رہے تھے۔ دیکھا تو معلوم ہوا کہ مشرکوں کی جانب سے طلیعہ سو کے قریب شہسواروں کو لے کر آیا۔ ان میں عمرو بن عاص بھی تھے اور وہ مسلمانوں پر حملے کا ارادہ رکھتے ہیں۔

حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں کو لے کر ان کی طرف بڑھے اور ان پر پتھر اور تیر برسائے۔ حتیٰ کہ وہ پسپا ہو گئے اور پیٹھ پھیر کر بھاگ گئے۔

مسلمانوں میں اس رات حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ تھے، انہوں نے حضرت اسید رضی اللہ عنہ سے فرمایا: خندق کی یہ جگہ قریب ہے اور ہمیں ڈر ہے کہ یہاں سے گھوڑے کود جائیں گے۔ لوگوں نے اسے کھودنے میں جلدی کی۔ وہ رات بھر اسے کشادہ کرتے رہے حتیٰ کہ وہ خندق کی طرح ہو گئی۔ اب انہیں گھوڑوں کے پھاندنے سے امن ہوا اور مسلمان مسلسل پہرہ دے رہے تھے اور وہ سخت سردی کے موسم میں تھے اور بھوک بھی خوب لگی تھی۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے دیکھا۔ میں خندق کا پہرہ دے رہا تھا اور مشرکین کے گھوڑے خندق کا چکر لگا رہے تھے۔ وہ کوئی راستہ یا خندق کی تنگ جگہ تلاش کر رہے تھے تاکہ وہاں سے حملہ کر سکیں۔ حضرت عمرو بن عاص اور خالد بن ولید (یہ ابھی مسلمان نہ ہوئے تھے) یہ دونوں ایسا کر رہے تھے اور مسلمانوں کی غفلت کی تلاش میں تھے۔

پھر ہمارا سامنا سو گھڑ سواروں میں خالد بن ولید سے ہو گیا۔ وہ اپنے گھوڑے کو لیے خندق کی تنگ جگہ سے عبور ہونے کا ارادہ کر رہے تھے۔ ہم نے ان پر تیر برسائے تو وہ بھی لوٹ گئے۔

حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: خالد بن ولید اس رات سو گھڑ سواروں کو لے کر آئے تھے۔ وہ عقیق کی طرف سے آئے اور نبی ﷺ کے خیمے کے سامنے مزاد پر کھڑے ہو گئے۔ میں ان لوگوں سے ڈرا ہوا۔ میں نے حضرت عباد بن بشر رضی اللہ عنہ سے کہا: وہ نبی کریم ﷺ کے خیمے کے پاس پہرہ دے رہے تھے اور کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔ میں نے کہا: آپ آئیں گے۔ انہوں نے رکوع کیا۔ پھر سجدہ کیا اور خالد تین افراد کو لیے اور چوتھے وہ خود تھے، سامنے آئے۔ میں نے انہیں باتیں کرتے ہوئے سنا یہ محمد کا خیمہ ہے، تیر پھینکو۔ انہوں نے تیر برسانے شروع کر دیے۔ پھر ہم نے ان سے مقابلہ کیا۔ ہم خندق کے کنارے پر کھڑے ہو گئے اور وہ لوگ خندق کی دوسری جانب کنارے پر کھڑے تھے۔ ہماری آپس میں تیراندازی ہوئی۔ ہمارے ساتھی ہماری طرف آگئے اور ان کے ساتھی ان سے مل گئے۔ ہمارے اور ان کے بہت سے ساتھی زخمی بھی ہوئے۔

پھر وہ خندق کے کنارے کنارے آگے بڑھنے لگے۔ ہم نے بھی ان کا پیچھا کیا۔ مسلمان اپنے پہروں والی جگہوں پر تھے۔ جب بھی ہم کسی پہرے والی جگہ پر سے گزرتے تو ایک جماعت ہمارے ساتھ مل کر مقابلہ کرتی اور دوسری جماعت کھڑی رہتی۔ حتیٰ کہ ہم راتج تک پہنچ گئے۔ پھر وہ کافی دیر رکے رہے۔ انہیں بنو قریظہ کا انتظار تھا۔ وہ چاہتے کہ قریظہ شہر مدینہ پر حملہ آور ہو جائے۔ پھر ہمیں سلمہ بن اسلم بن حریش کے گھوڑے کا علم ہوا جو پہرہ دے رہے تھے۔ پھر وہ راتج کے پیچھے سے آئے۔ ان کا سامنا خالد بن ولید سے ہو گیا۔ ان میں آپس میں کچھ دیر جھڑپ ہوئی۔ پھر ابھی بکری کے دودھ دوہنے جتنی دیر نہ گزری تھی کہ میں نے خالد کے گھوڑے کو پیچھے مڑتا ہوا دیکھا اور سلمہ بن اسلم اس کے پیچھے گئے اور انہیں لوٹا کر آئے جہاں سے وہ آئے تھے۔

پھر اگلی صبح خالد، قریش اور غطفان نے اس پر غور و فکر کیا اور کہنے لگے: تم نے خندق والوں میں کچھ کیا اور نہ ان میں جو تیرے قریب ہوئے۔ خالد نے کہا: آج رات میں بیٹھتا ہوں اور تم کسی اور گھڑ سواروں کو بھیجنا میں دیکھتا ہوں کہ وہ کیا کرتے ہیں۔

نبی کریم ﷺ کی زوجہ محترمہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: اللہ کی قسم! میں آدھی رات کو نبی کریم ﷺ کے خیمے میں تھی۔ آپ سوئے ہوئے تھے۔ اچانک میں نے کوئی آہٹ سنی اور کوئی کہہ رہا تھا۔ ''یا خیل اللہ!'' رسول اللہ ﷺ نے مہاجرین کا شعار ''یا خیل اللہ!'' قرار دیا تھا۔ آپ ﷺ اس آواز سے گھبرا گئے اور خیمے سے باہر نکلے۔ دیکھا تو آپ کے چند صحابہ رضی اللہ عنہم خیمے کے پاس تھے اور پہرہ دے رہے تھے۔ ان میں حضرت عباد بن بشر رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ آپ نے پوچھا: لوگوں کو کیا ہوا تھا؟ حضرت عباد رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! یہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی آواز تھی۔ وہ گزشتہ رات پکار رہے تھے۔ یا خیل اللہ! اور لوگ ان کے پاس اکٹھے ہو رہے تھے۔ وہ حسیکہ کی جانب تھے جو ذباب اور مسجد فتح کے درمیان ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عباد بن بشر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جاؤ اور دیکھو۔ پھر میرے پاس لوٹ کر آنا۔ ان شاء اللہ تم مجھے ضرور کوئی خبر سناؤ

گے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں خیمے کے دروازے پر کھڑی ہوئی ساری بات سن رہی تھی۔ رسول اللہ ﷺ مسلسل کھڑے رہے حتیٰ کہ آپ کے پاس حضرت عباد بن بشر رضی اللہ عنہ آئے۔ عرض کیا: اے اللہ کے رسول! یہ عمرو بن عبد مشرکین کے لشکر میں ہے۔ اس کے ساتھ مسعود بن رخیہ بن نویرہ بن ظریف بن سحمہ بن عبداللہ بن حلال بن خلاوہ بن اشجع بن ریث بن غطفان ہے اور وہ غطفان کے گھڑسوار ہیں اور مسلمان ان پر تیر اور پتھر برسا رہے ہیں۔

فرماتی ہیں: پھر رسول اللہ ﷺ اندر تشریف لائے، اپنی زرہ اور خود پہنی اور اپنے گھوڑے پر سوار ہوئے اور اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو ساتھ لے کر نکلے اور اس جھڑپ والی جگہ تک آئے۔ پھر آپ تھوڑی دیر میں ہی خوش خوش واپس لوٹ آئے اور فرمایا: اللہ نے انہیں پھیر دیا اور انہیں کثرت سے زخم آئے۔ فرماتی ہیں: پھر آپ ﷺ سو گئے حتیٰ کہ میں نے آپ کے خراٹے کی آواز سنی۔ پھر میں نے ایک دوسری آواز سنی۔ آپ پھر کود کر اٹھے اور چیخ کر بلایا: اے عباد بن بشر! انہوں نے عرض کیا: جی حاضر ہوں۔ آپ نے فرمایا: دیکھو یہ کیا ہے؟ وہ گئے اور لوٹ کر آئے۔ بتلایا: یہ مشرک کے گھڑسواروں میں ضرار بن خطاب ہے۔ اس کے ساتھ غطفان کے شہسواروں میں عیینہ بن حصن تھا۔ یہ صیلِ بنو عبید کے پاس تھے۔

مسلمان ان پر پتھر اور تیر برسا رہے تھے۔ رسول اللہ ﷺ اٹھے۔ اپنی زرہ پہنی اور گھوڑے پر سوار ہوئے۔ پھر آپ اپنے ساتھیوں کے ساتھ اس جگہ پہنچے۔ پھر صبح سحری تک ہمارے پاس نہیں آئے۔ پھر آپ واپس آئے اور یہ فرما رہے تھے: وہ کامیاب ہو کر لوٹ آئے ہیں۔ انہیں سخت زخم آئے ہیں۔ پھر آپ نے اپنے اصحاب کو فجر کی نماز پڑھائی اور بیٹھ گئے۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں آپ کے ساتھ کسی غزوات میں شریک ہوئی۔ جن میں لڑائی بھی ہوئی اور خوف بھی تھا۔ مثلاً مریسیع، خیبر، حدیبیہ فتح مکہ اور حنین۔ مگر جس قدر تھکاوٹ اور خوف رسول اللہ ﷺ کو خندق سے ہوا اتنا کسی غزوے میں نہیں ہوا۔ یہ اس لیے کہ مسلمان زخمیوں کی طرح ہو چکے تھے اور بنو قریظہ کی طرف سے ہمیں بچوں پر امن نہیں تھا۔ مدینہ کا صبح تک پہرہ دیا جاتا تھا۔ اس میں صبح تک خوف کی وجہ سے مسلمانوں کی تکبیر سنائی دیتی تھی۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ان کے غصے سمیت واپس لوٹا دیا۔ انہیں کوئی بھلائی حاصل نہیں ہوئی اور اللہ تعالیٰ مومنوں پر لڑائی میں کافی ہو گیا۔

حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم رسول اللہ ﷺ کے خیمے کے اردگرد پہرہ دے رہے تھے۔ آپ ﷺ آرام فرما رہے تھے۔ ہم آپ کے خراٹے کی آواز سن رہے تھے۔ اچانک کچھ گھڑسوار کوہِ سلع پر نمودار ہوئے۔ حضرت عباد بن بشر رضی اللہ عنہ نے انہیں دیکھ لیا اور ہمیں بتلایا۔ پھر میں ان گھڑسواروں کی طرف چلا گیا اور عباد رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے خیمے کے دروازے پر تلوار اٹھا کر کھڑے ہو گئے اور مجھے دیکھتے رہے۔ میں لوٹ کر آیا اور میں نے بتلایا کہ وہ مسلمانوں کے گھڑسوار ہیں۔ حضرت سلمہ بن اسلم بن حریش رضی اللہ عنہ انہیں لے کر آئے تھے۔ پھر میں اپنی جگہ لوٹ گیا۔ پھر حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: خندق میں ہماری راتیں دن کی طرح تھیں حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے اس تنگی کو دور کر دیا۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہمیں اتنا خوف قریش سے نہیں تھا جتنا مدینہ میں اپنے بچوں کے بارے میں بنو

قریظہ سے تھا۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے اس تنگی کو دور کر دیا۔

فرماتے ہیں: مشرکین یکے بعد دیگرے آنے لگے۔ ایک دن ابوسفیان بن حرب اپنے ساتھیوں کو لے کر آیا۔ ایک دن ہبیرہ بن ابو وہب آیا۔ ایک دن عکرمہ بن ابو جہل آیا۔ ایک دن ضرار بن خطاب آیا۔ وہ مزاد اور رانج کے درمیان مسلسل اپنے گھڑ سواروں کو بھیجتے رہے اور وہ اپنے منتشر ساتھیوں میں ہوتے۔ کبھی الگ الگ آتے اور کبھی اکٹھے ہو کر آتے حتیٰ کہ مصیبت بڑھ گئی اور لوگ بہت زیادہ ڈر گئے۔

وہ اپنے تیراندازوں کو آگے بھیجتے۔ ان کے ساتھ تیراندازوں میں حبان بن عرقہ، ابواسامہ جشمی اور دیگر ماہرین عرب تیر انداز تھے۔ ایک دن وہ آئے اور تھوڑی دیر تیر برسائے۔ ان سب کا رخ رسول اللہ ﷺ کے خیمے کی طرف تھا۔ اور اللہ کے رسول ﷺ کھڑے تھے۔ آپ نے زرہ اور خود پہن رکھی تھی۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ اپنے گھوڑے پر تھے۔

حبان بن عرقہ نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ پر تیر پھینکا جو ان کی بازو میں جا لگا۔ پھر اس نے کہا: اسے لو۔ میں ابن عرقہ ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تیرے چہرے کو آگ میں جھلسائے۔ ایک روایت میں ہے کہ ابواسامہ جشمی نے ان پر تیر پھینکا۔ اس نے زرہ پہن رکھی تھی۔

نبی کریم ﷺ کی زوجہ محترمہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ہم حجاب کا حکم نازل ہونے سے پہلے بنو حارثہ کے قلعوں میں تھیں۔ ہمارے ساتھ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی والدہ بھی تھیں۔ ایک دن حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ گزرے۔ انہوں نے کپڑے پر خلوق خوشبو لگائی ہوئی تھی۔ میں نے خلوق لگے ہوئے ان کے جیسا کسی کو نہیں دیکھا۔ انہوں نے اپنی زرہ پہنی جس کے بازو نہیں تھے۔ اللہ کی قسم! مجھے اس دن ان کے کھلے بازو ہونے کی وجہ سے انہیں نقصان پہنچنے کا ڈر ہوا وہ اپنے ہاتھ میں ہتھیار لیے جا رہے تھے اور کہہ رہے تھے:

وہ تھوڑی دیر ٹھہرا جب اس نے لڑائی کو دیکھا تو تیار ہو گیا اور جب وقت ہی پورا ہو جائے تو یہ کیسی اچھی موت ہے۔

ان کی والدہ کہنے لگی: اے میرے پیارے بیٹے! تم رسول اللہ ﷺ کے پاس چلے جانا اور پیچھے ہی رہنا۔ میں نے کہا: اللہ کی قسم! اے ام سعد! آپ تو یہ چاہ رہی ہیں کہ سعد کی زرہ اس کی انگلیوں کے پوروں تک ہو۔

حضرت ام سعد رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اللہ کا جو فیصلہ ہوتا ہے وہ ہو کر رہتا ہے۔ پھر ان کے لیے ہوا بھی یہی کہ انہیں اس دن زخم لگا۔ جب معلوم ہوا کہ انہیں تیر لگا ہے تو ان کی والدہ کہنے لگی: ہائے میرا پہاڑ جیسا بیٹا!!

پھر ان کے سردار اکٹھے ہوئے اور فیصلہ کیا کہ سب یکبارگی حملہ کریں۔ چنانچہ ابوسفیان، عکرمہ بن ابو جہل، ضرار بن خطاب، خالد بن ولید، عمرو بن عاص، ہبیرہ بن ابو وہب، نوفل بن عبداللہ مخزومی، عمرو بن عبد اور نوفل بن معاویہ دیلی ایک بڑی تعداد لے کر نکلے اور خندق پر چکر لگانے لگے۔ ان کے ساتھ غطفان کے سردار بھی تھے، یعنی عیینہ بن حصن، مسعود بن رخیلہ اور حارث بن عوف۔ اسی بنو سلیم کے سردار بھی تھے اور بنو اسد سے طلیحہ بن خویلد تھا۔

انہوں نے چند لوگوں کو پیچھے چھوڑا تھا۔ وہ کوئی تنگ جگہ تلاش کر رہے تھے۔ ان کا ارادہ تھا کہ کسی طرح نبی ﷺ اور آپ کے صحابہ تک پہنچ جائیں۔ پھر وہ ایک جگہ پہنچے جس کی طرف سے مسلمان غافل تھے۔ وہ اپنے گھوڑوں کو وہاں گزرنے پر مجبور کر رہے تھے اور وہ کہہ رہے تھے: یہ ایسی تدبیر ہے جو عرب نہیں کر سکتے اور نہ انہوں نے کی۔ لوگوں نے بتایا کہ ان کے ساتھ ایک فارسی آدمی ہے۔ اسی نے انہیں اس کا مشورہ دیا تھا۔ انہوں نے کہا: وہاں کون ہے؟ اور عکرمہ بن ابوجہل، نوفل بن عبداللہ ضرار بن خطاب، ہبیرہ بن ابو وہب اور عمرو بن عبد نے خندق عبور کر لی۔ باقی سب مشرکین خندق کے پیچھے کھڑے رہے۔ وہ عبور نہیں کر رہے تھے۔ ابوسفیان سے کہا گیا: کیا تم عبور نہیں کرو گے؟ اس نے کہا: تم نے عبور کر لی ہے۔ اگر تمہیں ہماری ضرورت ہوئی تو ہم بھی عبور کر لیں گے۔

چنانچہ عمرو بن عبد مقابلے کی دعوت دینے لگا اور کہنے لگا:

تمہاری جمعیت کو پکارنے کی وجہ سے میرا گلا خراب ہو گیا۔ کیا کوئی ہے جو مقابلہ کرے۔

عمرو ان دنوں بپھرا ہوا تھا۔ وہ بدر میں شریک ہوا تھا اور زخمی ہو کر لوٹا تھا۔ پھر احد میں شریک نہیں ہو سکا تھا۔ اس نے خود پر تیل لگانا حرام قرار دیا تھا۔ یہاں تک کہ وہ محمد اور ان کے ساتھیوں سے بدلہ لے۔ اور وہ ان دنوں بوڑھا ہو چکا تھا۔ اس کی عمر ۹۰ سال تھی۔

جب اس نے مقابلے کی دعوت دی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میں اس کا مقابلہ کرتا ہوں۔ انہوں نے تین مرتبہ کہا اور مسلمانوں کے سروں پر اس دن گویا پرندہ بیٹھ گیا تھا، کیونکہ وہ عمرو کے مرتبے اور اس کی بہادری کو جانتے تھے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے اپنی تلوار انہیں عنایت فرمائی اور ان کے سر پر پگڑی باندھی اور دعا دی اے اللہ! ان کی اس کے خلاف مدد فرما۔ عمرو اس دن گھوڑے پر سوار ہو کر سامنے آیا اور علی رضی اللہ عنہ پیدل تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے کہا: تم جاہلیت میں کہا کرتے تھے: جو مجھے تین باتوں میں سے ایک کی طرف بلائے گا تو میں اس کی بات مان لوں گا۔ اس نے کہاں: ہاں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں تمہیں دعوت دیتا ہوں کہ تم اس بات کی گواہی دے دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں۔ اور تم اللہ کے آگے جھک جاؤ جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔ اس نے کہا: اے بھتیجے! اس بات کو مجھ سے دور رکھو۔ انہوں نے فرمایا: پھر دوسری یہ ہے کہ تم اپنے شہر واپس لوٹ جاؤ۔ اگر محمد ﷺ سچے ثابت ہو گئے تو تم ان پر ایمان لا کر لوگوں میں سب سے زیادہ سعادت مند ہو جاؤ گے اور اگر اس کے علاوہ بات ہوئی تو جو تم چاہو۔ اس نے کہا: یہ بات قریش کی عورتیں بھی کبھی نہیں کریں گی اور میں نے جو نذر مان رکھی ہے اور جو خود پر تیل کو حرام قرار دیا ہے۔ تیسری کیا ہے؟ انہوں نے کہا: مقابلے کے لیے تیار ہو جاؤ۔ عمرو ہنسنے لگا۔ اور کہنے لگا: اس بات پر میرا گمان نہیں کہ عرب میں سے کوئی ایک بھی ایسا ہو گا جو میرا اس بات پر مذاق نہ اڑائے کہ میں تمہارے جیسے سے لڑنے سے ڈر گیا اور تیرا باپ تو میرا دوست تھا۔ تم واپس چلے جاؤ تم ابھی کم سن لڑکے ہو۔ میں تو قریش کے سرداروں ابوبکر و عمر کا ارادہ رکھتا ہوں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں تمہیں مقابلہ کی طرف بلا رہا ہوں۔ میں تمہیں قتل کرنا چاہتا ہوں۔ عمرو کو سخت شرمندگی ہوئی۔ وہ نیچے اتر آیا اور اپنے گھوڑے کو روک دیا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں: وہ دونوں ایک دوسرے کے قریب ہوئے۔ ان دونوں کے درمیان غبار بلند ہوا۔ پھر وہ ہمیں دکھائی نہ دیے۔ پھر ہم نے اس غبار کے نیچے تکبیر سنی۔ ہم جان گئے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے قتل کر دیا ہے۔ اس کے وہ ساتھی جو خندق میں تھے ڈر کر بھاگ گئے۔ وہ اپنے گھوڑوں کو لے کر اوپر چڑھ گئے۔ مگر نوفل بن عبداللہ اپنے گھوڑے سے خندق میں گر گیا۔ مسلمانوں نے اسے پتھر مار مار کر قتل کر دیا۔ وہ سب لوگ بھاگ گئے۔ ان کے پیچھے حضرت زبیر بن عوام اور عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نکلے۔ وہ تھوڑی دیر آپس میں نیزوں سے لڑے۔

ضرار بن خطاب نے حضرت عمر بن خطاب پر نیزہ ابھارا، حتیٰ کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نیزہ محسوس کیا تو اس نے پیچھے ہٹا لیا اور کہنے لگا: اے خطاب کے بیٹے! یہ قابل شکر یہ نعمت ہے اسے یاد رکھنا۔ میں نے قسم اٹھائی تھی کہ میں اپنے ہاتھوں سے کبھی کسی قریشی کو قتل نہیں کروں گا۔ پھر ضرار ابوسفیان کی طرف لوٹ گیا۔ اور وہ اپنے ساتھیوں کو لے کر کوہ بنو عبید کے پاس ٹھہرا ہوا تھا۔

ایک روایت میں ہے کہ زبیر رضی اللہ عنہ نے نوفل بن عبداللہ بن مغیرہ پر تلوار سے حملہ کیا تھا اور اسے دو ٹکڑوں میں تقسیم کر دیا تھا۔ اس کی زین کا چمڑہ بھی کٹ گیا تھا۔ نمدہ وہ چمڑا ہوتا ہے جو زین کے نیچے بچھایا جاتا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس کے گھوڑے کی پشت بھی کٹ گئی تھی۔ انہیں کہا گیا: آپ کی تلوار جیسی ہم نے کوئی تلوار نہیں دیکھی۔ وہ فرماتے: اللہ کی قسم! وہ تلوار نہیں تھی وہ تو بازو کی طاقت تھی۔ عکرمہ اور ہبیرہ بھی بھاگ گئے۔ اور ابوسفیان سے جا ملے۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے ہبیرہ پر حملہ کیا تھا۔ انہوں نے ضرب لگائی تو اس کے گھوڑے کی دمچی کاٹ دی۔ اس کی زرہ گر پڑی جو اس نے گھوڑے کے ساتھ باندھ رکھی تھی۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے زرہ اٹھا لی۔ عکرمہ بھاگ گیا اور نیزہ بھی پھینک دیا۔

جب وہ ابوسفیان کی طرف لوٹ کر گئے۔ آج کے دن تو ہمیں کچھ بھی حاصل نہیں ہوا۔ سب واپس چلے جاؤ۔ چنانچہ قریش واپس ہوئے اور عقیق کی طرف چلے گئے اور غطفان اپنے ٹھکانوں کی طرف چلے گئے۔ انہوں نے وعدہ کیا کہ اب سب اکٹھے حملہ کریں گے اور ان میں سے کوئی بھی پیچھے نہیں رہے گا۔ قریش رات بھر اپنے ساتھیوں کو ترغیب دیتے رہے اور غطفان اپنے ساتھیوں کو ابھارتے رہے اور وہ سب اکٹھے ہو کر خندق میں سورج طلوع ہونے سے پہلے اللہ کے رسول کی طرف آ گئے۔

ادھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ساتھیوں کو ترغیب دی اور انہیں لڑائی پر ابھارا اور انہیں ثابت قدم رہنے پر مدد کا وعدہ دلایا۔ مشرکین نے مسلمانوں کو قلعوں کی طرح قرار دیا اور اپنے چھوٹے لشکروں کو لے کر خندق کی ہر جانب سے آئے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: انہوں نے اس دن ہم سے جنگ کی۔ انہوں نے اپنے گروہوں کو الگ الگ جانب بھیجا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سب سے سخت گروہ بھیجا۔ اس میں خالد بن ولید بھی تھے۔ آپ اس دن رات گئے تک ان سے لڑتے رہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور نہ ہی کوئی ایک مسلمان بھی اپنی جگہ سے ہلنے پر قادر نہ تھا۔ اور نہ ہی اللہ کے رسول اس دن نماز ظہر، عصر، مغرب اور عشاء پڑھ سکے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کہنے لگے: اے اللہ کے رسول! ہم نے تو نماز بھی نہیں پڑھی۔

آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں نے بھی نہیں پڑھی۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں شکست دی اور وہ بکھر کر واپس لوٹ گئے۔ قریش اپنے ٹھکانوں کی طرف چلے گئے اور غطفان اپنے ٹھکانوں کی طرف۔ اور مسلمان رسول اللہ ﷺ کے خیمے کی طرف چلے گئے۔

حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ ۲۰۰ مسلمانوں کو لے کر کنارے پر کھڑے تھے۔ اچانک پھر مشرکین کے گھڑ سواروں کی جماعت راہ ڈھونڈنے کے لیے گزری۔ ان پر امیر خالد بن ولید تھے۔ اس نے تھوڑی دیر لڑائی سے پہلے انہیں آزمایا۔ مشرکین کے ساتھ وحشی بھی تھا۔ اس نے بنوسلمہ کے طفیل بن نعمان کو برچھی مارا اور انہیں قتل کر دیا۔ وہ کہتا تھا: اللہ نے حضرت حمزہ اور طفیل رضی اللہ عنہما کو میرے مارنے کی وجہ سے عزت دی اور مجھے ان کے ہاتھوں رسوا نہیں کروایا۔

پھر جب رسول اللہ ﷺ اپنے خیمے والی جگہ پر آئے تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا۔ انہوں نے اذان دی۔

اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے انہیں حکم دیا۔ انہوں نے اذان دی اور ظہر کی اقامت کہی۔ اس کے بعد ہر نماز کے لیے صرف اقامت کہی۔

حضرت عبدالرحمن بن ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ اپنے والد سے نقل فرماتے ہیں کہ خندق والے دن ہم بیٹھے تھے حتیٰ کہ مغرب کے بعد ابھی رات کا کچھ حصہ گزرا تو ہماری کفایت ہوگئی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''اور اللہ لڑائی سے مومنوں کو کافی ہوگیا اور اللہ تعالیٰ طاقت ور اور غالب ہے۔''

پھر رسول اللہ ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو بلایا اور انہیں حکم دیا۔ انہوں نے ظہر کی نماز کی اقامت کہی۔ اور آپ نے اس سے اچھی نماز پڑھائی جو آپ اسے وقت میں ادا کرتے تھے۔ پھر انہوں نے عصر کی نماز کی اقامت کہی اور آنے اس سے اچھی نماز ادا کی جو آپ اسے وقت میں ادا کرتے تھے۔ پھر انہوں نے مغرب کی اقامت کہی اور آپ نے اس سے اچھی نماز پڑھائی جو آپ اسے وقت میں ادا کرتے تھے۔ پھر انہوں نے عشاء کی اقامت کہی اور آپ نے اس سے اچھی نماز پڑھائی جو آپ سے وقت میں ادا کرتے تھے۔ اور یہ آپ نے نمازِ خوف کا حکم نازل ہونے سے پہلے کیا، وہ تو پیدل یا سوار ہر حالت میں ادا کرنا ضروری تھی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے اس دن فرمایا: مشرکوں نے ہمیں درمیانی نماز یعنی نمازِ عصر سے روکے رکھا اللہ تعالیٰ ان کے بیٹوں اور ان کی قبروں کو آگ سے بھر دے۔

بنومخزوم نے رسول اللہ ﷺ کی طرف کسی کو بھیجا اور نوفل بن عبداللہ کی لاش کا مطالبہ کیا۔ وہ اسے دیت کے بدلے میں خریدنا چاہتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ تو ایک مردار گدھا ہے۔ آپ نے اس کی قیمت کو پسند نہیں فرمایا۔

جب مشرکین اس رات واپس گئے تو پھر انہیں اکٹھے ہو کر لڑنا نصیب نہیں ہوا، حتیٰ کہ وہ واپس چلے گئے۔ مگر وہ اس سے باز نہ آئے کہ رات کو چھوٹے چھوٹے گروہ جاسوسی کے لیے بھیجتے جو خندق عبور کرنے کی راہ ڈھونڈتے رہتے۔ اور وہ اس کے بعد

نکلتے۔ایک رات دو جماعتیں رسول اللہ ﷺ کی طرف سے نکلیں۔ پھر وہ آپس میں لڑ پڑیں۔اور انہیں ایک دوسرے کا علم نہیں تھا۔ان کا خیال تھا کہ یہ دشمن ہیں۔ان کے درمیان ایک دوسرے کو زخم بھی آئے اور کچھ لوگ مارے بھی گئے۔ہمیں یہ علم نہیں ہوا کہ کس نے قتل کیا اور نہ ہمیں ان کا نام بتلایا گیا۔پھر انہوں نے اسلام کے شعار سے پکارا اور ایک دوسرے سے رک گئے۔ان کا شعار "حم لا ینصرون" تھا۔

پھر وہ نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور آپ کو بتلایا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمہارے زخم اللہ کے راستے میں شمار ہوں گے اور تم میں سے جو قتل ہوئے وہ شہید ہیں۔پھر اس کے بعد جب بھی وہ آپس میں قریب ہوتے تو اپنے شعار سے پکارتے تاکہ وہ ایک دوسرے سے رک جائیں اور تیر یا پتھر وغیرہ نہ پھینکیں۔

وہ رات کو صبح تک خندق پر چکر لگاتے رہتے اور نگرانی کرتے۔اسی طرح مشرکین بھی کرتے تھے وہ بھی صبح تک خندق کا چکر لگاتے رہتے۔

بالائی علاقے کے لوگ اپنے گھر والوں کی طرف جانا چاہتے۔رسول اللہ ﷺ نے انہیں فرمایا: مجھے تم پر بنو قریظہ کی طرف سے خوف ہے۔پھر جب وہ بہت زیادہ اجازت مانگ کر مجبور کرتے تو آپ فرماتے: جو تم میں سے جائے وہ اپنا اسلحہ ساتھ لے جائے۔مجھے بنو قریظہ کی طرف سے بھروسہ نہیں ہے۔وہ تمہارے راستے پر رہتے ہیں۔ان میں سے جو بھی جاتا وہ سلع پہاڑ کے اوپر سے ہو کر مدینہ میں داخل ہو جاتے، پھر بالائی علاقے کی طرف چلے جاتے۔

حضرت ہشام بن زہرہ رحمۃ اللہ علیہ کے غلام ابو سائب رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ وہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کے پاس ان کے گھر گئے اور انہیں نماز پڑھتے ہوئے پایا۔فرماتے ہیں: میں بیٹھ کر ان کا انتظار کرنے لگا حتیٰ کہ انہوں نے اپنی نماز پوری کر لی۔

فرماتے ہیں: پھر میں نے ان کے کمرے میں ان کی چارپائی کے نیچے کچھ حرکت سنی۔دیکھا تو وہ سانپ تھا۔میں اٹھا تاکہ اسے قتل کر دوں۔انہوں نے اشارہ کیا کہ بیٹھ جاؤ۔جب میں بیٹھ گیا تو انہوں نے سلام کیا اور ایک گھر کی طرف اشارہ کیا۔پھر مجھے کہا: کیا تم نے اس گھر کو دیکھا ہے؟ میں نے کہا: ہاں۔فرمایا: اس میں ایک جوان تھا جس کی نئی نئی شادی ہوئی تھی۔ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ خندق کی طرف نکلے۔وہ دوپہر کے وقت آپ ﷺ سے اجازت لیتا تاکہ اپنے گھر والوں کے پاس آ جائے۔ایک دن اس نے آپ ﷺ سے اجازت مانگی تو آپ نے فرمایا: اپنا اسلحہ لے جانا، مجھے تم پر بنو قریظہ کا ڈر ہے۔

اس نے اپنا اسلحہ لیا اور چلا گیا۔اس کی بیوی دروازے کے درمیان بیٹھی ہوئی تھی۔اس نے اس کے لیے نیزہ تیار کیا تاکہ اسے مارے، اسے غیرت آ گئی تھی۔وہ کہنے لگی: اپنا نیزہ روک کر رکھو۔پہلے دیکھ لو تمہارے گھر میں کیا ہے؟ وہ رک گیا اور اندر گیا تو دیکھا کہ سانپ بستر پر لپٹا ہوا ہے۔اس نے اپنا نیزہ اسے مارا اور اسے نیزے میں اٹھا کر گھر میں گاڑ دیا۔وہ سانپ نیزے کے پھالے میں تڑپنے لگا اور وہ جوان بھی گر کر مر گیا۔ہمیں علم نہیں کہ ان میں سے جلدی کون مرا، نوجوان یا سانپ۔

پھر ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور آپ سے یہ قصہ ذکر کیا۔ہم نے کہا: اے اللہ کے رسول! اللہ سے دعا کیجیے کہ

اسے زندہ کردے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اپنے ساتھی کے لیے استغفار کرو۔ پھر فرمایا: مدینہ میں کچھ جنوں نے اسلام قبول کیا ہے۔ جب تم اس طرح کچھ دیکھو تو اسے تین دن تک مہلت دو۔ اگر اس کے بعد تمہارے لیے ممکن ہو تو اسے مار ڈالو۔ وہ شیطان ہے۔

حضرت عائشہ بنت قدامہ رضی اللہ عنہا اپنے والد سے نقل فرماتی ہیں: ہم نے اپنے بھانجے ابن عمر رضی اللہ عنہما کو بھیجا تا کہ وہ ہمارے لیے کھانا اور رضائیاں لے آئے۔ ہمیں شدید بھوک لگی تھی اور سردی بھی زوروں پر تھی۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نکلے اور جب کوہِ سلع سے اترے اور یہ رات کا وقت تھا۔ انہیں نیند آئی تو وہ سو گئے حتیٰ کہ صبح ہوگئی۔ ہمیں ان کی بہت فکر ہوئی۔ میں اسے ڈھونڈنے کے لیے نکلا۔ میں نے اسے سوتا ہوا پایا۔ حالانکہ سورج چڑھ آیا تھا۔ میں نے کہا: کیا تم نے آج نماز پڑھی ہے؟ کہنے لگے: نہیں میں نے کہا: پھر نماز پڑھو۔ وہ جلدی سے پانی کی طرف اٹھے اور میں مدینہ میں اپنے گھر چلا گیا۔ میں کھجوریں اور ایک رضائی لے آیا۔ ہم سب اکٹھے اسی رضائی میں بیٹھ جاتے۔ ہم میں سے جو بھی اپنے پہرے کی جگہ جاتا تو سردی سے ٹھٹھرتا ہوا واپس آتا اور رضائی میں گھس جاتا۔ یہاں تک کہ اللہ نے یہ تنگی دور فرما دی۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بادِ صبا سے میری مدد کی گئی ہے اور عاد کو پچھم کی ہوا سے ہلاک کیا گیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: بادِ جنوبی بادِ شمالی کی طرف آئی تو اس نے کہا: اللہ اور اس کے رسول کی مدد کے لیے جاؤ۔ بادِ شمالی کہنے لگی: آزاد عورت رات کو نہیں چلتی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے بادِ صبا بھیجی۔ اس نے ان کی آگ بجھا دی اور ان کے خیموں کی رسیاں توڑ دیں۔

حضرت قاسم بن عبدالرحمن بن رافع رضی اللہ عنہ جو بنو عدی بن نجار میں سے ہیں، فرماتے ہیں: مسلمانوں کو سخت بھوک کا سامنا تھا۔ ان کے گھر والے حسب استطاعت ان کی طرف کچھ بھیج دیتے۔ حضرت عمرہ بنت رواحہ رضی اللہ عنہا نے اپنی بیٹی کو ایک پیالہ دے کر بھیجا جس میں عجوہ کھجوریں تھیں۔ فرمایا: میری بیٹی! جاؤ اپنے والد بشیر بن سعد اور اپنے ماموں عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہما کو ان کا ناشتہ دے آؤ۔

وہ لڑکی گئی اور خندق کے پاس آئی۔ وہاں رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم میں بیٹھے تھے۔ آپ ﷺ نے پوچھا: بیٹی! یہاں آؤ! یہ تمہارے پاس کیا ہے؟ کہنے لگی: میری ماں نے مجھے میرے والد اور ماموں کی طرف ان کا ناشتہ دے کر بھیجا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: لاؤ۔ اس نے آپ کو وہ کھجوریں دے دیں۔

آپ نے انہیں اپنی بابرکت ہتھیلی میں لیا اور کپڑا بچھانے کا حکم دیا۔ آپ وہ کھجوریں لائے اور انہیں کپڑے پر پھیلا دیا۔ پھر آپ نے جعال بن سراقہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: خندق والوں میں آواز لگاؤ کہ ناشتے کے لیے آجاؤ۔ سب خندق والے اس پر جمع ہو گئے اور کھانے لگے۔ حتیٰ کہ انہوں نے خوب پیٹ بھر کر کھا لیا۔

اور ابھی وہ کھجوریں کپڑے کے اطراف میں پڑی تھیں۔

حضرت عبداللہ بن معتب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت ام عامر اشہلیہ رضی اللہ عنہا نے ایک بڑا پیالہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بھیجا۔ اس میں کھجور، پنیر اور گھی کا حلوہ تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خیمے میں ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے اپنی ضرورت کی بقدر کھالیا۔ پھر بقیہ آپ نے باہر بھیج دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منادی نے اعلان کیا کہ شام کا کھانا کھالو۔ چنانچہ تمام خندق والوں نے کھالیا اور وہ سیر ہو گئے۔ مگر وہ اسی طرح باقی تھا۔

حضرت سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم دس سے کچھ اوپر دن محصور رہے۔ حتیٰ کہ ان میں سے ہر شخص انتہائی کرب اور تکلیف میں مبتلا ہو گیا۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں دعا کی: ''اے اللہ! میں آپ کو آپ کے عہد اور وعدے کی قسم دیتا ہوں۔ اے اللہ! آپ کیا یہ چاہتے ہیں کہ آپ کی عبادت نہ ہو۔''

ابھی وہ اسی حالت میں تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عیینہ بن حصن اور حارث بن عوف کی طرف پیغام بھیجا اور خندق میں حارث بن عوف اور اس کی قوم شریک نہ ہوئی تھی اور بعض نے کہا: حارث بن عوف حاضر ہوا تھا۔

حضرت ابن واقد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہی میرے نزدیک دونوں اقوال میں زیادہ ثابت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف اور عیینہ کی طرف پیغام بھیجا کہ اگر میں تمہیں مدینہ کی تہائی کھجوریں دے دوں تو تم اپنے ساتھیوں کو لے کر واپس لوٹ جاؤ گے اور دیہاتیوں کے درمیان صلح کی کوشش کرو گے۔ وہ کہنے لگے: آپ ہمیں مدینہ کی آدھی کھجوریں دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکار فرمایا کہ آپ تہائی سے زیادہ نہیں دیں گے۔ وہ اسی پر راضی ہو گئے۔ پھر جب وقت قریب ہوا تو وہ اپنی قوم کے دس مردوں کو لے کر آپ کے پاس آیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو بلایا اور صحیفہ اور دوات پیش کی۔ آپ نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو بلایا اور انہیں وہ کاغذ دیا۔ آپ چاہتے تھے کہ ان کے درمیان صلح نامہ لکھ دیں اور حضرت عباد بن بشر رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر پر زرہ پہنے کھڑے تھے۔

اچانک حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے۔ انہیں علم نہیں تھا کہ کیا گفتگو ہو رہی ہے۔ پھر جب وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آگئے اور عیینہ بھی آگیا۔ وہ اپنی ٹانگیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے کھول کر بیٹھ گیا اور وہ ان کا ارادہ جان گیا تھا۔ انہوں نے فرمایا: او کمینے بندر! اپنی ٹانگیں پیچھے کر۔ کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے اپنی ٹانگیں پھیلا رہا ہے؟ ان کے پاس نیزہ تھا۔ کہنے لگے: اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما نہ ہوتے تو میں نیزے سے تیرے خصیے پھوڑ دیتا۔ پھر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ ہوئے اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اگر آسمان سے یہ حکم آیا ہے تو اسے پورا کیجیے اور اگر اس کے علاوہ کوئی بات ہے تو اللہ کی قسم! ہم انہیں صرف تلوار ہی دیں گے۔ جب تک وہ ہم سے اس کی امید رکھیں گے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے۔ آپ نے حضرت سعد بن معاذ اور سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہم کو بلایا اور ان سے اس معاملے میں مشورہ لیا۔ آپ ان دونوں پر ٹیک لگائے ہوئے تھے۔ اور لوگ بیٹھے تھے۔ آپ نے آہستہ سے بات کی اور انہیں اپنے صلح کے ارادے کا بتلایا۔ ان دونوں نے کہا: اگر تو یہ آسمان سے حکم آیا ہے تو اسے پورا کیجیے اور اگر خود اس بارے میں حکم فرما رہے ہیں اور آپ کی خواہش ہے تو

اسے پورا فرمائیے۔ ہم سننے اور اطاعت کے لیے تیار ہیں اور اگر آپ رائے لینا چاہتے ہیں تو ہمارے پاس ان کے لیے صرف تلوار ہے۔

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے کتاب لے لی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں دیکھ رہا ہوں کہ عرب ایک ہی کمان سے تم پر تیر پھینکیں گے۔ میں نے سوچا کہ میں انہیں راضی کرلوں اور ان سے لڑائی نہ کروں۔ انہوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اگر وہ جاہلیت میں مجبور ہو کر مردار کھایا کرتے تھے تو انہوں نے کبھی ہم سے اس کی امید نہ رکھی کہ وہ کھجوریں لے لیں، سوائے خرید کر یا بطورِ ضیافت کے۔

پھر جب اللہ تعالیٰ آپ کو لے آئے اور ہمیں آپ کے ذریعے عزت دی اور ہمیں آپ کی وجہ سے ہدایت دی تو ہم گھٹیا چیز دیں۔ ہم انہیں ہمیشہ صرف تلوار ہی دیں گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ مکتوب پھاڑ ڈالو۔ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ نے اس میں تھوکا اور اسے پھاڑ دیا اور فرمایا: ہمارے اور تمہارے درمیان تلوار فیصلہ کرے گی۔ عیینہ اٹھ گیا اور کہنے لگا: اللہ کی قسم! جو کچھ تم نے چھوڑا ہے وہ تمہارے لیے اس سے بہتر تھا جو تم نے لیا ہے اور تمہاری قوم میں لڑائی کی طاقت نہیں ہے۔

حضرت عباد بن بشر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے عیینہ! کیا تو ہمیں تلوار سے ڈرا رہا ہے؟ عنقریب تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ ہم میں سے کون تلوار کا زیادہ دھنی ہے۔ اللہ کی قسم! تو اور تیری قوم تو مشقت کی وجہ سے مردار اور کھال کھا لیتے تھے۔ پھر تم یہاں آئے اور ہم سے یہ (کھجوریں) حاصل کرنے کی امید کرتے مگر وہ بھی خرید کر یا ضیافت کے دور پر۔ تب ہم کسی کی عبادت بھی نہیں کرتے تھے۔ پھر جب اللہ نے ہمیں ہدایت دے دی اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے ہمیں طاقت دی تو ہم سے اس حصے کا مطالبہ کر رہے ہو۔ اللہ کی قسم! اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا لحاظ نہ ہوتا تو تم اپنی قوم تک بھی نہ پہنچ پاتے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: واپس چلے جاؤ۔ ہمارے درمیان تلوار فیصلہ کرے گی۔ آپ نے آواز بلند کی۔ پھر عیینہ اور حارث واپس ہو لیے اور وہ یہ کہہ رہے تھے کہ اللہ کی قسم! ہم نہیں سمجھتے کہ ہم ان سے کچھ حاصل کر پائیں گے۔ اس قوم کی آنکھیں کھل گئی ہیں۔ اللہ کی قسم! میں تو قوم کی مجبوری کی وجہ سے آیا تھا، وہ مجھ پر غالب ہوگئی تھی۔ اور ہمارے مرتبے کا کوئی اعتبار نہیں۔ اگر قریش کو معلوم ہوگیا کہ ہم نے محمد پر یہ پیش کیا تھا تو وہ سمجھیں گے کہ ہم نے اسے رسوا کر دیا اور اس کی مدد نہیں کی۔

عیینہ کہنے لگا: قسم بخدا! یہی بات ہے۔ حارث نے کہا: ہم محمد کے خلاف قریش کی مدد سے تھکے نہیں ہیں۔ اللہ کی قسم! اگر قریش محمد پر غالب آگئے تو امر خلافت دیگر تمام عرب کی بنسبت الٰہی میں ہوگا۔ لیکن لگتا ایسے ہے کہ محمد کا معاملہ ہی غالب ہو کر رہے گا۔

اللہ کی قسم! خیبر کے یہودیوں کے بڑے بڑے عالم یہ بیان کرتے ہیں کہ وہ اپنی کتابوں میں یہ لکھا ہوا پاتے ہیں کہ حرم سے ایک نبی مبعوث ہوگا اور اس کی یہی صفات ہیں جو محمد کی ہیں۔

عینیہ کہنے لگا: اللہ کی قسم! ہم قریش کی مدد کو نہ آتے۔ اگر ہم قریش سے مدد مانگتے تو وہ بھی ہماری مدد نہ کرتے اور نہ ہمارے ساتھ اپنے حرم سے نکلتے۔ لیکن مجھے تو یہ لالچ تھا کہ ہم مدینہ کی کھجوریں حاصل کریں گے۔ پھر اس میں ہمارا بھی ذکر ہوگا اور ہمارے لیے بھی غنیمت کا نفع ہوگا۔ پھر یہ بھی تھا کہ ہم اپنے یہودی حلیفوں کی مدد کر رہے ہیں۔ وہ پہلے ہمارے پاس وہاں آئے تھے۔

حارث نے کہا: اللہ کی قسم! اوس اور خزرج نے تو تلوار کے علاوہ سے انکار کر دیا ہے اور قسم بخدا! وہ ان کھجوروں کی حفاظت کے لیے ضرور لڑیں گے جب تک ان میں سے ایک بھی شخص باقی رہا۔ قحط سالی ہوگئی اور اونٹ اور بکریاں ہلاک ہوگئیں۔

عینیہ کہنے لگا: کوئی بات نہیں۔ پھر جب وہ اپنے ٹھکانوں پر آئے تو غطفان ان کے پاس آئے اور پوچھا: اپنے پیچھے کیا چھوڑ کر آئے ہو؟ انہوں نے کہا: معاملہ پورا نہیں ہوا۔ ہم نے لوگوں کو خوب بصیرت پر دیکھا ہے اور وہ اپنے سردار کی خاطر اپنی جان قربان کرنے کو تیار ہیں۔ ہم ہلاک ہوگئے اور قریش بھی برباد ہوگئے۔ قریش واپس چلے جائیں اور محمد سے کوئی بات نہ کریں اور جب ہم واپس جائیں گے تو محمد کا غصہ بنو قریظہ پر واقع ہوگا۔ وہ ان پر حملہ کریں گے اور ان سب کو محصور کرلیں گے یہاں تک کہ وہ خود کو ان کے حوالے کر دیں گے۔

حارث نے کہا: ان کے لیے دوری اور ہلاکت ہو۔ محمد ہمیں یہودیوں سے زیادہ محبوب ہے۔

نعیم بن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان

حضرت عبداللہ بن عاصم اشجعی رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد سے نقل فرماتے ہیں کہ نعیم بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: بنو قریظہ صاحب مرتبہ اور مالدار لوگ تھے۔ اور ہم عربی قوم تھے۔ نہ ہماری کھجوریں تھیں اور نہ انگور تھے۔ ہمارے پاس تو بکریاں اور اونٹ تھے۔ میں کعب بن اسد کے پاس آتا جاتا تھا۔ میں ان کے ہاں کچھ دن ٹھہرتا اور ان کی شراب پیتا اور ان کا کھانا کھاتا۔ پھر وہ کھجوریں میری سواری پر رکھ دیتے جتنی بھی ہوتیں اور میں اپنے گھر والوں کے پاس آجاتا۔

پھر جب لشکر اکٹھے ہو کر رسول اللہ ﷺ کی طرف آئے تو میں بھی اپنی قوم کے ساتھ نکلا اور میں اپنے دین پر تھا اور رسول اللہ ﷺ کو معلوم بھی تھا۔ پھر وہ لشکر ٹھہرے جتنا مقدر ہوا حتیٰ کہ قحط ہوگیا اور اونٹ اور بکریاں ہلاک ہوگئیں اور اللہ عزوجل نے میرے دل میں اسلام کی محبت ڈال دی۔ میں نے اپنی قوم سے اپنا اسلام چھپائے رکھا۔ میں نکلا اور مغرب اور عشاء کے درمیان رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا۔ آپ نماز پڑھ رہے تھے۔ جب آپ نے مجھے دیکھا تو بیٹھ گئے۔ پھر فرمایا: نعیم! کس وجہ سے آئے ہو؟ میں نے عرض کیا: میں اس لیے آیا ہوں تاکہ آپ کی تصدیق کروں اور گواہی دوں کہ آپ جو لے کر آئے وہ حق ہے۔ اے اللہ کے رسول! آپ مجھے جو چاہیں حکم فرمائیں۔ اللہ کی قسم! آپ جو حکم کریں گے میں اسے بجا لاؤں گا۔ میری قوم میری اسلام کو نہیں جانتی اور نہ ان کے علاوہ کوئی جانتا ہے۔

آپ نے فرمایا: تم ان لوگوں کو جتنا رسوا کر سکتے ہو کرو۔ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں کروں گا لیکن مجھے بات کرنے کی اجازت دیجیے۔ آپ نے فرمایا: جو تمہارا جی چاہے کہو، تمہیں کھلی آزادی ہے۔ میں گیا اور بنوقریظہ کے پاس آیا۔ جب انہوں نے مجھے دیکھا تو مجھے مرحبا کہا اور میرا اعزاز واکرام کیا اور میرے لیے کھانا اور شراب پیش کیا۔ میں نے کہا: میں ان میں سے کسی چیز کے لیے نہیں آیا۔ میں تو تمہارے پاس تمہارے معاملے میں اصلاح دینے اور تم پر خوف کھاتے آیا ہوں تاکہ تمہیں اچھا مشورہ دوں۔ اور تم جانتے ہو کہ میں تم سے کس قدر محبت کرتا ہوں اور میرا تم سے کتنا خاص تعلق ہے۔ انہوں نے کہا: ہم یہ جانتے ہیں اور آپ ہمارے ہاں اپنی سچائی اور نیکی سے محبت میں مشہور ہیں۔ انہوں نے کہا: پھر تم میری اس بات کو چھپائے رکھنا۔ انہوں نے کہا: ہم ایسا کریں گے۔ فرمایا: اس شخص کا معاملہ بھی مصیبت ہے۔ وہ نبی علیہ السلام کو مراد لے رہے تھے۔ تم نے دیکھ لیا۔ اس نے بنونضیر اور بنوقینقاع سے کیا گیا۔ ان کے اموال پر قبضہ کرنے کے بعد انہیں ان کے شہروں سے جلاوطن کر دیا اور ابن ابی حقیق ہمارے اندر آیا۔ ہم اس کے ساتھ اکٹھے ہو گئے۔ تاکہ تمہاری مدد کریں۔ اور میں معاملے کو لمبا ہوتا دیکھ رہا ہوں جیسے تم بھی دیکھ رہے ہو۔

اور قسم بخدا! تم، قریش اور غطفان محمد کے بارے میں ایک مرتبے میں نہیں ہو۔ قریش اور غطفان تو پردیسی ہیں جو آ کر ٹھہر گئے ہیں۔ جیسا کہ تم نے دیکھ لیا۔ اگر انہیں فرصت ملی تو وہ اسے غنیمت سمجھیں گے اور اگر جنگ ہوئی یا کوئی ناگوار صورتِ حال پیش آگئی تو وہ اپنے شہروں کی طرف بھاگ جائیں گے۔ اور تم اس پر قادر نہیں ہو۔ شہر تمہارا ہے۔ اس میں تمہارے اموال ہیں، تمہاری اولاد ہے اور تمہاری بیویاں ہیں۔ ان لوگوں پر محمد کی جانب غالب رہی۔ انہوں نے گزشتہ کل رات تک ان پر حملہ کیے رکھا۔ آپ نے ان کے سردار عمرو بن عبد کو قتل کر دیا اور وہ اس سے زخمی ہو کر بھاگ گئے ہیں اور وہ اپنے بارے میں تم سے مستغنی نہیں ہیں اس وجہ سے جو تم اپنے ہاں جانتے ہو۔

سو قریش اور غطفان کے ساتھ مل کر نہ لڑنا حتیٰ کہ تم ان سے اپنے سردار بطور رہن لے لو۔ جن کی وجہ سے تم ان سے اس پر پختہ عہد لے لو گے کہ کہیں وہ محمد سے مقابلہ نہ کریں۔ انہوں نے کہا: تم نے ہمیں نہایت خیر خواہی کا مشورہ دیا ہے۔ انہوں نے اسے دعا دی اور اس کا شکریہ ادا کیا اور کہنے لگے: ہم یہی کریں گے۔

انہوں نے فرمایا: لیکن تم میرے بارے میں کسی کو نہیں بتلاؤ گے۔ انہوں نے کہا: ٹھیک ہے۔

پھر وہ قریش کے چند مردوں کو لے کر ابوسفیان بن حرب کی طرف گئے۔ اور کہا: اے ابوسفیان! میں تمہارے پاس ایک خیر خواہی کی بات لے کر آیا ہوں لیکن میرے بارے میں کسی کو مت بتلانا۔ اس نے کہا: ٹھیک ہے میں ایسے ہی کروں گا۔ فرمایا: کیا تمہیں پتہ ہے بنوقریظہ نے اپنے اور محمد کے درمیان جو کیا وہ اس پر نادم ہیں اور وہ اس سے صلح اور رجوع کرنا چاہتے ہیں۔ انہوں نے آپ کی طرف پیغام بھیجا ہے اور میں ان کے پاس تھا کہ ہم قریش اور غطفان سے ان کے ستر سرداروں کو لے کر آپ کے حوالے کر دیں گے تاکہ آپ ان کی گردنیں اتار دیں۔ اور آپ ہمارے دست و بازو (بنونضیر) کو ان کے شہروں کی طرف واپس

لے آئیں گے۔ ہم آپ کے ساتھ مل کر قریش سے جنگ لڑیں گے اور انہیں آپ سے ہٹا دیں گے۔ اگر انہوں نے تمہاری طرف رہن کے مطالبے کے لیے کسی کو بھیجا تو ان کے حوالے کسی کو مت کرنا اور انہیں اپنے سرداروں سے دور رکھنا۔ لیکن میرے بارے میں کسی کو نہ بتلانا اور نہ اس میں سے کسی حرف کا تذکرہ کرنا۔ انہوں نے کہا، ہم اس کا ذکر نہیں کریں گے۔

پھر وہ نکلے اور غطفان کے پاس آئے اور فرمایا: او غطفان کے لوگو! میں تمہارا ہی ایک فرد ہوں۔ میرے بارے میں کسی کو مت بتلانا۔ اور جان لو کہ قریظہ نے محمد کی طرف پیغام بھیجا ہے...... اور انہیں بھی ویسے ہی کہا جیسے قریش سے کہا تھا۔ سو تم اپنے کسی شخص کو ان کی طرف بھیجنے سے باز رہنا۔ وہ انہی کے ایک فرد تھے، سو انہوں نے ان کو سچ سمجھا۔

یہودیوں نے غزال بن سموأل کو ابو سفیان بن حرب اور قریش کے سرداروں کی طرف بھیجا۔ اور یہ پیغام دیا کہ تمہارا قیام بہت لمبا ہو گیا ہے اور تم نے ابھی تک کچھ نہیں کیا اور جو تم کر رہے ہو وہ کوئی حتمی رائے نہیں ہے۔ اگر تم ہم سے اس دن کا وعدہ کرتے جس دن تم محمد کی طرف نکلے تھے، پھر ایک جانب سے تم آتے، دوسری جانب سے غطفان اور تیسری جانب سے ہم نکلتے تو ہم میں سے کوئی بھی شکست نہ کھاتا۔ لیکن اب ہم تب تک تمہارے ساتھ نہیں نکلیں گے جب تک تم اپنے سرداروں کو ہمارے پاس بطورِ رہن نہیں رکھوائے، وہ ہمارے پاس رہیں گے۔ ہمیں ڈر ہے کہ اگر جنگ ہوئی اور تمہیں کوئی ناگوار صورتِ حال پیش آئی تو تم بھاگ جاؤ گے اور ہمیں ہمارے شہر میں تنہا چھوڑ جاؤ گے۔ ہم نے محمد سے دشمن مول لے لی ہے۔

پھر قاصد بنو قریظہ کی طرف واپس لوٹ آیا مگر مشرکین نے بنو قریظہ کے حوالے کچھ نہیں کیا اور ابو سفیان نے کہا: یہ وہی تھا جو نعیم نے ہمیں بتلایا تھا۔

ادھر نعیم رضی اللہ عنہ بنو قریظہ کی طرف آ گئے اور فرمایا: اے بنو قریظہ کے لوگو! میں اس وقت ابو سفیان کے پاس تھا جب تمہارا قاصد اس کے پاس آیا اور اس سے رہن کا مطالبہ کیا تو اس نے اسے کچھ نہیں کہا۔ پھر جب وہ چلا گیا، تو اس نے کہا: اگر وہ مجھ سے اونٹ بطورِ رہن مانگتے۔ میں وہ بھی نہ دیتا چہ جائیکہ میں اپنی قوم کے سرداروں کو دے دوں۔ تاکہ وہ انہیں محمد کے حوالے کر دیں اور وہ انہیں قتل کر دے۔ سو اپنی رائے میں ڈٹے رہنا یہاں تک کہ تم رہن لے لو۔ اگر تم نے محمد سے قتال نہ کیا اور ابو سفیان لوٹ گیا تو تم اپنے پہلے معاہدے پر ہو جاؤ گے۔ انہوں نے کہا: اے نعیم! تمہیں اس کی امید ہے؟ اس نے کہا: ہاں۔ کعب بن اسد کہنے لگا: ہم ان سے نہیں لڑیں گے۔ اللہ کی قسم! میں تو اسے ناپسند ہی کرتا تھا لیکن حیی بد بخت آدمی ہے۔

زبیر بن باطا نے کہا: اگر قریش اور غطفان محمد کو چھوڑ کر چلے گئے تو ہم سے صرف تلوار قبول کی جائے گی۔ نعیم نے کہا: اے ابو عبدالرحمن! تم اس سے نہ ڈرو۔ زبیر نے کہا: کیوں نہیں، تورات کی قسم!

اگر یہود اپنی رائے پر پکے ہیں اور معاملہ بگڑ گیا تو وہ ضرور محمد کی طرف نکلیں گے اور قریش سے رہن کا مطالبہ نہیں کریں گے۔ قریش ہمیں کبھی بھی رہن نہیں دیں گے اور آخر کس وجہ سے وہ ہمیں رہن دیں۔ ان کی تعداد ہم سے زیادہ ہے۔ ان کے پاس مویشی ہیں جو ہمارے پاس نہیں ہیں۔ وہ بھاگنے پر قادر ہیں جبکہ ہم ایسا نہیں کر سکتے۔ اور یہ غطفان کے لوگ محمد کی

طرف یہ مطالبہ لے کر گئے تھے کہ وہ انہیں اوس کی کچھ کھجوریں دے دیں۔ اور وہ چلے جائیں گے۔ مگر محمد نے انکار کر دیا اور صرف تلوار کو فیصل مقرر کیا۔ اور وہ بغیر کچھ لیے واپس لوٹ گئے۔

پھر جب ہفتے کی رات ہوئی تو وہ ہوا جو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کے لیے تیار کر رکھا تھا۔ ابوسفیان نے کہا: اے قریش کے لوگو! قحط پڑ گیا ہے اور مویشی اور اونٹ ہلاک ہونے لگے ہیں اور یہودیوں نے دھوکہ کیا ہے۔ اور جھوٹ بولا ہے۔ اور یہ ٹھہرنے کا موقع نہیں ہے۔ واپس لوٹ جاؤ۔ قریش کہنے لگے: ہمیں یہود کے بارے میں جاننا چاہیے اور ان کی خبر کی تحقیق کرنی چاہیے۔

چنانچہ انہوں نے عکرمہ بن ابوجہل کو بھیجا۔ وہ بنوقریظہ کے پاس اس وقت آیا جب جمعہ کی شام کا سورج ڈھل چکا تھا اور آگے ہفتے کی رات تھی۔ اس نے کہا: اے یہود کے لوگو! ٹھہرنا بہت لمبا ہو گیا، اونٹ اور مویشی مشقت میں پڑ گئے اور قحط واقع ہو گیا۔ اور ہم ٹھہرنے کی جگہ میں نہیں ہیں۔ اس شخص کی طرف نکلو تاکہ ہم کل ہی اس کا کام تمام کر دیں۔ وہ کہنے لگے: کل تو ہفتہ ہے۔ ہم اس میں نہ کوئی کام کرتے ہیں اور نہ جنگ لڑتے ہیں۔ اور اس کے ساتھ ہم تمہارے ساتھ مل کر ہرگز نہیں لڑیں گے جب تک ہمارا ہفتے کا دن گزر نہیں جاتا اور تم ہمیں اپنے مرد بطور رہن نہیں دیتے۔ جو ہمارے ساتھ رہیں گے تاکہ تم محمد کا خاتمہ کیے بغیر بھاگ نہ سکو۔ ہمیں ڈر ہے کہ اگر تمہیں جنگ کی صورتِ حال پیش آ گئی تو تم تو اپنے شہروں کی طرف چلے جاؤ گے اور وہ ہمارے شہروں میں ہے اور ہمارے اندر اس سے لڑنے کی طاقت نہیں ہے۔ ہمارے پاس بچے، عورتیں اور اموال بھی ہیں۔

چنانچہ عکرمہ ابوسفیان کی طرف واپس لوٹ گیا۔ انہوں نے پوچھا: اپنے پیچھے کیا چھوڑ کر آئے ہو؟ اس نے کہا: میں اللہ کی قسم اٹھا کر کہتا ہوں کہ جو خبر نعیم تمہارے پاس لے کر آیا وہ حق ہے۔ اللہ کے دشمنوں نے دھوکہ دیا ہے۔

غطفان نے ان کی طرف اپنے چند مردوں میں مسعود بن رخیلہ کو بھیجا۔ جیسے ابوسفیان نے بھیجا تھا۔ انہیں بھی ویسا ہی جواب ملا تھا جیسے ابوسفیان کو ملا تھا۔

یہودیوں نے جب سب کچھ دیکھ لیا تو وہ بھی کہنے لگے: ہم اللہ کی قسم اٹھاتے ہیں کہ جو خبر نعیم نے بتلائی وہ حق ہے۔

وہ جان گئے کہ قریش اب نہیں ٹھہریں گے اور معاملہ ان کے ہاتھ سے نکل گیا۔ ابوسفیان نے دوبارہ ان کی طرف پیغام بھیجا اور کہا: اللہ کی قسم! ہم ایسا نہیں کریں گے۔ اگر تم لڑنا چاہتے ہو تو نکلو اور لڑو۔ یہود نے وہی جواب دیا اور انہیں یقین ہو گیا کہ نعیم کی بتلائی ہوئی بات درست ہے۔

ادھر قریش اور غطفان کہنے لگے: واقعہ وہی ہے جو نعیم نے بتلایا اور وہ لوگ ان کی مدد سے اور یہ لوگ ان کی مدد سے ناامید ہو گئے اور ان میں اختلاف ہو گیا۔

حضرت نعیم رضی اللہ عنہ فرماتے تھے: میں نے لشکروں کے درمیان اختلاف ڈال دیا۔ حتیٰ کہ وہ ہر جانب میں بکھر گئے اور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا راز داں تھا۔ پھر اس کے بعد ان کا اسلام بہت اچھا ہوا۔

حضرت موسیٰ بن محمد بن ابراہیم رحمہ اللہ اپنے والد سے نقل فرماتے ہیں کہ جب قریظہ نے عکرمہ بن ابوجہل سے بات کی تو

ابوسفیان بن حرب نے حیی بن اخطب سے کہا: تمہارا اپنی قوم سے مدد دلوانے کا وعدہ کہاں گیا؟ انہوں نے ہمیں تنہا چھوڑ دیا اور وہ ہمیں دھوکہ دینا چاہتے ہیں۔ حیی نے کہا: ہرگز نہیں، توراۃ کی قسم! لیکن ہفتے کا دن آگیا ہے اور ہم ہفتے کے دن کی بے اکرامی نہیں کر سکتے۔ جب ہم ہفتے کے دن کو ضائع کر دیں گے تو پھر کیسے محمد کے خلاف ہماری مدد کی جائے گی۔ جب اتوار کا دن ہوا تو تم محمد اور اس کے ساتھیوں پر دہکتی ہوئی آگ بن کر ٹوٹ پڑنا۔

حیی بن اخطب نکلا اور بنوقریظہ کے پاس آیا اور کہنے لگا: تم پر میرے ماں باپ قربان۔ قریش نے تم پر اور تمہارے ساتھ مجھ پر بھی یہ تہمت لگائی ہے اور ہفتے کا دن کیا ہے۔ تم اپنے دشمن کے معاملے کی خاطر اسے نہیں چھوڑ سکتے۔ یہ سن کر کعب بن اسد غصے ہو گیا۔ پھر کہنے لگا: اگر محمد انہیں قتل کر دے اور ان میں سے کوئی ایک بھی باقی نہ رہے تب بھی ہم ہفتے کے دن کی بے اکرامی نہیں کر سکتے۔

چنانچہ حیی ابوسفیان بن حرب کی طرف لوٹ آیا۔ اس نے کہا: اے یہودی! کیا میں نے تمہیں بتلایا نہیں تھا کہ تیری قوم دھوکے کا ارادہ کر چکی ہے؟ حیی نے کہا: نہیں، اللہ کی قسم! وہ دھوکہ دینا نہیں چاہتے بلکہ وہ اتوار کے دن نکلنا چاہتے ہیں۔ ابوسفیان نے کہا: ہفتے کو کیوں نہیں؟ اس نے کہا: اس دن کی وہ تعظیم کرتے ہیں اور اس میں لڑائی نہیں کرتے۔ اس لیے کہ ہمارے ایک گروہ نے ہفتے کے دن مچھلیاں کھا لیں تھیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں مسخ کر کے بندر اور خنزیر بنا دیا تھا۔ ابوسفیان کہنے لگا: میں نہیں سمجھتا کہ میں بندروں اور خنزیروں کے بھائیوں سے مدد مانگوں۔ پھر اس نے کہا: میں نے عکرمہ بن ابوجہل اور اس کے ساتھیوں کو ان کی طرف بھیجا تو انہوں نے یہ جواب دیا: ہم تب تک نہیں لڑیں گے جب تک تم اپنے سرداروں کو ہمارے پاس بطور رہن نہیں رکھواؤ گے۔

اس سے پہلے غزال بن سموائل ہمارے پاس ان کا پیغام لے کر آچکا ہے۔ ابوسفیان نے کہا: میں لات کی قسم اٹھاتا ہوں۔ یہ تمہارا فریب ہے اور میں خیال ہے کہ تو بھی اپنی قوم کے دھوکے میں شامل ہو چکا ہے۔

حیی نے کہا: توراۃ کی قسم جو موسیٰ علیہ السلام پر طور سیناء کے دن نازل ہوئی! میں نے دھوکہ نہیں کیا۔ میں تمہارے پاس اپنی قوم کے پاس سے ہی آیا ہوں۔ وہ لوگوں میں محمد کے سب سے بڑے دشمن ہیں۔ اور ان کے قتل پر زیادہ حریص ہیں۔ صرف ایک دن کی بات ہے وہ تمہارے ساتھ نکلیں گے۔ ابوسفیان نے کہا: نہیں، اللہ کی قسم! ایک گھڑی بھی میں اب لوگوں کو تمہارے دھوکے کے انتظار میں نہیں روکوں گا۔ یہاں تک کہ حیی بن اخطب کو ابوسفیان سے اپنی جان کا ڈر ہوا۔ وہ خوف کی وجہ سے ان کے ساتھ نکلا جو کعب بن اسد نے اسے اس کی جان کے حوالے سے کہا تھا کہ وہ ضرور اس کی طرف لوٹ کر آئے۔ پھر وہ بنوقریظہ کے ساتھ ان کے قلعے میں رات کے وقت داخل ہو گیا۔

ادھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ان کی طرف پیش قدمی کی، حتیٰ کہ لشکر منہ پھیر کر بھاگ کھڑے ہوئے۔

حضرت ابوکعب قرظی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حیی بن اخطب نے ہی کعب بن اسد سے کہا تھا جب وہ اس کے پاس آیا اور کعب

انکار کرتا رہا۔ پھر حیی نے کہا: تم اس وقت تک نہ لڑنا جب تک تم قریش اور غطفان کے ستر آدمی بطورِ رہن اپنے پاس نہ رکھ لو۔ یہ حیی کی طرف سے کعب کے لیے دھوکہ تھا تاکہ وہ عہد توڑ دے۔ اور وہ جان گیا تھا کہ جب اس نے عہد توڑا تو معاملہ بگڑ جائے گا۔

حیی نے قریش کو اس بات کی خبر نہیں دی، جو اس نے بنو قریظہ سے کہی تھی۔ پھر جب ان کے پاس عکرمہ آیا اور ان سے ہفتے کے دن اپنے ساتھ نکلنے کا مطالبہ کیا تو انہوں نے کہا: ہم ہفتے کے دن کی بے حرمتی نہیں کریں گے، بلکہ اتوار کے دن جا سکیں گے اور ہم تب تک نہیں نکلیں گے جب تک تم ہمیں رہن نہ دو۔ عکرمہ نے کہا: کیسی رہن؟

کعب نے کہا: جو تم نے ہمارے لیے شرط لگائی ہے۔ اس نے کہا: کس نے تمہارے لیے شرط لگائی ہے؟ انہوں نے کہا: حیی بن اخطب نے۔ اس نے ابوسفیان کو یہ بات بتائی تو اس نے حیی سے کہا: او یہودی! کیا ہم نے تجھے ایسے ایسے کہا ہے؟ اس نے کہا: نہیں تورات کی قسم اور نہ میں نے یہ بات کہی ہے۔ ابوسفیان نے کہا: نہیں، یہ حیی کی جانب سے دھوکہ ہے اور حیی تورات کی قسمیں اٹھانے لگا کہ اس نے یہ سب نہیں کہا۔

حضرت موسیٰ بن یعقوب رحمۃ اللہ علیہ اپنے چچا سے نقل فرماتے ہیں کہ کعب نے کہا: اے حیی! ہم تب تک نہیں نکلیں گے جب تک ہم تیرے ساتھیوں سے ہر وادی سے ۷۰ مرد بطورِ رہن نہ لے لیں جو ہمارے قبضے میں رہیں گے۔ یہ بات حیی نے قریش، غطفان اور قیس سے ذکر کی تو انہوں نے ایسا کر بھی دیا اور اس بارے میں اپنے درمیان ایک معاہدہ لکھ دیا۔ پھر کعب نے اس معاہدے کو پھاڑ دیا۔

پھر جب قریش نے اس کی طرف مدد کے لیے پیغام بھیجا تو اس نے کہا: رہن دو۔ انہوں نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا اور اللہ کے چاہنے سے ان میں آپس میں اختلاف ہو گیا۔

حضرت معمر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت زہری رحمۃ اللہ علیہ کو فرماتے ہوئے سنا: بنو قریظہ نے ابوسفیان کی طرف پیغام بھیجا کہ آؤ۔ ہم مسلمانوں کے پیچھے سے ان پر غارت گری کرتے ہیں۔ یہ بات نعیم بن مسعود نے سن لی۔ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے صلح کر لی تھی۔ اور وہ عیینہ کے پاس تھے جب بنو قریظہ نے یہ پیغام ابوسفیان اور اس کے ساتھیوں کی طرف بھیجا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: شاید ہم نے ہی انہیں اس کا حکم دیا ہوگا۔ نعیم آپ ﷺ کی یہ بات لے کر نکلے۔

نعیم رضی اللہ عنہ ایسے آدمی تھے جو بات نہیں چھپاتے تھے۔ جب وہ آپ ﷺ کے پاس سے مڑے تو غطفان کی طرف چلے گئے۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! یہ آپ نے کیا بات فرمائی؟ اگر تو یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے تو اسے پورا کیجیے اور اگر آپ کی اپنی رائے ہے تو بنو قریظہ کی حالت اس سے زیادہ آسان ہے کہ آپ کوئی بات کہیں اور وہ آپ کی طرف سے نقل کی جائے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نہیں بلکہ یہ میری رائے ہے اور لڑائی تو دھوکہ ہوتی ہے۔ پھر آپ ﷺ نے نعیم کے پیچھے کسی کو بھیجا اور اسے بلایا۔ اور فرمایا: تم نے جو بات مجھے ابھی کہتے ہوئے سنا ہے، اس بارے میں خاموش رہنا اور کسی کو مت بتلانا۔ وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس سے چلے گئے۔ اور عیینہ بن حصن کے پاس آئے۔ اس کے پاس غطفان کے دیگر لوگ

بھی تھے۔ اس نے انہیں کہا: کیا تم جانتے ہو محمد نے کبھی کوئی بات کی ہو اور وہ حق نہ ہو؟ انہوں نے کہا: نہیں۔ اس نے کہا: آپ نے مجھے اس بارے میں جو تمہاری طرف بنو قریظہ نے پیغام بھیجا ہے کوئی بات کی ہے کہ شاید ہم نے ہی انہیں اس کا حکم دیا ہو۔ پھر مجھے اسے تمہارے سامنے بیان کرنے سے منع بھی کر دیا۔

عینیہ اٹھا اور ابوسفیان سے ملاقات کی۔ پھر اسے نعیم کی بات بتلائی کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ بات کہی ہے۔

اس نے ان سے کہا: تم بنو قریظہ کے مکر میں پھنس گئے ہو۔ ابوسفیان کہنے لگا: ہم ابھی ان کی طرف پیغام بھیجتے ہیں اور ان سے رہن کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ اگر انہوں نے ہمیں رہن دے دیا تو گویا انہوں نے ہماری تصدیق کر دی اور اگر انہوں نے اس سے انکار کر دیا تو گویا ہم مکر میں آئے ہوئے ہیں۔

پھر ان کے پاس ابوسفیان کا قاصد آیا اور ان سے ہفتے کی رات رہن کا مطالبہ کیا۔ انہوں نے کہا: یہ ہفتے کی رات ہے۔ ہم اس میں کوئی فیصلہ نہیں کرتے اور نہ اس دن میں کوئی معاملہ طے کرتے ہیں۔ ہفتے کا دن گزرنے تک مہلت دو۔ وہ قاصد ابوسفیان کی طرف آ گیا۔ ابوسفیان اور اس کے ساتھ لشکروں کے سربراہوں نے یہی کہا کہ یہ بنو قریظہ کا مکر ہے۔ تم کوچ کر جاؤ، تم بہت لمبا عرصہ ٹھہر چکے ہو۔ انہوں نے کوچ کا اعلان کر دیا اور اللہ تعالیٰ نے ان پر ہوا بھیج دی۔ حتیٰ کہ ان میں سے کوئی اپنے کجاوے تک پہنچنے کی راہ بھی نہ پا سکا۔ انہوں نے سواریوں پر چڑھ کر بھاگنے کی تیاری کی اور شکست خوردہ ہو کر پلٹ گئے۔

ایک قول یہ ہے کہ حیی بن اخطب نے ابوسفیان سے کہا: میں تیرے لیے بنو قریظہ سے ستر آدمی بطور رہن لے آتا ہوں جو تیرے پاس رہیں گے۔ یہاں تک کہ وہ بھی نکل آئیں اور لڑیں۔ وہ محمد اور اس کے ساتھیوں سے جنگ کو بخوبی جانتے ہیں۔ یہ وہی بات تھی جو اس نے کہی کہ ابوسفیان نے رہن کا مطالبہ کیا۔

ابن واقد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ان سب باتوں میں ہمارے نزدیک سب سے زیادہ صحیح بات پہلی ہے جو نعیم رضی اللہ عنہ نے فرمائی۔

حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے لشکروں کے خلاف بددعا کی کہ اے اللہ! کتاب کو نازل کرنے والے، جلدی حساب لینے والے! لشکروں کو شکست دے، اے اللہ! انہیں شکست دے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے مسجدِ احزاب میں سوموار، منگل اور بدھ والے دن لشکروں کے خلاف بددعا کی۔ آپ کی دعا بدھ والے دن ظہر اور عصر کے درمیان قبول ہوگئی اور ہم نے آپ کے چہرے میں خوشی کو پہچان لیا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: مجھے جس بھی اہم کام کا اس دن کی اس گھڑی میں خیال آیا تو میں نے اللہ سے دعا کی اور مجھے قبولیت کا یقین ہو گیا۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ اس پہاڑ پر کھڑے ہوئے جس پر مسجد بنی ہوئی تھی۔ پھر آپ نے چادر منگوائی اور اپنے ہاتھ پھیلائے۔ پھر دوبارہ آئے اور نماز پڑھ کر دعا کی۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے اس پست زمین میں نماز پڑھی جو سامنے تھی اور بنونضیر کی زمین کی طرف راستہ جاتا تھا۔ وہاں آج اس مسجد کی جگہ ہے جو پہاڑ کے نیچے تھی۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ آپ نے اس مسجد کے اردگرد جو پہاڑ کے اوپر تھی، جتنی بھی مساجد تھیں سب میں نماز ادا کی۔

حضرت ابن واقد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ سب سے زیادہ ثابت حدیث ہے۔

فرماتے ہیں: جب ہفتے کی رات ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے ہوا بھیجی۔ اس نے ہر چیز اکھیڑ کر رکھ دی اور رسول اللہ ﷺ کھڑے نماز پڑھتے رہے۔ یہاں تک کہ تہائی رات گزر گئی۔ اسی طرح آپ نے اس رات کیا جب کعب بن اشرف قتل ہوا اور رسول اللہ ﷺ کو جب کوئی اہم معاملہ پیش آتا تو آپ نماز میں کثرت فرماتے۔

فرماتے ہیں: خندق کا محاصرہ سخت سردی کے موسم میں تھا اور بھوک نے بھی ستا رکھا تھا۔

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم نے خندق میں خود کو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سخت سردی کے موسم میں دیکھا۔ ہم پر سردی، بھوک اور خوف اکٹھے مسلط ہو گئے تھے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کوئی ہے جو ہمارے لیے دیکھ کر آئے کہ لوگوں نے کیا کیا۔ اللہ اسے جنت میں میرا دوست بنائے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے جنت کی شرط لگا دی اور لوٹنے کی بھی اور ہم میں سے کوئی شخص کھڑا نہیں ہوا۔ آپ نے تین مرتبہ یہ بات دہرائی۔ پھر بھی سخت بھوک، سردی اور خوف کی وجہ سے کوئی شخص کھڑا نہیں ہوا۔

جب رسول اللہ ﷺ نے یہ چیز دیکھی کہ کوئی کھڑا نہیں ہو رہا۔ آپ نے مجھے بلایا۔ پھر فرمایا: اے حذیفہ! میں نے کھڑے ہونے کے سوا کوئی چارہ نہیں پایا جب آپ نے میرا نام پکارا۔ میں آپ کے پاس آیا اور میرے دل اور سینے میں بزدلی چھپی تھی۔ آپ نے فرمایا: تم رات سے میری آواز سن رہے ہو پھر بھی کھڑے نہیں ہوئے؟ میں نے کہا: نہیں۔ اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے۔ مجھ میں بھوک اور سردی کی وجہ سے اٹھنے کی ہمت ہی نہیں تھی۔ آپ نے فرمایا: جاؤ۔ دیکھو صرف دیکھ کر آؤ لوگوں کو کیا ہوا۔ نہ تم کوئی تیر پھینکنا، نہ پتھر برسانا، نہ نیزہ مارنا اور نہ تلوار چلانا۔ لوٹ کر میرے پاس آ جانا۔

میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! مجھے قتل ہونے کی پروا نہیں ہے مگر مجھے ڈر ہے کہ وہ میرا مثلہ نہ کر دیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمہیں کچھ نہیں ہوگا۔ میں جان گیا کہ اب مجھے کچھ نہیں ہوگا اس لیے کہ آپ ﷺ نے پہلے سے فرما دیا۔ پھر آپ نے فرمایا: جاؤ اور لوگوں میں شامل ہو جاؤ پھر دیکھو وہ کیا باتیں کر رہے ہیں؟ جب حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ چلے گئے تو آپ ﷺ نے دعا کی: ''اے اللہ! ان کے آگے سے پیچھے سے، دائیں سے، بائیں سے، اوپر سے، نیچے سے ان کی حفاظت فرما۔'' وہ ان کے لشکر میں شامل ہو گئے۔ وہ آگے جلا کر بیٹھے ہوئے تھے اور ہوا نے ان کے ساتھ کیا جو کیا۔ ان کی کوئی چیز اور خیمے اپنی حالت پر باقی نہ رہے تھے۔ میں آیا اور لوگوں کے ساتھ آگ پر بیٹھ گیا۔ ابوسفیان کھڑا ہوا اور کہنے لگا: جاسوسوں اور نگرانی والوں سے بچ کر رہو اور ہر شخص اپنے ساتھی کو دیکھ لے۔ فرماتے ہیں: میں عمرو بن عاص کی طرف متوجہ ہوا۔ میں نے پوچھا: تو

کون ہے؟ وہ میری دائیں طرف بیٹھے تھے۔ انہوں نے کہا: عمرو بن عاص۔ پھر میں معاویہ بن ابوسفیان کی طرف متوجہ ہوا اور میں نے پوچھا: تو کون ہے؟ انہوں نے کہا: معاویہ بن ابوسفیان۔

پھر ابوسفیان نے کہا: تم اللہ کی قسم! ٹھہرنے کے قابل جگہ میں نہیں ہو۔ اونٹ اور جانور ہلاک ہو گئے۔ قحط واقع ہو گیا۔ اور بنوقریظہ نے ہم سے وعدہ خلافی کی۔

اور ان سے ہمیں ناگوار بات پہنچی ہے اور ہمیں سخت آندھی کا بھی سامنا ہے جیسے تم دیکھ رہے ہو۔ اللہ کی قسم! ہمارا تو کوئی خیمہ بھی سلامت نہیں رہا اور نہ ہماری ہانڈیاں برقرار رہیں۔ سو تم کوچ کرو۔ میں بھی واپس جا رہا ہوں۔ ابوسفیان اٹھا اور اپنے اونٹ پر بیٹھ گیا۔ وہ بندھا ہوا تھا۔ پھر اس نے اسے مارا تو وہ تین ٹانگوں پر کود کر کھڑا ہوا۔ اس کی رسی کھڑا ہونے کے بعد کھلی اور اگر رسول اللہ ﷺ کا مجھ سے وعدہ نہ ہوتا کہ تم کوئی کام نہیں کرو گے حتیٰ کہ میرے پاس واپس آجاؤ گے وگرنہ میں چاہتا تو اسے قتل کر دیتا۔

عکرمہ بن ابوجہل نے اسے پکارا کہ تم قوم کے سردار ہو اور ان کے قائد ہو تم ہی لوگوں میں پھوٹ ڈال کر انہیں چھوڑ کر جا رہے ہو۔ ابوسفیان کو حیاء آ گئی اور اس نے اپنا اونٹ بٹھا دیا اور اس سے اتر آیا اور اس کی لگام پکڑ کر اسے کھینچنے لگا۔ اور کہنے لگا: چلو۔ چنانچہ لوگ چلنے لگے اور وہ کھڑا رہا۔ حتیٰ کہ لشکر کا اکثر حصہ گزر گیا۔ پھر اس نے عمرو بن عاص سے کہا: اے ابوعبداللہ! تمہارے اور میرے لیے ضروری ہے کہ ہم محمد اور اس کے صحابہ کے مقابلے میں گھڑسواروں کے ایک دستے میں ٹھہرے رہیں۔ ہمیں اس سے امن نہیں ہے کہ ہمارا پیچھا کیا جائے حتیٰ کہ لشکر گزر جائے۔ عمرو نے کہا: میں ٹھہرتا ہوں اور خالد بن ولید سے کہا: اے ابوسلیمان! تمہاری کیا رائے ہے؟ اس نے کہا: میں بھی ٹھہرتا ہوں۔ پھر عمرو اور خالد دو سو گھڑسواروں میں ٹھہرے رہے اور سارا لشکر روانہ ہو گیا۔ صرف یہ دستہ اپنے گھوڑوں کی پشتوں پر بیٹھا رہ گیا۔

کہتے ہیں: حذیفہ رضی اللہ عنہ غطفان کی طرف آئے۔ وہ بھی جا رہے تھے۔ وہ رسول اللہ ﷺ کی طرف لوٹ آئے اور آپ کو خبر دی۔

گھڑسواروں کا دستہ سحری کے وقت تک ٹھہرا رہا۔ پھر وہ بھی چلے گئے۔ اور ملل میں باربردار اونٹوں اور لشکر کو دن چڑھے مل گئے۔ پھر وہ اگلے روز سیالہ کی طرف چلے گئے۔

قبیلہ غطفان نے جب کوچ کیا تو مسعود بن رخیلہ گھڑسوار ساتھیوں کو لے کر کھڑا رہا۔ اسی طرح حارث بن عوف بھی کھڑا رہا اور بنوسلیم کے گھڑسوار بھی کھڑے رہے۔ پھر وہ سب ایک ہی راستے پر ہو لیے۔ انہوں نے بکھر کر جانا مناسب نہیں سمجھا اور مراض تک جا پہنچے۔ پھر ہر قبیلہ اپنی بستیوں کی طرف چلا گیا۔

عثمان بن محمد اخنسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جب عمرو بن عاص واپس ہوا تو اس نے کہا: ہر عقل مند جان چکا ہے کہ محمد جھوٹے نہیں۔ عکرمہ بن ابوجہل نے کہا: کم از کم تمہیں تو یہ بات کرنا زیب نہیں دیتا۔ عمرو نے کہا: کیوں؟ اس نے کہا: اس لیے کہ وہ تیرے باپ کی سرداری پر براجمان ہوا اور اس نے تیری قوم کے سردار کو قتل کیا۔

ایک روایت میں ہے کہ یہ بات خالد بن ولید نے کی تھی۔ ہمیں معلوم نہیں شاید ان دونوں نے ہی یہ بات کی ہو۔

خالد بن ولید نے کہا: ہر عقل مند آدمی جانتا ہے کہ محمد نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ ابوسفیان بن حرب کہنے لگا: لوگوں میں سب سے بڑا احمق جو یہ بات کرے تو ہے۔ اس نے کہا: وہ کیوں؟ کہنے لگا: اس لیے کہ وہ تیرے باپ کی سرداری پر براجمان ہوا اور اس نے تیری قوم کے سردار ابوجہل کو قتل کر دیا۔

ایک روایت میں ہے کہ یہ بات خالد بن ولید نے کی تھی۔ ہمیں معلوم نہیں شاید ان دونوں نے ہی یہ بات کی ہو۔

خالد بن ولید نے کہا: ہر عقل مند آدمی جانتا ہے کہ محمد نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ ابوسفیان بن حرب کہنے لگا: لوگوں میں سب سے بڑا احمق جو یہ بات کرے تو ہے۔ اس نے کہا: وہ کیوں؟ کہنے لگا: اس لیے کہ وہ تیرے باپ کی سرداری پر براجمان ہوا اور اس نے تیری قوم کے سردار ابوجہل کو قتل کر دیا۔

حضرت ابن مسیب رحمہ اللہ فرماتے ہیں: خندق میں مشرکین نے رسول اللہ ﷺ کا محاصرہ دس سے زیادہ دن کیے رکھا۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: بیس دن کیے رکھا۔ ایک روایت میں ہے: پندرہ دن کیے رکھا۔ یہی ہمارے ہاں زیادہ ثابت ہے۔ پھر اگلی صبح رسول اللہ ﷺ نے خندق میں دیکھا وہاں لشکروں میں سے کوئی بھی موجود نہیں تھا۔ وہ سب بھاگ گئے تھے اور واپس چلے گئے تھے۔ جب رسول اللہ ﷺ کو یہ یقین ہو گیا کہ وہ اپنے شہروں کی طرف واپس چلے گئے ہیں تو رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں میں اعلان کرا دیا کہ وہ اپنے گھروں کو لوٹ جائیں۔

چنانچہ وہ جلدی سے خوش ہو کر نکلے۔

رسول اللہ ﷺ نے پسند نہیں فرمایا کہ بنوقریظہ کو ان کے گھروں کو لوٹ جانے کا علم ہو۔ آپ نے انہیں واپس بلانے کا حکم فرمایا اور ان کے پیچھے منادی کو بھیجا۔ مگر کوئی بھی واپس نہ آیا۔ انہیں واپس لانے والوں میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی تھے۔ آپ ﷺ نے انہیں حکم دیا تھا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں ان کے پیچھے ہر جانب سے چیختا چلا گیا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے تمہیں لوٹنے کا حکم دیا ہے۔

ان میں سے کوئی بھی سردی اور بھوک کی وجہ سے واپس نہیں آیا۔ وہ فرماتے ہیں: آپ ﷺ کا ان کا جلدی لوٹنا ناگوار گزرا۔ اور آپ کو ڈر ہوا کہ کہیں قریش کے جاسوس نہ ہوں۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: مجھے رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ میں انہیں واپس لوٹاؤں۔ میں انہیں چیخ چیخ کر بلاتا رہا۔ مگر ان میں سے کوئی نہ لوٹا۔ میں بنوحارثہ کے پیچھے گیا۔ اللہ کی قسم! ابھی میں ان تک پہنچا نہ تھا کہ وہ گھروں میں داخل ہو گئے اور میں چیختا رہ گیا۔ شدید سردی اور بھوک کی وجہ سے کوئی میری طرف نہیں نکلا۔ میں نبی کریم ﷺ کی طرف لوٹ گیا اور بنوحرام میں آپ سے ملاقات ہوئی۔ آپ بھی واپس آرہے تھے۔ میں نے آپ کو بتلایا تو آپ ﷺ مسکرا دیے۔

قریش اور مسلمانوں میں خط و کتابت

حضرت ابو وجزہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب قریش کے لیے ٹھہرنا مشکل ہوگیا اور قحط پڑ گیا اور وہ خندق میں تنگ ہو گئے اور ابوسفیان اس لالچ میں تھا کہ وہ شہر مدینہ پر غارت گری کرے۔ اس نے ایک مکتوب لکھا کہ اے اللہ! تیرے نام سے۔ میں لات اور عزیٰ کی قسم اٹھاتا ہوں کہ میں اپنے لشکر کو لے کر تیری طرف آؤں گا اور ہم چاہتے ہیں کہ تیری طرف دوبارہ کبھی لوٹ کر نہ آئیں اور تیری جڑ ختم کر دیں۔ میں نے دیکھ لیا ہے کہ تم ہم سے جنگ کرنے سے گھبرا رہے ہو اور تم نے تنگ درے اور خندقیں بنا لی ہیں۔ کاش! مجھے پتہ چل جاتا کہ یہ تمہیں کس نے سکھائی ہیں۔ اگر ہم تمہیں چھوڑ کر چلے گئے تو تمہارے لیے ہماری طرف سے احد کی دن کی ایک دن ہے۔ جس میں عورتوں کے پیٹ پھاڑ دیے جائیں گے۔ اس نے یہ خط ابو اسامہ جشمی کو دے کر بھیجا۔ جب وہ خط لے کر آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو بلایا۔ وہ آپ کے ساتھ آپ کے خیمے میں داخل ہوئے اور آپ کو ابوسفیان کا خط پڑھ کر سنایا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف جواب لکھا:

محمد رسول اللہ کی طرف سے ابوسفیان بن حرب کے لیے۔

امابعد! پرانی بات ہوگئی۔ تجھے دھوکے باز نے اللہ کے بارے میں دھوکے میں ڈال رکھا ہے۔ باقی جو تم نے کہا ہے کہ تم ہماری طرف اپنے لشکروں کو لے کر آؤ گے اور تم چاہتے ہو کہ تب تک نہ لوٹو جب تک ہمیں جڑ سے ختم نہ کردو۔ تو بات یہ ہے کہ اللہ تیرے اور اس بات کے درمیان حائل ہے اور اس نے اچھا انجام ہمارے لیے مقرر کیا ہے۔ حتیٰ کہ تم لات اور عزیٰ کا ذکر نہیں کرو گے۔ اور باقی تمہارا یہ کہنا کہ ہم نے خندق بنائی ہے اس کا تمہیں کس نے بتلایا ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ طریقہ الہام فرمایا ہے، تاکہ وہ اس سے تمہیں اور تمہارے ساتھیوں کو غصہ دلائے اور تجھ پر ایک دن ایسا ضرور آئے گا کہ تم پر آندھی کے ذریعے میرا دفاع کیا جائے گا اور تجھ پر ایک دن آئے گا کہ میں اس میں لات، عزیٰ، اساف، نائلہ اور ہبل تمام بتوں کو توڑ ڈالوں گا اور میں تجھے یہ بات یاد دلاؤں گا۔

حضرت ابوعبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے یہ بات حضرت ابراہیم بن جعفر رحمۃ اللہ علیہ سے ذکر کی تو انہوں نے فرمایا: مجھے میرے والد نے بتلایا کہ خط میں یہ بھی تھا۔ مجھے معلوم تھا کہ میں تیرے ساتھیوں کو احیا میں ملوں گا اور میں قریش کے قافلے میں تھا۔ مگر تمہارے ساتھی ہمارا ایک بال بھی بیکا نہیں کر سکے اور وہ آندھی سے ہماری مدافعت پر راضی ہو گئے۔ پھر میں قافلہ قریش کو لے کر اپنی قوم سے آملا۔ مگر تم ہم سے نہ مل سکے۔

پھر میں اپنی قوم کو بھیجا اور میں اس لڑائی حاضر نہیں تھا۔ پھر میں نے تمہارے گھر آ کر جنگ لڑی۔ پھر میں نے قتل بھی کیا اور جلایا بھی، یعنی غزوۂ سویق میں۔ پھر میں نے اپنے لشکر کو لے کر تم سے لڑائی کی اور ہم نے تم سے ویسے ہی کیا جیسے تم نے بدر میں

ہمارے ساتھ کیا تھا۔ پھر ہم خندق والے دن لشکروں کو لے کر تمہاری طرف آئے۔ اور ان لوگوں کو بھی لائے جو اکٹھے ہو کر ہماری طرف آ گئے تھے۔ پھر تم قلعہ بند ہو گئے اور تم نے خندقیں کھود دیں۔

خندق کے بارے میں نازل ہونے والی آیات

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: اللہ عزوجل نے خندق کے بارے میں آیات نازل کیں۔ اپنی نعمت کا ذکر کیا اور ان کے دشمن پر کافی ہو جانے کو بیان کیا جبکہ ان میں سے بعض بدگمانی اور نفاق پر مبنی باتوں کا ارتکاب کر چکے تھے۔ فرمایا: یَاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ اِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُوْدٌ فَاَرْسَلْنَا عَلَیْهِمْ رِیْحًا وَّ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا ''اے ایمان والو! اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو جو اس نے تم پر کی، جب تمہارے پاس لشکر آ گئے تھے۔ پھر ہم ان پر ہوا بھیجی اور ایسے لشکر بھیجے جنہیں تم نہیں دیکھ رہے تھے۔''

وہ لشکر جو مومنین پر آئے تھے، قریش، غطفان، اسد اور سلیم اور جو لشکر اللہ تعالیٰ نے ان پر بھیجے تھے وہ ہوا تھی۔

فرمایا: اِذْ جَآءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَ مِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَ اِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَ بَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ وَ تَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا ۝ جب وہ تمہارے پاس تمہارے اوپر سے آئے اور تمہارے نیچے سے اور آنکھیں کھلی رہ گئیں اور کلیجے مونہوں کو آنے لگے اور تم اللہ کے بارے میں طرح طرح کی گمان آرائیاں کرنے لگے۔

جو ان کے اوپر سے آئے تھے وہ بنو قریظہ تھے اور جو ان کے نیچے سے آئے تھے وہ قریش، اسد، غطفان اور سلیم تھے۔

فرمایا: هُنَالِكَ ابْتُلِیَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَ زُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِیْدًا ۝ ''وہاں مومنین کو آزمایا گیا اور انہیں سخت جھنجھوڑا گیا۔'' وَ اِذْ یَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَ الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗۤ اِلَّا غُرُوْرًا ۝ اور جب منافقین اور وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری تھی کہنے لگے: ہم سے اللہ اور اس کے رسول نے دھوکے کا وعدہ کیا ہے۔''

یہ معتب بن قشیر اور ان لوگوں کا قول ہے جو اس کے رائے میں اس کے شریک تھے۔

وَ اِذْ قَالَتْ طَّآىِٕفَةٌ مِّنْهُمْ یٰۤاَهْلَ یَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ فَارْجِعُوْا ۚ وَ یَسْتَاْذِنُ فَرِیْقٌ مِّنْهُمُ النَّبِیَّ یَقُوْلُوْنَ اِنَّ بُیُوْتَنَا عَوْرَةٌ ۛؕ وَ مَا هِیَ بِعَوْرَةٍ ۛۚ اِنْ یُّرِیْدُوْنَ اِلَّا فِرَارًا ۝ ''اور جب ان میں سے ایک گروہ نے کہا: اے یثرب والو! تمہارے لیے ٹھہرنے کی جگہ نہیں ہے لوٹ جاؤ اور ان میں سے ایک گروہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت مانگ رہا تھا کہ ہمارے گھر غیر محفوظ ہیں۔ حالانکہ وہ غیر محفوظ نہیں تھے وہ تو محض بھاگنا چاہتے تھے۔'' یہ بات اوس بن قیظی اور اس کی قوم کے کچھ لوگوں نے کہی جو اس کے شریک کار تھے۔

وَ لَوْ دُخِلَتْ عَلَیْهِمْ مِّنْ اَقْطَارِهَا ''اور اگر وہ گروہ ان پر ان کے اطراف سے داخل ہو جائے'' ثُمَّ سُىِٕلُوا الْفِتْنَةَ لَاٰتَوْهَا وَ مَا تَلَبَّثُوْا بِهَاۤ اِلَّا یَسِیْرًا ۝ یعنی ان کی جوانب سے پھر ان سے فتنہ کفر کے متعلق پوچھا جائے تو وہ فوراً اسے اختیار

کرلیں گے اور تھوڑی دیر بھی نہیں ٹھہریں گے۔ یعنی منافقین۔ وَ لَقَدْ كَانُوْا عَاهَدُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ لَا يُوَلُّوْنَ الْاَدْبَارَ "حالانکہ وہ اس سے قبل اللہ سے عہد کر چکے ہیں کہ وہ پیٹھ پھیر کر نہیں بھاگیں گے۔" اللہ تعالیٰ کے اس فرمان تک وَ اِذًا لَّا تُمَتَّعُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝ "اور اس وقت تمہیں تھوڑا سا فائدہ حاصل ہوگا۔"

ثعلبہ نے احد والے دن اللہ سے عہد کیا تھا کہ وہ احد کے بعد کبھی بھی پیٹھ پھیر کر نہیں بھاگے گا۔ پھر اہل ایمان کا ذکر کیا جب ان کے پاس لشکر آ گئے اور انہیں محصور کر دیا اور بنو قریظہ نے خندق میں ان سے بدعہدی کر دی اور ان پر مصیبت سخت ہو گئی۔ جب انہوں نے یہ دیکھا تو کہنے لگے:

هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ وَ صَدَقَ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ

"یہ وہ ہے جس کا اللہ اور اس کے رسول نے ہم سے وعدہ کیا اور اللہ اور اس کا رسول سچا ہے۔"

یہی ارشاد سورہ بقرہ میں بھی ہے۔ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَ لَمَّا يَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَآءُ وَ الضَّرَّآءُ وَ زُلْزِلُوْا حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ ۝ "کیا تم نے گمان کر رکھا ہے کہ تم جنت میں داخل ہو جاؤ گے اور تم پر تم سے پہلے لوگوں جیسی آزمائش نہیں آئے گی۔ ان پر تنگی اور مصیبت آئی اور انہیں جھنجھوڑا گیا حتیٰ کہ رسول اور اس کے ساتھ ایمان والے کہنے لگے: اللہ کی مدد کب آئے گی۔ تو سنو اللہ کی مدد قریب ہے۔

اور ارشادِ باری تعالیٰ ہے: رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ ... الآیۃ "وہ لوگ جنہوں نے اللہ سے کیے وعدے کو سچ کر دکھایا۔ پھر بعض ان میں سے اپنا ذمہ پورا کر چکے، یعنی وہ قتل ہوئے یا انہیں آزمایا گیا وَ مِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ اور بعض ان میں سے انتظار کر رہے ہیں۔ کہ وہ بھی قتل ہوں گے یا انہیں آزمایا جائے گا۔ وَ مَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا ۝ اور ان میں تبدیلی نہیں ہوئی۔" یعنی ان کی نیتیں نہیں بدلیں۔

لِيَجْزِيَ اللّٰهُ الصّٰدِقِيْنَ بِصِدْقِهِمْ وَ يُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ اِنْ شَآءَ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝

"تاکہ اللہ تعالیٰ سچوں کو ان کی سچائی کا بدلہ دے اور منافقوں کو عذاب دے اگر وہ چاہے یا انہیں توبہ کی توفیق دے۔ بے شک اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا رحم کرنے والا ہے۔"

حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھا اور فرمایا: یہ ان میں سے ہے جنہوں نے اپنا ذمہ پورا کر دیا۔

خندق میں شہید ہونے والے مسلمانوں کا بیان

① بنو عبد الاشہل میں سے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ تھے۔ انہیں حبان بن عرقہ نے تیر مارا تھا۔ پھر وہ فوت ہو گئے اور ایک روایت میں ہے کہ انہیں ابو اسامہ جشمی نے تیر مارا تھا۔

۲ انس بن اوس بن عتیک بن عمرو بن عبد اعلم بن زعوراء بن جشم بن عبد اشھل رضی اللہ عنہ۔ انہیں خالد بن ولید نے قتل کیا تھا۔ ان پر تیر پھینکا تھا۔

۳ عبداللہ بن سھل اشھلی رضی اللہ عنہ۔ انہیں بنو عویف کے ایک شخص نے تیر مار کر قتل کیا تھا۔

۴ بنو سلمہ میں سے طفیل بن نعمان رضی اللہ عنہ انہیں وحشی نے قتل کیا تھا۔ وحشی رضی اللہ عنہ فرماتے تھے: اللہ تعالیٰ نے میرے مارنے سے حمزہ اور طفیل کو عزت دی۔

۵ ثعلبہ بن غنمہ بن عدی بن نابی رضی اللہ عنہ انہیں ہبیرہ بن ابو وہب مخزومی نے قتل کیا تھا۔

۶ بنو دینار میں سے کعب بن زید رضی اللہ عنہ انہیں بئیر معونہ کے دن زخم لگا تھا پھر وہ صحت یاب ہو گئے تھے۔ پھر خندق میں قتل ہوئے۔ انہیں ضرار بن خطاب نے قتل کیا تھا۔ کل شہداء کی تعداد چھ تھی۔

جو مشرکین قتل ہوئے

مشرکین میں سے ۱ عمرو بن عبد بن ابی قیس بن عبدود اسے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے قتل کیا تھا۔ ۲ نوفل بن عبداللہ بن مغیرہ مخزومی۔ اسے حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے قتل کیا تھا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ اسے بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قتل کیا تھا۔ ۳ بنو عبدالدار میں سے عثمان بن منبہ بن عبید بن سباق۔ یہ ایک تیر کی وجہ سے مکہ میں مرا تھا۔ جو اسے خندق والے دن لگا تھا۔

یہ کل تین افراد تھے۔

اللہ تعالیٰ کے لیے ہر طرح کی تعریف ہے جس کی توفیق سے علامہ واقدی رحمہ اللہ کی کتاب المغازی کا پہلا جزو مکمل ہوا۔

اس کے بعد اللہ کے حکم سے دوسرا جزو آئے گا اور اس کا پہلا باب غزوہ بنو قریظہ ہے۔